نیپال کی چار ہزار سالہ سیاسی اور ایک ہزار سالہ اسلامی
تاریخ پر مبنی تحقیقی اور مستند کتاب

# نیپال میں اسلام کی تاریخ




تصنیف
مولانا مفتی محمد رضا سالک قادری مصباحی



کتب خانہ قادریہ
جنک پور نیپال



Www.MadaariMedia.Com




# MADAARI MEDIA

The Silsila e Aaliya Madaariya Social Platform

سلسلۂ مداریہ کے بزرگوں کی سیرت و سوانح
سلسلۂ عالیہ مداریہ سے متعلق کتابیں
سلسلۂ مداریہ کے علماء کے مضامین تحریرات
سلسلۂ مداریہ کے شعراء اکرام کے کلام

حاصل کرنے کے لئے اس ویب سائیٹ پر جایئے

**www.MadaariMedia.com**

@MadaariMedia

@MadaariMedia

@MadaariMedia

@MadaariMedia

Authority : Ghulam Farid Haidari Madaari

GIFT

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نیپال کی چار ہزار سالہ سیاسی

اور ایک ہزار سالہ اسلامی تاریخ پر مبنی ایک تحقیقی اور مستند کتاب

GOVT. URDU LIBRARY
ACC. N. 374
Date 30.1.14

# نیپال میں اسلام کی تاریخ

تصنیف

مولانا مفتی محمد رضا سالک قادری مصباحی

استاذ: الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی

Mob. 7860704491

باہتمام

کتب خانہ قادریہ، برکاتی محلہ، نزد ریلوے اسٹیشن، جنک پور، وارڈ نمبر ۱، نیپال

ISBN : 978-81-927019-3-6

# Nepal Men Islam Ki Tareekh

By: Maulana Mufti Mohd Raza, Misbahi

First Edition: December 2017

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

نام کتاب : نیپال میں اسلام کی تاریخ
تصنیف : مولانا مفتی محمد رضا سالک قادری مصباحی
نظر ثانی : پروفیسر سید شاہ شمیم الدین احمد منعمی، پٹنہ
ڈاکٹر عبد السلام جیلانی، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ
اشاعت اول : دسمبر ۲۰۱۷ء / ربیع الآخر ۱۴۳۹ھ
کمپوزنگ : نیاز احمد مصباحی، شاہد رضا مصباحی
تعداد صفحات : ۶۳۷ تعداد : ۱۱۰۰
MAXIMUM RETAIL PRICE
Rs. 700/- Indian
قیمت :
بتعاون : مولانا عبد القیوم قادری، پریا پور، ضلع سرہا، نیپال
ناشر : مکہ پبلشر، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی-۶

Sponsored By
Kutubkhana Quadriya, Barkati mohalla, near Railway station, Janakpur, Ward No: 1, Dhanusha, Nepal
Email:Salicraza73@gmail.com / Mob:7860704491 / 00977-9817865996

ملنے کے پتے

(1) Majlis-e-Barkat Jamia Ashrafia, Mubarakpur,Azamgarh, U.P.
(2) Khwaja book depot, Matia mahal, Delhi-6, Mob:9313086318
(3) Maktaba Faizanul Quran, Chandpur, Muradabad, U.P.
(4) Kashmiri jama masjid, Kathmandu, Nepal
(5) Dini kitab ghar, Masjid-e-Aqsa, pokhra, Nepal,
Maulana Alimuddin Misbahi, Mob:00977-9806137271
(6) Faizi Kitabghar, Mehsaul chouk, Sitamadhi, Bihar

Govt. Urdu Library
37202

# انتساب

استاذ الاساتذہ، جلالۃ العلم، قطب الارشاد، حضور حافظ ملت

علامہ شاہ **عبد العزیز** محدث مراد آبادی ثم مبارک پوری علیہ الرحمہ

(۱۳۱۲ھ-۱۳۹۶ھ/ ۱۸۹۴ء-۱۹۷۶ء)

بانی: الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

کے نام

جن کی روحانی توجہات نے ہمیشہ ہماری دستگیری کی

اور

مادر علمی الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

کے نام

جس کی روحانی، علمی مشکبار فضاؤں اور عطر بیز ہواؤں میں بیٹھ کر یہ کتاب لکھی گئی

یکے از فرزندان اشرفیہ

محمد رضا قادری مصباحی

# ایصال ثواب

یہ کتاب عالی جناب محترم مولانا عبد القیوم قادری، (مقیم دوحہ، قطر) ساکن پریا گپور، ضلع سرہا، نیپال کے خصوصی تعاون سے شائع کی جارہی ہے تا کہ ابد الآباد تک ان کی والدہ ماجدہ مرحومہ زلیخا خاتون برد اللہ مضجعھا (متوفیہ ۲۰۱۶ء) زوجہ حضرت الحاج مولانا محمد خورشید عالم رضوی کی روح کو اس کا ثواب پہنچتا رہے۔

مولا تعالیٰ ان کی اس پیش کش کو قبول فرمائے اور دارین کی سعادتوں سے وافر حصہ عطا فرمائے۔

# مشمولات

عنوانات　　صفحات

## ابتدائیہ


ابتدائیہ : از مصنف ۲

دعائیہ کلمات : عزیز ملت، حضرت مولانا شاہ عبد الحفیظ صاحب، مبارک پور ۹

تقریظ جلیل : خیر الاذکیا، علامہ محمد احمد مصباحی ۱۱

کلمات طیبات : سراج الفقہا، مفتی محمد نظام الدین الرضوی ۱۳

کلمات تاثر : فضیلۃ الشیخ، علامہ ابو بکر احمد الملباری، کیرلا ۱۵

// : جناب مشرف عالم ذوقی، دہلوی ۱۷

حرفے چند : ڈاکٹر عبد السلام جیلانی، علی گڑھ ۱۹

حرفے تشکر : از مصنف ۲۰


## باب اول: نیپال کا تعارف


نیپال کا جغرافیہ ۲۷

نیپال کی زمینی ساخت ۳۰

آب و ہوا ۳۱

نیپال میں تباہ کن زلزلے (۲۰۱۵ء) اسباب و اثرات ۳۲

نیپال کے شہروں کا طول البلد و عرض البلد ۳۹

نیپال کی تاریخ ۴۲

نیپال کی وجہ تسمیہ ۴۴

نیپال پر مختلف خاندانوں اور بادشاہوں کی حکومت ۴۵
عہد قدیم کا نیپال Early Ancient Period -879,80 A.D. ۴۶
گوپال نسل کی حکومت ۴۶
مہشپال نسل کی حکومت ۴۷
کیرانتی نسل کی حکومت ۴۷
شہنشاہ اشوک اعظم کی نیپال آمد ..... 249 A.D. - ق م ۴۹
سوماونشی خاندان کی حکومت ۵۱
سوریہ ونشی خاندان کی حکومت ..... 300 - 800 A.D ۵۱
لچھوی عہد حکومت ..... C. 400-750 A.D. ۵۳
ٹھاکوری نسل کی حکومت ..... 635-1071 A.D. ۵۴
بائسی ٹھاکوری خاندان، نواکوٹ (Novakot) ۵۵
عہد وسطی کا نیپال ..... C. 740-1760 A.D. ۵۶
مغربی نیپال کی کھس مل ریاست .. 1200-1482 A.D ۵۶
ترہٹ ریاست ..... C. 1097-1324 A.D. ۵۸
ترہت پر غیاث الدین تغلق کی پیش قدمی ..... 1324 A.D. ۵۹
ریاستِ جنک پور ۶۰
وادیٔ نیپال میں مل راجاؤں کی حکومت ۶۲
کاٹھمنڈو سلطنت ..... 1482-1768 A.D. ۶۳
بھگت پور سلطنت ..... 1482-1769 A.D. ۶۴
پاٹن (للت پور) سلطنت ..... 1482-1760 A.D. ۶۵

عہد جدید کا نیپال. . . . . 1768-2008 A.D. ٦٦
رانا حکومت کا دور. . . . 1903 B.C.-2007 B.C./1950 ٦٧
پنچایتی نظام: . . . . . 1960-1989 A.D. ٦٨
قصر شاہی کا حادثہ. . . . . 1-June 2001 A.D. ٦٨
دستور سازی کا عمل. . . . . 28 - May 2008 A.D. ٦٩
نئے آئین کا نفاذ. . . . . 20-September 2015 A.D. ٧٠
نیپال کی تعلیمی صورت حال ٧٢

## باب دوم : نیپال میں مسلمانوں کی آمد

"حدود العالم" اور "نیپال کے جغرافیہ و تاریخ" پر تجزیاتی تبصرہ ٧٧
ترائی علاقوں میں مسلمانوں کی آمد . . . پانچویں صدی ہجری ٨٠
سلطان شہاب الدین محمد غوری کے عہد میں مسلمانوں کی آمد . . . . 1204 A.D. ٨٤
نیپال کے بعض صوبہ جات امیر اختیار الدین محمد بن بختیار خلجی کی جاگیر داری میں ٨٧
نیپال پر علاؤ الدین خلجی کی حکومت اور خلجی سکے کا رواج. . 1295-1316 A.D. ٨٨
ترہت (نیپال) پر سلطان غیاث الدین تغلق کی پیش قدمی . . . 1324 A.D. ٩٠
سلطان محمد تغلق کی کاٹھمنڈو پر پیش قدمی اور حکومت. . . . 1325-1351 A.D. ٩٢
سلطان محمد تغلق کے عہد میں نیپال کے ہمالیائی علاقوں کی فتوحات 1337/738 h. ٩٧
ترائی نیپال پر سلطان شمس الدین حاجی محمد الیاس کی حکومت . . . . 1347-1352 A.D. ١٠٤
کاٹھمنڈو پر سلطان شمس الدین حاجی محمد الیاس کی پیش قدمی. . 1349 A.D. ١٠٥
ترائی نیپال پر مسلم سلاطین کی حکومت . . . . . 1325-1351 A.D. ١٠٨
کاٹھمنڈو وادی میں مسلمانوں کی آمد . . . . . 1305 A.D ١٠٩

کشمیری مسلمانوں کی آمد ..... 1484-1520 A.D. ۱۱۰
تبتی مسلمانوں کی آمد ..... 1600 - 1700 A.D. ۱۱۵
گورکھا میں مسلمانوں کی آمد ..... 16th Century ۱۱۶
ترکستانی اور افغانستانی مسلمانوں کی آمد ۱۱۷
کشمیری اور عراقی (لاری) مسلمان اور نیپال میں ان کے اثرات ۱۱۸
مقبول احمد لاری اور نیپال میں ان کے اثرات ۱۲۱
نیپال پر میر قاسم علی خان کی پیش قدمی ۱۲۳
برٹش انڈیا اور نیپال کے تعلقات ..... 1792 A.D. ۱۲۵
نیپال پر عملاً انگریزوں کی حکومت ... 1848-1951 A.D. ۱۲۷
بیگم حضرت محل اور ایک لاکھ محمدی پناہ گزینوں کی نیپال ہجرت 1859 A.D. ۱۲۹
انگریزوں کی مدد کے لیے نو ہزار سپاہ کے ساتھ جنگ بہادر کی پیش قدمی ۱۳۶
کثیر مسلم آبادی والے علاقے ۱۳۷
نیپالی مسلمانوں کی سیاسی صورت حال ۱۳۸

## باب سوم

## نیپال میں صوفیہ و مشائخ اور مختلف سلاسلِ تصوف و طریقت کی تاریخ

نیپال میں سلسلۂ مداریہ بدیعیہ کا فیضان ۱۴۱
حضرت قطب المدار سید احمد بدیع الدین حلبی شامی قدس سرہ ۱۴۱
مداریہ پہاڑ (نیپال) پر قطب المدار کی چلہ گاہیں ۱۴۶
آدم پہاڑ (نیپال) پر حضرت آدم اور سلیمان علیہما السلام کا قیام ۱۵۰

حضرت سید داتا گداعلی شاہ ایرانی ثم کاشغری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۵۳
زبدۃ العارفین مفتی ولی الرحمٰن علیمی پوکھریروی اور اولیاے ثلثہ کی قبروں کا انکشاف ۱۵۴
**نیپال میں سلسلۂ فردوسیہ کبرویہ کا فیضان ۱۵۸**
حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحیٰ منیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۶۲
نیپال اور تبت میں مخدوم جہاں کا فیضان ۱۶۵
نیپال میں حضرت مخدوم شعیب فردوسی قدس سرہ کا فیضان ۱۶۶
مخدوم شعیب مورنگ، (نیپال) کے جنگلوں میں ۱۶۸
مخدوم شعیب (مجاہدہ کے دوران) راجا نیپال کے سامنے ۱۶۹
مخدوم شعیب ۱۲ر سال تک بے آب و دانہ پاٹن کنویں میں بند ۱۷۱
مخدوم شعیب کی مورنگ سے واپسی اور راجا نیپال کو صدمہ ۱۷۴
مخدوم شعیب کے ہاتھ پر نیپال کے راجا کا قبول اسلام ۱۷۵
نیپال کے پاٹن کنویں اور پاٹن محلے کی تحقیق ۱۷۶
**نیپال میں سلسلۂ سہروردیہ ۱۸۳**
مخدوم سلطان سید احمد چرمپوش، تیغ برہنہ سہروردی ۱۸۳
شہنشاہ نیپال خواجہ سید مسکین شاہ قادری سہروردی کشمیری قدس سرہ ۱۹۱
کاٹھمنڈو میں حضرت خواجہ سید مسکین شاہ کی آمد ۱۹۴
خواجہ مسکین شاہ کی کرامت اور ہاتھی کی برآمدگی ۱۹۵
حضرت سید غیاث الدین کشمیری اور کشمیری تجار کی آمد ۱۹۸
**نیپال میں سلسلۂ نقشبندیہ، بوالعلائیہ منعمیہ کا فیضان ۲۰۰**
حضرت مولانا خیر الدین کشمیری بوالعلائی منعمی اور نیپال میں تبلیغ اسلام ۲۰۱

حضرت جھوم علی شاہ (مجذوب) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۲۰۴
حضرت علی قلندر قادری (مجذوب) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۲۰۴
**نیپال میں سلسلۂ سہروردیہ، نقشبندیہ، اندرابیہ کا فیضان ۲۰۵**
شہباز ولایت میر سید فخر الدین اندرابی کا سفر نیپال ۲۰۹
قمر العارفین سید قمر الدین اندرابی (پٹنہ) کا سفر نیپال اور راجا نیپال کی عقیدت مندی ۲۱۲
رانی کی شفایابی اور مرض جذام کی حد بندی ۲۱۳
اشرفیوں سے بھری تھیلی کو واپس لوٹا دیا ۲۱۴
نیپال میں حضرت قمر العارفین کے خلفا ۲۱۶
کاٹھمنڈو، نیپال میں آباد سادات نقشبندیہ، کشمیریہ کا شجرۂ نسب ۲۱۹
**نیپال میں سلسلۂ چشتیہ اشرفیہ ۲۲۴**
سلسلۂ چشتیہ اشرفیہ ---- ایک اجمالی تاریخ ۲۲۴
سلطان الہند، خواجہ غریب نواز معین الدین حسن چشتی ۲۲۵
قطب الاقطاب، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ۲۳۰
سلطان المرشدین، بابا فرید الدین مسعود گنج شکر ۲۳۲
غریق بحر احدیت، مخدوم علاؤ الدین احمد صابر کلیری ۲۳۲
سلطان المشائخ، حضرت محبوب الٰہی، نظام الدین اولیا، دہلوی ۲۳۴
شیخ اخی سراج الدین عثمان، آئینۂ ہند ۲۳۸
شیخ علاؤ الحق والدین، چشتی ۲۴۰
مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی ۲۴۱
حضرت سید عبد الرزاق نور العین ۲۵۵

شیخ المشائخ، اعلیٰ حضرت، علی حسین اشرفی میاں کچھوچھوی کا ورود مسعود ۲۵۶
محدث اعظم ہند، حضرت مولانا سید محمد اشرفی کچھوچھوی قدس سرہ ۲۵۹
جلالۃ العلم، حضور حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی کی آمد ۲۶۴
سرکار کلاں سید مختار اشرف اشرفی الجیلانی کچھوچھوی کا ورود مسعود ۲۶۹
غازیٔ اسلام، فاتح امرڈوبھا، سید اکمل اشرف اشرفی، کچھوچھوی ۲۷۱
شیخ اعظم سید محمد اظہار اشرف اشرفی جیلانی قدس سرہ ۲۷۳
قائد ملت، حضرت مولانا سید محمود اشرف اشرفی کچھوچھوی ۲۷۶
**نیپال میں سلسلۂ قادریہ برکاتیہ** ۲۷۸
حضرت سید العلما، سید آل مصطفیٰ قادری برکاتی مارہروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۲۸۰
حضرت سید حامد حسین زیدی برکاتی مارہروی، ثم خیرآبادی ۲۸۳
حضرت سید آل رسول حسنین میاں نظمی برکاتی، مارہروی قدس سرہ ۲۸۴
امین ملت حضرت سید شاہ محمد امین میاں برکاتی، مارہروی ۲۸۷
شیر نیپال، مفتی جیش محمد قادری برکاتی، جنک پور، نیپال ۲۹۳
فخر نیپال، مفتی محمد اسرائیل رضوی مصباحی برکاتی ۲۹۸
شیخ طریقت حضرت مولانا شاہ محمد ظہیر عالم قادری برکاتی، مرادآبادی ۳۰۲
حضرت مولانا حافظ زاہد حسین قادری مجیبی اور نیپال میں ان کی خدمات ۳۱۱
**نیپال میں سلسلۂ قادریہ رضویہ نوریہ کا فیضان** ۳۱۷
حضور مفتی اعظم ہند، مصطفیٰ رضا قادری نوری قدس سرہ کا سفر نیپال ۳۱۷
نبیرۂ اعلیٰ حضرت، حضرت مولانا ابراہیم رضا خان بریلوی قدس سرہ ۳۲۵
تلمیذ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ عبد اللہ قادری بہاری قدس سرہ ۳۲۷

امین شریعت، مفتی انیس عالم قادری، نستوی قدس سرہ ۳۳۳
حضرت ریحان ملت، مولانا شاہ ریحان رضا قادری رضوی قدس سرہ ۳۴۱
حضرت صوفی شاہ عبدالسلام رضوی قدس سرہ ۳۴۲
تلمیذ صدر الشریعہ مولانا سید شاہ ظہور الحسین احمد قادری سیوانی ۳۴۷
قائد اہلسنت، علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ ۳۵۵
حضرت شمس الاولیا، مولانا شمس الحق نوری باڑاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۳۶۵
تاج الشریعہ، علامہ اختر رضا قادری رضوی بریلوی ۳۶۸
محدث کبیر، حضرت علامہ ضیاء المصطفی قادری رضوی ۳۷۲
خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند، مولانا صبغۃ اللہ قادری قدس سرہ ۳۷۷
حنیف ملت حضرت مولانا شاہ محمد حنیف القادری قدس سرہ ۳۷۸
حضرت مفتی محمد کلیم الدین رضوی نوری براہیمی قدس سرہ ۳۸۴
نبیرۂ سرکار مجمی، مولانا شاہ حمید الرحمٰن قادری رضوی پوکھریروی ۳۸۹
شہزادۂ حضور حافظ ملت، حضرت مولانا شاہ عبدالحفیظ قادری رضوی ۳۹۷
حضرت مفتی غلام یٰسین صاحب قاضی شہر بنارس ۴۰۰
امین شریعت سوم، مفتی عبدالواجد نیّر قادری رضوی (دربھنگہ) ۴۰۱
مولانا صوفی محمد صدیق خان قادری (روپندیہی) ۴۰۹
سراج الفقہا، علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی، مبارک پور ۴۱۰
مفتی یوسف علی مظہری مصطفوی (سرلاہی) ۴۱۴
سلسلۂ قادریہ آبادانیہ تیغیہ کا فیضان ۴۱۹
شیخ المشائخ، حضرت شاہ تیغ علی قادری قدس سرہ کا سفر نیپال ۴۲۱
حضرت صوفی شاہ محمد نمازی قادری تیغی (مظفر پور) ۴۲۲

اشرف العلما، حضرت مفتی محمد اشرف القادری تیغی (نیپال) ۴۲۳

داعی اسلام، فضیلۃ الشیخ ابو بکر احمد ملباری (کیرالا) کا دورۂ نیپال ۴۲۸

مشائخ عرب و بنگلہ دیش کی نیپال میں تشریف آوری ۴۳۲

فضیلۃ الشیخ سید عمر حبیب الجیلانی قادری (مکہ مکرمہ) ۴۳۲

فضیلۃ الشیخ سید عدنان الحداد قادری (یمن) ۴۳۲

فضیلۃ الشیخ سید ارشاد احمد بخاری (بنگلہ دیش) ۴۳۳

باب چہارم : علمائے نیپال کی علمی و ادبی خدمات

نیپال میں نادر و نایاب مخطوطات کے ذخیرے ۴۳۵

فارسی مخطوطات کی فہرست ۴۳۶

علمائے نیپال کی قلمی خدمات ۴۴۰

مفتی محمد کلیم الدین ابراہیمی رضوی (مہوتری) ۴۴۰

مولانا محمد عین الحق شاہد نوری (سرلاہی) ۴۴۱

مفتی جیش محمد برکاتی (دھنوشا) ۴۴۱

مفتی محمد اشرف القادری التیغی (مہوتری) ۴۴۳

مفتی محمد اسرائیل رضوی (مہوتری) ۴۴۷

مفتی عبد الغفار ثاقب (سرلاہی) ۴۴۹

مولانا محمد اسماعیل حسینی چترویدی (دھنوشا) ۴۵۰

مفتی محمد مصلح الدین قادری (مہوتری) ۴۵۲

مفتی محمد عثمان رضوی (دھنوشا) ۴۵۴

مولانا عبد المجتبی رضوی سندرپوری (سرلاہی) ۴۵۵

مفتی محمد عثمان برکاتی مصباحی (دھنوشا) ۴۵۷
مفتی محمد نجم الدین قادری مصباحی (مہوتری) ۴۵۸
مولانا محمد بدر الدین منظری (مہوتری) ۴۵۹
مولانا محمد صفی اللہ قادری (مہوتری) ۴۶۰
مولانا محمد شوکت علی امجدی فدائی نقشبندی (سرہا) ۴۶۱
مولانا قاری نسیم احمد قادری (دھنوشا) ۴۶۲
مولانا پھول محمد نعمت رضوی برہمپوری (سرلاہی) ۴۶۳
مولانا ممتاز عالم مصباحی (روتہٹ) ۴۶۴
مولانا غیاث الدین احمد مصباحی نظامی (بھیرہواں، روپندیہی) ۴۶۶
مولانا قاری نعیم الدین منظری (مہوتری) ۴۶۷
مولانا غلام جیلانی مصباحی امجدی ۴۶۸
مولانا ڈاکٹر محمد رضاء الحق علیمی علیگ (مہوتری) ۴۷۰
مفتی محبوب رضا مصباحی (دھنوشا) ۴۷۱
مولانا مبشر حسن مصباحی (سرلاہی) ۴۷۳
مولانا محمد عبد السلام برکاتی امجدی (دھنوشا) ۴۷۵
مولانا محمد زاہد حسین منظری۔ (مہوتری) ۴۷۶
مولانا عبد الصمد امجدی (دھنوشا) ۴۷۷
مولانا عطاء النبی حسینی مصباحی (دھنوشا) ۴۷۸
مولانا اظہار النبی حسینی مصباحی (دھنوشا) ۴۷۹
مولانا محمد صدام حسین قادری امجدی (مہوتری) ۴۸۰
مولانا محمد شفیق رضا شمسی (مہوتری) ۴۸۱

نیپال کی خواتین اہل قلم ۴۸۳
فاضلہ قاریہ، مہر النسا قادری امجدی ۴۸۴
فاضلہ قاریہ، زیب النسا قادری امجدی ۴۸۹

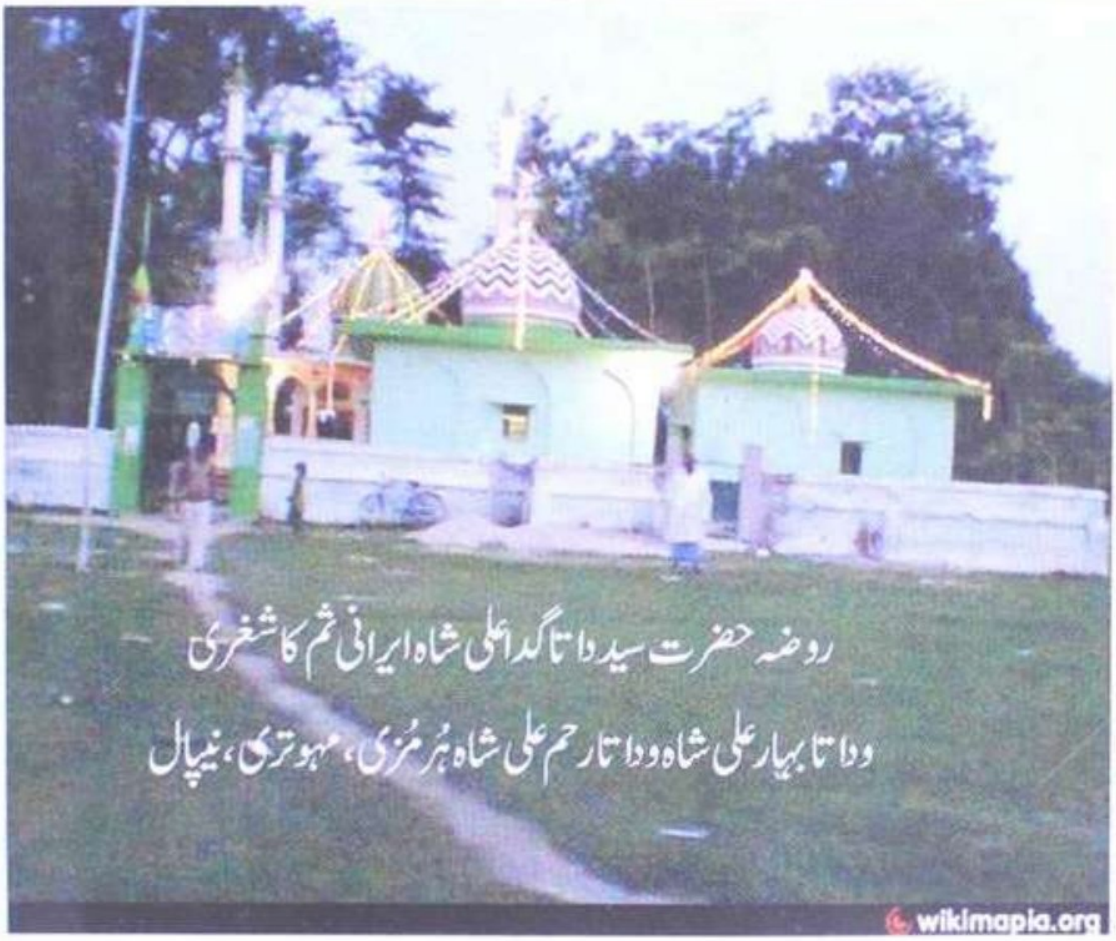
## باب پنجم : نیپال کے مدارس اسلامیہ عربیہ

الجامعۃ الاسلامیہ فیض الغرباء، بھانٹر سر، ضلع سرلاہی ۴۹۳
مدرسہ مصباح المسلمین علی پٹی، ضلع مہوتری ۴۹۴
پس منظر و پیش منظر ۴۹۵
دار العلوم ہذا کی علمی و دعوتی خدمات ۴۹۶
دار العلوم حکومت نیپال کی نظر میں ۴۹۷
تاجدار مدینہ کانفرنس ۴۹۸
مدرسہ اصلاح المسلمین المعروف بالجامعہ الحنفیۃ الغوثیہ، جنک پور دھام، (دھنوشا) ۴۹۸
چند نمایاں فیض یافتہ علما ۵۰۱
شہر جنک پور کے مدارس ۵۰۲
ملک نیپال کے چند نمایاں مدارس ۵۰۳
سلفی مکتب فکر کے نمائندہ مدارس ۵۱۰
دیوبندی مکتب فکر کے نمائندہ مدارس ۵۱۲
مصادر و مراجع ------- (Bibliography) ۵۱۴
اشاریہ ---------- (Index) ۵۲۳
مصنف کتاب ایک نظر میں ۶۰۱

# جمہوریہ نیپال اور اسلام کا تعارف

# تصاویر کے آئینے میں


NEPAL
© 2009 Ezilon.com All Right Reserved
National Capital (670,000 to 200 l)
over 100,000
over 50,000
over 30,000
other main city
other city
Capital of province
CHINA
(TIBET)
Barga
Mapam Yumco
Darchula
SETI
Dipayal
MAHAKALI
Tehendranagar
Dhangarhi
Chisapani
BHERI
RAPTI
Tulsipur
Nepalgunj
Dundwa Range
Jumla
KARNALI
DHAULAGIRI
Baglung
Pokhara
GANDAKI
LUMBINI
Tansen
Butwal
Bagaiyapur
Bhairawa
NARAYANI
Hetauda
BAGMATI
KATHMANDU
Bhadgaon
Patan
JANAKPUR
Begani
Gorakhpur
SAGARMATHA
Mahendranagar
Janakpur
Rajbiraj
KOSI
MECHI
Dhankuta
Dharan Bazar
Madhumalla
Damak
Biratnagar
Kakarbhitta
Bhadrapur



روضہ حضرت سید داتا گدا علی شاہ ایرانی ثم کاشغری

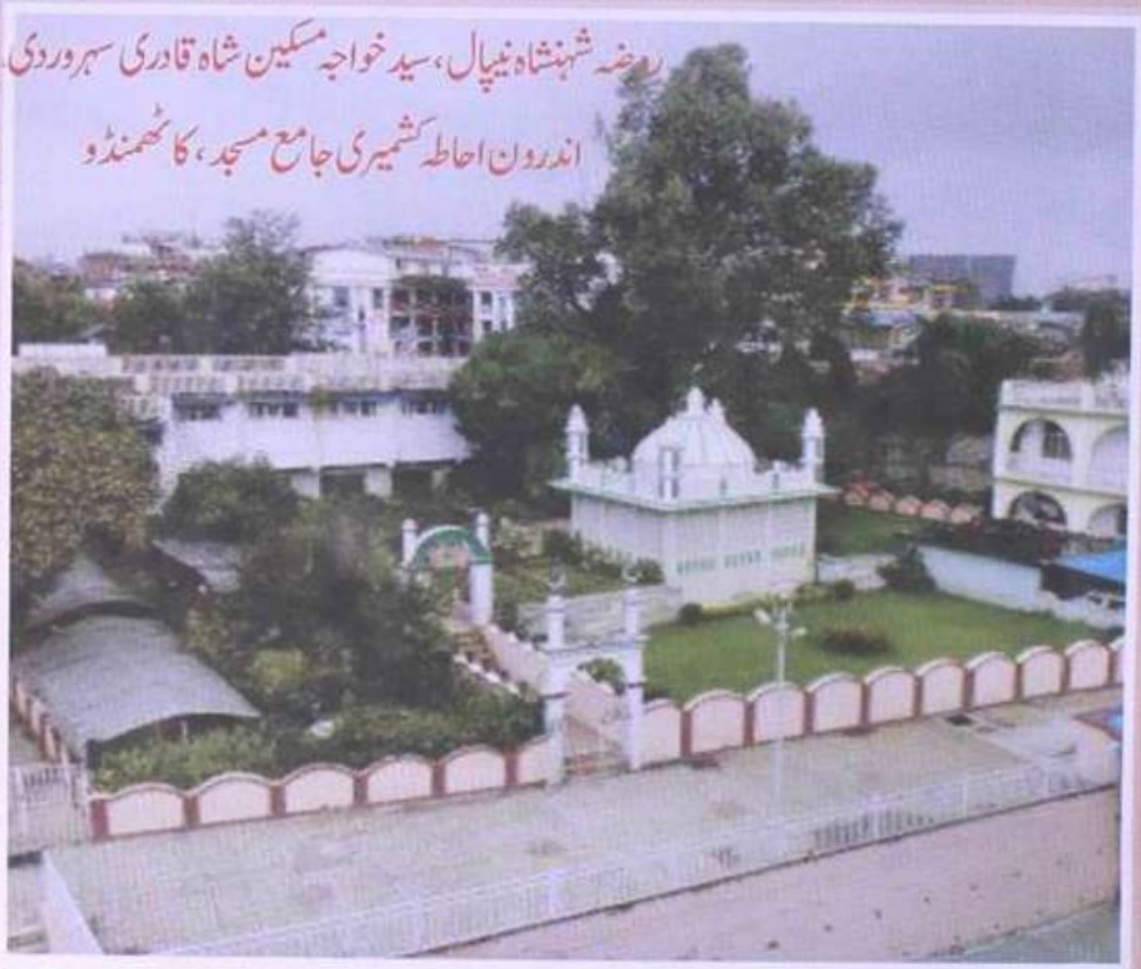
وداتا بہار علی شاہ وداتار حم علی شاہ ہُرمُزی، مہوتری، نیپال

wikimapia.org



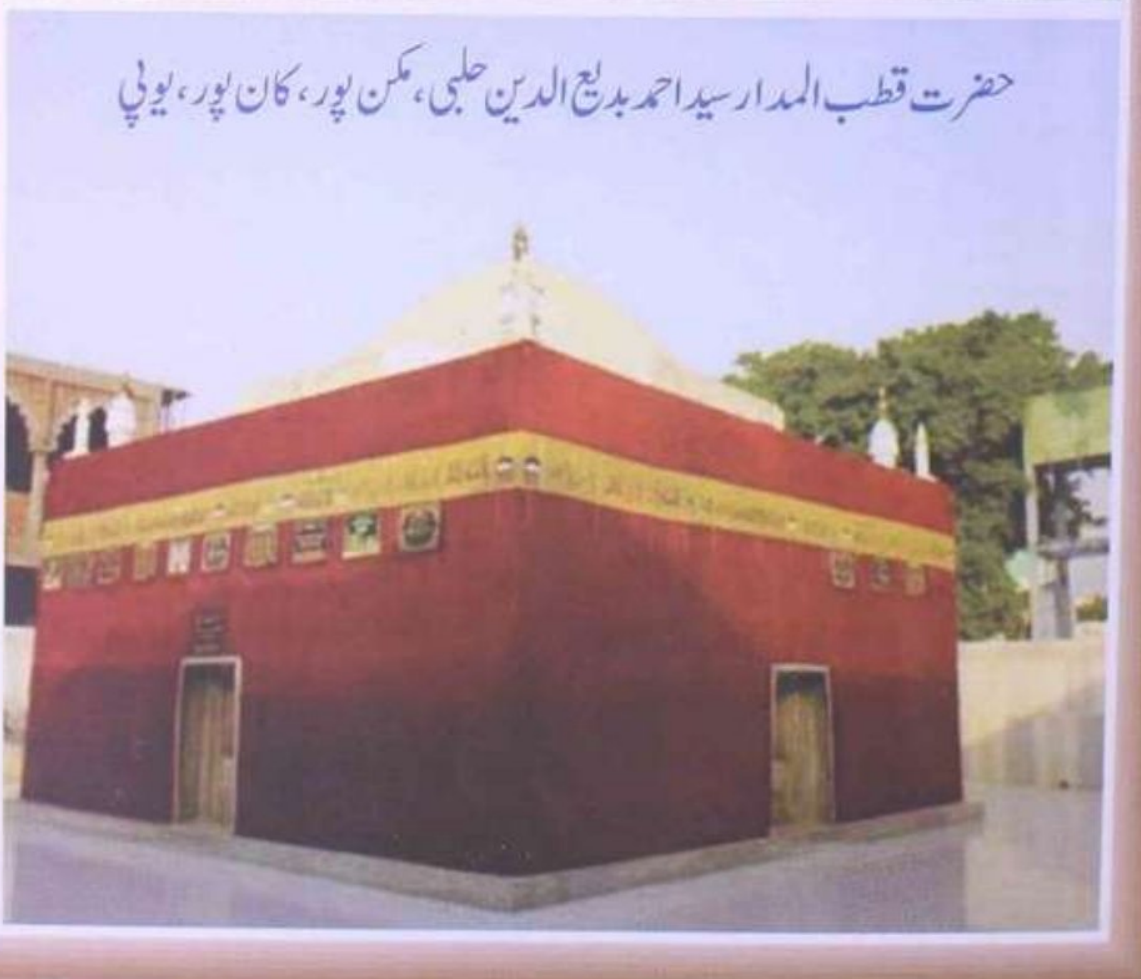
روضہ حضرت سید داتا گدا علی شاہ ایرانی ثم کاشغری

وداتا بہار علی شاہ وداتار حم علی شاہ ہُرمُزی، مہوتری، نیپال



روضہ شہنشاہ نیپال، سید خواجہ مسکین شاہ قادری سہروردی

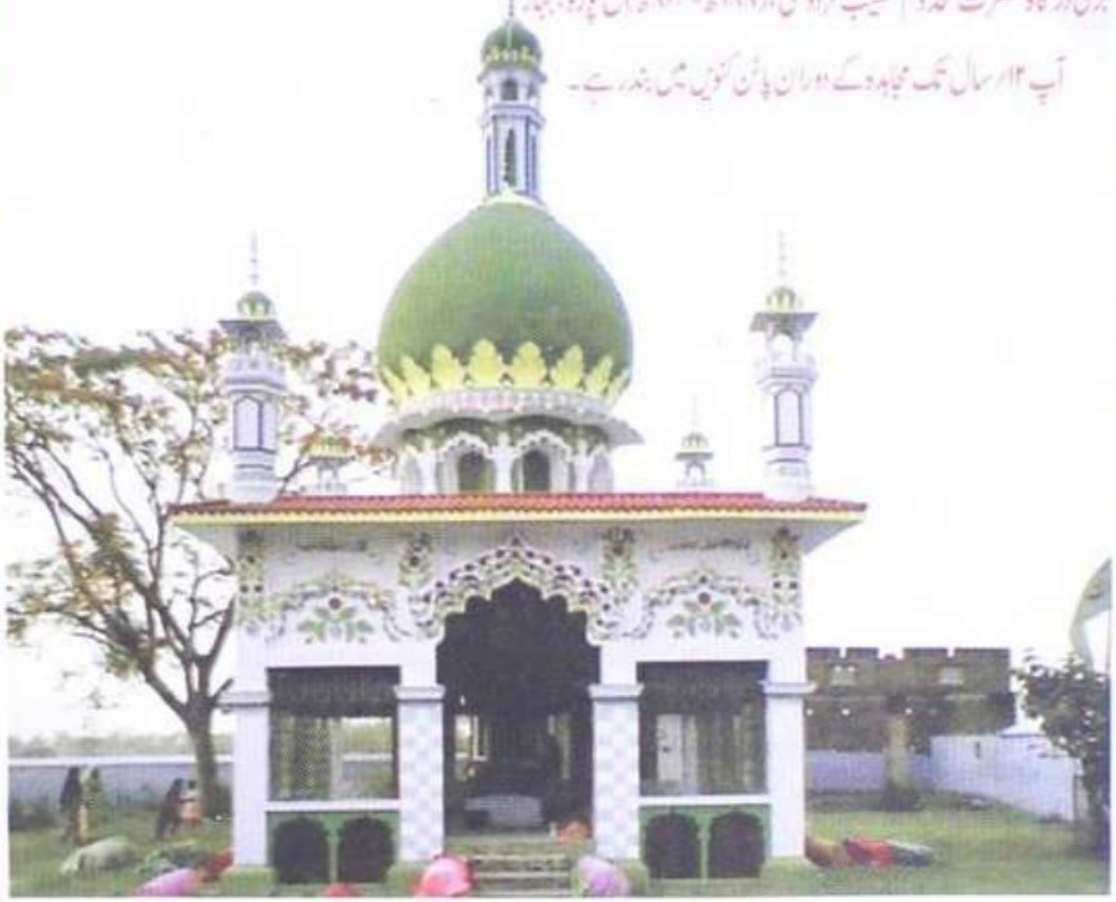
اندرون احاطہ کشمیری جامع مسجد، کاٹھمنڈو



حضرت قطب المدار سید احمد بدیع الدین حلبی، مکن پور، کان پور، یوپی

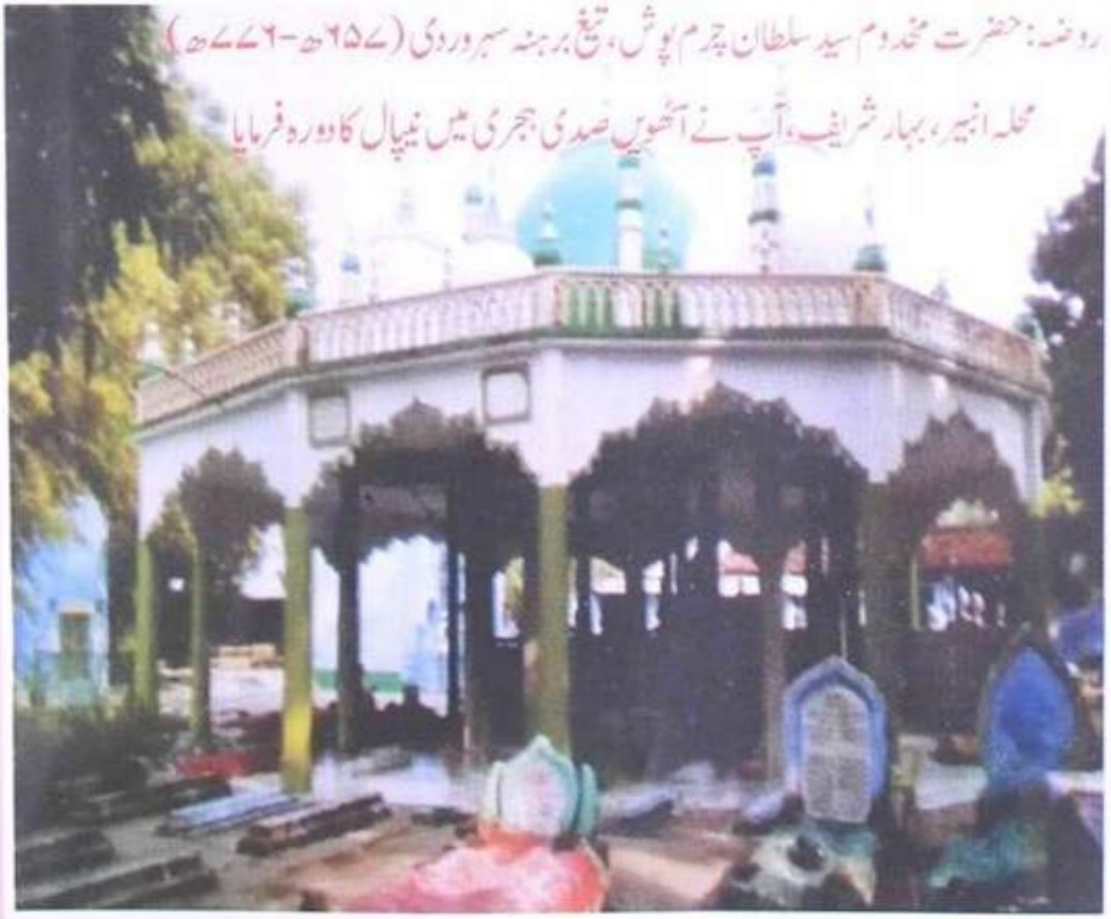
بڑی درگاہ حضرت مخدوم شعیب فردوسی (۱۲۸۸ء-۱۳۴۳ء) شیخ پورہ، بہار

آپ ۱۲ سال تک مجاہدے کے دوران پانی کنویں میں بند رہے۔



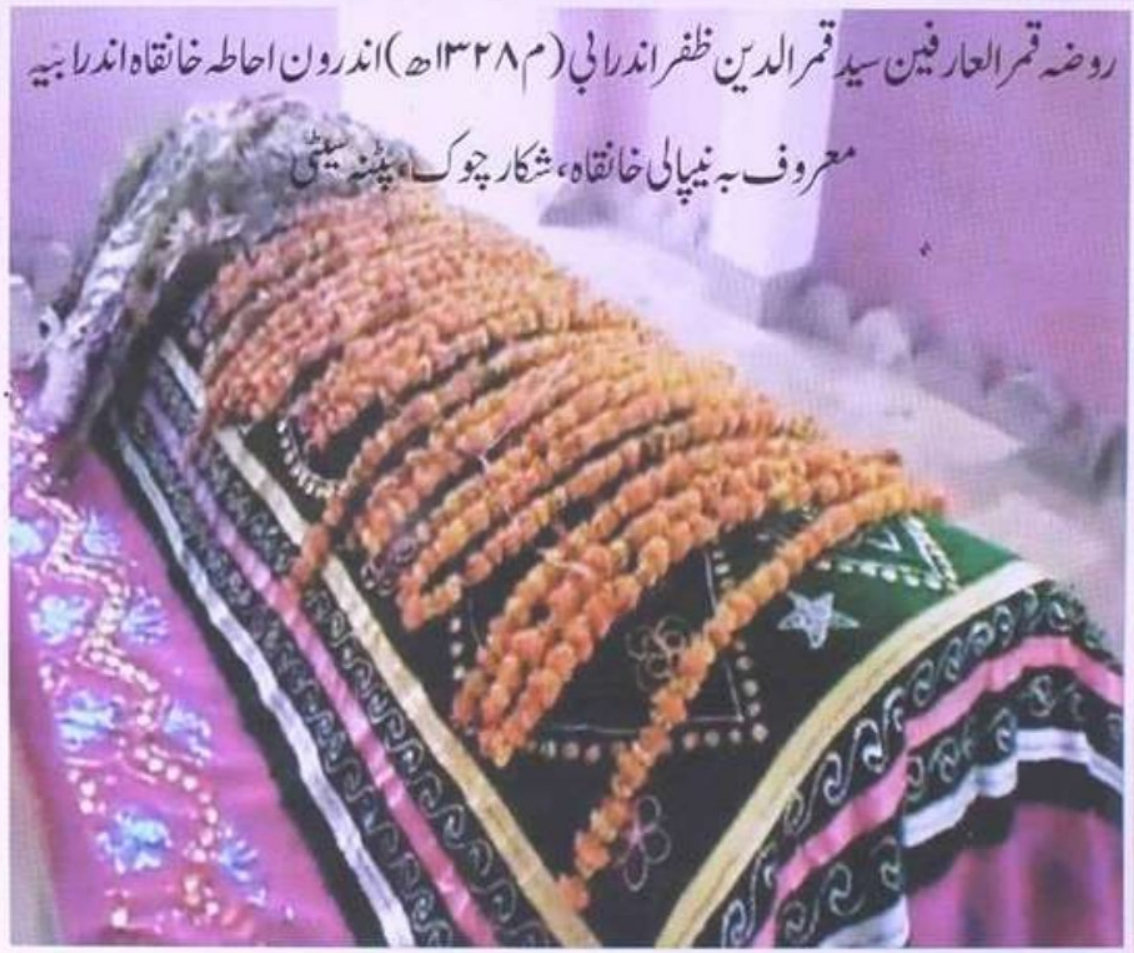
روضہ: حضرت مخدوم سید سلطان چرم پوش، تیغ برہنہ سہروردی (۶۵۷ھ-۷۷۶ھ)

محلہ انبیر، بہار شریف، آپ نے آٹھویں صدی ہجری میں نیپال کا دورہ فرمایا



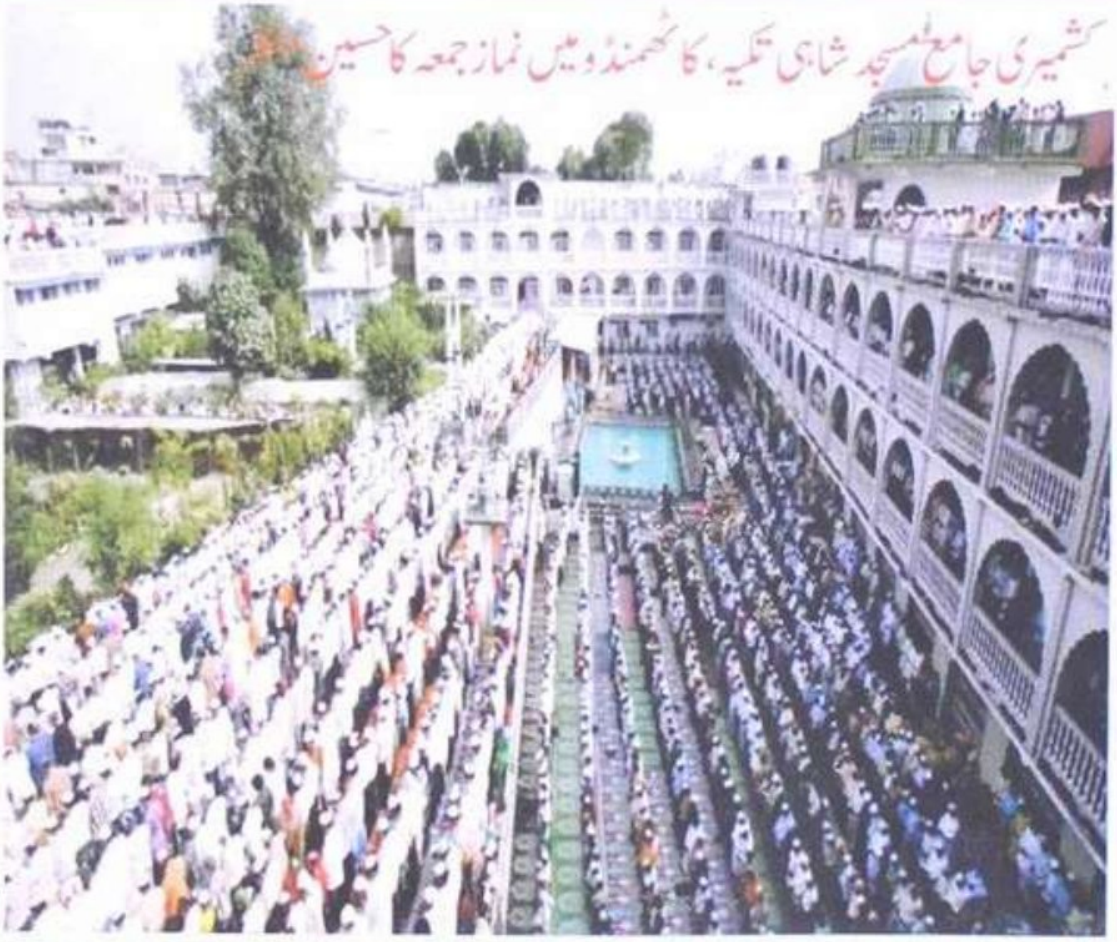
روضہ قمر العارفین سید قمر الدین ظفر اندرابی (م ۱۳۲۸ھ) اندرون احاطہ خانقاہ اندرابیہ

معروف بہ نیپالی خانقاہ، شکار چوک، پٹنہ سیٹی





کشمیری جامع مسجد شاہی تکیہ، کا صحن نماز جمعہ کا حسین



کشمیری جامع مسجد شاہی تکیہ، کا صحن کا اندرونی منظر





نیپالی جامع مسجد، کاٹھمانڈو

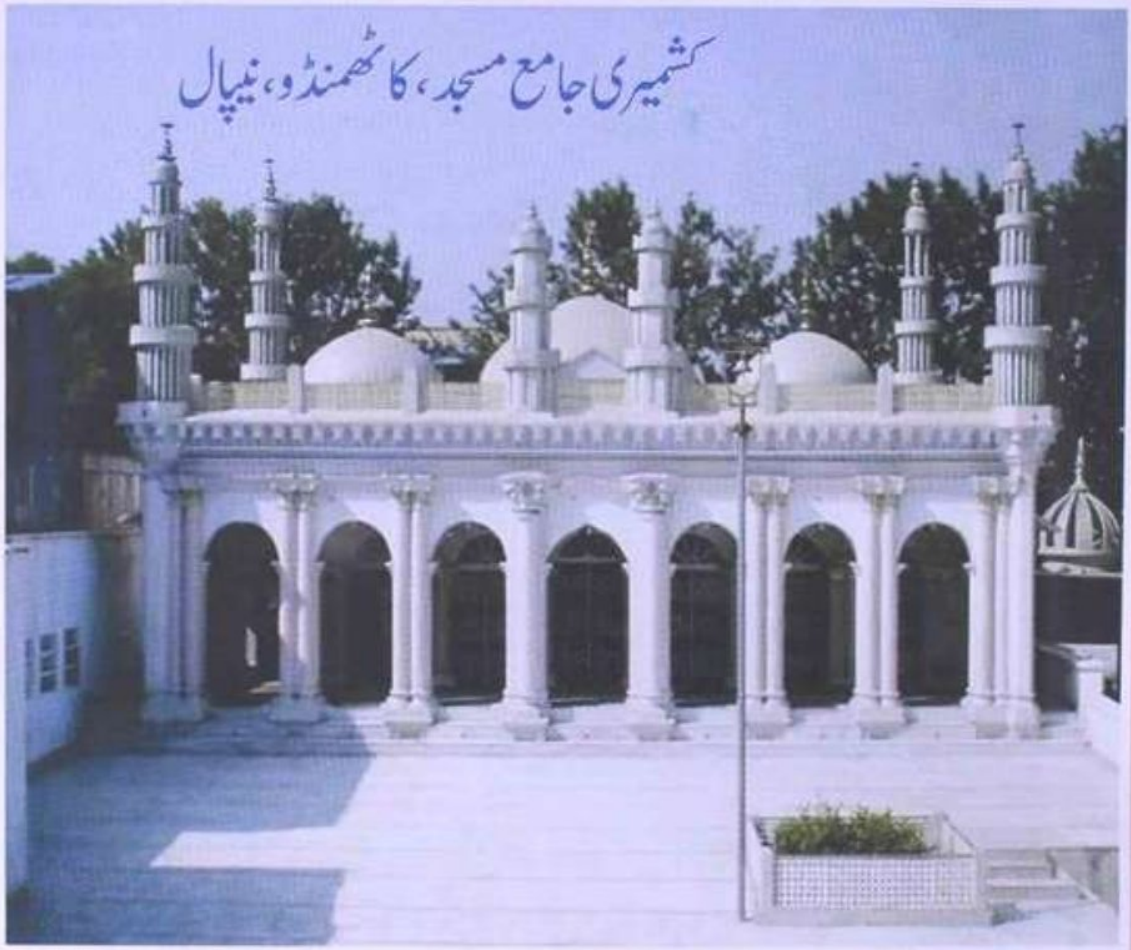


جامع مسجد اقصی، پوکھرا، نیپال




جامع مسجد حنفیہ، جنک پور، نیپال





کشمیری جامع مسجد، کاٹھمنڈو، نیپال



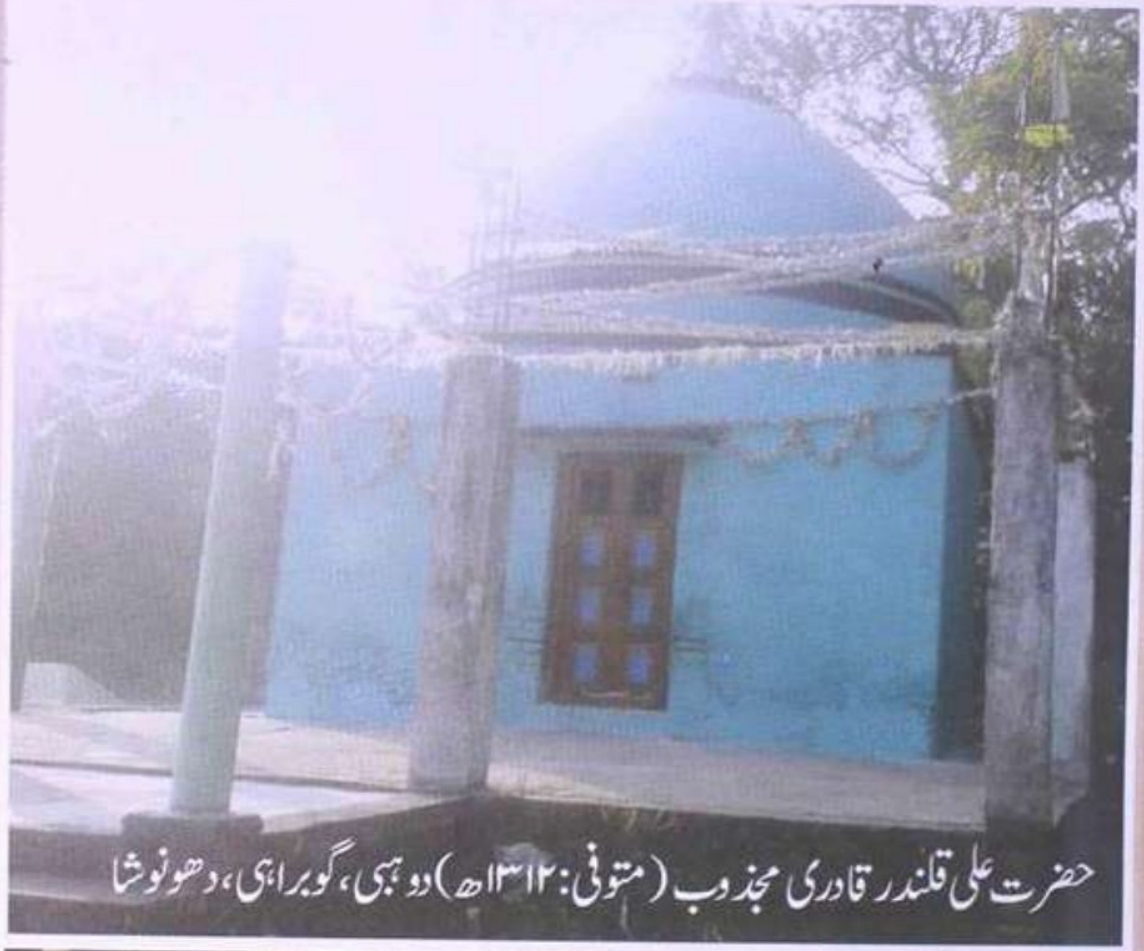

جامع مسجد رحمانیہ، بھیرہواں، نیپال، سنہ تاسیس ۱۹۵۰ء



مداریہ پہاڑ، چلہ گاہ مدار پاک، نیپال



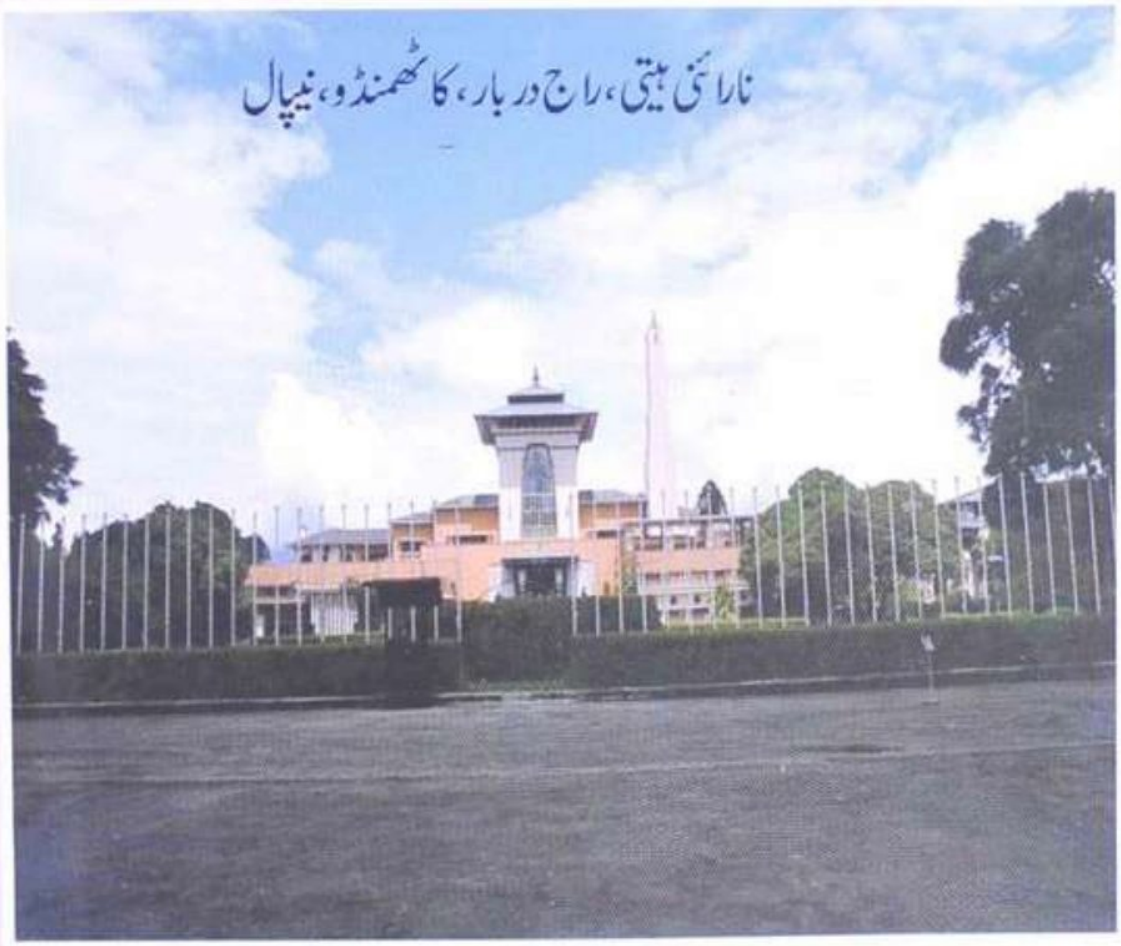
مداریہ پہاڑ، نیپال، جہاں مدار پاک نے برسہابرس تک مجاہدہ کیا



حضرت علی قلندر قادری مجذوب (متوفی: ۱۳۱۲ھ) دوہبی، گوبراہی، دھونوشا




مقبرہ قائدۂ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء بیگم حضرت محل، کاٹھمنڈو، نیپال



نارائنی ہیتی، راج دربار، کاٹھمنڈو، نیپال



نیپالی سپریم کورٹ

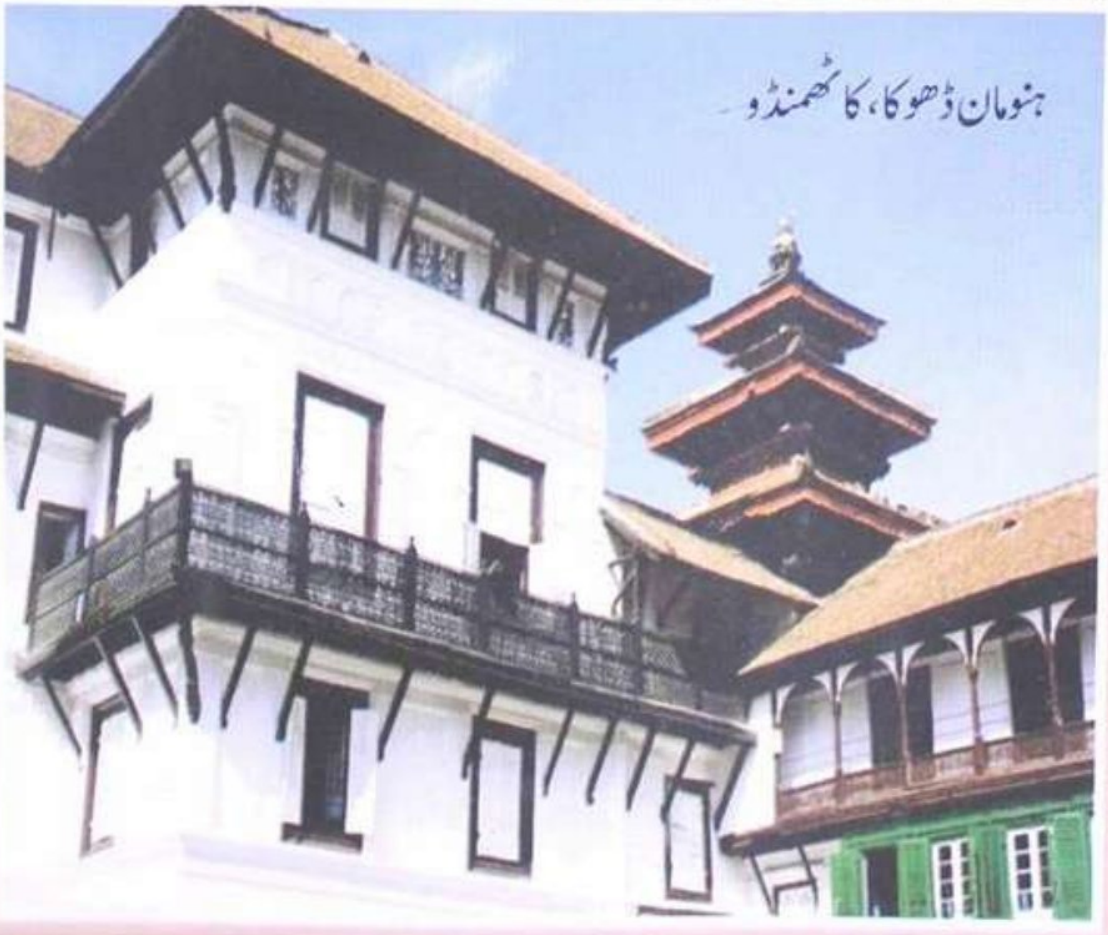

نیپالی پارلیمنٹ

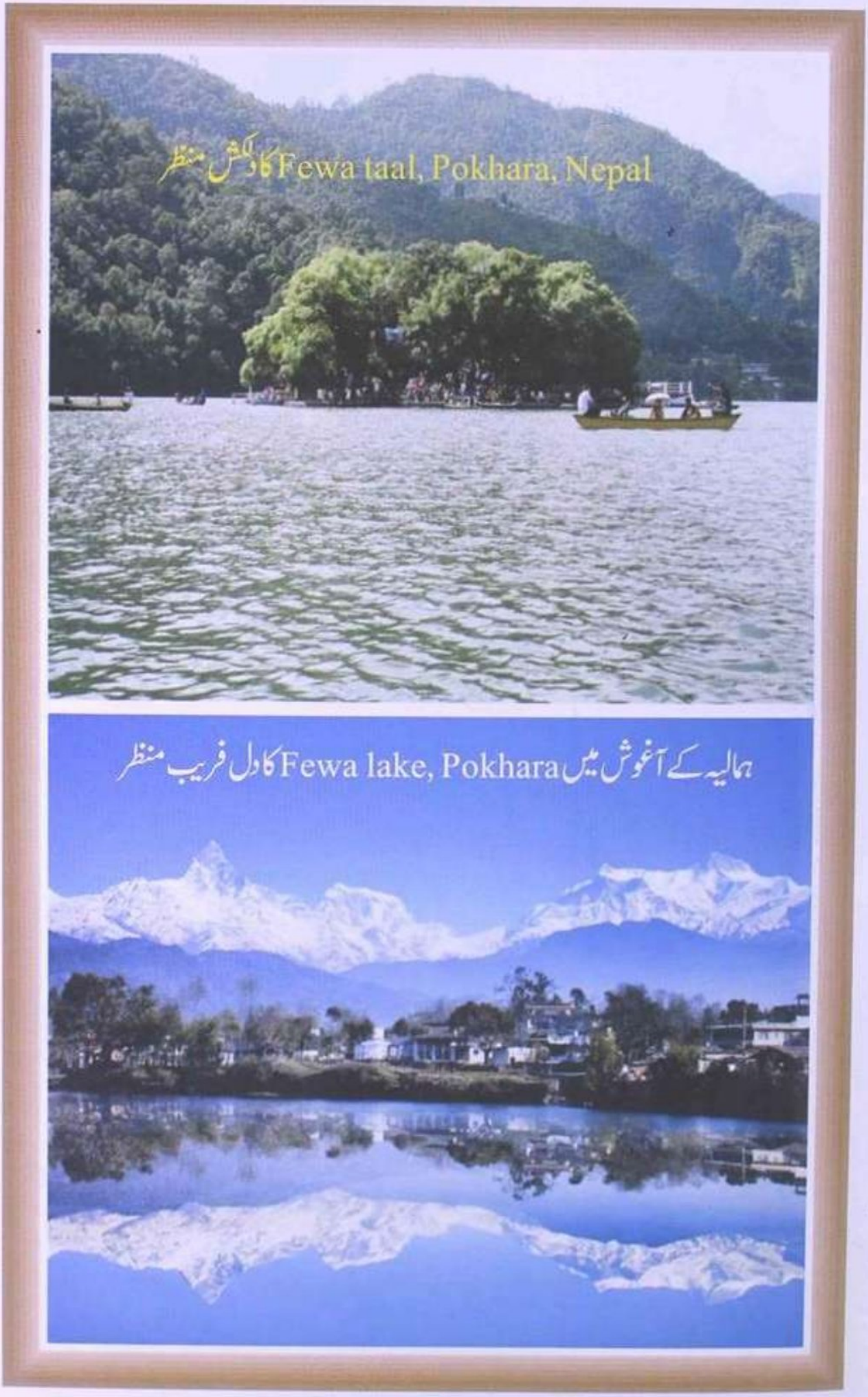

Nepali Parliament

راجہ پرتاپ مَلّ کا بنوایا ہوا ہنومان ڈھوکا، کاٹھمنڈو (قدیم شاہی دربار)

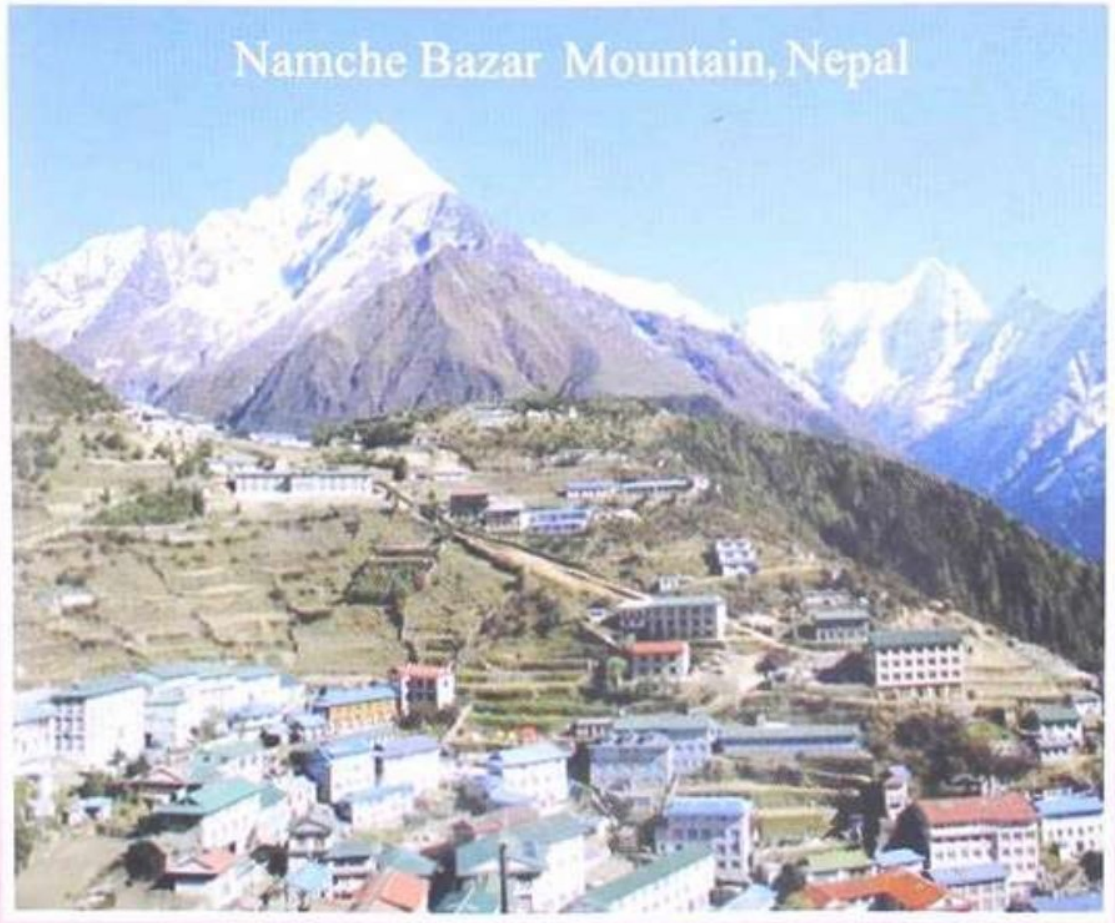


ہنومان ڈھوکا، کاٹھمنڈو۔




Fewa taal, Pokhara, Nepal کا دلکش منظر
Fewa lake, Pokhara ہمالیہ کے آغوش میں کا دل فریب منظر


ہمالیہ کے آغوش میں Gomsong, Nepal کا دلکش منظر


Namche Bazar Mountain, Nepal

# ابتدائیہ

## تاثرات و تقریظات

# ابتدائیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامدا ومصلیا ومسلما

کہا جاتا ہے کہ تاریخ رفتار زمانہ پر مبنی ان سچائیوں کا نام ہے جن سے قوموں اور حکومتوں کے عروج وزوال اوران کی بشری، تہذیبی، سیاسی اور لسانی شعور کا پتہ چلتا ہے۔ وہ قومیں زندہ رہتی ہیں جن کی تاریخ زندہ ہوتی ہے اور وہ قومیں جیتے جی بھی مرجاتی ہیں جن کی تاریخ مٹ جاتی ہے۔ زندہ قومیں ہمیشہ تاریخ بناتی ہیں اور مردہ وخوابیدہ قومیں تاریخ بن جاتی ہیں۔ زیر نظر تاریخ ہمیں ایک ایسے ملک سے واقف کراتی ہے جہاں اسلام کا سورج ہزار سال سے جگمگا رہا ہے۔ جہاں سے اسلام کا رشتہ بہت قدیم ہے لیکن یہ بھی تاریخ کا المیہ ہے کہ اس پورے طویل عہد کی اسلامی تاریخ بحر ظلمات کی طرح کسی گوشۂ گمنامی میں گم نظر آتی ہے۔ اس کتاب میں اسی گمشدہ تاریخ کی تلاش، عظمت رفتہ کی بازیافت اور حال کو ماضی سے جوڑنے کی کوشش کی گئی ہے۔

زیر نظر تاریخ کے معرض وجود میں آنے کا سبب حقیقی اللہ کی مشیت ہے اور ظاہری سبب راقم سطور کی دوسری کتاب ہے۔ وہ کتاب تو ابھی تک چھپ نہ سکی لیکن اس کے بطن سے ایک عظیم الشان تاریخی کتاب وجود میں آگئی۔ واقعہ یوں ہے کہ جامعہ حضرت نظام الدین اولیا، ذاکر نگر نئی دہلی میں قیام کے زمانہ میں ہم نے اپنے جد امجد محمد صدیق قادری نور اللہ مرقدہ اور اپنے خاندان کے بزرگوں کے حالات پر ایک کتاب بنام "تذکرہ حضرت محمد صدیق قادری ومسلمانان کپتول" ترتیب دی تھی۔ کتاب کی تکمیل کے بعد خیال آیا کہ اس میں "نیپال میں مسلمانوں کی آمد" کے عنوان سے ابتدا میں ایک باب شامل کردیا جائے تاکہ اس ملک میں مسلمانوں کے وجود پر ہلکی سی روشنی پڑ سکے۔ جب اس پہلو پر کام شروع کیا گیا

توسوائے انٹرنیٹ پر موجود چند صفحات کے اور کوئی مواد نہیں مل سکا۔ بمشکل ۲۰ رصفحات پر مشتمل ایک مضمون تیار ہوا۔ ۲۰۱۴ء میں جامعہ ہذا سے مستعفی ہونے کے بعد کتاب کا کام بھی التوا میں پڑ گیا۔ جنوری ۲۰۱۵ء میں مادر علمی جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے اربابِ حل وعقد نے ہمیں تدریس کے لیے طلب کیا۔ یہاں قیام کے بعد پھر اس کام کی طرف توجہ کا موقع ملا۔ لیکن اب ہم نے نیپال میں اسلام کے موضوع پر مکمل تحقیق کرنے کا تہیہ کر لیا تھا۔ تدریسی مصروفیات کے علاوہ بیشتر اوقات اسی وادی میں غلطاں و پیچاں رہتا۔ تقریباً ۲ رسالوں تک ہندو نیپال کی اہم سرکاری وغیر سرکاری لائبریریز اور ذاتی کتب خانوں کا دورہ کرتا رہا۔ دوبار خدا بخش لائبریری، پٹنہ۔ دوبار منعمیہ لائبریری، متن گھاٹ پٹنہ۔ ایک بار ایڈوانس اسٹڈی سینٹر، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ۔ ایک بار بلخیہ فردوسیہ لائبریری، بہار شریف۔ ایک بار خانقاہ معظم حضرت مخدوم جہاں، بہار شریف۔ ایک بار رضا لائبریری، رام پور۔ ایک بار ترکیسر لائبریری، کاٹھمنڈو۔ دوبار رتن پستک بھنڈار، کاٹھمنڈو۔ بے شمار مرتبہ امام احمد رضا لائبریری، مبارک پور۔ اور ایک بار جامعہ ملیہ اسلامیہ لائبریری نئی دہلی کا سفر کیا۔ ان اسفار کے نتیجے میں درجنوں تاریخی کتابیں اور نوادر ہاتھ آئے۔ نیپال کی تاریخ پر لکھی جانے والی انیسویں صدی سے بیسویں صدی تک کی انگریزی تاریخ کا مطالعہ کیا پھر ان میں جہاں جہاں مسلمانوں یا مسلم حکمرانوں کا ذکر تھا اسے علیحدہ کر کے اس کتاب کا حصہ بنایا۔ نیپال کی چار ہزار سالہ سیاسی اور تقریباً ایک ہزار سالہ اسلامی تاریخ کو بیان کرنے کے لیے ہم نے زیادہ تر نیپال ہی کے مستند مؤرخین کا حوالہ پیش کیا ہے جن کی تحقیق پر نیپال کے محققین نے اعتماد کیا ہے۔

دوسری قابل ذکر بات یہ ہے کہ اس تحقیق وتدوین کے دوران نیپال کی مسلم تاریخ پر کلی یا جزوی طور پر لکھے جانے والے تقریباً تمام مصادر پیش نگاہ رہے پھر براہ راست ان تمام مآخذ کا انھیں زبانوں میں مطالعہ کیا۔ کسی ترجمہ یا نقل در نقل پر اعتماد نہیں کیا گیا ہے جس کا اندازہ کتاب کے مطالعہ سے ہوگا۔ دوران مطالعہ اکثر یہ محسوس ہوا کہ نیپال کی اسلامی تاریخ

پر جتنی تحقیق اور محنت کی ضرورت تھی مؤرخین نے اتنی محنت صرف نہیں کی ہے بس مشہور ترین واقعات کو قلمبند کر دیا ہے۔ بیان وقائع میں بہت سے لوگوں سے تسامحات بھی سرزد ہوئے ہیں جن کی نشان دہی کتاب میں کی جا چکی ہے۔ مسلمان اہل قلم نے بھی زیادہ تر غیر مسلم مؤرخین کی تحریروں پر اعتماد کلی کرلیا ہے لہذا انھیں کی باتوں کا بار بار اعادہ کیا ہے۔

اس کتاب کی ترتیب میں راقم سطور نے امکانی حد تک اپنی کوششیں صرف کر دی ہیں اور مسلسل تین سال کی محنت شاقہ کے بعد اب یہ کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس کے پہلے باب میں بہت ہی جامع انداز میں نیپال کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی قیام بادشاہت سے لے کر اب تک جتنے خاندانوں نے اس ملک پر حکومت کی اس کی تاریخ بھی بہت اختصار کے ساتھ پیش کی گئی ہے۔ باب دوم میں نیپال میں مسلمانوں کی آمد سے متعلق تاریخی شواہد اور دستاویزات سے ساڑھے آٹھ سو سال سے اس ملک میں مسلمانوں کے وجود کو ثابت کیا گیا ہے۔ اور نہ صرف وجود بلکہ اس ملک پر مسلمانوں کی پیش قدمی، ان کی فتوحات اور حکومت کے روشن ثبوت بھی پیش کیے گئے ہیں۔ بعض اطلاعات اتنی اہم ہیں کہ ابن بطوطہ کی تحفۃ النظار فی غرائب الأمصار کے علاوہ ان کا وجود کہیں نہیں ملتا۔ کیونکہ ساڑھے سات سو سال گزرنے کے بعد وہ تمام حوادث وواقعات بھی لوگوں کے حافظے سے محو ہو گئے اور اگر کہیں یاد بھی ہوں تو قصداً مؤرخین نے ان کو نظر انداز کر دیا۔ خدا رحم فرمائے۔

شیخ ابو عبداللہ محمد بن بطوطہ مراکشی (۷۰۳ھ/ ۱۳۰۴ء، ۷۷۹ھ) پر جس نے ایک چشم دید مؤرخ اور سیاح کی حیثیت سے ان واقعات کو قلمبند کر کے اس کی تاریخ کو زندۂ جاوید بنا دیا۔

## نیپال پر کسی غیر ملکی بادشاہ کا تسلط ہوا یا نہیں؟

نیپال کے حوالے سے ایک اور بات عوام وخواص دونوں کے درمیان موضوع بحث بنی رہتی ہے کہ نیپال پر کسی غیر ملکی بادشاہ کی حکومت قائم نہیں ہوئی اور نہ ہی کسی نے اس کو فتح کیا، یہ ایک ایسا دعوی ہے جس کے پیچھے کوئی دلیل نہیں، اس کو محض افسانہ کہا جا سکتا ہے زیر نظر کتاب میں ہم نے ان تمام بادشاہوں کی حکومت پر روشنی ڈالی ہے جن کا تعلق ہندوستان

سے تھا۔ مثلاً لچھوی خاندان، ٹھاکوری خاندان، ملّا خاندان، سوریہ خاندان۔ ان خاندانوں نے ہندوستان سے منتقل ہوکر بزور جنگ وجدال اس ملک پر قبضہ کیا اور اصل باشندوں کو زیر کر کے یہاں حکومت کی داغ بیل ڈالی۔ مسلم سلاطین میں سلطان غیاث الدین تغلق ۱۳۲۴ء میں ترہت پر حملہ کر کے اس پر حکومت قائم کر چکے ہیں۔ سلطان شمس الدین الیاس نے ۱۳۴۹ء میں پورے وادیٔ کاٹھمنڈو کو تاخت وتاراج کر کے اپنی حکمرانی کا سکہ قائم کیا۔ سات دنوں تک وہ خود اور اس کی پوری فوج وہاں مقیم رہی۔ سلطان محمد تغلق کے عہد میں کاٹھمنڈو پر پیش قدمی کی گئی۔ سلطان علاؤ الدین محمد خلجی کے نام کا سکہ نیپال میں چلایا گیا اور نیپال ان کے عہد میں دہلی سلطنت کے ماتحت رہا۔ پھر یہ کہنا کہ یہاں کسی کا تسلط اور غلبہ نہیں ہوا یہ طفلانہ پن سے زیادہ کچھ نہیں۔ ایسا ہی دعویٰ محترم نسیم اختر صاحب، پٹنہ نے اپنی کتاب "نیپال میں اردو" میں کیا ہے۔ ۲۰۰۴ء میں پاکیزہ آفسیٹ پٹنہ سے ان کی یہ کتاب چھپ چکی ہے وہ لکھتے ہیں:

"نیپال کبھی کسی مسلم حکمراں کے زیر اثر نہیں رہا۔ مغلوں نے بھی اس پر حملہ کرنے یا اپنے ماتحت رکھنے کی کوشش نہیں کی۔ لیکن نیپال میں مسلمانوں کی آمد اور ان کی قدامت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ۱۳۵۰ء میں مسلمانوں کا ایک گروہ شمس الدین کی رہنمائی میں حملہ آوروں کی شکل میں وہاں داخل ہوا جسے شکست ہوئی"۔ (نیپال میں اردو، ص:۳۵)

یہاں دو باتیں خلاف حقیقت بیان کی گئی ہیں: ایک یہ کہ نیپال کبھی مسلم حکمرانوں کے زیر اثر نہیں رہا۔ جبکہ معتبر مؤرخ دلی رامن ریگمی (DL. Raman Regmi) اور ایل پٹک (L. Petech) لکھتے ہیں کہ نیپال مسلم حکمرانوں کے زیر اثر رہا۔ اس کا حوالہ اسی کتاب میں ملاحظہ کریں گے۔ دوسری بات یہ کہ یہ کہنا کہ شمس الدین کو شکست ہوئی یہ بھی غلط ہے شمس الدین الیاس نے کاٹھمنڈو کو زیر وزبر کر دیا تھا اور کسی میں اس سے لڑنے کی ہمت نہیں تھی۔ اس نے خود اپنی مرضی سے ٹھنڈے موسم کے سبب وادی کو چھوڑا تھا، اس کی تحقیق بھی اسی کتاب میں ہے۔

یہ صحیح ہے کہ اس ملک میں اس وقت ہندو اکثریت میں ہیں کسی وقت بدھ مذہب کے لوگ اکثریت میں ہوا کرتے تھے۔ اور مسلمان ہمیشہ اقلیت میں رہے۔ بعض متعصب لوگوں کی طرف سے یہ آواز بلند کی جاتی رہتی ہے کہ اس ملک میں مسلمان کا وجود کب سے؟ ہے یہاں تو دو تین سو سالوں سے مسلمان رہتے ہیں۔ اسی وجہ کر انھیں ثانوی درجہ کا شہری سمجھا جاتا ہے۔ جو ان کی تاریخ نیپال سے ناواقفی اور تعصب ونفرت کو ظاہر کرتا ہے۔ مسلمان اس ملک میں بطور تاجر داخل ہوئے اور شروع ہی سے انہوں نے ایک امن پسند شہری کی حیثیت سے اپنی شناخت قائم کی۔ اپنی محنت و جفاکشی اور ملک سے وفاداری کے سبب حکومت کے کلیدی عہدوں تک رسائی حاصل کی۔ یہ بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ مسلمانوں کو یہاں بطور مسلمان ہر طرح کی مذہبی آزادی حاصل ہے وہ یہاں عبادت کے لیے اپنی مساجد، تعلیم کے لیے اسکول اور مدارس، سماجی، رفاہی اور تنظیمی ادارے قانون کے دائرہ میں رہ کر مکمل آزادی کے ساتھ قائم کرنے کے مجاز ہیں۔ انھیں گورنمنٹ کی طرف سے حج کرنے کی اجازت حاصل ہے۔ مائک سے اذان دینے اور نماز جمعہ وعیدین کی ادائے گی اور گائے کو چھوڑ کر تمام چھوٹے اور بڑے جانوروں کے ذبیحے اور قربانی کرنے کا انھیں آئینی حق حاصل ہے۔ اسی طرح عیدین اور بارہویں ربیع الاول کو سرکاری تعطیل ہوتی ہے۔ مسلمان یہاں آزادانہ طور پر سرکاری اجازت کے ساتھ مذہبی وغیرہ مذہبی اجلاس منعقد کر سکتے ہیں۔

باب سوم: نیپال میں صوفیہ ومشائخ اور مختلف سلاسل تصوف وطریقت کی تاریخ پر مشتمل ہے اس میں نیپال میں دعوت وتبلیغ اور رشد وہدایت کا کام انجام دینے والے تقریبا ۷۰ سے زائد علما ومشائخ کی تاریخ اور ان کے تذکرے شامل ہیں جو نیپال کے حوالے سے نہایت قیمتی اطلاعات پر مشتمل ہیں۔ سوائے سلسلۂ نقشبندیہ اندرابیہ کے بزرگوں کے اور کسی بھی سلسلہ کے بزرگ کی تاریخ، نیپال کے حوالے سے مدون نہیں ہوئی تھی۔ ہم نے ہر سلسلہ کے بزرگوں کی الگ الگ تاریخ مرتب کی اور انھیں حوالوں سے مزین کیا۔ حیات بزرگوں

سے انٹرویو لے کر ان کی تاریخ مدون کی گئی۔ یہ کام سب سے زیادہ جگر کاوی کا تھا اس کے لیے ہمارے پیش نظر کوئی بھی مستند و محقق کتاب نہیں تھی۔ بہت سے مشائخ کے حالات سرے سے کسی کتاب میں ملے ہی نہیں لہذا جو مشہور روایات تھیں انہیں بعینہ نقل کر دیا گیا۔

باب چہارم: یہ باب بھی بہت اہم ہے اس میں علماے نیپال کی علمی و ادبی خدمات کا تعارف اور جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ دسویں صدی ہجری سے لے کر ۱۳ویں صدی ہجری تک کے نیپال میں موجود عربی و فارسی مخطوطات کی فہرست پیش کی گئی ہے اور علماے نیپال کی تصانیف کا تعارف پیش کیا گیا ہے جس سے یہ اندازہ ہو سکے گا کہ نیپال کے علماے دین کا علمی، فنی اور فکری اثاثہ کیا ہے۔

اس باب کو مکمل کرنے کے لیے ہمیں فرداً فرداً ایک ایک شخص سے رابطہ کرنا پڑا اور ان کی کتابوں کی فہرست مرتب کرنی پڑی۔ اس میں تقریباً تین سو سے زیادہ تصانیف کی فہرست پیش کی گئی ہے جو علمی دنیا میں ایک گراں قدر اضافہ ہے۔

باب پنجم: میں نیپال کے طول و عرض میں پھیلے ہوے مدارس میں سے درجنوں نمائندہ مدرسوں کا تفصیلی یا اجمالی تعارف شامل کیا گیا ہے تاکہ مدارس کی دنیا میں نیپال میں کیا کام ہوا اس کا اندازہ لگایا جا سکے۔

اس کتاب کی طوالت کے پیش نظر متعدد پہلوؤں سے قصداً صرف نظر کیا گیا ہے۔ مثلاً نیپالی اقوام کی سماجی و ثقافتی صورت حال، مسلمانوں کی معاشی صورت حال، نیپال میں پاے جانے والے مذاہب، نیپالی زبان پر اردو، عربی اور فارسی زبانوں کے اثرات چوں کہ ان موضوعات پر کتابوں میں کچھ نہ کچھ مل جاتا ہے اور متعدد کتابیں اس پس منظر میں لکھی بھی جا چکی ہیں۔

راقم سطور کا مقصد اس کتاب سے ملک نیپال میں اسلامی تاریخ کی تلاش، اسلامی آثار و باقیات کی بازیافت، صوفیہ، مشائخ اور علما کی مذہبی و دعوتی سرگرمیوں کا اظہار، نسل جدید کا تعلق اپنے ماضی سے جوڑنا اور بحیثیت مسلمان اس ملک میں مسلمانوں کے وجود و تشخص کو ناقابل تردید اور ناقابل شکست بنانا تھا۔

اللہ کے فضل سے اس میں ہمیں کامیابی بھی ملی۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ یہ اس موضوع پر آخری کام ہے بلکہ اس کے ذریعہ اس موضوع پر تحقیق کا بند دروازہ کھولا گیا ہے۔ تحقیق میں کوئی بات حرف آخر نہیں ہوتی۔ ابھی اس موضوع پر تحقیق کی مزید گنجائش باقی ہے۔ امید ہے کہ یہ کتاب اس موضوع پر کام کرنے والے علما و محققین کے لیے سنگ میل اور چراغ راہ ثابت ہوگی، اکتشاف وانکشاف کے نئے نئے ابواب وا ہوں گے۔

راقم سطور نے حتی الوسع کتاب کو جدید معیار تحقیق کے مطابق لانے کی کوشش کی ہے پھر بھی غلطی کا امکان بہر حال باقی ہے اگر اس میں کسی قسم کا علمی یا تاریخی سقم نظر آئے تو ضرور مطلع فرمانے کی زحمت گوارہ کریں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں اسے درست کیا جا سکے۔

۳۰ر محرم الحرام ۱۴۳۹ھ
۲۱ر اکتوبر ۲۰۱۷ء، بروز شنبہ

محمد رضا قادری مصباحی
خادم تدریس، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

AL-JAMIATUL ASHRAFIA
MUBARAKPUR
Managed By-
DARUL ULOOM AHLE SUNNAT MADRASA ASHRAFIA
MISBAHUL ULOOM, MUBARAKPUR, AZAMGARH (U.P.) INDIA
Tel : (05462)-250092, FAX-251448
E-mail. info@aljamiatulashrafia.org
الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور
http://www.aljamiatulashrafia.org

Ref. .....　　Date .....

# دعائیہ کلمات

جانشین حضور حافظ ملت، عزیز ملت، حضرت مولانا شاہ عبد الحفیظ صاحب قبلہ
سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور، اعظم گڑھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی ونسلم علی حبیبہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

محب گرامی مولانا حافظ قادری محمد رضا مصباحی صاحب
یہ جان کر مسرت ہوئی کہ آپ دین مبین کی خدمت کا جذبہ لے کر
جامعہ اشرفیہ سے فضیلت و درجہ تحقیق فقہ میں اعلیٰ کامیابی
حاصل کرنے کے بعد چند سال جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء
کے صدر المدرسین کی حیثیت سے خدمت انجام دی اور
اب جامعہ اشرفیہ میں استاذ ہیں۔

جامعہ اشرفیہ کے علمی ماحول نے علمی وفکری صلاحیت
بیدار کی اور فکر انگیز مضامین ومقالات قلمبند کئے۔ اسی
بیداری کا نتیجہ ہے کہ موصوف نے نیپال میں اسلام کی تاریخ"
نامی کتاب مرتب کی۔ خوشی اس بات کی ہے کہ ہمارے علماء کرام
نے اس تاریخی میدان میں قدم رکھنا شروع کر دیا ہے
اپنے ملک نیپال کی چار ہزار سالہ تاریخ مرتب
کرنے کیلئے ہندی، انگریزی اردو زبان کے مراجع ومصادر تلاش
کرنے میں جن مشقتوں کا سامنا کرنا پڑا وہی جانتے ہیں جیسا
کہ کتاب کے ابتدائیہ سے پتہ چلتا ہے۔ اس تاریخی پس منظر سے یہ بھی
پتہ چلتا ہے کہ موصوف کو اپنے ملک سے کتنی محبت ہے اور آپ
اس کے کتنے وفادار ہیں۔

اسلام نے جہاں دنیا کے تمام ممالک کو اپنی تابناکیوں سے منور
کیا نیپال بھی اس سے فیضیاب ہوا۔ اس سرزمین پر ہزار سالہ
اسلامی تاریخ جن بزرگوں سے مرتب ہوئی ان حضرات کا تعارف اس

کتاب پڑھ کر اگر تبلیغی فکر دینے کی کوشش کی ہے۔ بزرگوں کے فیضان کرم سے علماء و مدارس اسلامیہ جو وجود میں آئے ان کا تعارف کرتے اسلام کی حفاظت کے اسباب کی طرف رہنمائی کی ہے۔

موصوف کی اس کاوش پہ انھیں مبارکباد پیش کرتا ہوں نیز دعا کرتا ہوں کہ اس کوشش کو قبول فرمائے نظر بد سے محفوظ فرما کر اور مقبول عوام و خواص فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

فقط
عبد المتین منعم
29.11.2017

# تقریظ جلیل

خیر الاذکیا، صدر العلما، علامہ محمد احمد مصباحی، بھیروی
ناظم تعلیمات وسابق پرنسپل: الجامعۃ الاشرفیہ، مبارکپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم　　حامداو مصلیاو مسلما

مولانا حافظ قاری محمد رضا مصباحی نے تقریبا ساڑھے چار سو صفحات (۱) پر مشتمل زیر نظر تاریخ بڑی محنت و مشقت اور جاں فشانی سے مرتب کی ہے۔ اس میں انھوں نے اردو کے علاوہ عربی، فارسی، انگریزی اور ہندی مراجع سے بھی استفادہ کیا ہے اور موجودہ علما اور تصانیف سے متعلق زیادہ تر ذاتی تلاش وجستجو کے نتیجے میں معلومات سپرد قلم کی ہیں۔

میں اپنی علالت اور مصروفیات کے باعث پوری کتاب پڑھ نہ سکا مگر فہرست پر نظر اور سرسری ورق گردانی سے معلوم ہوا کہ کتاب پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے دوسرے باب میں نیپال کی جغرافیائی حالت اور ملکی وسیاسی تاریخ بہت اختصار کے ساتھ تقریبا سو صفحات میں مرقوم ہے۔ چوتھے باب میں علماے نیپال کی علمی وادبی خدمات کا تعارف تقریباً ۴۷ رصفحات پر مشتمل ہے۔ پانچویں باب کے تحت تقریباً ۱۵ رصفحات میں نیپال کے مدارس اہل سنت کا تذکرہ ہے۔

زیادہ مبسوط اور مفصل تیسرا باب ہے جو تقریبا ڈھائی سو صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ اس میں کچھ نیپال میں مستقل رہنے والے صوفیہ ومشائخ کا ذکر ہے اور زیادہ ان علما و

(۱) جس وقت حضرت کے سامنے یہ کتاب بغرض اصلاح پیش کی گئی تھی اس وقت صفحات کی تعداد ۴۴۱ تھی، بعد میں ۱۰۰ سے زائد صفحات کا اضافہ کیا گیا۔

مشائخ اوران کے سلاسل کا تفصیلی تذکرہ ہے جن کی آمد ورفت نیپال میں کسی تقریب یا تقریبات میں عارضی طور پر ہوئی۔ اس سے اہل نیپال اور دیگر قارئین کو ان بزرگوں سے متعارف ہونے کا موقع ملے گا جن کے ارشاد وہدایت سے نیپال کی دینی وعلمی فضا کو فروغ وتوسُّع حاصل ہوا، اور جن سے وابستگی کے طفیل ساکنان نیپال کے عقائد واعمال کی حفاظت ہوتی رہی۔

ربِّ کریم مولانا کی اس دینی وعلمی کاوش کو مقبول خواص وعوام بنائے، نسلِ نو کو زیادہ سے زیادہ اس سے مستفید فرمائے اور مولانا کو مزید عمدہ اور اعلی دینی وعلمی خدمات انجام دینے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ وما ذلك علیه بعزیز.

المجمع الاسلامی
۲۲/رجب ۱۴۳۸ھ
۲۰/اپریل ۲۰۱۷ء

محمد احمد مصباحی
ناظم تعلیمات، الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور
اعظم گڑھ۔ یوپی۔ ہند

# کلمات طیبات

سراج الفقہا، محقق مسائل جدیدہ، حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی،
صدر المدرسین وصدر شعبۂ افتا، الجامعۃ الاشرفیہ، مبارکپور

باسمہ سبحانہ و تعالی

محب مکرم حضرت مولانا حافظ قاری مفتی محمد رضا مصباحی باصلاحیت عالم دین اور بہتر قاری قرآن ہیں زمانہ طالب علمی سے ہی فقہ، ادب اور تجوید سے انھیں شغف رہا اور پوری جد و جہد کے ساتھ انھوں نے درس نظامی کی تکمیل کر کے ''درجہ تحقیق فقہ'' میں اعلیٰ مقام حاصل کیا۔ پانچ سال تک ''جامعہ نظام الدین اولیا'' ذاکر نگر، دہلی کے صدر المدرسین رہے، پھر جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے مدرس ہوئے۔ مولانا موصوف کو تدریس کے ساتھ تقریر اور تحریر سے بھی یکساں دل چسپی ہے جس کے شاہد آپ کے خطبات اور مقالات و تعلیقات ہیں۔ اور سب سے واضح ثبوت آپ کی پیش نظر تصنیف ''نیپال میں اسلام کی تاریخ'' ہے یہ کتاب نیپال کی چار ہزار سالہ سیاسی اور ایک ہزار سالہ اسلامی تاریخ پر مبنی ایک ضخیم کتاب ہے جو تقریباً ساڑھے چار سو صفحات پر مشتمل ہے۔

میں علم تاریخ بالخصوص تاریخ نیپال سے نا آشنا ہوں، پھر اپنی مصروفیات کے باعث اس کتاب سے استفادہ بھی نہ کر سکا لیکن فہرست اور مصادر و مراجع پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے یہ اندازہ ہوا کہ مولانا نے یہ تاریخ مرتب کرنے میں پوری کوشش صرف کر دی ہے۔ توثیق و تصدیق تو کوئی مؤرخ ہی کر سکتا ہے تاہم مولانا کی انتھک کوشش پر مبارک باد پیش کرتا ہوں، مجھے بڑی مسرت ہے کہ مولانا نے تاریخ نیپال کے موضوع پر قلم اٹھایا اور اس کی چار ہزار سالہ تاریخ مرتب فرما دی۔

فہرست سے اندازہ ہوا کہ کتاب میں بہت سے ایسے علما و مشائخ کا بھی تذکرہ ہے جو نیپال میں قیام پذیر رہے یا وہاں گاہے بہ گاہے تشریف لے جاتے رہے ان میں بیشتر سے واقف ہوں اور ان میں سے بہت ایسے ہیں جن کی ثقاہت مسلم اور بعض ایسے ہیں جن کے حالات سے نا آشنا ہوں۔

دعا گو ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ مولانا موصوف کے علم، عمر، فضل میں برکتیں عطا فرمائے، ان کے قلم میں پختگی اور تحقیق میں کمال بخشے اور ان سے دین حنیف کی زیادہ سے زیادہ خدمات لے۔ آمین بجاہ حبیبہ النبیِ الأمین علیہ و علی آلہ افضل الصلاۃ والتسلیم.

محمد نظام الدین الرضوی

خادم جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

اعظم گڑھ، یوپی

۱۴ر رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

۱۰ر جون ۲۰۱۷ء (شنبہ)

جامعة مركز الثقافة السنية الإسلامية
كاليكوت، كيرالا، الهند – ٦٧٣٥٧١

JAMIA MARKAZU SSAQUAFATHU SSUNNIYYA
Karanthur, Kozhikode, Kerala- India- 673 571
Tel : +91 495 2800 330, 2800 427 Fax: +91 495 2801 831
Regd.No:KKD/CA/20/2013 Under Societies Registration Act 1860

# تقریظ جلیل

سلطان العلماء العلامة

## فضیلۃ الشیخ ابی بکر احمد المليباری حفظہ اللہ

الأمين العام : لجمعية أهل السنة والجماعة بعموم الهند

وشيخ الجامعة :جامعة الثقافة السنية الاسلامية كارنتور كاليكوت .الهند

الحمدلله الذي تفرد بالبقاء،واحتجب عن الأبصار،العليم الذي لايعزب عن علمه هواجس الضمائروخفي الأسرار،وانصلاة والسلام على نبينا المؤيد بالمهاجرين والأنصاروعلى آله وصحبه وعلماء ملته الذين حفظوا الدين وأيامه في الصدورصلاة وسلاما دائمين متلازمين ما أظلم الليل وأضاء النهار.

أمابعد:فإن من مهام الإنسان المسلم أن يشحن ذاكرته بتاريخ قومه وبلاده ودينه عبرتعاقب العقود والأزمان عموما والداعي الى الله خصوصا،وينقشه في أذهان الناشئة كما تفعل الأمم الغربية التي تكاد ترضع أبناءها مع اللبن تاريخ قومها وبلادها،فيترعرع الولد وهو يعرف تاريخ وطنه،وكبراء قومه،ويتمثل حبهما في دمه ولحمه.فإن التاريخ مرآة الشعوب الماضية وتجارب الأجيال المتقدمة يحمل في بطون سجلاته دروساوعظات للمتأملين،وعبرا وآيات للمتدبرين،وهو الذي يزيح الستار للإنسان عن الأكناف المشرقة ليترسم خطاها،وعن

الجوانب السلبية يتجنبها،ويبتعد عنها ،فدارس التاريخ يعلم أين يضع قدمه،وكيف ينيرالطريق لنفسه وأسرته وقومه الى الصواب.

فإن هذاالكتاب الذي تم تاليفه على يد الأخ محمد رضاالمصباحي يركزبصيصا من النورعلى تاريخ الإسلام عبرالقرون الى الأيام الحاضرة في دولة نيبال الديموقراطية التي تقع في جبال الهملايا بين الهند والصين حيث يتبلورمن خلاله للقارئ تقلب الدول المتنوعة في الأسرالمختلفة ونشاطات السلاطين المسلمين والمشائخ الصوفية والعلماء الجهابذة،واقامتهم المدارس الدينية والجامعات الإسلامية والمادية ،بالإضافة إلى تاريخها القديم من بعض النواحي.

فهذا سعي مشكور،وجهد مذكور فإن التاريخ ينبغي الاعتناء به والحفاظ عليه ونقله إلى الأجيال القادمة نقلا صحيحا حتى تسلمهم به في مستقبلها.

ومما يجدربنا أن نذكر أن أخانا في الإسلام مولف هذا الكتاب قد أهدى أهل العلم والأدب من قبل ثروة هائلة من الإنتاج العلمي في العربية والأردية،وهوممن ودع الراحة واعتزل الرفاهة وانكب على المطالعة والكتابة والدراسة.

شكر الله سعيه الساطع وعطاءه الثمين واسعدنا وإياه في دار النعيم.

أبوبكرأحمد مسليار المليباري

# اعتراف حقیقت

## عالمی شہرت یافتہ اردو ادیب، جناب مشرف عالم ذوقی، دہلوی

مولانا مفتی محمد رضا قادری مصباحی کی تصنیف ''نیپال میں اسلام کی تاریخ'' کے بارے میں بلا مبالغہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ نیپال میں اسلام کی مفصل تاریخ کے حوالے سے یہ ایک موزوں ترین کتاب ہے جس میں مصنف نے نیپال میں اسلام کا جامع تعارف پیش کیا ہے۔ المیہ یہ ہے کہ مشرق ہو یا مغرب، شمال ہو یا جنوب مسلمانوں میں تاریخ سے دلچسپی کا عنصر کم ہوتا جارہا ہے۔ اس عہد پر آشوب میں عالمی سیاسی اور سازشی مشن کے تحت ایک مذموم کوشش یہ بھی کی جارہی ہے کہ اسلامی تاریخ کے روشن صفحات سے نئی نسل کے نوجوانوں کو دور رکھا جاسکے۔ لیکن اسلام وہ نور ہے جس کی عظمت سے انکار کرنا مشکل اور جس کی روشن، دلوں کو منور کرنے والی شعاؤں سے نئی نسل کو دور رکھنا اس سے بھی کہیں زیادہ مشکل۔ اس لیے ہو یہ رہا ہے کہ جس تیزی سے عالمی سیاسی مشن اسلام مخالفت کی صدا بلند کررہا ہے، اس سے کہیں زیادہ برق رفتاری سے اسلام مغرب میں اپنی جگہ بنارہا ہے۔

نیپال کے حوالے سے اب تک ہم یہ جانتے تھے کہ نیپال ایک ہندو راشٹر ہے۔ مولانا مفتی محمد رضا قادری مصباحی کی تعریف کرنی ہوگی کہ وہ نیپال کی زمینی ساخت، جغرافیہ، آب وہوا اور تاریخ کے حوالے سے جو ثبوت وشواہد لے کر آئے ہیں وہ اس ملک کا قصہ بیان کرتے ہیں جس کے گوشے گوشے میں اسلام کا نور نہ صرف موجود ہے بلکہ اسلامی عقائد کے ماننے والوں میں روز افزوں اضافہ بھی ہورہا ہے۔ یہ قصہ صدیوں پر محیط ہے۔ نیپال پر مختلف خاندانوں اور بادشاہوں کی حکومت، گوپال نسل، مہیشپال، قدیم نیپال، کیرانتی نسل کی حکومت، اشوک سمراٹ کی نیپال آمد، سوماونشی خاندان، سوریہ ونشی خاندان لچھوی عہد حکومت، ترھٹ ریاست پر غیاث الدین تغلق کی پیش قدمی۔ نیپال کی مکمل تاریخ کے مفصل جائزے کے بعد باب دوم سے نیپال میں مسلمانوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہوتا

ہے۔ یہ سلسلہ صوفیہ ومشائخ اور مختلف سلاسل تصوف وطریقت کی تاریخ تک پھیلا ہوا ہے۔

کچھ کتابیں محض آپ کی معلومات میں اضافہ کرتی ہیں جبکہ کچھ کتابیں انکشاف کرتی ہیں اور جب انکشاف سے گزرتی ہیں تو ایک نئی تاریخ مرتب ہوتی ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے قبل نیپال اور اسلام کو لے کر میری معلومات ناقص تھی۔ میں نیپال کو ایک ہندو ملک سمجھتا آیا تھا۔ ایک ایسا ہندو ملک جہاں ہزاروں حادثات وواقعات سے گزرنے کے بعد اب جمہوریت پسند حکومت کا قیام ہے۔ مولانا مفتی محمد رضا مصباحی نے میرے مفروضے کو غلط ثابت کرتے ہوئے ایک ایسے ملک سے متعارف کرایا جہاں آج بھی تصوف کا چشمہ بہتا ہے۔ جہاں دینی مدرسے، خانقاہیں آباد ہیں۔ جہاں سلسلۂ نقشبندیہ، سہروردیہ، چشتیہ اشرفیہ کے ماننے والے اور عقیدت مندوں کی بہت بڑی دنیا آباد ہے۔ تحقیق کا یہ کام جس جانفشانی سے انجام دیا گیا، اس کی داد نہ دینا بے انصافی ہے۔ ؎

اللہ جسے توفیق نہ دے، انسان کے بس کا کام نہیں
عرفان محبت عام تو ہے فیضان محبت عام نہیں

اس کام میں تحقیق سے زیادہ عقیدت اور محبت کے جذبے کو دخل ہے۔ یہ فیضان محبت ہے کہ مولانا مفتی محمد رضا قادری مصباحی نے محنت اور عرق ریزی سے اس بڑے پروجیکٹ کو انجام تک پہنچایا۔ نیپال کی روشن اسلامی تاریخ کے ساتھ ساتھ یہ کتاب اسلام کی تعلیمات و پیغامات کو دھڑکتے نوجوان دلوں میں منتقل کرنے اور سیاہی شب کو طلوع سحر میں تبدیل کرنے کا جذبہ بھی رکھتی ہے۔۔۔ مبارک باد صد بار۔

مشرف عالم ذوقی (۱)

۲۱/ اپریل ۲۰۱۷ء، بروز جمعہ

(۱) جناب مشرف عالم ذوقی کا شمار عالمی سطح پر اردو زبان وادب کے صف اول کے ادیبوں میں ہوتا ہے۔ ذوقی صاحب سو سے زیادہ کتابوں کے مصنف اور عظیم ناول نگار کی حیثیت سے اردو دنیا میں معروف ہیں۔ اب تک ۳۵ سے زیادہ پی، ایچ، ڈی اور ایم فل کے رسالے آپ کی شخصیت اور کارناموں سے متعلق لکھے جا چکے ہیں۔ دنیا کے ایک درجن سے زائد ممالک میں آپ پر تحقیق کا کام جاری ہے۔ ۲۰۱۵ء میں عالمی فروغ اردو ادب، دوحہ قطر کی جانب سے آپ کو اردو کا نوبل انعام پیش کیا گیا تھا۔ حالات زمانہ پر بڑی عمیق نگاہ رکھتے ہیں۔ امت مسلمہ کی رگ رگ سے ہمیشہ آپ کی تحریروں نے بیدار کر کے جھنجھوڑا ہے۔ آپ خوش فکر، خوش وضع اور ظریف الطبع ہونے کے ساتھ ساتھ آبائی طور پر صوفی المشرب بھی ہیں۔ آپ کی ولادت بہار کے مردم خیز خطہ آرہ میں ہوئی۔ راقم سطور کا آپ سے پہلا تعارف غالباً جنوری ۲۰۱۷ء میں کرم فرما جناب اشتیاق ایوبی صاحب کے توسط سے نئی دہلی میں ان کی رہائش گاہ پر ہوا تھا اور ذرہ نوازی کرتے ہوئے اس وقت کتاب پر اپنا تاثر قلمبند کرنے کا وعدہ فرمالیا۔

# حرفے چند

ڈاکٹر عبدالسلام جیلانی

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ تاریخ، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

جناب مولانا مفتی محمد رضا قادری مصباحی صاحب کی تصنیف ''نیپال میں اسلام کی تاریخ'' پر ایک نگاہ ڈالنے کا موقع ملا۔ مولانا موصوف نے بڑی لگن اور محنت سے کام انجام دیا ہے۔ ہر ہر مقام پر دلائل و مآخذ کو پیش کر کے کتاب کو مفید بنانے اور جدید تقاضۂ تصنیف کا خیال رکھتے ہوئے ترتیب دینے کی کوشش کی ہے۔ اس کوشش میں وہ کامیاب نظر بھی آتے ہیں۔ البتہ وقت ہو اور گران بار جیب نہ ہو تو آخر میں کتاب کا اشاریہ شامل کر دیا جائے تو کتاب مزید ہو جائے گی۔

جب یہ کتاب تاریخ و تصوف سے دلچسپی رکھنے والے کے ہاتھوں میں پہنچے گی تو خود داد و تحسین حاصل کر لے گی۔ اللہ تعالیٰ کتاب کو مفید عام بنائے اور مصنف کو اور زور قلم عطا فرمائے۔ (آمین)

(ڈاکٹر) عبدالسلام جیلانی

استاذ: شعبۂ تاریخ، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

# حرفِ تشکر

(۱) اس تاریخ کی تدوین بہت ہی مشکل تھی اگر ہمارے بزرگوں کا تعاون اور مشورہ شامل حال نہ ہوتا۔ ہم اپنے ان محسنین، علمائے محققین کا تذکرہ کیے بغیر نہیں رہ سکتے جن کی رہنمائی میں یہ کتاب لکھی گئی۔ حضرت مولانا پروفیسر سید شاہ محمد شمیم الدین احمد منعمی صدر شعبۂ عربی اورینٹل کالج، پٹنہ وسجادہ نشیں خانقاہ منعمیہ قمریہ، متن گھاٹ پٹنہ۔ آپ سے اس کام کے سلسلے میں دو بار ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ پہلی بار ۲۰۱۵ء میں آپ نے خانوادۂ فردوسیہ کے دو بزرگوں اور خانوادۂ منعمیہ کے ایک بزرگ کی نیپال میں خدمات کے حوالے سے اطلاع فراہم کی۔ دوسری ملاقات ربیع الاول ۱۴۳۸ھ - ۲۰۱۶ء میں ہوئی جب کتاب پر معتد بہ کام ہو چکا تھا آپ نے پوری کتاب ملاحظہ فرمائی اور ضروری مشوروں سے نوازا۔ کتاب پر اپنی رائے لکھنے کا وعدہ بھی فرمایا۔ بڑی حوصلہ افزائی فرمائی۔

(۲) سند المحققین، شہزادۂ مفتیٔ اعظم کان پور، مولانا محمود احمد رفاقتی، بھوانی پور مظفر پور۔ آپ تذکرہ علمائے اہل سنت (مطبوعہ ۱۹۷۲ء) کے مرتب اور بہت سی کتابوں کے مصنف اور اپنے عہد کے عظیم محقق ہیں۔ عمر ۸۰ رسال سے زیادہ ہو چکی ہے لیکن اس عمر میں بھی حافظہ غضب کا ہے۔ آپ سے خانقاہ اشرفیہ رفاقتیہ بھوانی پور میں ۲۰۱۶ء میں شرف نیاز حاصل ہوا۔ تین گھنٹے تک مسلسل گفتگو کا سلسلہ جاری رہا۔ کتاب کے مشمولات کو بغور پڑھا، کتاب کا کچھ حصہ پڑھوا کر سنا۔ پھر ضروری ہدایات اور مشوروں سے نوازا۔ انھوں نے متعدد کتابوں کی طرف رہ نمائی کی جن سے کاتب سطور نے خدا بخش لائبریری میں استفادہ کیا۔ آپ اس کام سے اتنا خوش ہوئے کہ اپنی جیب سے ۵۰۰ روپے کا نوٹ نکال کر راقم سطور کو عنایت کیا۔ ان کے اصرار کے بعد وہ نوٹ تبرک سمجھ کر رکھ لیا جو آج بھی محفوظ ہے۔

(۳) پروفیسر عرفان حبیب (ولادت: ۱۲/اگست ۱۹۳۱ء) پدم بھوشن، فارمر چیر مین Achr, New Delhi۔ سابق صدر شعبۂ تاریخ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ۔ اس وقت ہندوستان کے سب سے بڑے مسلم مؤرخ ہیں آپ سے ۱۲۔ ۱۳ نومبر ۲۰۱۶ء کو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے Center advanced study Department of history میں ملاقات ہوئی میرے ہمراہ مولانا محمد سلمان علیمی جمدا شاہی، پی، ایچ، ڈی اسکالر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ بھی تھے۔ پون گھنٹے تک نیپال کی مسلم تاریخ پر گفتگو کا سلسلہ جاری رہا۔ وہ اپنے حافظہ پر زور دے کر بہت سی کتابوں کے نام لکھواتے رہے۔ انگریزی میں موجود اہم مصادر و مراجع کی طرف انھوں نے ہی رہنمائی فراہم کی۔ اور اس بات پر زور دیا کہ کسی بھی واقعہ کو بیان کرنے کے لیے اولاً اسی عہد کی تاریخ و تصنیفات کا مطالعہ کیا جائے نہ ملنے پر ہی ثانوی مآخذ کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

بہت ہی خندہ پیشانی اور کشادہ قلبی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دوسرے دن ۱۳/نومبر کو ہوئی ملاقات میں نیپال پر لکھا گیا اپنا ایک مضمون بھی انھوں نے عطا کیا۔ پھر پروفیسر صاحب کی حسب ہدایت اسی اڈوانس اسٹڈی سینٹر میں ہم نے دو دنوں تک نیپال کی تاریخ کا مطالعہ کیا۔ ضروری کتابوں کی زیراکس کاپی حاصل کی۔ مبارک پور آنے کے بعد بھی فون سے تین بار پروفیسر صاحب سے گفتگو ہوئی۔ فجزاهم الله تعالى خير الجزاء۔ ہم ان تمام بزرگوں کے بے حد ممنون و مشکور ہیں۔

## ذکر ان کا جنھوں نے اس کتاب پر نظر ثانی کی یا تاثر لکھا:

☆ خیر الاذکیا، عمدۃ المحققین، علامہ محمد احمد مصباحی، ناظم تعلیمات و سابق صدر المدرسین، الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

آپ کی ذات علم و عمل تقوی اور تحقیق کے حوالے سے علما کے درمیان مسلّم ہے۔ علم و عمل کی ایسی جامع شخصیت اس دور میں بہت کم نظر آتی ہے۔ گذشتہ سال ہی ۴۴۱ رصفحات

پر مشتمل یہ کتاب راقم سطور نے حضرت کی بارگاہ میں بغرض اصلاح پیش کی۔ حضرت نے ذرہ نوازی کرتے ہوئے تقریبا ۳۰۰ رسوصفحات کی اپنے قلم سے اصلاح فرمائی اور پوری کتاب پر اجمالی طور پر نظر ڈالی۔ جس وقت نظر کے ساتھ آپ کی نگاہوں نے غلطیوں کا تعاقب کیا وہ یقینا حیرت انگیز ہے۔ جن مقامات پر آپ نے سوالیہ نشان لگائے ہم نے دوبارہ اس کی تحقیق کی اور اسے درست کیا۔ حضرت کی اصلاح کے بعد بہت حد تک یہ کتاب خامیوں سے پاک ہوگئی ہے۔ پھر اس پوری کتاب کے حاصل کے طور پر ایک عمدہ تقریظ تحریر فرمائی یہ اپنے شاگردوں کی حوصلہ افزائی کی ایک عمدہ مثال ہے۔ بہت سے ضروری مشورے دیے جن سے استفادہ کیا گیا۔

☆ سراج الفقہا، محقق مسائل جدیدہ، حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین الرضوی المصباحی، صدر شعبہ افتا وصدر المدرسین، جامعہ اشرفیہ مبارک پور

آپ کی ذات فقہ وفتاویٰ کی دنیا میں عالمی شہرت کی حامل ہے۔ حضرت نے اپنی بے پناہ مصروفیات کے باوجود اس کتاب کو ملاحظہ فرمایا اور اپنے قلبی تاثرات سے کتاب کی قدر و قیمت میں اضافہ فرمایا۔

☆ شیخ طریقت، داعی اسلام، مولانا شاہ ظہیر عالم قادری، مرادآبادی

بانی خانقاہ قادریہ راہ سلوک والجامعۃ المکیۃ خزائن العرفان۔ اس عہد زوال میں حضرت کا وجود تصوف و روحانیت کا ایک آفتاب ہے جس کی کرنیں اسلامیان ہندو نیپال کو منور کر رہی ہیں۔ اس کتاب کی تصنیف میں ابتدا سے انتہا تک آپ کی روحانی توجہات شامل حال رہیں، بلکہ آپ ہی کے ایما اور خواہش پر یہ مبسوط کتاب لکھی گئی۔ کتاب کے بہت سے مقامات کو آپ نے ملاحظہ کیا اور مشوروں سے نوازا۔ بہت سے بزرگوں کے حالات کا انکشاف آپ ہی کی ذات سے ہوا۔ آپ میرے مربی اور مرشد طریقت بھی ہیں۔

☆ محدث کیرلا، فضیلۃ الشیخ ابوبکر احمد ملباری

بانی جامعہ مرکز الثقافۃ السنیہ، کالی کٹ کیرالا۔ آپ کی ذت عالم اسلام میں محتاج

تعارف نہیں۔ نیپال اور کیرالا کے درمیان علمی روابط استوار کرنے کی غرض سے ہم نے شیخ صاحب کی خدمت میں بھی یہ کتاب پیش کی اور فون سے براہ راست گفتگو کی۔ آپ نے کتاب پر ایک خوب صورت تقریظ لکھ کر کتاب کی وقعت میں اضافہ فرمایا۔

☆ جناب مشرف عالم ذوقی۔

علمی و ادبی دنیا میں آپ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے ۴۵ر سے زیادہ پی، ایچ ،ڈی اور ایم فل کے رسالے آپ کے ادبی کارناموں سے متعلق لکھے جا چکے ہیں۔ آپ نے بھی اپنی غیر معمولی مصروفیات کے باوجود پوری کتاب پر نظر ڈالی اور جس انداز میں اپنے قلبی تاثرات کا اظہار کیا وہ ان کا بڑکپن اور چھوٹوں پر شفقت کہا جا سکتا ہے۔

☆ ڈاکٹر عبد السلام جیلانی

اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ تاریخ، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، مخدوم گرامی وقار حضرت مولانا سید محمد امان میاں قادری برکاتی ولی عہد خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف کے توسط سے آپ تک رسائی ہوئی۔ چوں کہ تحقیق و تاریخ سے آپ کا تعلق ہے اس لیے آپ نے پوری کتاب کا بنظر غائر مطالعہ فرمایا، تاریخی نقطۂ نظر سے یا انگریزی عبارتوں میں یا ترتیب میں جہاں بھی انہیں کچھ کمی نظر آئی بہت خوب صورتی کے ساتھ اس کی اصلاح فرمائی، اور چند سطور میں کتاب پر اپنی رائے بھی پیش فرمائی۔

## وہ احباب جنھوں نے مواد کی فراہمی میں یا کسی طور پر بھی تعاون پیش کیا

ایسے خوش نصیب احباب کی فہرست بھی کم نہیں جن کا تعاون اس کتاب کی تیاری میں شامل ہے۔ ان میں سر فہرست ہمارے کرم فرما جناب ایڈوکیٹ اشتیاق احمد ایوبی سہسرامی، دہلوی ہیں آپ سے ۲۰۱۴ء میں تعارف ہوا۔ ہدیٰ ڈائجسٹ ۱۹۸۸ء کا اولیاے نیپال نمبر آپ نے عنایت کیا۔ اس کتاب کے اول محرکین میں آپ کا شمار ہوتا ہے موصوف کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔

(۲) عالی جناب ڈاکٹر وصی احمد مکرانی واجدی، ملنکوا، سرلاہی۔ آپ نیپال کے ایک کہنہ مشق شاعر اور تذکرۂ شعرائے نیپال کے مرتب ہیں۔ آپ نے سرلاہی علاقہ کے علما و مشائخ کے حالات فراہم کرنے میں ذرا بھی بخل سے کام نہیں لیا۔ بلکہ ہمیشہ ہماری حوصلہ افزائی فرماتے رہے۔ بڑے علم دوست واقع ہیں۔

(۳) حضرت ابو الحماد مفتی محمد اسرائیل الحیدری المداری زید فضلہ، کان پور۔ بہت ہی علم دوست انسان ہیں۔ انھوں نے حضرت قطب المدار قدس سرہٗ کے حوالے سے بحر ذخار اور تحفۃ الابرار (فارسی) کے قلمی مخطوطے کا عکس بذریعہ ڈاک ارسال فرمایا۔

(۴) حضرت مولانا سید اویس کمال فردوسی مصباحی، ساکن بہار شریف نے مناقب شعیب کا سب سے قدیم نسخہ ارسال فرمایا۔

(۵) حضرت مولانا سید شوکت علی اشرفی، مظفر پوری۔ مقیم تغلق آباد دہلی نے غوث بنگالہ نامی کتاب مہیا کرائی۔

(۶) حضرت مولانا پھول محمد نعمت رضوی، برہمپوری صدر المدرسین دار العلوم تیغیہ، بنکل مظفر پور نے بھی مواد کی فراہمی میں تعاون فرمایا۔

(۷) استاذ گرامی، حضرت مولانا قاری مقری نور الحق مصباحی، (تلمیذ و مرید حضور حافظ ملت) استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کی دعائیں اور مشورے ہر لمحہ شامل حال رہے۔

(۸) عالی جناب ماسٹر افضال احمد صاحب، استاذ جامعہ اشرفیہ نے بعض مقامات پر انگریزی عبارت کے ترجمے میں معاونت کی۔

(۹) ہمارے مخلص دوست مولانا مبشر حسن مصباحی، پی ایچ ڈی اسکالر جامعہ جواہر لال نہرو، نئی دہلی نے اس کتاب کے آغاز سے انتہا تک اپنے مفید مشورے دیے اور کئی موضوعات پر میں نے ان سے بارہا تبادلۂ خیال کیا۔

میں ان تمام حضرات کا بے حد ممنون ہوں اور لفظوں میں کیا شکریہ ادا کروں اللہ تعالیٰ ہی ان کو دارین میں بہتر جزا عطا فرمائے۔ اس کتاب کی تالیف کا سہرا میرے والدین کریمین،

جملہ اساتذہ اور عمین شفیقین حضرت قاضیٔ اہل سنت، مفتی محمد عثمان برکاتی مصباحی اور حضرت مولانا احمد حسین برکاتی کے سر جاتا ہے جن کی دعاے سحر گاہی اور نالۂ نیم شبی کے سبب یہ کام مکمل ہوا۔ میری شریک حیات سلمہا اللہ تعالیٰ بھی میری طرف سے تشکر کی مستحق ہیں کہ انہوں نے اس کتاب کی تیاری کے دوران خانگی الجھنوں سے بہت حد تک مجھے بے نیاز کیا۔

اس کتاب کی طباعت پہ بڑا صرفہ آرہا تھا اور بظاہر کتاب کا چھپنا دشوار معلوم ہو رہا تھا لیکن بعض احباب نے دست تعاون دراز کیا اور اس کی طباعت کا انتظام بفضل اللہ مکمل ہوا۔

جناب حاجی انکشاف احمد، دیولی، مبارک پور، جناب فرحت رضا ابن حسان احمد، محلہ پرانی بستی، مبارک پور اور عالی جناب فضل محمود صاحب، ذاکر نگر، نئی دہلی نے کتاب کی کمپوزنگ کے صرفہ میں حصہ لیا۔ مکمل طباعت کے صرفے کا انتظام ہمارے کرم فرما، حضرت مولانا عبد القیوم قادری، ابن الحاج مولانا خورشید عالم صاحب، ساکن پریا گپور، ضلع سرہا نیپال، نے اپنی والدہ ماجدہ کے ایصال ثواب کے لیے کیا۔ مولانا قادری ایک متحرک وفعال، باصلاحیت عالم دین اور خطیب ہیں، رشتہ میں ہمارے خالو ہیں، بغرض ملازمت اس وقت قطر میں مقیم ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ ان کے اس تعاون کو قبول فرمائے اور ان کے والدین اور ان کے لیے صدقہ جاریہ بنادے۔

۳۰ر محرم الحرام ۱۴۳۹ھ — محمد رضا قادری مصباحی

۲۱ر اکتوبر ۲۰۱۷ء بروز شنبہ — خادم جامعہ اشرفیہ مبارک پور، اعظم گڑھ

# بابِ اول

## نیپال کا تعارف

GOVT. URDU LIBRARY, PATNA

# باب اول:

# نیپال کا تعارف

## نیپال کا جغرافیہ

"نیپال" براعظم وسط ایشیا کے جنوب میں دو عظیم ملکوں، ہندوستان اور چین کے بیچ کوہ ہمالہ کے دامن میں واقع چاروں طرف سے خشکی سے گھرا ہوا قدرتی حسن و جمال، دلکش مناظر، دشت و کہسار اور وادی پر مشتمل ایک چھوٹا سا ملک ہے جو شمال میں 28.00N° (اٹھائیس درجے صفر دقیقہ) خط عرض (Latitude) اور مشرق میں 84.00E° (چوراسی درجے صفر دقیقہ) خط طول (Longitude) کے درمیان واقع ہے۔(۱) اس کا رقبہ ایک لاکھ سینتالیس ہزار ایک سو اکیاسی (۱۴۷۱۸۱) مربع کیلومیٹر ہے (۲) اور دار الحکومت کاٹھمنڈو ہے۔ شمال کی طرف سے اس کی سرحد تبت سے ملتی ہے جو چین کے ماتحت ہے اور جنوب، مشرق و مغرب میں ہندوستان سے ملتی ہے۔ مشرق و مغرب میں اس کا طول ۸۸۵ کیلومیٹر اور جنوب و شمال میں اس کا عرض ۲۴۰ سے ۱۲۸ کیلومیٹر کے درمیان ہے۔ پوکھرا، براٹ نگر، دھران، بھیرہوا، بٹول، جنک پور، بیر گنج، نیپال گنج، لمبنی، بھگت پور، پاٹن اور ہٹوڈا اس کے مشہور مقامات ہیں۔

(۱) - ۱۔ أطلس العالم۔ إشراف ومراجعہ ،إبراہیم حلیمی الغوری، ص: ۶۸، دار الشرق العربی للطباعۃ والنشر ،لبنان، بیروت، ۲۰۰۶م۔ ۲۔Nepal, Coordinates

(۲) أطلس العالم۔ اشراف ومراجعہ ،ابراہیم حلیمی الغوری.:ص: ۶۸، المؤسسۃ العلمیۃ للوسائل التعلیمیۃ۔ سوریۃ حلب الطبعۃ السادسۃ: ۲۰۰۶م۔

# نیپال کی جغرافیائی تقسیم

قدرتی طور پر نیپال کی زمین تین حصوں میں منقسم ہے: ہمالی، پہاڑی اور ترائی۔

## ہمالی خطہ:

نیپال کا یہ خطہ ملک کے شمال میں واقع ہے اور پہاڑوں کی اونچی اونچی چوٹیوں سے مل کر بنا ہے۔ یہاں پر خوب برف باری ہوتی ہے۔ یہ نیپال کا سب سے بلند خطہ ہے۔ بہت سی اونچی اونچی چوٹیاں ہمیشہ برف سے ڈھکی رہتی ہیں۔ دنیا کی سب سے اونچی چوٹی ماؤنٹ ایورسٹ (Mount Everest) جس کی اونچائی ۸۸۵۰ رمیٹر ہے۔(۱) نیپال کے اسی خطے میں واقع ہے۔ نیپال میں اونچے اونچے پہاڑوں کا ایک طویل سلسلہ ہے جو مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک پھیلا ہوا ہے۔ اس کی اونچائی ۳۰۰۰ رمیٹر سے ۸۰۰۰ رمیٹر کے درمیان ہے۔

## پہاڑی خطہ:

ہمالی خطہ سے جنوب کا علاقہ پہاڑی خطہ کہلاتا ہے۔ یہ حصہ بھی پہاڑوں سے ہی مل کر بنا ہے تاہم اس کی اونچائی پہاڑی خطہ سے کم ہے اور برف باری بھی کم ہوتی ہے۔ اس خطہ میں مختلف پہاڑوں کے درمیان بہت سی وادیاں ہیں جن میں کاٹھمنڈو اور پوکھرا کی وادیاں زیادہ مشہور ہیں۔ ملک کے سب سے زیادہ لوگ اسی خطہ میں آباد ہیں۔

## ترائی خطہ:

پہاڑی خطوں کے جنوب کا میدانی حصہ، ترائی کہلاتا ہے۔ یہی وہ خطہ ہے جو ہندوستان سے ملا ہوا ہے۔ نیپال کی سبھی ندیاں اسی خطہ سے ہوکر ہندوستان کی طرف بہتی ہیں، یہ بہت ہی زرخیز خطہ ہے۔ سب سے زیادہ کھیتی اسی حصہ میں ہوتی ہے۔ آبادی کے اعتبار سے بہت گنجان علاقہ ہے۔ مسلمانوں کی اکثریت اسی میدانی خطہ میں آباد ہے۔

(۱) أطلس العالم۔ المؤسسة العلمية للوسائل التعليمية۔ سوريا حلب، ص: ۶۸۔ ۲۰۰۶م۔

براٹ نگر، جنک پور، لہان، بیرگنج، نیپال گنج، لمبنی، بٹول، بھیرہواں اور کپل وستو جیسے مشہور مقامات اسی ترائی خطہ میں واقع ہیں۔

نیپال کے مشرق میں میچی اور مغرب میں مہا کالی ندی، ہندو نیپال کے درمیان سرحد کا کام کرتی ہیں۔ نیپال پانی کے معاملے میں بڑا ہی دھنی ہے۔ قدرتی جھیل اور ندیاں یہاں قدرت کی عظیم دین ہیں۔ اس نعمت کا صحیح استعمال کر کے نیپال اپنی اقتصادی حالت کو بہتر کر سکتا ہے۔ کوشی، نارائنی، اور کرنالی یہاں کی بڑی بڑی ندیاں ہیں جو دیکھنے میں سمندر معلوم ہوتی ہیں۔ ان سے درجنوں چھوٹی ندیاں نکل کر ملک کے طول وعرض میں بہتی ہیں۔ نیپال کی ۱۶ر فیصد ہی زمین زراعت کے قابل ہے بقیہ حصے جنگلات، پہاڑ اور وادیوں پر مشتمل ہیں بلکہ راقم سطور کے ناقص مشاہدات کی روشنی میں ۹۰٪ نیپال پہاڑوں اور وادیوں پر مشتمل ہے، صرف ۱۰٪ علاقے میدانی اور ترائی زمینوں پر مشتمل ہیں۔

شہرۂ آفاق عالم ہیئت وجغرافیہ وعمرانیات، علامہ ابوریحان محمد بن احمد البیرونی الخوارزمی (۳۶۲۔۴۴۰ھ) نے اپنی مشہور زمانہ تصنیف "تحقیق ماللهند من مقولة مقبولة فی العقل" میں ایک مستقل مملکت کے طور پر نیپال کا ذکر کیا ہے۔ اس کتاب میں ہندوستان کے شہروں، نہروں اور اس سے متصل بعض ممالک کی سرحدی مسافت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وما تیاسر فهو مملكة "نيبال" وذكر بعض من سلك تلك البقاع أنه تياسر عن استقبال المشرق وهو بتنوت و إنه سار إلى نيبال عشرين فرسخا أكثره صعود۔ وإنه بلغ من نيبال إلى بهو تيشر فی ثلاثين يوما۔۔۔ وبهو تيشر أول حد التبت وفيه تتغير اللغة والزی والصورة" (۱)

قامروں (آسام) کے پہاڑوں کے بائیں جانب (جنوب) میں مملکت نیپال ہے۔ ان خطوں کا سفر کرنے والے ایک شخص کا بیان ہے کہ بتنوت سے مشرق کی سمت رخ

(۱) تحقیق ماللهند من مقولة مقبولة فی العقل، ابوریحان محمد بن احمد البیرونی، ص:۷۶۔

کرنے سے نیپال بائیں جانب ہوتا ہے۔اس شخص نے نیپال میں ۲۰ فرسنگ کا سفر بلندی کی طرف چڑھتے ہوئے کیا اور نیپال سے بھوتیشر تیس دن میں پہنچا۔اور بھوتیشر تبت کی سرحد ہے جہاں کی زبان،لباس اور شکل وصورت بھی بدلی ہوئی ہیں۔

## نیپال کی زمینی ساخت

ماہرین علمِ ارضیات کا کہنا ہے کہ نیپال، زیر زمین میں دو بڑی ٹیکٹونک پلیٹوں، انڈو۔آسٹریلیائی پلیٹ اور ایشیائی پلیٹ کی سرحد پر واقع ہے۔پانچ کروڑ سال کے درمیان ان دو پلیٹوں کے باہمی ٹکراؤ سے ہمالیہ کے پہاڑ پیدا ہوئے۔اسی وجہ سے نیپال زلزلوں کی زد میں رہتا ہے اور یہاں زلزلے معمول اور متوقع ہیں(۱)۔

ماہرینِ طبقات الارض کا کہنا ہے کہ وہ جگہ جہاں ہمالیہ کے پہاڑ واقع ہیں وہاں دسیوں لاکھ سال قبل ایک سمندر تھا جو دو ٹیکٹونک پلیٹوں کے درمیان حد فاصل کا کام کرتا تھا۔انجارا لینڈ (Angara Land) شمالی ٹیکٹونک پلیٹ اور گونڈوانا لینڈ (Gondwana Land) جنوبی ٹیکٹونک پلیٹ۔ماہرین اَرضیات کے نزدیک اس سمندر کا نام تیتش (Tethys) تھا جو ہند برما سرحد سے لے کر بحر اٹلانٹک تک پھیلا ہوا تھا جو مغربی افریقہ میں خلیج جو یانا میں واقع ہے۔

طویل ارضیاتی مدت گزرنے کے ساتھ ساتھ دونوں ٹیکٹونک پلیٹوں کی پرتیں جھڑتی چلی گئیں اور اس کے نتیجے میں سمندر خشک ہوگیا۔پھر زمین کا داخلی حصہ حرارت ختم ہوجانے کے سبب سکڑ گیا اور زمین کے باطنی حصے اور خارجی پرت کے درمیان خلا پیدا ہوگیا۔بجائے اس کے کہ اب خارجی پرت زمین کے باطنی حصے پر گرے دونوں طرف سے سمندر کی جانب گر پڑا اور سمندر سکڑنے لگا اور دونوں ٹیکٹونک پلیٹوں کے اطراف کے پگھلنے اور اپنی جگہ سے کھسکنے کے سبب دباؤ کے نتیجے میں ٹکراؤ پیدا ہوا اور یہ ہمالیائی پہاڑ وجود میں آگئے۔

(۱) نیپال میں زلزلہ ۲۰۱۵ء۔ آزاد دائرۃ المعارف ویکیپیڈیا۔

معروف محقق، ڈاکٹر سید علیم اشرف جائسی، ماہرین ارضیات کا قول نقل کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

يقول علماء الجيولوجيا: إن المكان الذى تقع فيه الآن جبال هيمالايا (HIMALAYA) كان يقع. قبل ملايين السنين. بحر يفصل بين قارتين: قارة أنجارالاند (Angara land) الشمالية، وقارة جوندوا نالاند (Gondwana) الجنوبية، وكان هٰذا البحر الذى يسميه الجيولوجيون. ب " تيش" (Tethys) ممتدا من الحدود الهندية البورمية الحالية إلى المحيط الأطلسى فى خليج جو يانا (Guinea) فى غرب إفريقيا.

وبمرور العصور الجيو لوجية الطويلة تعرت صخورهاتين القارتين وبالتالى سببت فى تغرين البحر بالرواسب الطمية، ثم انكمش باطن الأرض لفقدان الحرارة وترك فراغابينه وبين القشرة الخارجية للأرض وبدلامن أن تسقط القشرة الخارجية على باطن الأرض اندفعت نحو البحر من جانبين وجعلت البحر ينكمش وبسبب الضغوط الناجمة عن انزلاق أطراف القارتين وانصهارها نشأت المرتفعات عن التواء هٰذه ا الرواسب.(۱)

## آب وہوا

کسی بھی ملک کی آب وہوا، حرارت وبرودت اور قوموں کی ثقافتی ومعاشرتی بنیادوں کی تشکیل میں وہاں کے جغرافیائی حالات اور زمینی ساخت کا اہم رول ہوتا ہے۔ چوں کہ نیپال کی زمینی ساخت یکساں نہیں ہے اس لیے یہاں کی آب وہوا بھی ایک نہیں ہے۔ اس کے شمال میں ہمالیہ کے پہاڑ واقع ہیں جو اس کے موسمی تغیرات میں اہم رول ادا کرتے ہیں۔ ہمالیائی پہاڑوں کے سبب قطب شمالی کی طرف سے آنے والی سخت ٹھنڈی

(۱) الدكتور ، سيد عليم أشرف الجانسى. فصول فى التعريف بالهند العربية الإسلامية ، ص:۲،دار العلوم جائس، رائے بریلی، الہند، ۲۰۰۳م۔ مقتبساً من جغرافيا البحار والمحيطات، جودة حين جودة. الطبعة الثالثة الإسكندرية: منشأة المعارف، ۱۹۸۴م۔

ہواؤں سے نیپال محفوظ ہو جاتا ہے اور برسات کے موسم میں بارش بھی خوب ہوتی ہے۔ ۱۵/فروری سے ۱۵/جون تک نیپال کے زیادہ تر علاقوں کا موسم گرم اور خشک رہتا ہے، آندھیاں زیادہ چلتی ہیں۔ پہاڑی علاقوں میں گرمی کی شدت کم ہوتی ہے اور ہمالیائی علاقے اس موسم میں بھی سرد ہوتے ہیں۔ اونچی چوٹیاں برف سے ڈھکی ہوتی ہیں۔ ۱۵/جون سے ۱۵/اکتوبر تک یہاں موسمی ہوائیں چلتی ہیں جنھیں مانسون کہتے ہیں۔ ان ہواؤں کے ذریعہ خوب بارش ہوتی ہے۔ شمالی خطہ میں سب سے کم، ترائی میں اس سے زیادہ اور پہاڑی خطہ میں سب سے زیادہ بارش ہوتی ہے۔ نیپال میں سب سے زیادہ بارش پوکھرا وادی میں ہوتی ہے۔ یہ ایشیا کی سب سے خوبصورت ترین وادی ہے جو صناع ازل کے حسنِ تخلیق کی مظہر ہے۔ چہار جانب سے پہاڑوں سے گھری ہوئی ہے اور پورے طور پر ہمالیہ کے آغوش میں ہے یہ نیپال کا سب سے اہم سیاحتی شہر ہے۔ یہاں کے مشہور Fewa Tall کو دیکھنے کے لیے سیاحین پوری دنیا سے یہاں آتے ہیں، پورا شہر ایر کنڈیشنڈ ہے۔ جہاں درجۂ حرارت میں اضافہ ہوا فوراً بارش شروع ہو جاتی ہے، یہاں تقریباً ہر روز ہی بارش ہوتی ہے۔ بارش کے معاملے میں پوکھرا پوری دنیا میں دوسرے نمبر پر ہے۔ جبکہ پہلے نمبر پہ ہندوستان میں واقع، چراپونجی ہے۔ ۱۵/اکتوبر سے ۱۵/فروری تک یہاں کی آب وہوا سرد ہوتی ہے۔ اس موسم میں پہاڑی علاقوں میں زیادہ ٹھنڈک پڑتی ہے(۱)

## نیپال میں تباہ کن زلزلے (۲۰۱۵ء) اسباب واثرات

## (Nepal earthquake 2015)

۲۵/اپریل ۲۰۱۵ء کو نیپال میں آنے والا زلزلہ دنیا کے مختلف علاقوں میں آنے والے تباہ کن زلزلوں میں سے ایک عظیم زلزلہ تھا جو مقامی وقت N.S.T. کے مطابق ۲۶-۱۱:۵۶ (گیارہ بج کر چھپن منٹ، چھبیس سکنڈ) پر آیا۔

(۱) ملخصاً نیپال کا جغرافیہ وتاریخ، حصہ اول، ص: ۹-۱۰۔ حفظ الرحمن عاکف۔ مطبوعہ: ۱۹۹۸ء

زلزلے کی شدت .M.W ریختہ پیمانے سے 7.8 اور .M.S پیمانہ سے 1.8 ناپی گئی تھی۔ زلزلے کا مرکز دارالحکومت کاٹھمنڈو سے ۷۰ کلومیٹر دور شمال مغرب کا علاقہ تھا جس کا عرض البلد ۲۸ درجے، ۱۴۷ دقیقے اور طول البلد ۸۴ درجے ۷۰۸ دقیقے (28.147N°-84.708E°) ہے۔ زلزلہ کی گہرائی صرف ۱۵ کلومیٹر تھی۔

۲۶/اپریل ۲۰۱۵ء کو دوسری بار زلزلہ آیا۔ ریختہ پیمانے پر اس کی شدت M.W. 7.6 تھی۔ یہ زلزلہ ۱۲ بج کر ۵۴ منٹ پر آیا۔ ان دو زلزلوں کے بعد چھوٹے بڑے جھٹکے آتے رہے جن کی کل تعداد ۱۲۰ تک پہنچتی ہے۔

ان زلزلوں نے نیپال کی بڑی بڑی آبادی کو ویرانی میں تبدیل کر دیا۔ پورے کاٹھمنڈو شہر اور اس کے اطراف میں موت کی سیاہ چادر تن گئی۔ بڑے بڑے اونچے محلات، فلک بوس عمارتیں آن واحد میں ملبوں کے ڈھیر میں تبدیل ہو کر رہ گئیں۔ زمین پھٹ گئی، سڑکوں میں بڑے بڑے شگاف پڑ گئے جیسے یہ زمین انسانی آبادی کو نگل لے گی۔ پورے ملک میں بالعموم اور کاٹھمنڈو اور اس کے شمالی علاقہ میں بالخصوص قیامت صغری جیسا روح فرسا منظر نظر آ رہا تھا۔ لوگ جان ہتھیلیوں پر لے کر عالم بے خودی میں ادھر ادھر دوڑتے چلے جا رہے تھے۔ زلزلہ کی گہرائی سطح زمین سے نہایت کم ہونے کی وجہ سے زمین ۳/میٹر تک کھسک گئی اور فالٹ کا پھٹنے والا حصہ، کاٹھمنڈو کے گنجان آباد علاقوں تک پھیل گیا۔ زلزلے کے تجزیاتی مطالعہ سے معلوم ہوا کہ اِنشقاقِ اَرض (زمین پھٹنے) کی ابتدا کاٹھمنڈو سے ۷۰ کلومیٹر شمال مغرب کے نسبتاً کم گہرے فالٹ سے ہوئی، جو شمال کی جانب ۱۳۰ کلومیٹر اور جنوب میں ۶۰ کلومیٹر تک بڑھتا چلا گیا۔

یہ زلزلہ اتنا شدید تھا کہ ہمالیہ کی سب سے اونچی چوٹی ماؤنٹ ایوریسٹ پر برفانی طوفان آ گیا جس میں ۱۹ لوگوں کی موت ہوگئی۔ اس کے اثرات شمالی انڈیا، چین، بنگلہ دیش اور بھوٹان جیسے پڑوسی ملکوں میں بھی محسوس کیے گئے۔

## زلزلہ سے ہونے والے جانی و مالی نقصانات

اس زلزلے نے ۱۵؍جنوری ۱۹۳۴ء/ ۲۸؍رمضان ۱۳۵۲ء، بروز دوشنبہ نیپال اور بہار میں آنے والے تباہ کن زلزلے کی یاد تازہ کردی۔ ۱۹۳۴ء میں بہار اور نیپال میں آنے والے زلزلے کی شدت ریختہ پیمانے پر ۸.۲ تھی، جس میں ۱۰۰۰۰؍لوگ لقمۂ اجل بنے تھے اور بہت بڑا مالی نقصان ہوا تھا۔ میرے جد امجد محمد صدیق قادری مرحوم (م ۲۰۱۳ء، بعمر ۹۳؍سال) جو اس زلزلے کے عینی شاہد تھے ان کا چشم دید بیان ہے کہ زمین پھٹ گئی تھی اور اتنی کشادہ کھائی بن گئی تھی کہ ہاتھی جیسا بڑا جانور بآسانی اس میں سما سکتا تھا۔ زمین سے آگ کے لاوے نکلتے تھے، پانی اور ابخرات کے ساتھ ریگ اور بالو فوارہ کی طرح نکل رہے تھے۔ اس زلزلے کے بعد نیپال کا یہ دوسرا بڑا زلزلہ تھا جس نے پورے ملک کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔

سرکاری سطح پر ۸۶۳۲؍اموات اور ۱۹۰۰۹؍زخمیوں کی تصدیق کی گئی ہے، جن میں اموات اور زخمیوں کی تعداد درج ذیل ہے:

| شہری | اموات | زخمی |
|---|---|---|
| نیپالی | ۸۴۷۱ | ۱۷۸۶۶ |
| بھارتی | ۱۳۰ | ۵۶۰ |
| چینی | ۲۷ | ۳۸۳ |
| بنگلہ دیشی | ۴ | ۲۰۰ |
| **کل میزان** | **۸۶۳۲** | **۱۹۰۰۹** |

مالی نقصان کا صحیح اندازہ لگانا مشکل ہے۔ زلزلہ کے مرکز سے قریب کے کئی گاؤں مکمل طور پر تباہ ہوگئے۔ وہاں کوئی گھر صحیح وسالم نہیں بچا۔ کاٹھمنڈو میں جانی ہلاکت کے ساتھ مالی تباہی بھی سب سے زیادہ ہوئی۔ کثیر منزلہ سیکڑوں عمارتیں مکمل طور پر تباہ ہوگئیں۔ نیپال کا سب سے اونچا "دھرارہ" ٹاور گر کر تباہ ہوگیا جس کی زد میں آکر کئی سو افراد موت کی

آغوش میں چلے گئے۔ایک اندازہ کے مطابق کاٹھمنڈو میں دوسو(۲۰۰) سے زیادہ مندر کلی یا جزوی طور پر تباہ و برباد ہو گئے۔مشہور پشوپتی ناتھ مندر کاٹھمنڈو اور جانکی مندر جنک پور، کو جزوی طور پر نقصان پہنچا۔اس کی دیوار میں شگاف پڑ گئے اور کئی حصے جھڑ کر گر گئے، لاکھوں شہری کیمپوں میں زندگی گزارنے پر مجبور ہوئے۔

## زلزلہ کے اسباب

ماہرین طبقات الارض کا کہنا ہے کہ "نیپال، زیر زمین دو بڑی ٹیکٹونک پلیٹوں، انڈو آسٹریلیائی پلیٹ اور ایشیائی پلیٹ کی سرحد پر واقع ہے۔ان دونوں پلیٹوں کے آپس میں ٹکراؤ سے ہمالیہ کے پہاڑ پیدا ہوئے۔اسی وجہ سے یہاں زلزلے معمول اور متوقع ہیں۔ جب بھی ان دو پلیٹوں میں ٹکراؤ ہوگا یہاں زلزلے ضرور آئیں گے۔ماہرین، سائنسی ترقی کے باوجود زلزلوں کے سلسلے میں حتمی پیشین گوئی کرنے میں ناکام ہیں۔زلزلہ کے حقیقی اسباب کیا ہیں؟اس میں اہل علم کے درمیان اختلاف ہوسکتا ہے۔ایک ظاہری وجہ تو وہی سمجھ میں آتی ہے جو سائنس دانوں نے بتائی۔

**دوسری وجہ:** اور راقم سطور کی نگاہ میں حقیقی وجہ، اللہ تبارک وتعالیٰ کی ناراضی ہے۔ ایک مذہب پر یقین رکھنے والا انسان زلزلوں کی مادی توجیہات کی بجائے اسے مُسبِّبِ حقیقی اور مُصَرِّفِ اَزَلی کی طرف پھیر دیتا ہے۔جب کسی قوم میں کوئی برائی اجتماعی سطح پر پھیل جاتی ہے تو اسے مجموعی طور پر سزا دی جاتی ہے۔گذشتہ چند دہائیوں میں نیپال کے بعض شہروں، کاٹھمنڈو، پوکھرا وغیرہ میں فحاشی، عریانیت اور بدکاری یورپ سے آنے والے غیر ملکی سیاحوں کے ذریعہ اس عروج کو پہنچ گئی کہ غضب خداوندی کو دعوت دینے کی باعث ہوئی اور پوری قوم کو سبق سکھانے کے لیے یہاں زلزلہ برپا کیا گیا تاکہ یہ اپنے معبود حقیقی کی طرف پلٹے۔زمین گناہوں سے بھر چکی تھی، زلزلہ کے ذریعہ اسے صاف کیا گیا۔

**تیسری وجہ:** گذشتہ ایک دہائی سے نیپال کی سب سے بڑی اقلیت مسلمانوں کے

حقوق کی پامالی، ان پر مظالم، ان کے خلاف منافرت اور اندرون ملک انتہا پسند فرقہ پرستوں کی جانب سے مسلمانوں کے خلاف سازشیں، ان کو پسماندگی کی طرف دھکیلنے کی پالیسیاں تیار ہوتی رہیں۔ زلزلہ کے سال بعض مقامات پر فرقہ پرستوں کی طرف سے قرآن پاک کے اوراق نذر آتش کیے جانے کی بھی خبر ہے۔

قابل غور بات یہ ہے کہ اس پورے زلزلہ میں کسی ایک بھی مسجد یا مسلمانوں کے مکان کے انہدام کی کوئی اطلاع نہیں ملی ہے، بلکہ مسلمانوں کا جانی نقصان بھی نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ جس بلڈنگ میں مسلمان موجود تھے جب تک کوئی مسلمان اس میں موجود رہا بلڈنگ زمیں بوس نہ ہوئی اور جیسے ہی مسلمان باہر آئے گر گئی۔ کپٹول بستی کے کئی مسلمانوں نے یہ اپنا چشم دید واقعہ راقم سطور سے بیان کیا۔ یہ لوگ اس وقت کاٹھمنڈو میں موجود تھے، سابق سینئر بس ڈرائیور، جناب صوفی محمد نصیر الدین قادری ساکن، کپٹول کا بیان ہے کہ میں سہ منزلہ بلڈنگ کے اوپری حصہ میں سو رہا تھا، زلزلہ آیا اور مکان اس طرح ہلنے لگا جیسے شاخ بلا کرتی ہے۔ میں گھبرایا ہوا باہر نکل آیا، باہر نکلتے ہی بلڈنگ زمیں بوس ہوگئی۔ اس زلزلہ سے نیپال کے غیر مسلم برادران وطن کو سبق سیکھنا چاہیے اور مسلمانوں کے تعلق سے اپنے منفی اور انتہا پسندانہ خیالات کو دل سے نکال دینا چاہیے۔ انھیں معلوم ہونا چاہیے کہ مسلمانوں کا وجود اس ملک کے لیے رحمت ہے اگر مسلمان یہاں آباد نہ ہوتے، اولیاے کرام کے آستانے نہ ہوتے تو نیپال نہ جانے تباہی کے کس دہانے پر ہوتا؟

۲۶/اپریل ۲۰۱۵ء کو جب دوسرے دن زلزلہ آیا راقم سطور اپنے شیخ طریقت حضرت مولانا شاہ محمد ظہیر عالم قادری برکاتی (مرادآباد) کے ساتھ ایک سفر میں الہ آباد کے علاقہ میں تھا۔ زلزلہ کا جھٹکا میں نے خود بھی محسوس کیا۔ پھر نیپال میں زلزلہ سے ہونے والے حادثات پر گفتگو ہونے لگی، میں نے عرض کیا حضور دعا فرمائیں کہ یہ بلا ٹل جائے اور ملک تباہی سے بچ جائے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: مفتی صاحب! ابھی بہت تباہ کن زلزلے اور آنے ہیں۔ کیوں کہ ان قوموں کی سرکشی حد سے تجاوز کر چکی ہے۔ میرے کثیر اصرار

والحاج پر آپ نے زلزلہ کے تھم جانے کی دعا فرمائی جس کے بعد کوئی بڑا زلزلہ نہیں آیا بلکہ چھوٹے اور ہلکے پھلکے جھٹکے آتے رہے، یہ بھی اس ملک پر مسلمانوں کا بڑا احسان ہے۔

## زلزلہ کے بعد نیپال کو حاصل ہونے والی بین الاقوامی امداد کا خلاصہ

اتنے بڑے پیمانہ پر تباہی کے نتیجے میں نیپال کو کھربوں ڈالر کے مالی نقصانات سے دوچار ہونا پڑا۔ اقتصادی ڈھانچہ مکمل طور پر تباہ ہوگیا۔ نیپال کو اس سنگین بحران اور مصیبت سے نکالنے کے لیے پڑوسی ممالک سمیت دنیا بھر کے ملکوں اور رفاہی اداروں نے دست تعاون دراز کیا اور امدادوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ شاید پہلی بار ایسا ہوا کہ نیپال نے پوری دنیا کو اپنی طرف متوجہ کرلیا اور ہر دل میں اس سے ہمدردی کے جذبات پائے جارہے تھے۔

ذیل کی سطور میں نیبا ا کو ڈالر کی شکل میں ملنے والی بین الاقوامی امداد کی ایک فہرست پیش کی جارہی ہے۔ جن ممالک نے غیر نقدی اجناس مثلاً ریسکیو ٹیموں، ملٹری فورسیز، اشیاے خورد ونوش، طبی خدمات، رہائشی خیموں، کپڑوں اور دیگر ساز وسامان کے ذریعہ مدد کی ان کی بھی فہرست کافی طویل ہے۔ ان میں ہندوستان، پاکستان اور چین سر فہرست ہیں۔ ان ممالک نے ہمسائگی اور دوستی کا پورا حق ادا کیا۔ روپے اور پیسوں کے علاوہ باز آبادکاری اور راحت رسانی کے سامان، ملٹری فورسیز اور افرادی وسائل کے ذریعہ نیپال کی بھرپور مدد کی۔

| امدادی ادارہ/ ملک | مالی مدد امریکی ڈالر میں | امدادی ادارہ/ ملک | مالی مدد امریکی ڈالر میں |
|---|---|---|---|
| ۱۔ عالمی اتحاد برائے اجتماع صلیب احمر وہلال احمر | ڈالر 55.664,535 Emergency Fund Activated | ۲۔ یورپی اتحاد | ڈالر 3.3 ڈالر ملین |
| ۳۔ الجزائر | ڈالر ایک ڈالر ملین | ۴۔ آسٹریلیا | ڈالر 86.15 ڈالر ملین |
| ۵۔ آسٹریا | ڈالر 000,835 | ۶۔ بلجیم | ڈالر 5.3 ڈالر ملین |
| ۷۔ بھوٹان | ڈالر ایک ڈالر ملین | ۸۔ کنیڈا | ڈالر 16.4 ڈالر ملین<br>ڈالر 000,832<br>To The Canadian Red Cross |
| ۹۔ چین | ڈالر 9.9 ڈالر ملین | ۱۰۔ چیک جمہوریہ | ڈالر 378,791 |

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۱۱۔ ڈنمارک | ڈالر 000,744 | ۱۲۔ فن لینڈ | ڈالر 35.3 ڈالر ملین |
| ۱۳۔ جرمنی | ڈالر 34.68 ڈالر ملین<br>ڈالر 60 ڈالر ملین<br>Donation by the Public | ۱۴۔ جاپان | ڈالر 7 ڈالر ملین |
| ۱۵۔ ہانگ کانگ | ڈالر 45.6 ڈالر ملین | ۱۶۔ انڈونیشیا | ڈالر 2 ڈالر ملین |
| ۱۷۔ جمہوریہ آئرلینڈ | ڈالر 126.1 ڈالر ملین | ۱۸۔ اطالیہ | ڈالر 000,326 ڈالر ملین |
| ۱۹۔ جاپان | ڈالر 4.8 ڈالر ملین | ۲۰۔ نیدرلینڈ | ڈالر 45.4 ڈالر ملین<br>By the Government 736,038.and 24 Dolor Raised by Giro-555 Action(Netherland (Helps Nepal |
| ۲۱۔ نیوزی لینڈ | ڈالر 000.771<br>In humanitarion aid | ۲۲۔ ناروے | ڈالر 3.17 ڈالر ملین |
| ۲۳۔ سنگاپور | ڈالر 000,100 | ۲۴۔ سلواکیہ | ڈالر 33000 |
| ۲۵۔ سلووینیا | ڈالر 000,55 | ۲۶۔ جنوبی کوریا | ڈالر ایک ڈالر ملین |
| ۲۷۔ سوئٹزرلینڈ | ڈالر 19.2 ڈالر ملین | ۲۸۔ سویڈن | ڈالر 5.1 ڈالر ملین |
| ۲۹۔ تائیوان | ڈالر 000,300 | ۳۰۔ تھائی لینڈ | ڈالر 000,200<br>By Government<br>ڈالر 000,302<br>By the king<br>ڈالر 56.5 ڈالر ملین By the Public |
| ۳۱۔ متحدہ عرب امارات | ڈالر 36.1 ڈالر ملین | ۳۲۔ مملکت متحدہ | ڈالر 130 ڈالر ملین (پاؤنڈ 83 ڈالر ملین) |
| ۳۳۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ | ڈالر 10 ڈالر ملین گورنمنٹ کی طرف سے | ۳۴۔ ویٹیکن سٹی | ڈالر 000,100 |
| ۳۵۔ ویت نام | ڈالر 150000<br>By the Government<br>by the 00,300<br>Vietnam<br>Red Cross (۱) | | |

(۱) زلزلہ کی یہ مکمل رپورٹ، آزاد دائرۃ المعارف ویکیپیڈیا میں۔ ''نیپال میں ۲۰۱۵ء کا زلزلہ'' کے نام سے موجود ہے۔

## زلزلہ کے بعد ملنے والی بین الاقوامی امداد کا استعمال

زلزلہ متاثرین کے لیے مذکورہ بالا ممالک اور رفاہی اداروں نے نیپال کی مدد اس لیے کی تھی کہ زلزلہ سے ہونے والی تباہی کی کسی حد تک تلافی ہو سکے۔ جتنی بڑی رقم، ڈالر، پاؤنڈ اور ریال کی شکل میں نیپال کو عطیہ کے طور پر دی گئی اگر حکومت نیپال اس کا صحیح اور جائز استعمال کرتی تو ایک ترقی پذیر جدید نیپال وجود میں آجاتا۔ تمام چھوٹی اور بڑی شاہراہیں اور سڑکیں بن کر تیار ہو جاتیں۔ ہر شخص کو مکان فراہم کیا جا سکتا تھا، لیکن افسوس ہے ان نام نہاد مفاد پرست لیڈران پر جنھوں نے اتنے بڑے بین الاقوامی فنڈ کا استعمال نیپال کی تعمیر جدید کے بجائے اپنے پر تعیش محلات کی تعمیر کے لیے کیا، یا بینک بیلنس کرنے کے لیے کیا۔ آج نیپال کا شہری بجلی، سڑک اور روزگار کے لیے بے حد پریشان ہے۔ انھیں چلنے کے لیے روڈ اور تعلیم کے لیے اچھے اسکول میسر نہیں ہیں۔

## نیپال کے شہروں کا طول البلد وعرض البلد

نیپال کے اکثر شہروں کا طول البلد وعرض البلد پیش کیا جا رہا ہے تا کہ جائے وقوع کو سمجھنے اور نماز کے اوقات متعین کرنے میں آسانی ہو۔

| مقام (Location) | عرض البلد (Latitude) | طول البلد (Longitude) |
|---|---|---|
| Annapurna | 28.34 N° | 83.50 E° |
| Arun | 26.55 N° | 87.10 E° |
| Baitadi | 29.35 N° | 80.25 E° |
| Bhagatpur | 27.38 N° | 85.24 E° |
| Birantnagar | 26.27 N° | 87.17 E° |
| Chisapani Garhi | 27.30 N° | 84.02 E° |

| | | |
|---|---|---|
| Dandeldhura | 29.20 $N^0$ | 80.35 $E^0$ |
| Dhangarhi | 28.55 $N^0$ | 80.40 $E^0$ |
| Dhankuta | 26.55 $N^0$ | 87.40 $E^0$ |
| Dhaulagiri | 28.39 $N^0$ | 83.28 $E^0$ |
| Everest, Mt. | 28.05 $N^0$ | 86.58 $E^0$ |
| Gurkha | 28.05 $N^0$ | 84.40 $E^0$ |
| Ilam | 26.58 $N^0$ | 87.58 $E^0$ |
| Joleswar | 26.38 $N^0$ | 85.48 $E^0$ |
| Jumla | 29.15 $N^0$ | 82.13 $E^0$ |
| Kanchenjunga | 27.50 $N^0$ | 88.10 $E^0$ |
| Karnali | 28.45 $N^0$ | 81.16 $E^0$ |
| Kathmandu | 27.45 $N^0$ | 85.20 $E^0$ |
| Kathmandu | 27.42 $N^0$ | 85.19 $E^0$ (1) |
| Lalitpur | 27.40 $N^0$ | 85.20 $E^0$ |
| Mahabharat lekh | 28.30 $N^0$ | 82.00 $E^0$ |
| Manaslu | 28.33 $N^0$ | 84.33 $E^0$ |
| Mugu | 29.45 $N^0$ | 82.30 $E^0$ |
| Mustang | 29.10 $N^0$ | 83.55 $E^0$ |
| Namche Bazar | 27.51 $N^0$ | 86.47 $E^0$ |
| Nawakot | 27.55 $N^0$ | 58.10 $E^0$ |

(1) Map of Kathmandu, Nepal.

| | | |
|---|---|---|
| Nepalgang | 28.05 $N^0$ | 81.40 $E^0$ |
| Lalitpur/ Patan | 27.40 $N^0$ | 85.20 $E^0$ |
| Pokhara | 28.14 $N^0$ | 83.58 $E^0$ |
| Ramechhap | 27.25 $N^0$ | 86.10 $E^0$ |
| Silgarhi Doti | 29.15 $N^0$ | 81.00 $E^0$ |
| Smimikot | 30.0 $N^0$ | 81.50 $E^0$ |
| Siwalik Rage | 28.0 $N^0$ | 83.0 $E^0$ |
| Udaipur Garhi | 27.00 $N^0$ | 86.34 $E^0$ (۱) |
| Janakpur | 26.42 $N^0$ | 85.55 $E^0$ |
| Lahan | 26.43 $N^0$ | 86.29 $E^0$ |
| Birgung | 27.10 $N^0$ | 84.52 $E^0$ |
| Birendranagar | 28.55 $N^0$ | 80.20 $E^0$ |
| Rautahat | 26.34 $N^0$ | 86.31 $E^0$ |
| Butwal | 27.42 $N^0$ | 83.27 $E^0$ |

(۱) Nepal Latitude and Longitude Map.

# نیپال کی تاریخ

نیپال، تاریخی طور پر ایک بہت ہی قدیم ملک ہے۔ اس کا سب سے قدیم تذکرہ اتھروید، اپنشد، پُران اور ارتھ شاستر (۱) میں ملتا ہے۔ اتھروید میں نیپال کو کمبل برآمد کرنے والا خطہ کہا گیا ہے۔ سمدر گپت الہ آباد (۲) کے کتبات میں پڑوسی ملک کے طور پر اس کا ذکر آیا ہے۔ اسکندہ پُران میں ایک مستقل باب ہے جس میں نیپال کو مہاتما کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔

چناں چہ ویکی پیڈیا فری انسائیکلو پیڈیا میں Indo-Nepal Relation in perspective کے تحت Lok Raj Baral نے لکھا ہے:

Nepal is first mentioned in the late Vedic taext Atharvaveda Parisista as place exporting blankets, and inthepost-Vedic Atharvasiras Upanisad in Samudragupta's Allahabad inscription it is mentioned as a bardeting Country.

The skanda purana has a speparate knownas Nepal mahatmaya.

ترجمہ: نیپال کا پہلا تذکرہ ویدوں کے زمانہ کے آخری وید ''اتھروید'' میں ملتا ہے۔ اس میں نیپال کو کمبل اکسپورٹ کرنے والی جگہ کے طور پر لکھا گیا ہے۔ اور ویدوں کے زمانہ کے بعد کے زمانہ میں اتھرواسیراز اپنشد میں بھی اس کا ذکر ملتا ہے۔ الہ آباد میں موجود سمدر گپت کے کتبات میں نیپال کا تذکرہ ایک پڑوسی ملک کے طور پر آیا ہے۔ اسکندہ پران میں

(۱) ارتھ شاستر خاندان موریہ سے قبل کے ہندوستان کی سیاسی، تمدنی اور معاشرتی حالات پر مستند کتاب مانی جاتی ہے۔ جس کا زمانہ تالیف سکندر اعظم یعنی ۳۲۵ ق م کا زمانہ ہے (قدیم تاریخ ہند، ونسنٹ اے سمتھ، مرقومہ ۱۹۱۴ء، ص: ۲۰۴)

(۲) سمدر گپت ابن چندر گپت اول نے اپنے عہد کے فتوحات، کارناموں اور جنگوں کی تاریخ ایک ماہر سنسکرت شاعر سے قصائد کی شکل میں لکھوائے تھے جسے بعد میں ان پتھر کے ستونوں میں سے ایک پر کندہ کرادیا جس پر چھ صدی قبل اشوک نے اپنے فرامین منقوش کرائے تھے۔ ان کتبات پر تاریخ وسنین درج نہیں ہیں، لیکن انگریز مورخ ونسنٹ اے سمتھ نے بہت ہی تحقیق کے ساتھ ان کتبات کی تاریخ ۳۶۰ء سے ۳۷۰ء کا درمیانی زمانہ قرار دیا ہے۔ دیکھیے قدیم تاریخ ہند، ص: ۴۰۵، مترجمہ مولوی جمیل الرحمٰن۔

ایک الگ تذکرہ میں نیپال کو ''مہاتمایا'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔

لیکن نیپال کے مشہور مؤرخ ڈاکٹر دلی رامن ریگمی (۱۹۱۳ء-۲۰۰۱ء) کی تحقیق کے مطابق نیپال کا لفظ سب سے پہلے انڈین لٹریچر میں کوٹلیا کے اَرتھ شاستر میں استعمال کیا گیا ہے جس میں نیپال کو کمبل بنانے والا ملک کہا گیا ہے۔ ڈاکٹر ریگمی لکھتے ہیں:

The word nepal occurs for the first time in India literature in the work kautily who writes of certain blankets made in that country(۱).

ترجمہ: لفظ ''نیپال'' کا ذکر ہندوستانی ادب میں پہلی بار کوٹلیہ (چانکیہ) کی تصنیف میں آتا ہے جس میں اس نے کچھ کمبلوں کے بارے میں لکھا ہے جو اس ملک میں بنائے جاتے تھے۔

دراصل کاٹھمنڈو وادی ہی کو پہلے نیپال کے نام سے جانا جاتا تھا، قدیم زمانہ میں نیپال کا اطلاق چاروں طرف سے پہاڑوں سے گھری ہوئی اس وادی پر ہوتا تھا جو بیس میل لمبی اور پندرہ میل چوڑی تھی۔ جس میں کاٹھمنڈو للت پور اور پاٹن جیسے شہر و قصبات آباد ہیں۔ (۲)

بعد میں جب گورکھا راجہ پرتھوی نارائن شاہ نے ۱۸۲۵ سال بکرم سمبت ۱۷۶۸ء میں کاٹھمنڈو پر لشکر کشی کر کے اس پر قبضہ کر لیا تو اس نے ملک کی تمام چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو متحد کر کے منظم کیا اور پورے ملک کا نام نیپال رکھ دیا۔

یہاں یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ کاٹھمنڈو کو وادی سے کیوں تعبیر کیا جاتا ہے۔ علماے جغرافیہ کا کہنا ہے کہ لاکھوں برس پہلے کاٹھمنڈو وادی ایک جھیل کی شکل میں تھی، جس کے چاروں طرف پہاڑ تھے۔ بارش اور برفیلے پہاڑوں کے پانی کے ذریعہ پہاڑوں کی مٹی اس جھیل میں جمع ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ پُر ہو کر اس نے وادی کی شکل اختیار کر لی۔ جب یہ انسان کے رہنے کے قابل ہو گئی تو لوگ یہاں آ کر آباد ہونے لگے۔ (۳)

---

(۱) Ancient Nepal, Dr. Regmi- Page:18- Published in 2007, first ed. 1965.

(۲) قدیم تاریخ ہند، اے اسمتھ- ۱۹۱۴ء

(۳) نیپال کا جغرافیہ و تاریخ، حصہ اول، ص: ۲۶، حفظ الرحمٰن علیگ، ناشر: حفظ الرحمٰن، لبھنی آدرش، روپندیہی، نیپال۔ ۱۹۹۸ء

# نیپال کی وجہ تسمیہ

اس سلسلے میں تاریخ نویسوں کے آرا مختلف ہیں۔ کچھ لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ یہاں نے (Ne) نام کے ایک مُنی (سادھو) آکر آباد ہوئے، نے کا معنی عقلمند ہوتا ہے۔ بعد میں اس نے گوپال نسل کے ایک آدمی (بھکتامن) کو یہاں کا راجہ بنایا جو اس وادی کا پہلا راجہ تھا۔ اسی ''نے'' اور گوپال کے ''پال'' سے مل کر نیپال بنا۔(۱) بعض لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ ''نے'' کا معنی تبتی زبان میں ''گھر'' اور پال کا معنی ''اون'' ہوتا ہے یعنی اُون کا گھر، چوں کہ یہاں اون کی پیداوار زیادہ ہوتی ہے اور باہر ملکوں میں برآمد کیا جاتا ہے اسی وجہ سے اس کا نام نیپال پڑا۔(۲)

چنانچہ نیپال ویکیپیڈیا عربی میں العصور القدیمہ کے تحت اس طرح لکھا ہے:

ثم ذكر الأول مرة فى التاريخ فى نص الفيديو باعتبارها منطقة يتم فيها تصدير البطانيات و تلاه عدد كبير من النصوص القديمة التى تتحدث عن جمال وقوة النيبال كما تم ذكر النيبال فى بعض النصوص الهند وسية مثل بوجانارايانا(۳).

ایک تیسری رائے یہ ہے کہ نیواری (Newari) زبان میں جو کاٹھمنڈو کے باشندوں کی مادری زبان ہے Ne کا معنی ''سینٹر'' اور Pal کا معنی ''ملک'' ہوتا ہے۔ یعنی Central Country ''وسط ملک''۔ چونکہ نیپال دو عظیم ملکوں ہندو چین کے بیچ واقع ہے اس وجہ سے اسے نیپال کہا جاتا ہے۔(۴) الغرض مختلف اذواق کے اعتبار سے لوگوں نے الگ الگ وجہیں نکالی ہیں۔

(۱) History of Nepal, Daniel wright. Page:64- First edition Cambrigde 1877- Second- Indian ed.1958- From Calcutta.

(۲) Muslims of Nepal - Shamima Siddiqa, Page:7, First ed 1993.

(۳) نیپال۔ ویکیپیڈیا، الموسوعۃ الحرۃ http://ar.wikipedia.org/wiki/nepal

(۴) Muslims of Nepal- Shamima Siddiqa, Page:7,Pub. 1993

اسی سے قریب رائے قدیم مؤرخ ایچ، ایچ، رِسل (H.H. Risley) نے بھی ظاہر کی ہے وہ اپنی کتاب Notes on Nepal میں لکھتے ہیں:

The word "Nepal" is said to be derived from "Ne" the name of a certain ascetis, and "pala" cherished and therefore means"cherished by Ne(۱).

ترجمہ: نیپال کا لفظ ''نے'' اور ''پالا'' سے ماخوذ ہے۔ ''نے'' ایک خاص تارک الدنیا (سادھو) کا نام ہے اور ''پالا'' کا مطلب پالنا، پرورش کرنا۔ اس طرح نیپال کا مطلب ہوا ''نے کے ذریعہ پرورش کیا ہوا''۔

## نیپال پر مختلف خاندانوں اور بادشاہوں کی حکومت

نیپال کی تہذیبی تاریخ کی طرح اس کی سیاسی تاریخ بھی اتنی ہی قدیم ہے۔ زمانہ کے مختلف اَدوار میں اس ملک پر متعدد خاندان کے راجاؤں کی حکومت رہی ہے۔ عہد قدیم سے بیسویں صدی تک یہ راج شاہی کے طور پر معروف رہا ہے۔

عہد قدیم اور عہد وسطی کی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ اس دیش پر بیک وقت الگ الگ خطوں میں کئی کئی راجاؤں نے حکومت کی ہے۔ اس کی تاریخ، شجاعت و بہادری اور حب الوطنی کی داستانوں سے بھری پڑی ہے۔

معلوم تاریخ کی روشنی میں عہد قدیم سے لے کر اب تک گوپال، مہشپال، کرانتی، لچھوی، ٹھاکوری، سوریہ ونشی، سوماونشی، مَلّ اور گورکھا نسلوں کے بادشاہوں نے حکومت کی ہے۔ ہر عہد کے بادشاہوں کی اجمالی تاریخ نذر قارئین ہے۔

ان میں تقریباً سارے بادشاہوں کا شجرۂ خاندان ہندوستان کی سرزمین سے ملتا ہے۔

نیپال کی تاریخ کو ہم چار مختلف اَدوار میں تقسیم کرتے ہیں۔

عہد قدیم کا نیپال۔ عہد وسطی کا نیپال۔ عہد جدید کا نیپال اور عہد جمہوریت کا نیپال

(۱) Notes on Nepal, Eden Vansittart- New Delhi- 1992- written in 1889.

# عہد قدیم کا نیپال

یہ عہد ابتدا سے لے کر بکرم سمبت ۹۳۷ رسال مطابق ۸۰-۸۷۹ء تک کے عرصہ پر مشتمل ہے۔ اس عہد میں گوپال، مہشپال، کراتا، سوماوسی، سوریہ وسی اور ٹھاکوری نسلوں کے راجاؤں نے حکومت کی۔

## گوپال نسل کی حکومت:

معلوم تاریخ کی روشنی میں اس ملک کا سب سے پہلا راجہ بھکتامن ہوا جو گوپال خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ گوپال نسل کے لوگ عہد قدیم میں متھرا (انڈیا) سے آکر یہاں آباد ہوئے تھے۔ انھیں گوپال اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ کسب معاش کے لیے اپنے گھروں پر مویشی پالتے تھے۔ ڈاکٹر دِلی رامن ریگمی کی تحقیق کے مطابق اس خاندان کے ۸ رراجاؤں نے ۵۰۷ رسالوں تک اس ملک پر حکومت کی۔ مدت حکومت کے ساتھ ان کے اسما حسب ذیل ہیں۔

| اسماء | | مدت حکومت |
|---|---|---|
| Bhuktaman | بھکتامن | 84 |
| Jayagupta | جے گپتا | 73 |
| Paramagupta | پرما گپتا | 91 |
| Harsagupta | ہرسا گپتا | 67 |
| Bhimagupta | بھیما گپتا | 38 |
| Mahigupta | ماہی گپتا | 37 |
| Visnugupta | وسنو گپتا | 46 |
| Yaksagupa | یکشا گپتا | 71 |

یہ عین ممکن ہے کہ گپتا خاندان کے یہ گوپال، ہندوستان کے چندر گپت موریہ (۳۲۱-۲۹۶ ق م) خاندان سے تعلق رکھتے ہوں، جنھوں نے حکمراں طبقہ سے سیاسی

نزاعات کے سبب روشن اور خوش حال مستقبل کی تلاش میں ہمالہ کے دامن میں واقع اس کوہستانی خطہ کا رخ کیا ہو جسے آج نیپال کہا جاتا ہے۔

## مہشپال کی حکومت:

گوپال نسل کے آخری راجہ یکشا گپتا کا کوئی وارث نہیں تھا اس لیے گوالوں کے ایک دوسرے گروہ نے اس کی سلطنت پر قبضہ کرلیا۔ چوں کہ یہ گروہ پیشہ کے اعتبار سے مکمل طور پر گوالا تھا اس لیے تاریخ میں اسے اہر (Ahir) یا مہشپال (Mahisapala) کہا جاتا ہے۔

مہشپال کے تین راجاؤں نے ایک سو گیارہ (۱۱۱) سال تک اور دوسرے قول کے مطابق ۱۶۱ رسال تک حکومت کی۔ ان کے نام یہ ہیں۔

| | | |
|---|---|---|
| Varasimha | وارا سمہا | 49 |
| Jayamatisimha | جیامٹی سمہا | 21/71 |
| (۱)Bhuvanasimha | بھوانا سمہا | 41 |

## کیرانتی نسل کی حکومت

چینی مذہبی رہنما منجوشری کے چین سے نیپال آنے کے بعد وسطی ایشیا، تبت، برما، بھوٹان، اروناچل، سکم، آسام، ناگالینڈ اور منی پور کے علاقوں سے ان کے عقیدت مندوں کی ایک بڑی تعداد نیپال میں آکر آباد ہوئی۔ یہی لوگ کراتی یا کرانتی کہلائے (۲) اس نسل کے لوگوں نے مہشپال خاندان کے راجاؤں کو شکست دے کر انھیں ہمیشہ کے لیے زیر کردیا۔

کراتیوں کے کل ۲۹ رراجاؤں نے ۱۲۲۵ ربرسوں تک اس ملک پر شان وشوکت اور دبدبہ کے ساتھ حکومت کی۔ یہ لوگ بڑے جفاکش، جنگجو اور ذہین تھے۔ یہ پیڑ پودوں کی

---

(۱) Ancient Nepal. Dr. Regmi- page:53. Published in Delhi. 2007

(۲) نیپال میں اردو زبان وادب۔ ڈاکٹر نسیم احمد نسیم۔ ص:۲۱۔ مطبوعہ ۲۰۰۹ء۔ ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی۔

جڑوں اور پھلوں کو کھاتے تھے۔ ان کے زمانہ میں بڑے پیمانہ پر اُون کی کاشت کی جاتی تھی۔ پڑوسی ملکوں میں یہاں کی پیداوار برآمد کرتے تھے۔

کوٹلیا نے مشہور زمانہ تصنیف ''ارتھ شاستر'' میں ان کے متعلق لکھا ہے ''کراتی ادویات تیار کرنے کے لیے جڑی بوٹیاں بیچا کرتے تھے''(۱)

کراتا نسل کا سب سے پہلا راجہ یلمبھر (Yalambhar) اور آخری راجہ گستی (Gasti) ہوا۔ اس کی حکومت کاٹھمنڈو وادی اور نیپال کے پہاڑی علاقوں میں قائم تھی۔

مشہور مذہبی رہنما گوتم بدھ، کراتی سلطنت کے ساتویں یا آٹھویں راجہ جیتادیسی (Jitadesi) کے عہد میں کپل وستو سے نیپال وادی میں آیا اور سیمبھو و منجوسری وغیرہ کا دورہ کیا۔

ڈاکٹر ریگمی کراتی عہد پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

A little later Nepal was visited by Gautama Buddha who worshipped the Adibuddha Svayambhu and Manjusri.....(۲)

مہابھارت میں ارجن کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ اس نے کرانتیشور مہادیو سے جنگ کی۔ بھیم سین نے متعدد کرانتی راجاؤں کو شکست فاش دی۔

ڈاکٹر ریگمی لکھتے ہیں:

ساتواں کرانتی راجہ (Gali) نے جنگ عظیم مہابھارت میں ارجن کے مقابلہ میں شرکت کی۔ اس کا نام گالی تھا وہ اس جنگ میں مارا گیا۔

The seventh ruler of the Kiratas joined the Great war, Mahabharata, on the side of Arjuna.(۳)

(۱) نیپال میں اردو زبان و ادب۔ ڈاکٹر نسیم احمد نسیم، ص: ۲۲، مطبوعہ ۲۰۰۹ء۔ ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی۔

(۲) Ancient Nepal. Dr. Regmi. Page:58. ed.2007. First ed, 1965.

(۳) Ancient Nepal. Dr. Regmi. Page.58.

## شہنشاہ اشوک اعظم کی نیپال آمد

کرانتی نسل کے چودھویں راجہ استھنکا (Sthunka) (۲۶۲-ق م) کے عہد میں چندر گپت موریہ خاندان کا شہنشاہ، اشوک اعظم (۲۷۴-۲۳۷/۲۳۲ ق م) اپنی بیٹی چارومتی اور پورے لاؤ لشکر کے ساتھ گوتم بدھ کی جاے پیدائش لمبنی کی زیارت کے لیے کپل وستو اور وہاں سے کاٹھمنڈو آیا۔

انگریز مؤرخ ونسنٹ اے سمتھ لکھتا ہے:

۲۴۹ ق م میں جب اس کو تخت پر بیٹھے ہوئے تقریباً چوبیس سال گزر گئے تھے، اشوک بدھ مذہب کی ارضِ مقدس کے سب سے زیادہ پاک مقامات کی زیارت اور یاترا کے لیے روانہ ہوا۔ دارالسلطنت پاٹلی پتر (پٹنہ) سے روانہ ہوکر وہ شمال میں نیپال کی طرف شاہراہ پر روانہ ہوا، جس کے اوپر پانچ بڑے بڑے ایک ہی پتھر کے تراشے ہوئے مینار اب بھی قائم ہیں اور زمانۂ حال کے ضلع مظفر پور اور چمپارن سے گزرتا ہوا بالآخر کوہستان ہمالیہ کے دامن تک پہونچا۔ (۱)

ونسنٹ اے سمتھ کے مطابق اشوک نے وادی نیپال میں پرانے دار السلطنت منجوپٹن کی جگہ ایک اور شہر آباد کیا جس کا نام پاٹن۔ للت یا للت پور رکھا۔ یہ شہر اب بھی موجودہ دارالحکومت کے جنوب مشرق میں ڈھائی میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اشوک نے اس شہر کو اپنے سفر نیپال کی یادگار میں ۲۴۹ یا ۲۵۰ ق م میں آباد کیا تھا۔ اشوک کی بیٹی چارومتی نے یہاں سنیاسی کی زندگی اختیار کرلی اور جب اس کا باپ نیپال سے چلا آیا تو وہ وہیں بقیہ زاہدانہ زندگی گذارنے کے لیے مقیم ہوگئی۔ بعد میں دیو پال چھتری سے شادی کی اور اس کی یاد میں دیوپٹن کے نام سے ایک شہر آباد کیا اور خود وہیں ایک آشرم میں رہنے لگی۔ یہ آشرم پشوپتی ناتھ کے مقام پر بنایا گیا تھا۔

---

(۱) قدیم تاریخ ہند۔ مترجمہ مولوی جمیل الرحمٰن، ص: ۲۲۳، مطبوعہ مشتاق بک کارنر، اردو بازار لاہور۔

اشوک کے اس دورہ کے بعد نیپال میں بدھ مذہب کی زبردست تبلیغ و اشاعت ہوئی۔ بیسویں صدی کے عظیم نیپالی مؤرخ ڈاکٹر دِلی رامن ریگمی نے اشوک کے دورۂ نیپال پر تفصیلی کلام کیا ہے۔ اور Ancient Nepal میں ایک عنوان ہی قائم کیا ہے "Asoka and Nepal"۔

یہ وہ زمانہ تھا جب اشوک کے قلمرو میں پورا جزیرہ نمائے ہند کے ساتھ کابل، ہرات، قندھار، بلوچستان سے لیکر نیپال تک کے علاقے شامل تھے۔(۱)

کراتا راجاؤں کے نام یہ ہیں:

| | | |
|---|---|---|
| Yalambara(1) | Paivi(2) | Skandhara(3) |
| Valamba(4) | Hriti(5) | Hunati(6) |
| Jitadesi(7) | Galimja(8) | Puska(9) |
| Suyarma(10) | Pava(11) | Bunka(12) |
| Swananda(13) | Sthunko (226 B.C.) (14) | Gighir(15) |
| Nane(16) | Luk(17) | Thora(18) |
| Thoko(19) | Varma(20) | Guja(21) |
| Puskara or Puska(22) | Kesu (23) | Suja(24) |
| Sansa(25) | Gunam(26) | Khimbu(27) |
| Patuka(28) | Gasti(29) (۲) | |

بعض مؤرخین نے تین اور ناموں کا اضافہ کیا ہے: لیکن ایچ، ایچ، رسلے اور ڈاکٹر ریگمی نے کراتیوں کے ۲۹ رہی راجاؤں کا ذکر کیا ہے۔

(۱) ارض بہار اور مسلمان، عبدالرقیب حقانی، ص: ۴۶، ناشر: خدا بخش اورینٹل لائبریری۔ ۲۰۱۲ء۔

(۲) 1 - Ancient Nepal- Dr. Regmi- Page:56-57.

2 - Notes on Nepal. H.H. Risley- Asian educational services- New Delhi- Madras- 1992- First ed.1896 AD.

## سوماونشی خاندان کی حکومت

ایک قلیل مدت کے لیے سوماونشی خاندان (Soma Vansi Dynasty) نے بھی زمام حکومت اپنے ہاتھوں میں لیا۔اس کے پانچ راجا ہوئے۔

| | |
|---|---|
| 1-Nimisha. | نیمی شاہ |
| 2-Mataksha/Manaksha | ماتک شاہ/ مانک شاہ |
| 3-Kaka Varman. | کاکاورما |
| 4-Pashupresha- Deva. | پشوپریشاہ دیو |
| 5-Bhaskara Varma. | بھاسکرورما |

## سوریہ ونشی خاندان کی حکومت

سوریہ ونشی خاندان (Surya vansi Dynasty) کی حکومت کا زمانہ تیسری صدی عیسوی سے آٹھویں صدی عیسوی کا ہے۔سوریہ ونشی عہد میں نیپال کی علمی، ادبی، ثقافتی اور تہذیبی سرگرمیاں ماند پڑ گئیں۔ساتھ ہی ترقیاتی رفتار بھی انتہائی سست ہوگئی، اسی لیے مؤرخین اس کے عہد کو Dark age (تاریک عہد) سے تعبیر کرتے ہیں۔اس خاندان کے ۳۱/ راجاؤں نے نیپال کے مختلف خطوں پر حکومت کی۔ Notes on Nepal کے مطابق ان راجاؤں کے نام یہ ہیں:

| | |
|---|---|
| 1-Bhumi Varma. | عہد حکومت (تخمینا) |
| 2-Chandra Varma. | |
| 3-Jaya Varma. | 330-335 |
| 4-Varsha Varma. | |
| 5-Sarva Varma. | |
| 6-Prithwi Varma. | |

| | |
|---|---|
| 7-Jyeshtha Varma. | |
| 8-Hari Varma. | |
| 9-Kubera Varman. | |
| 10-Siddhi Varman. | |
| 11-Haridatta Varman. | |
| 12-Vasudatt Varman. | |
| 13-Pati Varman. | 630-AD. |
| 14-Shivavriddi Varman. | |
| 15-Vasanta Varman. | |
| 16-Shiva Varman. | |
| 17-Rudradeva Varman. | 653-655About A.D. |
| 18-Vrikshadeva Varman. | 655-670 |
| 19-Shankaradeva Varman. | 670-685 |
| 20-Dharmadeva Varman. | 685-704 |
| 21-Manadeva Varman. | 705-732 |
| 22-Mahadeva Varman. | 733-750 |
| 23-Vasantadeva Varman. | 754 |
| 24-Udayadeva Varman. | 675-724 |
| 25-Manadeva Varman. | |
| 26-Guna Kamadeva Varman. | |
| 27-Shivadeva II Varman. | 725-748 |
| 28-Narendradeva Varman. | |
| 29-Bhimadeva Varman. | |
| 30-Vishnudeva Varman. | |
| 31-Vishwadeva Varman.(۱) | |

(۱)Notes on Nepal, Eden Vansittart- 22- Pub. in Delhi 1993- First. ed. 1896. From: Calcutta.

## لچھوی عہد حکومت

لچھوی (लिच्छवी) حکومت کا ذکر نیپال میں بہت ہی اہمیت کا حامل ہے۔ اس عہد کو نیپال کا زریں عہد کہا جاتا ہے۔ لچھوی بھی ہند نژاد تھے۔ یہ لوگ صوبہ بہار کے ویشالی علاقہ سے آئے تھے۔ تعلیم یافتہ مہذب اور متمول ہونے کے ساتھ وہ عسکری خصوصیات کے بھی حامل تھے۔ ریاست مگدھ سے ہمہ وقت برسر پیکار رہے۔ اس جنگ وجدال سے جب انھیں کچھ ہاتھ نہیں آیا تو پسپائی اختیار کی اور آئندہ کی خوش حال اور تابناک زندگی کی تلاش میں نیپال کا رخ کیا۔ نیپال پہنچ کر وہاں کی ثقافت اور رسم ورواج میں گھل مل گئے۔ رفتہ رفتہ انھوں نے سیاسی طور پر اپنے کو مستحکم کرنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ فوجی اور سیاسی وسماجی سطح پر وہ اتنے مضبوط ہو گئے کہ برسر اقتدار کرانت کو بہ زور قوت نیپال کے مشرقی علاقوں کی طرف بھاگنے پر مجبور کر دیا اور اپنی حکومت کی داغ بیل ڈالی۔

اس عہد میں نیپال نے ترقی کے بہت سے مراحل طے کیے۔ زندگی کے ہر شعبہ میں ترقی ہونے لگی۔ ہر طرف امن وامان تھا۔ تجارت وصنعت کو خوب فروغ دیا گیا۔ حدود نیپال میں توسیع ہوئی۔ لچھوی بادشاہ من دیو اول کے عہد میں نیپال کی ہمہ جہت ترقی ہوئی اس نے ملک کو مشرق میں کوسی، مغرب میں گنڈکی اور شمال میں ہمالیہ تک وسیع کر دیا تھا۔

لچھوی عہد حکومت میں تہذیب، آرٹ، کلچر، فن تعمیر اور ادب وفلسفہ کو کافی فروغ ملا۔

ڈاکٹر ریگمی، کے، پی، جیسوال، (K. P. Jayaswal) مؤرخ کی کتاب "JBORS" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

K.P. Jayaswal thinks that about 200 A.D. Nepal was annexed by the Lichhavis who had their capital in Vaisali (JBORS,1936, Pt.III, PP.258-59) and they ruled in that fasion, for seven generations, when Jayadeval inc. 340 or 350 A.D. shifted himself to the valley of Nepal and confined himself within the region.(1)

(1)Ancient Nepal. Dr regmi- p.83- Pub.2007- First ed. 1965.

ترجمہ: کے، پی، جیسوال کا خیال ہے کہ ۲۰۰ء میں لچھویوں نے نیپال کو اپنی حکومت میں ضم کرلیا جس کا پایۂ تخت ویشالی تھا اور وہ اپنے انداز میں سات پشتوں تک حکومت کرتے رہے۔ جب کہ جے دیو جو ۳۴۰ء یا ۳۵۰ء میں (تخت نشیں ہوا) خود کو نیپال کی وادی میں منتقل کرلیا اور اس علاقہ میں محدود ہوکر رہا۔

## لچھوی نسل کے راجاؤں کے نام یہ ہیں:

| | |
|---|---|
| 1-Nimisha or Nevisit- Jayadeva- | نیمی شاہ/ نیویزٹ |
| 2-Mataksa | متا کا سا |
| 3-Kakavarma | کا کاورما |
| 4-Puspa (Pasuparekha) varman | پسپاورما |
| 5-Bhaskardeva | بھاسکردیو |
| 6-Bhumivarma | بھومی ورما |
| 7-Sarvva varma | سرواورما |
| 8-Siddhi varma | سدھی ورما |
| 9-Haridata varma | ہری دتاورما |
| 10-Bhavadata varma | بھاوداتاورما |
| 11-Sivavriddhi varma(۱) | سیواوردھی ورما |

## ٹھاکوری نسل کی حکومت

لچھوی خاندان کی ایک دوسری شاخ، ٹھاکوریوں (راجپوتوں) کی حکومت بشمول وادی نیپال کے مختلف حصوں پر تقریباً ۶۶۷ رسال تک رہی۔ یہ اصلاً راجپوت تھے جو نیپال میں ٹھاکوری سے مشہور ہوئے۔ ان میں پہلا ٹھاکوری راجہ انشوورما بڑا صاحب جبروت گذرا ہے۔ اس کے عہد میں نیپال ترقیوں کی بلند منزل پر پہونچ چکا تھا۔ وہ ایک کامیاب ڈپلومیٹ بادشاہ تھا۔ اس نے ہندوستانی راجہ ہرش وردھن اور تبتی راجہ سانگ گیمپو سے سفارتی تعلقات استوار کیے۔ صنعت وحرفت، تجارت اور زراعت کو کافی فروغ دیا۔ آرٹ

(۱)Ancient Nepal- Dr. Regmi- P. 80.

اور کلچر سے بھی اس کا خاصا لگاؤ تھا۔ چینی سیاح ہان سنگ نے اس کی قابلیت کی تعریف کی ہے۔ انشوورما نے سنسکرت زبان کی گرامر لکھی اور اپنے ادبی، علمی و تصنیفی کارناموں کے سبب بے حد مقبول ہوا۔

ذیل کی سطور میں اس خاندان کے بادشاہوں کے نام ملاحظہ کریں:

| | | |
|---|---|---|
| 1-Anshu varma | انشوورما | 635-650A.D. |
| 2-Krita varma. | کریتاورما | |
| 3-Bhimarjuna varma. | بھیم ارجن ورما | |
| 4-Nanda Deva | نندادیو | |
| 5-Vira Deva | ویرادیو | |
| 6-Chandraketu Deva. | چندرکیتو دیو | |
| 7-Narendra | نریندرا | 700-724 |
| 8-Vara Deva. | وارادیو | |
| 9-Shankara Deva | شنکردیو | |
| 10-Vardhaman Deva | وردھمان دیو | |
| 11-Bali Deva | بالی دیو | |
| 12-Jaya Deva | جے دیو | 750-758 |
| 13-Balarjun Deva | بال ارجن دیو | |
| 14-Vikrama Deva | وکرم دیو | |
| 15-Gunakama Deva | گنکامادیو | |
| 16-Bhoja Deva | بھوج دیو | 1015A.D. |
| 17-Lakshmikama Deva | لکشمی کامادیو | 1039A.D. |
| 18-Joyakama Deva | جویاکماں دیو | |

## بائسی ٹھاکوری خاندان، نواکوٹ (Novakot)

| | | |
|---|---|---|
| 1-Bhaskara Deva | بھاسکردیو | |

| | | |
|---|---|---|
| 2-Bula Deva | بولادیو | |
| 3-Padma Deva | پدمادیو | 1065A.D. |
| 4-Negarjun Deva | نیگ ارجن دیو | |
| 5-Shankara Deva | شنکردیو | 1071A.D. |

اس کے بعد ایک دوسرے ٹھاکوری خاندان نے جو امشوورما کی نسل سے تھا ۱۰۸۳ء سے لیکر ۱۵۰۲ء تک حکومت کی۔اس کا آخری راجہ آنند امل ہوا۔

## عہد وسطی کا نیپال

نیپال کے عہد وسطی کی تاریخ بکرمی سمبت ۹۳۷ سال مطابق ۸۰-۸۷۹ء سے لے کر ۱۸۲۵ سال بکرمی/ ۱۷۶۸ء تک کے عہد کو محیط ہے۔اس عہد میں ملک کے طول و عرض میں پہاڑی سے لے کر ترائی علاقوں تک متعدد چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم تھیں۔ان میں تین ریاستیں انتہائی اہم تھیں (۱) مغربی نیپال کی کھس مل ریاست، (۲) کاٹھمنڈو کی ملل ریاست (۳) اور ترہُت یا متھلا ریاست۔

## مغربی نیپال کی کھس مل ریاست

بارہویں صدی عیسوی سے پندرہویں صدی عیسوی تک مالاؤں کے دوسرے راجپوت خاندان نے وادی اور پہاڑی علاقوں پر حکومت کی۔یہ ریاست مغربی نیپال کے ''جُملا'' علاقہ میں قائم تھی اور اس کی راجدھانی ''سنجا'' تھی۔اس کا سب سے پہلا بادشاہ اری مالا ہوا جو جیاسی مالا (Jayasimalla) کا بیٹا تھا۔اس خاندان کے درج ذیل بادشاہوں نے ۱۴۸۰ء تک حکومت کی۔

| | |
|---|---|
| 1-Arimalla | 1200-1216 A.D. |
| 2-Abhayamalla | 1216-1255 A.D. |
| 3-Jayadeva | 1255-1258 A.D. |
| 4-Jayabhimadeva | 1258-1271 A.D. |

| | |
|---|---|
| 5-Jayasihamalla | 1271-1214 A.D. |
| 6-Anantamalla | 1274-1310 A.D. |
| 7-Jayanandadeva | 1310-1328 A.D. |
| 8-Jayarimalla | 1320-1344 A.D. |
| 9-Jayarajadeva | 1347-1361A.D. |

اسی جے راج دیو کے زمانہ میں بنگال کے حکمراں سلطان شمس الدین حاجی محمد الیاس نے نیپال پر پیش قدمی کی تھی اور بھات گاؤں کو تاراج کرنے کے بعد کاٹھمنڈو کو بھی اپنے قبضہ میں لے لیا تھا۔ اس وقت جے راج دیو کی حکومت خانہ جنگی کا شکار ہو چکی تھی اور ہر طرف انتشار کا ماحول تھا۔ نیپالی عوام کسی نجات دہندہ کی تلاش میں تھے کہ شمس الدین الیاس انھیں دنوں برق صاعقہ بن کر گرا اور ملک نیپال کے راجاؤں کو زیر کر کے کاٹھمنڈو پر قبضہ کر لیا۔ وہاں کے ٹھنڈے موسم کو اس کی فوج برداشت نہ کر سکی جس کے سبب وادی سے واپسی اس کی مجبوری بن گئی۔

| | |
|---|---|
| 10-Jayarjunadeva | 1361-1382 A.D. |
| 11-Jaysthikimalla | 1382-1395 A.D. |
| 12-Yaksha mall | 1396-1408 A.D. |
| 13-Jyotirmall | 1408-1428 A.D |
| 14-Yaksamall | 1428-1482A.D(۱). |

یکشا ملّ اس خاندان کا آخری راجہ تھا جس نے جُملا علاقہ پر حکومت کی تھی۔

نوٹ: متعدد بادشاہوں کے عہد حکومت اور سنین کے تعین اور ان کے ناموں میں مؤرخین کے درمیان بہت ہی زیادہ اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس تاریخ کو نقل کرنے میں چار مآخذ میرے پیش نظر رہے:

(۱)- ڈاکٹر دلی رامن ریگمی کی Ancient Nepal۔ اور Medieval nepal۔

(۲)- H.H. risley کی Notes on Nepal۔

(۳)- Luciano Petech کی Mediaeval history of Nepal۔

---

(۱) تفصیل کے لیے ڈاکٹر ریگمی کی ''Medieval nepal'' ملاحظہ کریں۔

(۴)- ڈینل رائٹ کی History of Nepal ،مطبوعہ کلکتہ ۱۹۵۸ء۔ یہ کتاب پہلی بار Cambridge سے ۱۸۷۷ء میں چھپی ہے۔

## ترہُٹ ریاست:

نیپال کے ترائی علاقہ میں کرناٹکا یا کرناٹا خاندان کے راجاؤں کی ایک ریاست قائم تھی جسے ترہت کہا جاتا تھا۔ ترہت کے حدود بہت وسیع تھے۔ حاجی پور، ویشالی، مظفر پور، سے لے کر جنک پور اور کپل وستو تک کے علاقے حدود ترہت میں آتے تھے۔ اس ریاست کو راجہ نیاندیو نے گیارہویں صدی عیسوی میں قائم کیا تھا اس خاندان کے ۲۶ راجاؤں نے اس پر حکومت کی۔ اس کی راجدھانی سمرون گڑھ تھی جو ان دنوں بارہ ضلع نیپال میں بیرگنج سے ۵ رکلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ کرناٹکا عہد میں شمالی ہندوستان پر مسلمانوں کی حکومت قائم ہوچکی تھی۔ اس خاندان کے آخری راجہ ہری سمہا دیو (Harisimhadeva) کے زمانہ میں دہلی کے سلطان غیاث الدین محمد تغلق نے ۱۳۲۴ء میں بنگال کی بغاوت کو کچلنے کے بعد دہلی کو لوٹتے ہوئے ترہُٹ پر پیش قدمی کی تھی۔ ہری سمہا دیو حملہ کی تاب نہ لاکر پوری فیملی کے ساتھ بھاگ کر پہاڑی علاقہ میں جا کر روپوش ہوا۔ پھر تغلق نے حکومت اپنے ہاتھ میں لینے کے بعد حکومت کی باگ ڈور کامیشور کو سونپ دیا جو Oniwar خاندان کا بانی تھا۔ اور یہاں اپنے ایک نائب کو چھوڑ کر دہلی کو واپس ہوا L. Petech لکھتا ہے:

He (Harisimha) did not return to Tirhut, where Kamesvara the founder of the Oniwara had been installed by Tuglaq as his vassal. (۱)

کرناٹکا راجاؤں کے نام یہ ہیں:

| | | |
|---|---|---|
| 1-Nanyadeva | نیادیو | C.1097-1145 |
| 2-Gangadeva | گنگادیو | C.1145-1175 |

(۱) L. Petech. P.113- Roma ed.1958.

| | | |
|---|---|---|
| 3-Narasimhadeva | نرسمہادیو | C.1175-1205 |
| 4-Saktideva | شکتی دیو | 1205-1245 |
| 5-Ramasimhadeva | رام سمہادیو | 12045-1302 |
| 6-Harideva | ہری دیو | 1302-1324(۱) |

محمد سعید الحق صاحب اپنی کتاب ''محمد بن قاسم سے اورنگ زیب تک'' میں غیاث الدین تغلق کے ترہت پر پیش قدمی کرنے کے تعلق سے لکھتے ہیں:

''جونا خان (محمد تغلق کا اصل نام) کو نائب السلطنت بنا کر اس نے دہلی میں چھوڑا اور خود ۱۳۲۴ء میں بنگال کے باغی غیاث الدین بہادر کو شکست دے کر اس کے بھائی ناصر الدین کو بنگال کا گورنر بنایا نیز اس کا اِلحاق سلطنتِ دہلی کے ساتھ کرلیا۔ واپسی میں تریاہٹ کا مضبوط قلعہ فتح کیا۔(۲)

ممتاز ہندی مؤرخ پروفیسر محمد حبیب و پروفیسر خلیق احمد نظامی، سلطان غیاث الدین تغلق (عہد حکومت ۲۵۔۱۳۲۰ء) کے حالات میں لکھتے ہیں:

## ترہُٹ پر غیاث الدین تغلق کی پیش قدمی:

بنگال سے واپسی کے موقع پر سلطان نے ترہُٹ پر حملہ کیا۔ عِصامی لکھتا ہے کہ راے جنگلوں میں بھاگ گیا لیکن شاہی فوجوں نے اس کا تعاقب تیزی کے ساتھ کیا۔ لیکن وہ راستہ کھو بیٹھیں اور اس کو بہت سے درختوں کو کاٹنا پڑا۔ بڑی مشکل سے حملہ آور ایک قلعہ کے نزدیک پہونچے مگر یہ بہت مضبوط تھا اور اس پر قبضہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ملحقہ زمین تاراج کردی گئی اور بہت سے آدمی مارے گئے۔ غیاث الدین نے ترہٹ کو ہِل تلبغہ کے بیٹے احمد خان کے ذمہ لگایا اور دار السلطنت کی جانب اپنے واپسی سفر پر روانہ ہوا۔(۳)

---

(۱)1-Medieval Nepal- Volume1- Dr. Regmi- P.261- Pub.2007 and first ed.1965.
2-L.Petech- Mediaeval history of Nepal- P.1958.

نوٹ: محولہ بالا تمام کتابیں راقم سطور کے کتب خانہ قادریہ میں موجود ہیں۔

(۲) محمد بن قاسم سے اورنگ زیب تک، ص: ۹۷، ناشر: اریب پبلیکیشنز دریا گنج، نئی دہلی، سنہ اشاعت: ۲۰۰۷ء

(۳) پروفیسر محمد حبیب، خلیق احمد نظامی۔ جامع تاریخ ہند، ص: ۶۷۳۔۶۷۲، ناشر: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی، ۱۹۸۴ء

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ ترہٹ کوئی چھوٹا علاقہ نہیں تھا بلکہ یہ ایک پوری ریاست تھی جس میں حاجی پور، مظفر پور، چھپرہ، دربھنگہ، سیتامڑھی، کپل وستو اور جنک پور وغیرہ کے علاقے آتے تھے۔ چنانچہ عبدالرقیب حقانی اپنی کتاب "ارض بہار اور مسلمان" مطبوعہ علمی اکیڈمی فاؤنڈیشن کراچی میں متھلا دیش کے تحت لکھتے ہیں:

"اس حصے میں مظفر پور، دربھنگہ، سیتامڑھی، چھپرہ، کپل وستو اور جنک پور وغیرہ علاقے آتے ہیں۔ اس خطہ کو ترہٹ بھی کہتے ہیں۔ اس کا بہت بڑا حصہ ہمالیہ کی پھیلی ہوئی ترائیوں میں واقع ہے۔"

گلزار بہار، معروف بہ ریاضِ ترہٹ۔ مطبوعہ ۱۲۸۵ھ از مطبع مشرق نور میں خیابان دوم مشعر بر حقیقت متھلا دیس، باوجہ تسمیہ مع کیفیت جنک پور وراج ریاست متھلا دیس بخاندانِ راجہ جنک کے تحت لکھا ہے: "ضلع ترہت کا اصل نام متھلا دیس ہے۔ اس ضلع میں جنک پور ایک مقام جائے متبرک بوجہ پیدائش آؤشکتی یعنی جانکی جی کے پرستشگاہ و زیارت گاہ ہنود ہے۔ (۱)

## ریاست جنک پور

تاریخ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ترہت ریاست کے قیام سے بہت پہلے جنک پور کی حیثیت ایک ریاست کی تھی اور اس پورے خطہ کو متھلا دیس کہا جاتا تھا۔ اور جنک یہ ایک شاہی لقب تھا جو اس ریاست کے راجہ کے لیے مخصوص تھا۔ چنانچہ راجہ سری دھوج جو راجہ جنک سے مشہور ہیں اس ریاست کے چوبیسویں راجہ تھے۔ چنانچہ ریاض ترہت ہی کے صفحہ ۷ پر لکھا ہے "کل راجگانِ ریاستِ جنک پور راجہ جنک کہلاتے تھے مگر راجہ سری دھوج (جو راجہ جنک سے مشہور ہیں) بوجہ شادی جانکی جی بار راجہ رام چندر ایسے مشہور ہوئے کہ یہ خاص اس کا نام ہو گیا۔ ریاست جنک پور میں ہوئے چوبیسویں راجہ جنک تھے۔" (۲)

---

(۱) گلزار بہار، معروف بہ ریاضِ ترہت، مطبوعہ ۱۲۸۵ھ، از مطبع مشرق نور، ص: ۷۔

(۲) ریاض ترہت، ص: ۷، مطبوعہ ۱۲۸۵ھ، مطبع مشرق نور۔ اس کا قدیم نسخہ خدا بخش لائبریری میں موجود ہے۔ راقم سطور نے وہیں سے اخذ کیا ہے۔

اسی کے نام پر مشہور جانکی ٹیمپل کی تعمیر، نیپال گورنمنٹ اور ٹیکم گڑھ انڈیا کی رانی وریشا بھانو (Vrisha Bhanu) کے مالی تعاون سے ۱۸۹۴ء میں گورکھا فوجی جنرل امر سنگھ تھاپا کے ذریعہ عمل میں آئی تھی اس کا رقبہ ۴۸۶۰ راسکوائرفٹ اور اونچائی ۵۰ رمیٹر ہے۔ ۱۹۹۴ء/۲۰۵۱ بکرمی میں اس کا جشن صد سالہ منایا گیا تھا۔ جبکہ ۱۸۳۱ بکرمی میں اس سے بہت پہلے جنک پور کا رام مندر وجود میں آچکا تھا۔(۱)

تاریخ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حاجی شمس الدین الیاس (متوفی نومبر ۱۳۵۸ء مطابق ۷۵۹ھ) جس نے فخر الدین کے مارے جانے کے بعد ۷۴۶ھ میں پورے مغربی بنگال پر قبضہ کرلیا تھا، اپنی فتوحات کو وسعت دیتا ہوا شمال میں ترہٹ اور پچھم میں بنارس تک کو اپنی مملکت میں شامل کرلیا تھا اور اسی زمانہ میں ترہت پر حملہ کرتا ہوا کاٹھمنڈو تک جا پہونچا۔

مولوی فصیح الدین بلخی عظیم آبادی تاریخ مگدھ میں رقمطراز ہیں:

حاجی الیاس نے اڑیسہ کی طرف بھی اپنی فتوحات کو وسعت دی اور اتر ترہٹ اور پچھم بنارس تک اپنی مملکت میں شامل کرلیا۔ (۲)

ترہٹ کی تفصیلی تاریخ جاننے کے لیے ایک اور اہم کتاب "تواریخ الفطرت معروف بہ آئینۂ ترہت" کا مطالعہ کریں۔ یہ کتاب بابو لال بہاری وکیل عدالت دربھنگہ کی لکھی ہوئی ہے اور ۱۸۸۳ء میں مطبع بہار، کشمیر، لکھنؤ سے چھپی ہے۔ ترہت کی تاریخ پر مذکورہ تمام کتابیں خدا بخش لائبریری میں موجود ہیں۔

تاریخی وثائق سے یہ پتہ چلتا ہے کہ مسلم سلاطین میں سے غیاث الدین تغلق نے ہی سب سے پہلے نیپال پر حملہ کیا ہے۔

---

(۱) Avisit to Janakpur Mahendra Malongiya page.18- Mazdur Pustak Bhawan- Janakpur.

(۲) تاریخ مگدھ، مولوی فصیح الدین بلخی، خدا بخش اورینٹل لائبریری پٹنہ ۲۰۰۱ء، بحوالہ تاریخ فیروز شاہی، ضیاء الدین برنی، ص: ۵۸۶۔

## وادیٔ نیپال میں ملّ راجاؤں کی حکومت

تیرہویں صدی بکرمی سے لے کر اٹھارہویں صدی عیسوی تک وادیٔ نیپال پر جس میں کانتی پور (کاٹھمنڈو)، للت پور اور بھگت پور جیسے شہر شامل ہیں تیسرے ٹھاکوری (راجپوت) خاندان سے تعلق رکھنے والے ملّ راجاؤں کی حکومت قائم تھی۔ جے بھادر ملّ سے لے کر یکشا ملّ تک ایک ہی راجہ وادی کے تینوں شہروں پر حکومت کرتا تھا لیکن راجہ یکشا (Yaksha) کے بعد ان کے بیٹوں نے کانتی پور (کاٹھمنڈو) للت پور پاٹن اور بھگت پور میں الگ الگ خودمختار حکومتیں قائم کرلیں۔ کانتی پور میں بہت سے مل راجاؤں نے حکومت کی لیکن ان میں راجہ رتن ملّ اور پرتاپ ملّ بڑے ہی مشہور ہوئے۔ رتن مل ہی کے زمانہ میں تبت سے مسلمانوں کی ایک جماعت آکر کاٹھمنڈو میں آباد ہوئی۔ رتن ملّ ہی کے عہد سے کشمیری تاجروں نے نیپال میں باضابطہ سکونت اختیار کی۔ پرتاپ مل کے زمانہ میں نیپال نے فن تعمیر، ٹکنالوجی، ادب، آرٹ اور تعلیم کے شعبوں میں بڑی ترقی کی۔ وہ ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ اور معاملہ فہم انسان تھا۔ اس کا بنوایا ہوا ہنومان ڈھوکا دربار اور رانی پوکھری اپنی مثال آپ ہیں۔ مادھوراج پانڈے صدر شعبۂ تاریخ تربھون یونی ورسٹی، کاٹھمنڈو لکھتے ہیں:

> ''سترہویں صدی عیسوی میں پرتاپ مل کے دور میں مسلمانوں کی دوسری جماعت نیپال میں وارد ہوئی۔ وہ لوگ ہندوستانی مسلمان کہے جاتے تھے۔ پرتاپ مل ایک عالم انسان تھا۔ وہ کئی زبانیں جانتا تھا۔ ہنومان ڈھوکا محل کے صحن میں کندہ حروف سے پتہ چلتا ہے کہ اس نے فارسی اور عربی سیکھ لی تھی۔ وہ مذہب کے معاملہ میں آزاد خیال تھا۔ لہٰذا اس نے کاٹھمنڈو کے مسلمانوں کو مسجدیں تعمیر کرنے کی اجازت دے دی تھی۔''(۱)

جے پرکاش۔ کاٹھمنڈو کا آخری راجہ تھا جس کو شکست دے کر پرتھوی نارائن شاہ

(۱) نذر مقبول۔ مضمون مسلمان اور نیپال میں ان کا اثر، ص: ۴۔ یہ کتاب ۸۰۰ صفحات پر مشتمل ہے اور ۱۹۷۰ء میں مقبول احمد لاری کے تعاون سے شائع ہوئی ہے۔ راقم سطور نے خدا بخش لائبریری، پٹنہ میں اس کتاب سے استفادہ کیا ہے۔

نے کاٹھمنڈو وادی پر قبضہ کیا تھا۔

لَلِت پور کے راجاؤں میں سِدّھی نرسمہا ملّ اور بھگت پور کے راجاؤں میں بھوپتیندر ا ملّ کافی مشہور ہوئے۔ سدھی نرسنہا مل کے عہد میں للت پور نے تجارت کے میدان میں کافی ترقی کی تھی۔ ان کا بنوایا ہوا کرشن مندر اور بھوپ تیندر امل (Bhupatindramall) کا بنوایا ہوا ۵۵ رکھڑکیوں والا دربار آج بھی لوگوں کو دعوت نظارہ دے رہے ہیں۔

وادی کے ملّ راجاؤں کے نام حسب ذیل ہیں:

| | |
|---|---|
| 1-Jayabhadra mall | 2-Naga mall |
| 3-Jayajagat mall | 4-Nagendra mall |
| 5-Ugra mall | 6-Ashoka mall |
| 7-Jyasthiti malla | 8-Yaksha malla |

یکشا ملّ (Yaksha mall) کے انتقال کے بعد اس کی حکومت تین ریاستوں میں بٹ گئی۔

## کاٹھمنڈو سلطنت

## (Kingdom of Kathmandu)

خود مختار کاٹھمنڈو کا پہلا راجہ رتن ملّ ہوا یہ یکشا مل کا بیٹا تھا۔ ان راجاؤں کے نام حسب ذیل ہیں۔

| | |
|---|---|
| 1-Ratan mall | 1482-1520 A.D. |
| 2-Amara mall | 1530-1538 A.D. |
| 3-surya mall | |
| 4-Narendra mal | 1538-1560 A.D. |
| 5-Mahendra mall | 1560=1574 A.D. |
| 6-Sadasiva mall | 1574=1583 A.D. |
| 7-Sivasimha | 1578=1620 A.D. |
| 8-Laksminarasimha | 1620=1641 A.D. |
| 9-Pratap mall | 1641-1674A.D. |

پرتاپ مل کے انتقال کے بعد ۴۰ رسال تک کاٹھمنڈو حکومت بہت ہی انتشار کا شکار رہی۔ بالآخر ایک صدی کے اندر زوال پذیر ہوکر ختم ہوگئی۔

8-Nrpendra mall　　1674-1680 A.d.

نرپیندرا ملن پرتاپ مل کا سب سے بڑا لڑکا تھا۔

9-Bhupalendra mall　1687-1790 A.D.

10-Bhaskara mall　　1700-1714 A.D.

11-Mahindrasimha　　1714-1722 A.D.

12-Jagajiaya mall　　1722-1736 A.D.

13-Jayaprakasa mall　　1736-1768A.D(۱).

یہی جے پرکاش کاٹھمنڈو کا آخری ملن راجا ہے جس کو شکست دے کر گورکھا راجہ پرتھوی نارائن شاہ نے اپنی حکومت کی بنیاد رکھی تھی۔

ڈاکٹر مادھوراج پانڈے، صدر شعبۂ تاریخ تربھون یونیورسٹی کی تحریر کے مطابق جے پرکاش مل کے عہد میں مسلمانوں کی تیسری جماعت کاٹھمنڈو آئی جس نے ہندوستان اور تبت کے بیچ تجارت کی کڑی کا کام انجام دیا۔ اس بات کی شہادتیں موجود ہیں کہ اس دور میں بھی شاہی دربار میں مسلمانوں کو کافی رسوخ حاصل رہا۔(۲)

## بھگت پور (Bhatgan) سلطنت

بھگت پور سلطنت پر جو وادی میں ایک اور ملن سلطنت تھی درج ذیل راجاؤں نے حکومت کی۔

1-Rayamalla　　1482-1505 A.D.

(۱) Medieval Nepal- Dr Regmi- P.33- 184- ed:2007- Delhi.

(۲) نذر مقبول۔ مسلمان اور نیپال میں ان کا اثر، ص:۵، مطبوعہ:۱۹۷۰ء۔ یہ کتاب ۸۰۰ رصفحات پر مشتمل ہے اور راقم سطور نے خدا بخش اورینٹل لائبریری، پٹنہ سے استفادہ کیا ہے۔ متعلقہ ابواب کی زیراکس کاپی کتب خانہ قادریہ میں موجود ہے۔

| | |
|---|---|
| 2-Suvarna malla | |
| 3-Prana malla | 1519-1547 A.D. |
| 4-Visva malla | 1547-1560 A.D. |
| 5-Trailokya malla | 1560-1613 A.D. |
| 6-Jagajiyotir malla | 1613-1637 A.D. |
| 7-Naresa malla | 1637-1644 A.D. |
| 8-Jagatprakasa malla | 1644-1673 A.D. |
| 9-Jitamitra malla | 1673-1696 A.D. |
| 10-Bhupatinra malla | 1696-1722 A.D. |
| 11-Ranajita malla | 1722-1769 A.D.(1) |

رانا جیتا ملّ بھگت پور کا آخری مل راجہ تھا جس کو شکست دے کر پرتھوی نارائن شاہ نے گورکھا بادشاہت کی بنیاد رکھی۔

## پاٹن (للت پور) سلطنت

گذشتہ سطور میں گذر چکا ہے کہ یکشا ملّ کے مرنے کے بعد اس کی متحدہ حکومت تین حصوں میں بٹ گئی۔ ان کی اولاد میں سے سیوا سمہا نے پاٹن (Patan) کو اپنا دارالحکومت بنایا اور خود مختاری کے ساتھ ایک نئی حکومت کی داغ بیل ڈالی۔

واضح ہو کہ پاٹن وہی شہر ہے جس کو اشوک اعظم نے اپنے سفر نیپال کی یادگار کے طور پر بسایا تھا۔ پاٹن پر حکومت کرنے والی ملّ شاخ کے راجاؤں کے نام یہ ہیں۔

| | |
|---|---|
| 1-Sivasimha | 1482- A.D. |
| 2-Visnusimha | |
| 3-Purandarasimha | |
| 4-Siddhinarasimha malla- | 1620-1661 A.D. |
| 5-Srinivasamall | 1681-1684 A.D. |
| 6-Yoganarendramall | 1684-1705 A.D. |

اس بادشاہ کا انتقال ۴۰ رسال کی عمر میں ہو گیا۔

(1)Medieval Nepal- Volume II- P.204-258- Dr Regmi.

| | |
|---|---|
| 7-Lokaprakasa | 1705-1706 |

تخت پر بیٹھنے کے ۱۱ ماہ بعد ہی اس کی موت ہوگئی۔

| | |
|---|---|
| 8-Indramalla | 1706-1709 |
| 9-Viranarasimha | (1709) |
| 10-Mahendra malla | 1709-1714 A.D. |
| 11-Hrddhinarasimha | 1714-1717 A.D. |

۱۷۱۷ء سے ۱۷۲۲ء تک پاٹن اور کاٹھمنڈ کی سلطنتیں ایک بادشاہ کے ماتحت متحد ہوگئیں۔

| | |
|---|---|
| 12-Yogaprakasamalla | 1722-1729A.D. |
| 13-Visnu malla | 1729-1745A.D. |
| 14-Rajyaprakasamalla | 1745-1758A.D. |
| 15-Visvajitamalla | 1758-1760A.D(1). |

ملل راجاؤں کی حکومت تیرہویں صدی بکرم سمبت سے شروع ہوکر ۱۸۲۵ سال میں ختم ہوجاتی ہے۔ جے پرکاش کاٹھمنڈو کا آخری مل راجہ تھا جس کو شکست دے کر پرتھوی نارائن شاہ نے اقتدار پر قبضہ کیا۔ مل راجاؤں کے ہی دور حکومت میں مشہور صوفی بزرگ سید شاہ خواجہ مسکین کشمیری اور سید شاہ غیاث الدین کشمیری رحمہا اللہ کشمیر سے کاٹھمنڈو تشریف لائے اور یہاں اسلام کو پھیلایا جن کا تفصیلی تذکرہ باب سوم میں آرہا ہے۔

## عہد جدید کا نیپال

بکرم سمبت ۱۸۲۵ سال / ۱۷۶۸ء سے لے کر ۲۸ / مئی ۲۰۰۸ء پر مشتمل ہے۔ جب پرتھوی نارائن شاہ نے ملک کے تمام راجاؤں کو شکست دے کر کاٹھمنڈو، پاٹن اور بھگت پور قبضہ کرلیا تو اس نے پورے ملک کا نام نیپال رکھا اور حکومت کی بنیاد ملوکیت پر رکھی، یعنی باپ کے مرنے کے بعد بیٹا ہی راجہ ہوگا۔ اور اپنی کوششوں سے نیپال کو ایک

(1)Medieval Nepal- volume II- Dr Regmi- P. 258- 368- ed.2007- first ed. 1965 A.D.

مضبوط ملک بنادیا۔ اس کے مرنے کے بعد بھی ملک کی توسیع کا کام جاری رہا۔ بھیم سین تھاپا، وزیر اعظم کے زمانے میں نیپال اور انگریزوں کے درمیان جنگ ہوئی۔ جنگ میں نیپال کے شکست کھانے کے سبب ۱۸۷۲ سال/ ۱۸۱۵ء میں سگولی ضلع چمپارن، بہار میں صلح کا معاہدہ ہوا تاریخ میں اسے سگولی معاہدہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس معاہدہ کے مطابق نیپال کو، الموڑا، کمایوں، گڑھوال اور دارجلنگ کے علاوہ بہت سے حصوں کو کھونا پڑا۔ رانا حکومت کے بانی جنگ بہادر نے بکرم سمبت ۱۹۱۴ سال/ ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کی مدد کے لیے ہندوستان میں اپنی فوج بھیجی۔ جنگ بہادر کے اس اِقدام سے انگریزوں نے خوش ہوکر بانکے، بردیا، کنچن پور اور کیلالی کا علاقہ نیپال کو بطور انعام واپس کردیا۔ اس علاقہ کو آج بھی نیا ملک کے نام سے جانا جاتا ہے۔ (۱)

## رانا حکومت کا دور:

رانا خاندان، کوئی شاہی خاندان نہیں ہے، بلکہ جنگ بہادر، جنھوں نے ۲۹ رسال تک بطور وزیر اعظم حکومت کیا، اسی نے رانا کا لقب اور وزیر اعظم کا عہدہ اپنے بعد اپنے بیٹوں اور بھائیوں کے لیے مخصوص کیا۔ راجیند رشاہ کے دور حکومت ۱۹۰۳ بکرمی سے تربھون شاہ کے دور حکومت ۲۰۰۷ سال بکرم سمبت کا زمانہ رانا حکمرانوں کا زمانہ ہے۔ اس ۱۰۴ رسالہ عہد میں بادشاہ برائے نام ہوا کرتے، سارا اختیار وزیر اعظم کے پاس ہوتا تھا۔

بکرم سمبت ۲۰۰۷ سال/ ۱۹۵۰ء کارتک مہینہ میں تربھون شاہ نے تخت شاہی کو چھوڑ کر ہندوستانی سفارت خانہ میں پناہ لی۔ اور اپنی پُرحکمت پالیسیوں سے رانا حکومت کے خلاف ملک کے ماحول کو ہموار کرنے میں کامیابی حاصل کرلی۔ ملک میں مسلح بغاوت کی لہر شروع ہوگئی، جس سے راناؤں کے حوصلے پست ہوگئے بالآخر بکرم سمبت ۲۰۰۷ سال/ ۱۹۵۱ء پھاگن ایک گتے کو پنڈت جواہر لعل نہرو کی ثالثی میں

(۱)۱- نیپال کا جغرافیہ وتاریخ، حصہ دوم، ص: ۴۷، ماہر ارضیات، حفظ الرحمٰن ملیگ ۲- Muslims of Nepal- Shamima Siddiqa

نیپال کانگریس اور رانا حکمراں کے درمیان دِلّی معاہدہ ہوا۔ اس کے مطابق کانگریس اور رانا کی طرف سے ۵۔۵ لوگوں کو ملا کر شری ۵ تربھون کی قیادت میں ۷ رکنے پھاگن ۲۰۰۷ سال/۱۹۵۱ء کو ایک کابینہ تشکیل دے کر جمہوری حکومت قائم کی گئی اور راناؤں کی استبدادی حکومت کا خاتمہ ہوا۔

## پنچایتی نظام

۱۹۶۰ء/بکرم سمبت ۲۰۱۷ سال سے ۱۹۸۹ء/۲۰۴۶ سال تک پنچایتی نظام کے تحت حکومت چلائی گئی۔ ۲۰۱۹ر سال میں پنچایتی دستور جاری کیا گیا جس میں بادشاہ کو سب سے بااختیار اور طاقتور بنا دیا گیا اور عوام کی آواز دبانے کی کوشش کی گئی۔ عوام کچھ مٹھی بھر افراد کے ہاتھوں میں کھلونا بن کر رہ گئے۔

## قصر شاہی کا حادثہ

یکم جون ۲۰۰۱ء کو قصر شاہی نارائن ہیتی میں ایک عظیم حادثہ رونما ہوا۔ بادشاہِ وقت بریندر ویر وکرم شاہ دیو، اُن کی اہلیہ مہارانی ایشوریا دیوی، بیٹی راج کماری شروتی اور دونوں بیٹوں کو دیگر اہل خانہ سمیت انتہائی وحشیانہ کارروائی کے ذریعہ قتل کر دیا گیا اور نیپال ایک متوازن، سنجیدہ فکر، مدبر بادشاہ سے ہمیشہ کے لیے محروم ہو گیا۔ وہ خاندانی وجاہت رکھنے والے اعلیٰ صلاحیت کے حامل، ذی علم بادشاہ تھے۔ انھوں نے جاپان کی ٹوکیو یونیورسٹی، اور امریکہ کی ہارورڈ یونیورسٹی سے اعلیٰ تعلیم حاصل کی تھی۔ اس کے خاتمہ کے ساتھ ہی عملی طور پر پرتھوی نارائن شاہ کے خاندان کی طویل شاہی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ گو اس کے بعد بریندر شاہ کے بھائی گیانندر شاہ کو لوگوں نے تخت شاہی پر بٹھایا لیکن اس کی نا اہلی، پرتشدد کارروائی، اور نکمے پن کے سبب عوام نے اسے قبول نہیں کیا، اور ماؤنوازوں کی طرف سے اس کی تاناشاہ حکومت کے خلاف مسلح جدوجہد کا آغاز ہو گیا۔ ماؤانقلاب کی لہر نے رفتہ رفتہ پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ ہر جگہ کشت وخون کے بازار گرم ہونے لگے۔

سینکڑوں مقامات پر مسلح افواج اور ماؤنوازوں میں شدید تصادم ہوا جس میں ۱۰/ ہزار سے زیادہ لوگوں کی موت ہوئی۔ ملک پورے طور پر عدم استحکام کا شکار ہوا۔ اضطرابات اور ہڑتالوں نے ملکی معیشت، تجارت وسیاحت سب کو تباہ کر کے رکھ دیا۔

بالآخر ۲۳/ دسمبر ۲۰۰۷ء میں کمیونسٹ ماؤنواز اور حکومت کے درمیان شاہی حکومت کے خاتمہ پر معاہدہ ہوا۔ اس معاہدہ میں یہ طے پایا کہ ۲۰۰۸ء تک نیپال ایک جمہوری حکومت میں تبدیل ہوجائے گا۔ ۲۸/ مئی ۲۰۰۸ء ہی وہ تاریخ ہے جبکہ نیپالی پارلیمنٹ کے ارکان نے ۲۳۹/ سالہ شاہی حکومت کے خاتمہ کے لیے ووٹ دیا اور نیپال کے ایک وفاقی جمہوری ملک ہونے کا اعلان کیا۔ اسی وجہ سے ۲۸/ مئی کو نیپال میں یوم جمہوریہ منایا جاتا ہے۔

## نیپال میں دستور سازی کا عمل

۲۸/ مئی ۲۰۰۸ء کو ۶۰۱/ رکنی آئین ساز اسمبلی نے نیپال کو ایک سیکولر جمہوری ملک رکھنے پر اتفاق کیا تھا۔ جمہوریت کے اعلان کے بعد دستور سازی کا عمل شروع ہوا اور دستور سازی میں غیر معمولی تاخیر ہوئی جس کے سبب پورا ملک احتجاج، ہڑتال، بندش اور لاقانونیت کا شکار رہا۔ آئین سازی کے عمل اور اس کے اعلان میں اس درجہ تاخیر کے من جملہ اسباب میں سے ایک بڑا سبب یہ بھی تھا کہ بادشاہت کی حامی راشٹریہ پرجاتنتر پارٹی کے صدر کمل تھاپا اور پارٹی رہنما امرت بوہرا اور انتہا پسندانہ نظریات رکھنے والے ہندوؤں کا مطالبہ تھا کہ نیپال کے دوبارہ ہندو راشٹر ہونے کا اعلان کیا جائے۔ اور آئین سے سیکولر کا لفظ ہٹا دیا جائے اور ملک کی پرانی ہندو شناخت بحال کی جائے۔ جبکہ ۱۹۵۹ء کے نیپالی آئین میں مذہب کا کوئی ذکر نہیں تھا۔ یہ آئین مذہب کے تعلق سے پوری طرح خاموش تھا۔ کچھ مدت بعد نیپال کے پنچایتی نظام کے زمانہ میں اپنی انتہائی غیر عوامی حکومت کو مضبوط کرنے اور مذہبی طاقت حاصل کرنے کے لیے شاہ مہندر نے ہندو راشٹر کی سوچ اس میں شامل کی

جس پر ہر طرف سے تنقید ہوئی۔ ۱۹۹۰ء میں نیپالی آئین میں ہندو حکمرانی کو لایا گیا۔(۱)

اس پر دستور ساز اسمبلی (سی اے) کے صدر سبھاش چندر نیمبانگ نے اس تجویز کو مسترد کر دیا اس کے بعد کمل تھاپا نے اپنی تجویز پر ووٹنگ کی مانگ کی۔ پھر تھاپہ کی تجویز پر ووٹنگ ہو یا نہیں اس پر ووٹنگ ہوئی۔ صرف ۲۱؍لوگوں نے تجویز کی حمایت کی جبکہ کسی تجویز پر ووٹنگ کے لیے ۶۰۱؍ارکانِ اسمبلی میں سے ۶۱؍ارکان کی منظوری لازمی ہے۔(۲)

آئین کے اعلان تک عبوری سرکار چلانے کے لیے ڈاکٹر رام برن یادو کا بطور صدر انتخاب ہوا ۱۵؍اگست ۲۰۰۸ء کو ماؤنواز لیڈر پشپ کمل دہل (Pushap Kamal Dahal) کو وزیر اعظم منتخب کیا گیا۔ ۹؍ماہ کچھ دن حکومت چلا کر ۴؍مئی ۲۰۰۹ء کو پرچنڈ نے استعفیٰ دے دیا اس کے بعد CPN کے لیڈر جھالا ناتھ کھنل نے وزیر اعظم کا حلف لیا۔ ایک سال بعد اس نے بھی استعفیٰ دیا اور اگست ۲۰۱۱ء میں ماؤنواز پارٹی کے سینئر لیڈر ڈاکٹر بابورام بھٹارائی سیکولر جمہوریہ کے تیسرے وزیر اعظم منتخب ہوئے۔ ڈاکٹر بابورام کے بعد نیپال کانگریس کے صدر سشیل کوئرالہ کو وزیر اعظم بنایا گیا اور نئے آئین کے نفاذ تک وہ اپنے عہدے پر باقی رہے۔

## نیپال میں نئے آئین کا نفاذ:

۲۰؍ستمبر ۲۰۱۵ء کی تاریخ نیپالی عوام کے لیے سنہرے حرفوں سے لکھے جانے کے قابل ہے کہ یہ نیپالی عوام کی کئی برسوں کی جدوجہد کے بعد ملنے والی فتح کی تاریخ ہے۔ اس تاریخ سے نیپال میں نئے آئین کا نفاذ باضابطہ ہو گیا ہے۔ اس آئین کو کئی برسوں سے جاری سیاسی کشیدگی، بحث و مباحثہ کے بعد تشکیل دیا گیا ہے۔ اس نئے آئین کے تحت نیپال ۷؍ریاستوں پر مشتمل سیکولر، فیڈرل، ریپبلک بن گئی ہے۔

(۱) روزنامہ انقلاب وارانسی ۱۱؍اگست ۲۰۱۵ء گوپال کرشن گاندھی کے مضمون سے ماخوذ۔

(۲) روزنامہ انقلاب نئی دہلی، وارانسی مؤرخہ ۱۵؍ستمبر ۲۰۱۵ء ص:۱۔

چنانچہ Constitution of Nepal 2015 کے آرٹیکل 4 میں State of Nepal کا تعارف اس طرح پیش کیا گیا ہے۔(۱)

"Nepal is an independent indivisible, sovereign secular, inclusive multi-coste, oriented towards emocaratic socialism, which shall be called Nepal inshort"

"نیپال ایک آزاد، مستقل اور خود مختار سیکولر جمہوری ریاست ہونے کے ساتھ کثیر الاقوام سماجی جمہوریت پر مبنی ہے۔"

تاہم نیپال کو ہندو راشٹر بنانے کی خواہش رکھنے والے بعض گروپوں کی طرف سے اس آئین کی شدید مخالفت بھی ہو رہی ہے۔ ملک کے مختلف حصوں میں مظاہروں اور ہڑتالوں کا سلسلہ جاری ہے۔ ترائی علاقوں میں چھ مہینوں تک مارکیٹ، دکانیں، آمدورفت کے ذرائع بند رہے جس کے سبب عوام کو بڑی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ روزمرہ ضرورتوں کی اشیا نہایت گراں ہو چکی تھیں۔ ۳/اکتوبر ۲۰۱۵ء کو نیپال کے صدر جمہوریہ ڈاکٹر رام برن یادو نے تمام سیاسی جماعتوں سے ایک ہفتہ کے اندر اتفاق رائے سے حکومت تشکیل دینے کا مطالبہ کیا اور کہا کہ متفقہ طور پر حکومت کے منتخب نہ ہونے کی صورت میں پارلیمنٹ اکثریتی ووٹ سے حکومت کا انتخاب کرے گی۔

تمام سیاسی جماعتوں کا وزیر اعظم کے انتخاب کے سلسلے میں اتفاق نہیں ہو پایا جس کے سبب ۱۱/اکتوبر بروز اتوار پارلیمنٹ میں پولنگ ہوئی۔ یہ انتخابی مقابلہ سابق وزیر اعظم سشیل کوئرالہ اور سی پی این، یو ایم ایل کے سربراہ کے پی شرما اولی کے درمیان تھا۔ کے پی شرما اولی کو ۳۳۸/ووٹ ملے جبکہ نیپال کانگریس کے صدر کوئرالہ کو صرف ۲۴۹/ووٹ حاصل ہوئے جب کہ وزیر اعظم کے انتخاب کے لیے ۲۹۹ ووٹوں کی ضرورت تھی کل ۵۸۷/ارکان اسمبلی نے ووٹنگ میں حصہ لیا۔ کے پی شرما پہلے ہی سے وزیر اعظم عہدہ کے

(۱) Constitution of Nepal 2015, Preliminary droft, Pqge: 2 (unofficial translation)
اس کی پرنٹیڈ کاپی راقم سطور کے کتب خانہ قادریہ میں موجود ہے۔

مضبوط امیدوار مانے جارہے تھے کیوں کہ یوسی پی این ماؤ نواز کے صدر پرچنڈ سمیت درجن بھر سے زیادہ پارٹیوں نے اولی کو وزیر اعظم بنائے جانے کی حمایت کی تھی۔(۱)

## نیپال کی تعلیمی صورت حال

نیپال پوری دنیا میں آبادی کے اعتبار سے ۴۶ ویں مقام پر ہے۔ اس کی آبادی جولائی ۲۰۱۴ء کی سرکاری مردم شماری کے مطابق تین کروڑ نو لاکھ چھیاسی ہزار نو سو پچہتر (۳۰۹۸۶۹۷۵) ہے۔ یہ پوری دنیا کی آبادی کا 0.41٪ ہے لیکن تعلیمی وتہذیبی اعتبار سے اس کا مقام بہت پیچھے ہے۔ اس کی تعلیمی پسماندگی کا اندازہ اسی سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس وقت نیپال میں صرف ۹ یونیورسٹیز قائم ہیں، جن میں صرف ۶ یونیورسٹیز باضابطہ کام کررہی ہیں، بقیہ تین تعمیری مرحلوں سے گزر رہی ہیں اور ان میں سے اکثر بہت بعد میں قائم کی گئی ہیں۔

ذیل کی سطور میں ان تعلیمی دانشگاہوں کی ایک فہرست دی جارہی ہے، جن سے یہاں کے تعلیمی رجحان اور معیار کا صحیح اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

(۱) تری بھون یونیورسٹی، کرتی پور، کاٹھمنڈو، قائم شدہ: ۱۹۵۹ء، تعداد طلبہ: ۶۰۴۴۳۷

Tribhuvan University, Kirtipur, Kathmandu Est. (1959)

(۲) کاٹھمنڈو یونیورسٹی بھگت پور ولت پور، قائم شدہ: ۱۹۹۱ء

Kathmandu University, Bhagatpur, Lallatpur. (1991)

(۳) پوکھرا یونیورسٹی، قائم شدہ: ۱۹۹۶ء　تعداد طلبہ: ۲۵۰۰۰

Pokhra University, (1996)

(۴) پوروانچل یونیورسٹی براٹ نگر　قائم شدہ: ۱۹۹۳ء　تعداد طلبہ: ۲۲۰۰۰

Purwanchal University, Bratnagar (1993)

(۵) نیپال سنسکرت یونیورسٹی، بلجھنڈی، ڈونگ، قائم شدہ: ۱۹۸۶ء، تعداد طلبہ: ۱۶۹۷

Nepal Sanskrit University, Beljhundi, Dong. (1986)

(۶) مڈویسٹرن یونیورسٹی برینڈر نگر، سرکھیت، سن تاسیس: ۱۷/جون ۲۰۱۰ء، تعداد طلبہ: ۳۰۰۰

(۱) کاٹھمنڈو نیوز ایجنسی۔ انقلاب نئی دہلی، وارانسی، ۱۲/اکتوبر ۲۰۱۵ء، ص: ۱۔

Midwestern University. (2010)

(۷) لمبنی بدھا یونیورسٹی لمبنی،　　سن تاسیس: ۲۰۰۶ء　　زیر تعمیر

Lumbini Buddha University, Lumbini, (2006.)

(۸) فار ویسٹرن یونیورسٹی مہیندر نگر، کنچن پور　　قائم شدہ: ۲۰۱۰ء

For-Western University, Mahendranagar, Kanchanpur. (2010)

(۹) نیپال اگری کلچر اینڈ فاریسٹری یونیورسٹی، رام پور چتون　سن تاسیس: ۲۰۱۰ء

Nepal Agricultur and forestry University Rampur, Chitwan, (2010)

درج بالا فہرست سے اندازہ ہو گیا ہوگا کہ نیپال میں سب سے اعلیٰ تعلیمی مراکز کی یہ تعداد ہے تو چھوٹے تعلیمی مراکز کتنے اور کس حالت میں ہوں گے۔ یہ آبادی کے تناسب سے بہت ہی تشویش ناک صورت حال ہے۔ حکومت نیپال کو تعلیمی میدان میں بروقت اعلیٰ پیش قدمی کی ضرورت ہے، ورنہ نیپالی اقوام تعلیمی وتہذیبی میدان میں انتہائی پسماندگی کا شکار ہو کر رہ جائیں گی، اور دوسری قوموں سے کئی سو سال پیچھے ہو جائیں گی۔ مزید برآں افسوسناک امر یہ ہے کہ مذکورہ بالا تمام یونیورسٹیز کے کورسز کا جائزہ لینے سے معلوم ہوا کہ اردو زبان، عربی زبان یا اسلامک اسٹڈیز کا کوئی شعبہ یہاں کی کسی بھی یونیورسٹی میں قائم نہیں ہے، جب کہ یہاں دس لاکھ سے زائد مسلمان اردو زبان کا استعمال کرتے ہیں اور کئی دہائیوں سے نیپال، عرب تعلقات قائم ہیں۔ ایک تخمینہ کے مطابق ۵/لاکھ سے زائد مسلمان، عرب ممالک میں کام کر رہے ہیں۔ جس کے نتیجے میں نیپالی گورنمنٹ کو ماہانہ کروڑوں روپے کا ٹرانسپورٹ اینڈ ٹراویلس کا فائدہ حاصل ہو رہا ہے اور نیپال کی غربت کو دیکھ کر عرب ممالک کی طرف سے امداد کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ ایسے حالات میں لازمی طور پر حکومت نیپال کو مسلمانوں کی زبان وثقافت کو بھی کم از کم مسلمانوں ہی کے لیے تعلیم کا حصہ ضرور بنانا چاہیے تھا۔ نیپال کے مسلمانوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ گورنمنٹ سے اردو اور عربی زبانوں کو یونیورسٹیز اور اسکولوں میں تعلیم کا حصہ بنانے اور اس کے شعبے قائم کرنے کا مطالبہ کریں۔

۹۰/کی دہائی میں سفیر پاکستان نے حکومت پاکستان کے تعاون سے کاٹھمنڈو میں

شعبۂ اردو کے قیام کی تجویز پیش کی تھی جس سے تربھون یونیورسٹی کے وائس چانسلر مہیش کمار اپادھیا نے اتفاق کیا تھا۔ پھر نصاب اور دیگر انتظامات کے سلسلہ میں دو سال تک بات چیت ہوتی رہی بالآخر سفیر پاکستان کی کوششیں ثمر بار ہوئیں اور ۱۹۸۵ء میں تربھون یونیورسٹی میں شعبۂ اردو کا قیام عمل میں آ گیا اور اسی سال ۱۰ر نومبر کو کراچی یونیورسٹی کی استاد ڈاکٹرہ طاہرہ نیر کو اس شعبہ کا سربراہ بنایا گیا۔ ۱۹۹۰ء میں پروفیسر عبدالرؤف (پاکستان) اس کے سربراہ رہے(۱)۔ ان کے بعد یہ شعبہ معلوم نہیں کب تک چلا۔ فی الحال بند ہے۔

راقم سطور نے رمضان ۲۰۱۷ء میں تربھون یونیورسٹی کا دورہ کیا اور شعبۂ اردو کے سلسلے میں پتہ لگانے کی کوشش کی لیکن اس طرح کے کسی بھی شعبہ کیا طلاع نہیں مل سکی۔

(۱) نیپال میں اردو، ڈاکٹر نسیم اختر، ص: ۴۳۔ ناشر: سلسلہ پٹنہ۔ تقسیم کار کتاب منزل سبزی باغ۔ پٹنہ

# بابِ دوم

## نیپال میں مسلمانوں کی آمد

## باب دوم:

# نیپال میں مسلمانوں کی آمد

نیپال قدیم زمانے سے ہی متنوع المذاہب، کثیر الثقافتی ملک رہا ہے۔ ہندو مذہب کے علاوہ، اسلام، بدھ، جین، سکھ، کیرانت، عیسائی اور بہائی مذاہب کے لوگ یہاں آباد ہیں۔ غیر سرکاری اعداد وشمار کے مطابق ہندو ۸۱ء۶ فیصد، بدھ ۹۔۷ء، ۱۰ فیصد، مسلم ۱۲ر فیصد، کیرانت ۶ء۱ فیصد۔ (احمد محمود السید، المسلون فی نیپال)۔(۱)

نیپال میں مسلمانوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے جب کہ ہندو مذہب بہت تیزی کے ساتھ زوال پذیر ہے۔ سرکاری اعداد وشمار کے مطابق ۱۹۸۱ء میں مسلمانوں کی تعداد پوری آبادی کی 2.7 فیصد تھی، ۱۹۹۱ء میں یہ تعداد 2.83 فیصد کو پہنچ گئی جب کہ ۲۰۰۱ء کی مردم شماری میں یہ تعداد بڑھ کر 4.20 فیصد کو پہنچ چکی تھی جب کہ جولائی ۲۰۱۴ء کی سرکاری مردم شماری میں مسلمانوں کی تعداد 4. 4 ظاہر کی گئی ہے۔ ۱۹۸۱ء میں ہندوؤں کی تعداد 89.5 فیصد تھی۔ ۱۹۹۱ء میں یہ گھٹ کر 86.5 فیصد تک پہنچی جب کہ ۲۰۰۱ء کی مردم شماری میں یہ تعداد 80.62 فیصد کو پہنچ گئی۔ ۲۰۰۱ء کی مردم شماری میں پورے ملک کی آبادی 22736937 تھی ان میں مسلمانوں کی تعداد 954023 بتائی گئی تھی۔(۲) لیکن مسلمانوں کی یہ تعداد اس کی حقیقی تعداد کی نسبت بہت ہی کم ظاہر کی گئی ہے۔ صحیح مردم شماری نہ ہونے کے سبب یا ان کے ناموں کے سرکاری محکموں میں اندراج نہ

(۱) Nepal Demographics profile (2014)

(۲) Religions in Nepal- Dr Trilok Chandra, Page : 12, Published- 2013

ہونے کے سبب ان کی اصل تعداد سامنے نہیں آپا رہی ہے۔

معتمد تاریخی حوالوں سے قطعیت کے ساتھ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ نیپال میں مسلمانوں کی سب سے پہلی آمد کب ہوئی تاہم یہ اندازہ ہوتا ہے کہ شمالی ہند میں اسلام کی اشاعت کے ساتھ ہی نیپال میں مسلمانوں کی آمد ہوتی رہی۔

چنانچہ ماہر ارضیات جناب حفظ الرحمن علیگ اپنی کتاب نیپال کا جغرافیہ و تاریخ میں لکھتے ہیں:

> ''وثوق سے نہیں کہا جاسکتا کہ مسلمان، نیپال میں کب آنا شروع ہوئے۔ اس بارے میں لوگوں کی مختلف رائیں ہیں۔ یہاں یہ کہنا بے جانہ ہوگا کہ ہندوستان میں اسلام پھیلنے کے ساتھ ہی نیپال میں مسلمانوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا ہوگا۔ عربی کی ایک کتاب ''حدود العالم'' میں جو ۸۳ ۷ء میں شائع ہوئی تھی ذکر پایا جاتا ہے کہ نیپالی مشک عرب میں برآمد کیا جاتا تھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام کے شروع دنوں ہی میں نیپال کا رابطہ مسلمانوں سے براہِ راست یا بالواسطہ رہا ہے۔'' (۱)

## حدود العالم اور نیپال کے جغرافیہ و تاریخ پر تبصرہ

واضح ہو کہ محترم حفظ الرحمٰن علیگ نے "حدود العالم" نام کی جس عربی کتاب کا تذکرہ اپنی کتاب میں کیا ہے اس کا عربی ایڈیشن راقم الحروف کے سامنے ہے۔ اس کتاب کے مصنف کوئی مجہول شخص ہیں۔ اولاً یہ کتاب فارسی زبان میں افغانستان کے شہر جوزجان میں لکھی گئی۔ اس کا سنہ تالیف ۳۷۲ھ/ ۹۸۲ء ہے۔ پھر اس کا عربی میں ترجمہ ہوا۔ میرے پیش نظر اس وقت یوسف الہادی کے عربی ترجمہ و تحقیق والا نسخہ ہے جو "الدار الثقافية للنشر، القاهرة" سے ۲۰۰۲ء میں طبع ہوا ہے۔ کتاب کا پورا نام "حدود

(۱) نیپال کا جغرافیہ و تاریخ، از: حفظ الرحمن علیگ، حصہ سوم، ص، ۵۷۔ ۱۹۹۸ء۔

العالم من المشرق إلى المغرب" ہے۔ جناب حفظ الرحمٰن علیگ نے نیپال کا جغرافیہ وتاریخ حصہ سوم میں اس کا سنہ طباعت ۷۸۳ء تحریر کیا ہے، جس سے کتاب کا دوسو سال قبل طبع ہونا معلوم ہوتا ہے۔ یہاں قوی امکان ہے کہ سہو کتابت کے سبب ۹۸۲ء کی جگہ ۷۸۳ء تحریر ہو گیا ہو۔

تاہم پوری کتاب کا مطالعہ کر لینے کے بعد بھی صراحت کے ساتھ نیپالی مشک کے عرب میں برآمد کیے جانے کا تذکرہ "نیپال" لفظ کے ساتھ نہیں مل سکا۔ البتہ اس میں تبت، چین اور ہند کے شہروں، دریاؤں، سمندروں، پہاڑوں اور معدنیات ونباتات کی بھرپور تاریخ ملتی ہے۔ یہ عین ممکن ہے کہ نیپال اس وقت ہند یا تبت کا ماتحت حصہ رہا ہو اور اس کے تذکرہ کے ضمن میں شامل ہو گیا ہو۔

حدود العالم میں القول فی بلاد التبت ومدنها کے تحت لکھا ہے:

"إلى الشرق منها قسم من الصين وجنوبها الهند ومغربها بعض حدود ماوراء النهر وبعض حدود الخلخ وشمالها بعض الخلخ وبعض التغزغز وجميع ما فى الهند يؤتى به إلى التبت ثم ينقل من هناك إلى مدن المسلمين وفيها معادن الذهب وفيها المسك الكثير وفيها الثعلب الأسود والسنجاب" (۱)

تبت کا مشرقی حصہ چین سے ملتا ہے اور جنوبی سرحدیں ہندوستان سے اور مغرب میں اس کی سرحد کا کچھ حصہ ماوراء النہر اور خلخ سے بھی جا ملتا ہے جب کہ شمال کا کچھ حصہ خلخ اور کچھ حصہ تغزغز (ترکستان) سے متصل ہے۔ ہندوستان کی برآمدات تبت لائی جاتی ہیں پھر یہاں سے مسلم ممالک میں برآمد کی جاتی ہیں۔ تبت میں سونے کی کانیں اور مشک بڑی تعداد میں پائی جاتی ہیں۔ سیاہ لومڑی اور گلہری بھی وہاں پائی جاتی ہیں۔

حفظ الرحمٰن علیگ کی ذکر کردہ "حدود العالم" نامی کتاب کا ماخذ، بنگلہ دیشی اسکالر شمیمہ

(۱) حدود العالم۔ مؤلف مجہول، ص: ۹۰، الدار الثقافیۃ، القاہرہ، مصر، ۲۰۰۲ء

صدیقہ کی لکھی ہوئی کتاب Muslims of Nepal ہے، ان سے بھی یہی خطا واقع ہوئی ہے۔ اس میں سالِ اشاعت 783A.D لکھا ہوا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے براہ راست اس کا مطالعہ نہیں کیا ہے اور انھوں نے یہ تاریخ J.C.Regmi کی کتاب Likchhavi Sanskirti in Nepal سے لیا ہے جو رتن پستک بھنڈار، کاٹھمنڈو سے B.C.2026 میں چھپی ہے۔ یہ کتاب میرے پیش نظر نہیں ہے، جس سے معلوم ہو سکے کہ انھوں نے اسے کہاں سے لیا ہے اور غلطی کی ابتدا کہاں سے ہوئی ہے؟

یہ بات مسلم ہے کہ ہند عرب تجارتی تعلقات، قدیم زمانہ سے ہی قائم ہیں یہاں تک کہ اسلام کی آمد سے قبل بھی عرب تجّار اپنا مال تجارت لے کر سواحل مالابار سے ہوتے ہوئے چین تک کا سفر کرتے تھے۔ اور جنوبی ہند سے ان کے مضبوط تجارتی تعلقات تھے۔ اور یہ بھی ذکر ملتا ہے کہ ہندوستانی مشک عرب میں برآمد کیا جاتا تھا۔ نیپالی مشک عرب ممالک میں برآمد کیے جانے کی بات اگر صحیح مان لی جائے تو اس کا قوی احتمال ہے کہ عرب تجار ترکستان ہوتے ہوئے تبت اور وہاں سے نیپال آتے رہے ہوں گے اور نیپالی مشک تبت لایا جاتا رہا ہوگا اور پھر وہاں سے اسلامی ممالک میں درآمد کیا جاتا رہا ہوگا۔ کیونکہ عرب جغرافیہ نویسوں کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نیپال کو تبت ہی کا ایک حصہ سمجھتے رہے ہیں۔ کیونکہ قدیم زمانہ میں نیپال کا اطلاق صرف اسی وادی پر ہوتا تھا جو موجودہ کاٹھمنڈو کے حدود اربعہ ہیں۔ بقیہ حصے یا تو خود مختار ریاست کی شکل میں تھے یا ہندو تبت کے باجگزار اور ماتحت تھے۔

ابوالحسن علی بن حسین مسعودی نے ''مروج الذهب و معادن الجوهر'' میں تبت کا جغرافیہ اس طرح بیان کیا ہے۔ "و بلاد التبت متاخمة لبلاد الصين و أرضها من إحدى جهاته و لأرض الهند و خراسان و لمفاوز الترك"(۱) تبت کی سرحد ایک طرف سے ملک چین کی سرحد اور دوسری طرف سے ہند و خراسان اور تیسری

(۱) مسعودی، مروج الذهب، ج اول، مرقومہ ۳۳۳ھ۔ ص:۱۶۹، دار الفکر، بیروت ۲۰۰۵ء۔

طرف ترکستان کے جنگلات تک پہونچ کر ختم ہوجاتی ہے۔

ڈاکٹر تری لوک چندر مجویوریا، پروفیسر تربھون یونیورسٹی کاٹھمنڈو اپنی کتاب ''Religions in Nepal'' میں نیپال عرب تعلقات پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں: ''لچھوی عہد حکومت میں نیپالی تجار نے جنھیں برتھوان کہا جاتا تھا، تبت، چین اور انڈیا سے براہ راست تجارتی تعلقات قائم کر لیے تھے۔ یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ اس نے عرب ممالک سے بھی تجارتی تعلقات قائم کیے ہوں گے۔'' بلکہ آگے چل کر ایک حیرت انگیز دعویٰ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، مزید لکھتے ہیں:

"But it is definite that in the 8th century Arabian Countries were aware of Nepal and Nepal was in tuch with the Muslim World through such businessen and traders."(۱)

ترجمہ: یہ بات یقینی ہے کہ آٹھویں صدی عیسوی میں عرب ممالک نیپال سے واقف ہو چکے تھے اور نیپال بھی تاجروں اور ساہوکاروں کے ذریعہ مسلم دنیا کے رابطہ میں تھا۔ ڈاکٹر ریگمی لکھتے ہیں:

"During the Licchavi Period in the 7th century that the magar export item from Nepal was Musk."

ترجمہ: ساتوی صدی عیسوی، لچھوی عہد حکومت میں نیپال کی سب سے بڑی برآمدات مشک تھا۔

## ترائی علاقوں میں مسلمانوں کی آمد

ترائی علاقوں میں مسلمانوں کی آمد، شمالی ہند میں اسلام کی اشاعت کے ساتھ ہی شروع ہو چکی تھی۔ مسلمان تین راستوں سے نیپال آئے۔ شمالی ہند کا سرحدی علاقہ جس میں اتر پردیش، اتراکھنڈ، بہار اور بنگال کے علاقے آتے ہیں ان سرحدی راستوں سے مسلمان

(۱) Religions in Nepal- Dr Trilok Chandra, Page :306, Published by: M Devi- Lashkar (Gowalior, India) 2013

نیپال میں داخل ہوئے۔ ترائی علاقوں میں پانچویں صدی ہجری سے مسلمانوں کے قیام اور بزرگوں کی آمد کی ایک دھندلی سی تاریخ ملتی ہے، جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب یہاں تاریخ نگاری کا شعور نہیں تھا۔ پانچویں صدی ہجری سے ۸/ویں صدی ہجری تک قلیل تعداد میں انفرادی طور پر مسلمانوں کی آمدورفت یا رہائش کا تذکرہ ملتا ہے۔ بڑی تعداد میں مسلمان ۸/ویں صدی ہجری کے بعد آباد ہوئے ہیں اور پہاڑی علاقوں میں مسلمان شمالی ہند، تبت، کشمیر، افغانستان، ترکستان، ایران، عراق اور چین کی طرف سے آئے۔ چوں کہ لداخ، کشمیر، تبت اور چین کا علاقہ جغرافیائی طور پر جڑا ہوا ہے۔ اس لیے ان علاقوں سے بھی مسلمان یہاں آکر آباد ہوئے۔ پہاڑی علاقوں میں چھٹی صدی ہجری سے نیپال میں انفرادی طور پر بزرگوں کی آمد کا تذکرہ ملتا ہے۔

ہند میں سلسلۂ طیفوریہ، بدیعیہ کے بانی سیدنا شیخ احمد بدیع الدین حلبی شامی (متوفی: ۸۳۸ھ) نے چھٹی صدی ہجری ہی میں گورکھپور، یوپی کے سرحدی راستہ سے ہوکر سات ماتھا پہاڑی علاقوں کا دورہ فرمایا تھا، جہاں آدم خوروں کی بستی تھی۔ آپ کی تبلیغ کے نتیجہ میں بہت سے آدم خور اور سادھو سنتوں نے اسلام قبول کیا۔ وہاں کے ایک غار میں آپ کی چلہ گاہ موجود ہے اور لوگ اسے مداریہ پہاڑ کے نام سے جانتے ہیں، پھر وہیں سے انھوں نے چین کا سفر کیا تھا۔(۱)

نیپال میں ان کے دورہ کی پوری تفصیل حوالوں کے ساتھ ان کے حالات کے ضمن میں ملاحظہ فرمائیں۔

جنک پور کے ترائی خطہ میں حضرت داتا گدا علی شاہ، داتا بہار علی شاہ و داتا رحم علی شاہ رضی اللہ عنہم اجمعین ایرانی ثم کاشغری جن کا شمار نیپال کے قدیم ترین اولیا میں ہوتا ہے۔ صدیوں پرانی ان کی قبریں اس بات کی دلیل ہیں کہ مسلمان ترائی علاقہ میں بہت زمانے سے آباد ہیں۔

---

(۱) تاریخ مدار عالم، ص: ۳۵، سید محضر علی وقاری مداری، دار النور مکن پور، ضلع کانپور، ۲۰۱۰ء/۱۴۳۱ھ

سلاطین غزنی میں سے سلطان محمود بن سبکتگین غزنوی (متوفی ۴۲۱ھ) ایک نامور اور صاحب جبروت بادشاہ گزرے ہیں، جنھوں نے ہندوستان کے مختلف حصوں پر متعدد بار حملے کیے تھے اور آخری حملہ میں گجرات کے مشہور سومناتھ مندر کو فتح کیا۔ ان کے سالاروں میں سے ایک سالار، سید سالار ساہو تھے، جنھیں اجمیر کی مہم سپرد کی گئی تھی۔ انھیں کے سعادت مند بیٹے کا نام سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ ان کی ولادت ۴۰۱ھ اور شہادت ۴۲۴ھ میں ہوئی۔ آپ محمود غزنوی کی فوج کے ایک بڑے دستہ کی قیادت کرتے ہوئے، پنجاب ہوتے ہوئے شمالی ہند تشریف لائے۔ اودھ، جونپور اور مشرقی یوپی کا وسیع خطہ آپ کی مہم جوئی کی جولانگاہ تھا۔ اسلامی مجاہدین کے دستوں کے ساتھ غیر مسلم راجاؤں سے آپ نے خون ریز جنگ کی اور انھیں اطاعت پر مجبور کیا۔ ہزاروں رفقا نے جام شہادت نوش کیا۔

انھیں کے ساتھ تشریف لانے والے اور شہید ہو جانے والوں میں ایک بزرگ وہ ہیں جن کا مزار بہرائچ شریف سے قریب "دُلّو پہاڑ" نیپال میں واقع ہے۔

کہا جاتا ہے کہ ہمالہ کے برف پوش، کوہِ جُملہ کے راجا، رانج جوگی داس اور سید سالار مسعود غازی کے درمیان دوستانہ تعلقات تھے، خط و کتابت ہوتی تھی۔ سخت سردی کے ایام میں برف باری کے سبب راجا رانج کی راجدھانی جملہ سے دُلّو منتقل ہو جاتی تھی۔ اسی دُلّو پہاڑ پر شہید بابا کا مزار ہے۔ لوگوں کو ان کا اصل نام معلوم نہیں لیکن خاص و عام سبھی ان کو بہرائچ والے شہید بابا کے نام سے جانتے ہیں۔ دُلّو اور جملہ کے درمیان وے نکھ کے قریب "کورا اور کوساڑا" نام کی قدیم مسلم بستیاں آباد ہیں جن کے بارے میں لوگوں کا کہنا ہے کہ یہاں سید سالار مسعود غازی کے زمانے سے مسلمان آباد ہیں۔

فاروق عارف صاحب، نیپال گنج اپنے ایک مضمون میں رقمطراز ہیں:

"سلطان محمود غزنوی کے بھانجے اور سلطان کے مقرر کردہ اجمیر اور کاہیلہ کے حاکم سید ساہو سالار کے فرزند سید سالار مسعود غازی میں دوستانہ

خط و کتابت ہوتی تھی۔ برف باری کے سبب راجا کی راجدھانی جُملہ سے دُلّو منتقل ہو جاتی تھی۔ اسی دُلّو پہاڑ پر شہید بابا کا مزار ہے۔ ان کا نام نہیں معلوم مگر بہرائچ والے شہید بابا کے نام سے مشہور ہیں۔ دُلّو اور جملہ کے درمیان وے نکھ کے قریب کورا اور کوساڑا نام کی قدیم مسلم بستیاں ہیں۔ یہاں کے مسلمانوں کا لباس اور رہن سہن مقامی پہاڑیوں جیسا ہے۔ سید سالار مسعود غازی کے زمانے سے یہاں مسلمان آباد ہوے ہیں۔"(۱)

لیکن یہ ایسی تاریخ ہے جس کی ٹھوس سند دستیاب نہیں ہے۔ نہ فاروق عارف صاحب نے کسی مستند ماخذ کا حوالہ پیش کیا ہے۔ یہ ایسی روایات ہیں جو اصل تحقیق کے معیار پر پوری نہیں اترتیں۔

## نانا شاہ بابا نیپال گنج، نیپال

نیپال کی سرزمین پہ آرام فرما ایک اور قدیم بزرگ حضرت نانا شاہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں، جو اَودھ سے مُلحَق نیپال میں، نواب کے ماتحت راجا تلسی کے زیر انتظام "بانکے" نام کی بستی میں قاضی مقرر کیے گئے تھے۔ آپ نے موجودہ شہر نیپال گنج آباد ہونے سے پہلے چودھری لال محمد و منو کے خاندانی باغ اور قبرستان میں قیام کیا اور ایک جھونپڑی میں مسجد قائم کی جو آج نیپال کی خوبصورت مسجدوں میں شمار کی جاتی ہے۔ آپ تارک الدنیا درویش تھے۔ مزار پاک فتح محمد کے مسلم مسافر خانہ کے احاطہ میں ہے۔(۲)

نیپال میں مسلمانوں کی آمد ایک وقت میں نہیں ہوئی، بلکہ عہد بعہد مختلف سرحدی علاقوں سے آتے رہے اور یہاں کی سرسبز و شاداب زمین دیکھ کر آباد ہوتے رہے۔

---

(۱) ھدیٰ ڈائجسٹ، ج: سوم، اولیاء اللہ نمبر، ص: ۲۳۸، ستمبر ۱۹۸۸ء

(۲) ھدیٰ ڈائجسٹ، ج: سوم، اولیا اللہ نمبر، ص: ۲۳۸، ستمبر ۱۹۸۸ء

# سلطان شہاب الدین محمد غوری کے عہد میں مسلمانوں کی آمد

یہ کہنا مشکل ہے کہ مسلمانوں کی نیپال میں پہلی آمد کب ہوئی؟ تاہم یہ بات قطعیت کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ تاریخی اور سیاسی طور پر نیپال میں مسلمانوں کی پہلی آمد سلطان شہاب الدین محمد غوری (ولادت: ۵۳۲ھ/ ۱۱۳۷ء، وفات: ۶۰۲ھ/ ۱۲۰۶ء) کے عہد حکومت میں ہوئی ہے۔

شمالی ہند میں مسلم حکومت کی بنیاد رکھنے والے سلطان شہاب الدین محمد غوری کے مقرر کردہ، امیر و حاکم بنگال، اختیار الدین محمد بن بختیار خلجی نے ۵۹۸ھ/ ۱۲۰۱ء میں بہار کے بعد بنگال کو فتح کیا۔ جب بنگال کے تمام زمیندار اور راجگان اس کے اطاعت گذار ہو گئے تو اس نے تبت اور ترکستان کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور بارہ ہزار جنگجو سپاہیوں کے ساتھ اس کوہستان کی طرف روانہ ہوا جو لکھنوتی (گور) اور تبت کے درمیان واقع ہے۔ پھر بختیار خلجی نے تبت پر حملہ کیا اور ناکام و نامراد واپس ہوا۔ اس سفر میں بختیار خلجی کی فوج کا کچھ حصہ خفیہ طور پر نیپال میں داخل ہو گیا۔

نیپالی مؤرخ ڈاکٹر پرکاش اپادھیاے نیپال میں مسلمانوں کی آمد کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

Historically it is difficult to came to any definite conclusion on the issue of muslim migration in Nepal, but it is believed that when the muslim ruler Bahktiyar Khilji invaded Tibet in 13th century, some of this soldiers entered secretly in to Nepal.(۱)

ترجمہ: تاریخی طور پر یہ کہنا مشکل ہے کہ مسلمان نیپال میں کب آئے؟ تاہم یہ یقینی

(۱) Social Ethnography of hill. Muslim of Nepal. Dr.Prakash Upadhyay. Published by Adoroit Publishers. New Delhi. 2014.Page:29

امر ہے کہ مسلم حکمراں بختیار خلجی نے جب تیرہویں صدی عیسوی میں تبت پر حملہ کیا تو اس کی فوج کا کچھ حصہ خفیہ طور پر نیپال میں داخل ہوگیا۔

اس اقتباس سے یقینی طور پر یہ ثابت ہوگیا کہ تاریخی طور پر مسلمانوں کا نیپال میں داخلہ آج سے تقریباً ۸۳۶ رسال قبل ہو چکا ہے۔ جب کہ اکثر مؤرخین اب تک چودھویں صدی عیسوی کو مسلمانوں کے نیپال میں آنے کی صدی بتاتے رہے ہیں۔

محمد بن بختیار خلجی کے ذریعہ تبت پر حملہ کا ذکر دوسری کتابوں میں بھی ملتا ہے۔

مختصر تاریخ ہند میں ہے: "شہاب الدین محمد غوری کے عہد میں محمد بن بختیار خلجی نے آہستہ آہستہ بہار کے بعد بنگالہ ۵۹۸ھ/۱۲۰۱ء میں فتح کیا، پھر تبت پر چڑھائی کی مگر ناکام واپس آیا اور اسی غم میں مرگیا"۔(۱)

معروف محقق، ڈاکٹر سید علیم اشرف جائسی کی تحقیق کے مطابق، بہار اور متحدہ بنگال میں مسلم حکومت کی بنیاد، اختیار الدین محمد بن بختیار خلجی کے ہاتھوں ۵۹۴ھ/۱۱۹۷ء میں پڑی۔(۲)

محمد قاسم فرشتہ نے ذرا تفصیل سے تبت پر حملہ کے بارے میں لکھا ہے:

تاریخ فرشتہ مترجم میں ہے:

## تبت کو فتح کرنے کا ارادہ

"چند سال کے اندر اندر سارا ملک، بختیار کے قبضے میں آگیا اور بنگالہ کے تمام زمین داران اور راجگان اس کے اطاعت گذار ہوگئے۔ اس کامیابی کے بعد محمد بختیار نے تبت اور ترکستان کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ اس نے اپنے سپہ سالار محمد شیر خان خلجی کو جاج نگر، لکھنوتی (گور، بنگال) اور دیگر ممالک کی حفاظت کے لیے اپنا نائب مقرر کیا۔۔۔ ان

(۱) مختصر تاریخ ہند، مولانا سید ابوظفر صاحب، مطبع: معارف اعظم گڑھ، طبع: ہفتم ۱۹۸۹ء، ص: ۸۳ وطبع ثانی ۱۹۳۸ء۔

(۲) فصول فی التعریف بالهند العربیة الأسلامیه، ص: ۱۸۷، ناشر: دارالعلوم جائس، رائے بریلی، یوپی، ۲۰۰۳ء۔

انتظامات کے بعد محمد بختیار بارہ ہزار جنگجو سپاہوں کا لشکر لے کر اس کوہستان کی طرف روانہ ہوا جو لکھنوتی (گور، بنگال) اور تبت کے درمیان واقع ہے۔"(۱)

بعض معاصر مؤرخینِ ہند نے خلجی کے تبت پہونچنے اور اس پر حملہ کرنے کا انکار کیا ہے لیکن یہ ایسا دعوی ہے کہ جس کی تائید، تاریخ سے نہیں ہوتی ہے۔ محمد بن بختیار خلجی کے تبت پر حملے کا ذکر ۱۳ رویں صدی عیسوی کے ممتاز مؤرخ، شیخ معین الدین چشتی اجمیری کے کمسن معاصر، قاضی ابوعمر منہاج الدین بن سراج الدین جوزجانی (ولادت: ۵۸۹ھ) نے بھی طبقات ناصری میں کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: ''تبت اور ترکستان کو اپنے قلمرو میں شامل کرنے کا خیال محمد بن بختیار خلجی کے ذہن و دماغ پر چھایا ہوا تھا۔ دس ہزار سوار کا لشکر ترتیب دے کر ان پہاڑوں کی طرف چل پڑا جو لکھنوتی اور تبت کے درمیان واقع ہیں۔''

پھر ایک صفحہ بعد لکھتے ہیں:

''پانزدہ روز میان شعاب جبال شامخات بالا و نشیب قطع منازل و مراحل کردند شانزدہم روز بصحن زمین تبت وصول نمود۔ تمام آں زمیں و قبائل معمور بود۔ و دیہ با آبادان اول بموضعے رسیدند کہ آنجا قلعہ بود چوں لشکر اسلام دست بنہب بردند اہل آں قلعہ و حوالی برائے دفع پیش باز آمدند و جنگ پیوستند۔''(۲)

پندرہویں روز بلند و بالا پہاڑوں کی گھاٹیوں کے نشیب و فراز سے گزرتے ہوئے سولہویں دن تبت کی سرزمین پر پہونچے۔ وہ تمام زمینیں اور قبائل آباد اور خوشحال تھے۔ اس کے دیہات بھی آباد تھے۔ سب سے پہلے جس جگہ پہونچے وہاں ایک قلعہ تھا۔ جب لشکر اسلام نے اس کو تاخت و تاراج کرنا چاہا۔ قلعہ والے اور اس کے اطراف کے لوگ دفاع کے لیے سامنے آئے اور جنگ چھڑ گئی۔

(۱) تاریخ فرشتہ، محمد قاسم فرشتہ، ج: ۲، مترجم عبدالحی خواجہ ایم اے، ص: ۸۴۷، مکتبہ ملت دیوبند، یوپی۔

(۲) طبقات ناصری، ص: ۱۵۳۔ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۶۴ء۔ باہتمام کپتان لیس صاحب

اس جنگ میں مسلمانون کوشکست فاش ہوئی اور بمشکل تمام وہاں سے نکل جانے میں کامیاب ہوئے۔ تبت اور آسام کی سرحد کے درمیان ایک دریا تھا شاید یہ دریاے برہم پتر ہو اس کے پل کو مقامی لوگوں نے شکستہ کر دیا تھا۔ بہت مشقتوں کے ساتھ دریا عبور کر کے محمد بن بختیار خلجی چند سپاہیوں کے ساتھ بنگالہ پہونچا۔ اور اسی شکست کے غم میں ۶۰۲ھ/۱۲۰۶ء میں واصل بحق ہوا۔ تبت پر یہ حملہ ۱۲۰۴ء میں ہوا تھا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے طبقات ناصری۔

## نیپال کے بعض صوبہ جات امیر اختیار الدین محمد بن بختیار خلجی کی جاگیرداری میں

نیپال پر مسلم سلاطین کے اثرات کی تلاش وجستجو میں راقم سطور کو ایک ایسا ماخذ دستیاب ہوا جس میں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ نیپال کے بعض صوبہ جات سلطان شہاب الدین محمد غوری نے اپنے عزیز ترین امیر ملک معظم حسام الدین بعلبک کی سفارش پر فاتح بنگال و بہار امیر محمد اختیار الدین بن بختیار خلجی (م ۱۲۰۴ء) کو بطور جاگیر پیش کیے تھے۔ تیرہویں صدی ہجری کے مؤرخ مولانا قاضی سید نور الحسین، سابق صدر وامین اعلی عظیم آباد، اپنی کتاب آثار شرف (فارسی) مرقومہ ۱۲۸۲ھ/۱۸۶۶ء میں محمد بن بختیار خلجی کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

> ''محمد بختیار خلجی در عہد سلطان غیاث الدین محمد سام بغزنین آمدہ رو بہندوستان نہاد وبمساعی جمیلہ ملک معظم حسام الدین بعلبک کہ از امراے کبار سلطان شہاب الدین محمد غوری بود بعض پرگنات نیپال دوآبہ واودھ جاگیر یافت۔''(۱)

(۱) آثار شرف، قاضی سید نور الحسین، ص: ۱۴۔ مطبوعہ ۱۳۳۲ھ۔ اصل کتاب منعمیہ لائبریری متن گھاٹ، پٹنہ میں ہے۔ کاتب سطور کے کتب خانہ قادریہ میں کتاب کی زیراکس کاپی موجود ہے۔

محمد بختیار خلجی غوری الاصل تھا، اس کی شکل وصورت عجیب وغریب تھی، جب وہ اپنا ہاتھ نیچے کی طرف چھوڑتا تو اس کی انگلیاں اس کے زانو سے نیچے پہونچ جاتیں۔ سلطان غیاث الدین محمد کے عہد میں غزنی آیا اور وہاں سے ہندوستان کا رخ کیا۔ ملک معظم حسام الدین بعلبک کی مساعی جمیلہ سے جو سلطان شہاب الدین محمد غوری کے بڑے امرا میں سے تھے محمد بختیار خلجی کو نیپال کے چند صوبہ جات، گنگا، جمنا اور اودھ کے علاقے بطور جاگیر حاصل ہوئے۔

اس تاریخ کی رو سے چھٹی ہجری کے اواخر ہی میں نیپال کے بعض علاقوں کا مسلم حکومت کے ماتحت ہونے کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔

## نیپال پر سلطان علاؤالدین خلجی کی حکومت اور خلجی سکے کا رواج

یہ اپنے موضوع پر انتہائی تحقیق طلب امر ہے کہ نیپال میں اس سکے کی دریافت ہو چکی ہے جو علاؤالدین خلجی (وفات: ۷۱۶ھ/۱۳۱۶ء) کے نام سے نیپال میں ڈھالا گیا تھا۔ اس سے اس امر کا بھی انکشاف ہوتا ہے کہ نیپال خلجی عہد میں بھی دہلی کے ماتحت رہ چکا ہے اور یہاں کے ایک بادشاہ نے علاؤالدین خلجی کی اطاعت قبول کر لی تھی۔ اس حوالے سے بیسویں صدی کے سب سے مستند نیپالی مؤرخ ڈاکٹر ریگمی (۱۹۱۳ء-۲۰۰۱ء) کی پیش کردہ تحقیق کو پیش کرنا زیادہ مفید ہوگا۔ وہ لکھتے ہیں:

A coin traced in Nepal said to have been struck in the Name of Ala ud-din muhammad shah khilji (?) has sn snpati etc. in the middle cricle (ob) and it is held by some historians that the Nepalese ruler of the time owed allegiance to the khilji ruler.(۱)

نیپال میں ایک سکہ دریافت کیا گیا ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ علاؤالدین محمد خلجی کے نام سے ڈھالا گیا تھا اس کے بیچ کے دائرہ میں (ob) کا نشان

(۱) Mediaeval Nepal. Page:312. Dr. Regmi. Pub.2007- first ed.1965

ہے۔ بعض مؤرخین کے حوالے سے یہ کہا جاتا ہے کہ اس وقت کے نیپالی حکمراں نے خلجی حکمراں کی اطاعت کا عہد کیا تھا۔

ڈاکٹر ریگمی نے جو بات لکھی ہے اس کو ان سے پیشرو مؤرخ پٹک نے بھی لکھا ہے۔ پٹک لکھتے ہیں:

The latter Country was a client of the Delhi Saltanate, as shown by the above mentioned coin struck in Nepal with the Name of Ala ud-din Khalji; and this connection may have countributed to drow into the country the bengali army (۱)

نیپال، دہلی سلطنت کے ماتحت تھا جیسا کہ نیپال میں موجود اس سکے سے ظاہر ہوتا ہے جو علاؤالدین خلجی کے نام کے ساتھ ڈھالا گیا تھا۔ اس تعلق نے بنگالی فوج کی نیپال میں مداخلت کی حوصلہ افزائی کی ہوگی۔

مستند مؤرخین کی ان تحریروں سے روز روشن کی طرح عیاں ہوگیا کہ نیپال خلجی عہد میں دہلی سلطنت کے تابع رہا ہے اور عہد تغلق میں اس کے ترائی حصے مسلم حکمرانوں کے ماتحت اور ان کے باج گزار رہے ہیں۔ اب یہ مسئلہ شرعی و فقہی نقطۂ نظر سے بھی تحقیق طلب ہوگیا ہے کہ اس کو دارالاسلام مانا جائے یا نہیں؟ امید ہے کہ فقہائے اسلام اس تحریر کو پڑھنے کے بعد اس سلسلے میں اپنی رائے ظاہر کریں گے۔

(۱) Mediaeval history of Nepal. L. Petech. Page:119 Pub.in India- First ed.1958.

# ترہُت (نیپال) پر غیاث الدین تغلق کی پیش قدمی

۱۳۲۴ء، ہندوستانی مسلمان اور نیپال کے درمیان رابطے کا اہم سال ہے۔ ترائی علاقہ میں مسلمانوں کی سیاسی طور پر دوسری آمد سلطان غیاث الدین تغلق شاہ دہلی (۱۳۲۵ء۔۱۳۲۰ء) کے عہد میں ہوئی۔ ۱۳۲۴ء میں سلطان غیاث الدین تغلق بنگال کی بغاوت کو کچلنے کے بعد ترہت ہوتے ہوئے اپنے دارالسلطنت دہلی کو واپس ہو رہا تھا۔ اس وقت ایک آزاد متھلا ریاست، نیپال کے ترائی علاقہ میں قائم تھی جس کا دارالحکومت سمرون گڑھ تھا اور اس وقت راجا ہری سنگھ دیو کی حکومت تھی۔ راجا کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ دہلی کا بادشاہ ان کے دارالسلطنت سمرون گڑھ کو بھی اپنے قبضہ میں لینا چاہتا ہے۔ (سمرون گڑھ، بیرگنج کے مشرق میں کچھ میل کے فاصلے پر واقع ہے) اس غلط فہمی کے نتیجہ میں راجا نے بادشاہ کی فوج پر حملہ کر دیا۔ بالآخر ردعمل میں شاہ دہلی نے راجا کے دارالسلطنت کو تاخت وتاراج کر دیا۔ راجا ہری سنگھ حملہ کی تاب نہ لا سکا اور اپنے خاندان، درباریوں اور بیٹا ہری سنہا دیو سمیت بھاگ کر کاٹھمنڈو کے پہاڑوں میں پناہ گزیں ہوا۔

بنگلہ دیشی اسکالر اور مصنفہ، شمیمہ صدیقہ، جنھوں نے نیپال کی مسلم تاریخ پر انگریزی زبان میں سب سے پہلی کتاب "مسلمس آف نیپال" لکھی، وہ رقمطراز ہیں:

1324 A.D. is am important year for contact between the muslims of India and Nepal. Gayasuddin Tuglaq, the emperor of Delhi, was returning to his capital via Tirhut after crushinga reellion in Bengal.At that time an independent Mithila kingdom flourished in the simra region of Nepali Terai. King Hari Singh Dev ruled at that time and the king misunderstood that the Delhi emperor.

Probebly wanted to seize his capital Simroun Gadh also. Simroun Gadh is situated a few miles cast of Birgunj. as such the king attaked the emperor's force. As a result the emperor finally .destroyed the capital of the king. The king had to move to mountains with his family and counrtiers including son Hari Singh Dev. (۱)

ترجمہ: ۱۳۲۴ء ہندوستانی مسلمان اور نیپال کے درمیان رابطہ کا اہم سال ہے۔ شاہ دہلی، غیاث الدین تغلق، بنگال کی بغاوت کو کچلنے کے بعد ترہت کے راستے اپنے دار السلطنت کولوٹ رہا تھا، اس وقت ایک آزاد متھلا ریاست، نیپال کے ترائی علاقہ سمرا میں قائم تھی۔ اس وقت بادشاہ ہری سنگھ اس ریاست کے حکمراں تھے۔ بادشاہ کو غلط فہمی ہوئی کہ شاہ دہلی اس کی ریاست "سمرون گڑھ" کو بھی اپنے قبضہ میں لینا چاہتا ہے۔ (سمرون گڑھ بیرگنج کے مشرق میں کچھ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔) اس غلط فہمی کے نتیجے میں اس نے بادشاہ دہلی کی فوج پر حملہ کر دیا، جس کے ردعمل میں شاہ دہلی نے راجا کے دار السلطنت کو تاخت وتاراج کر دیا۔ راجا کو مجبور ہو کر اپنے اہل خانہ، درباریوں اور بیٹا ہری سنہا دیو سمیت بھاگ کر پہاڑ کی چوٹیوں میں پناہ گزیں ہونا پڑا۔

(۱) Muslims of Nepal- Shamima Siddiqa, Page:103- 1993A.D.

# سلطان محمد تغلق کی کاٹھمنڈو پر پیش قدمی اور حکومت

(عہد حکومت: ۷۲۵ھ-۷۵۲ھ/۱۳۲۵ء-۱۳۵۱ء)

آٹھویں صدی ہجری کے نصف اول میں غیاث الدین تغلق کے فرزند سلطان محمد تغلق کا خورشید اقبال عروج پر تھا۔ متحدہ ہندوستان کے وسیع رقبے پر اس کی حکومت پھیلی ہوئی تھی۔ اس کی ترکتازیاں نہ صرف ہندوستان تک محدود رہیں بلکہ اپنی حیرت انگیز فتوحات سے اس نے شہنشاہ چین کو بھی اپنی اطاعت پر مجبور کر دیا تھا۔ اس نے خسرو خان کی ماتحتی میں ایک لاکھ فوج کا لشکر جرار چین کو فتح کرنے کے لیے بھیجا۔ کوہ ہمالہ کے دامن میں واقع خوبصورت وادی کاٹھمنڈو پر بھی اس کی پیش قدمی ہوئی۔ نہ صرف یہ کہ کاٹھمنڈو کو اس نے فتح کیا بلکہ وہاں کے حکمراں نے اس کی اطاعت قبول کی اور جزیہ دینے پر مجبور ہوا۔

یہ ایسی تاریخ ہے جس کے تعلق سے ہندو نیپال کے اکثر تاریخی مصادر خاموش ہیں یا نیپال کے مؤرخین نے قصداً اس تاریخ کو نظر انداز کیا ہے۔ ہمیں اس واقعہ کا علم محمد تغلق کے معاصر مؤرخ، شہرۂ آفاق سیاح، ابن بطوطہ کے سفرنامہ سے ہوتا ہے جو آٹھویں صدی ہجری میں لکھا گیا۔ ابن بطوطہ کا اصل نام محمد بن عبداللہ لواتی طنجی ہے۔ ان کی ولادت بروز دوشنبہ ۱۷/رجب ۷۰۳ھ مطابق ۲۵/فروری ۱۳۰۴ء میں ساحل مغرب (مراکش) پر واقع شہر طنجہ میں ہوئی۔ اور ۷۷۹ھ میں وفات ہوئی۔ طنجہ ہی میں سوق احرضان میں ایک مسجد کے احاطہ میں ان کی تدفین عمل میں آئی۔ ابن بطوطہ نے بلاد یورپ، مصر و شام، حجاز و عراق، ایران، ترکی، متحدہ ہندوستان، چین اور جزائر مالابار وغیرہ کا سفر کیا اور اپنے احوال سفر کو بہت ہی خوبصورت انداز میں ایک ماہر مؤرخ اور تجزیہ کار کی طرح ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا۔ وہ ۷۳۴ھ میں پنجاب آیا اور وہاں سے دہلی پہونچا۔ (۱)

ابن بطوطہ شہنشاہ چین کی طرف سے شاہ دہلی محمد تغلق کو بھیجے جانے والے ہدایا و

(۱) مقدمہ رحلۃ ابن بطوطہ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، مطبوعہ ۲۰۰۲ء، ص: ۷۔

تحائف کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

و كان ملك الصين قد بعث إلى السلطان مائة مملوك و جارية، و خمسمائة ثوب من الكمخا، منها مائة من التى تصنع بمدينة الزيتون و مائة من التى تصنع بمدينة الخنسا، و خمسة أمنان من المسك و خمسة أثواب مرصعة بالجوهر و خمسة من التراكش مزركشة، و خمسة سيوف و طلب من السلطان أن يأذن له فى بناء بيت الأصنام بناحية قراجيل المتقدم ذكره، و يعرف الموضع الذى هو به بِسَمْهَل و إليه يحج أهل الصين و تغلب عليه جيش الإسلام بالهند فخربوه و سلبوه. لما وصلت هٰذه الهدية إلى السلطان كتب إليه: إن هٰذا المطلب لا يجوز فى ملك الإسلام إسعافه و لا يباح بناء كنيسة بأرض المسلمين إلا لمن يعطى الجزية، فان رضيت بإعطائها أبحنا لك بناءه، و السلام على من اتبع الهدى"(۱)

اب ہم بجائے اس کے کہ خود ترجمہ کر کے ان عبارتوں کا کوئی مطلب نکالیں، رئیس احمد جعفری کا ترجمہ پیش کرتے ہیں۔ جو ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء میں طبع ہوا ہے۔

ترجمہ: بادشاہ چین نے تغلق کے پاس سو غلام اور لونڈیاں اور پانچ سو تھان کمخواب کے جن میں سو شہر زیتون کے بنے ہوئے تھے اور سو شہر خنسا کے اور پانچ من مشک اور پانچ خلعت جن میں جواہر جڑے تھے اور پانچ ترکش طلا کار اور پانچ تلواریں بھیجیں۔ اور یہ بھی درخواست کی کہ کوہ ہمالہ میں جو بت خانے ہیں ان کو بنانے کی پھر اجازت دی جائے۔ اس پہاڑ میں ایک جگہ ہے جس کو سمھل کہتے ہیں وہاں چین کے لوگ یاترا کو آتے ہیں۔ جب بادشاہ نے پہاڑ پر حملہ کیا تو اس شہر اور بت کو برباد کر دیا تھا۔ تغلق نے اسے یہ جواب بھیجا کہ ملک اسلام میں سوائے اس شخص کے جو جزیہ دے بت خانہ بنانے کی کسی کو اجازت نہیں ہو سکتی۔ اگر بادشاہ چین جزیہ دینا منظور کر لے تو اجازت ہو سکتی ہے۔(۲)

---

(۱) رحلة ابن بطوطة، المسماة تحفة النظار فى غرائب الأمصار۔ شرح طلال الحرب۔ ص: ۵۴۲-۵۴۱ فصل: ۸۔ رجوع السلطان و إرسال ابن بطوطة للصين. دار الكتب العلمية، بيروت۔ ۲۰۰۲م۔

(۲) سفرنامہ ابن بطوطہ، اردو ترجمہ، ج: ۳، ص: ۵۸، مترجمہ رئیس احمد جعفری ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء۔

مذکورہ بالا عبارت میں بعض کلمات قابل توضیح ہیں۔ مثلاً سمبل۔ اس سے کسی کو یہ مغالطہ نہیں ہونا چاہیے کہ یہ اس سنبھل کا ذکر ہے جو اتر پردیش میں ہے۔ بلکہ یہ ایک مندر کا نام ہے جو کاٹھمنڈو میں واقع ہے۔ وادی میں ہندوؤں کی مشہور عبادت گاہ ہے جس کو پشوپتی ناتھ مندر کہتے ہیں اور اسی کے قریب سیمبھو ناتھ (Swayambhu) مندر ہے جو کیرانتیوں کی مذہبی عبادت گاہ ہے، یہ لوگ بدھ مت کے پیروکار ہیں۔ قدیم تاریخ کے مطابق کرانتی رہنما منجوشری چین سے آئے۔ ساتھ ہی وسطی ایشیا، تبت، برما، بھوٹان، اروناچل، سکم، آسام وغیرہ سے ان کے عقیدت مندوں کی ایک بڑی تعداد نیپال آئی۔ یہی لوگ کرانتی کہلائے انھوں نے اپنی عبادت کے لیے سیمبھو مندر تعمیر کیا تھا جس کی زیارت کے لیے چینی آیا کرتے تھے۔ ممکن ہے ابن بطوطہ کے عہد میں اسے سمھل کہا جاتا رہا ہو تاہم بعد میں یہ متغیر ہوتے ہوتے سیمبھو ناتھ ہو گیا۔ اور یہی وہ عبادت گاہ ہے جو پہاڑوں کے دامن میں واقع ہے۔

## جبل قراجیل کی تشریح:

جبل قراجیل سے ابن بطوطہ نے ہمالیہ پہاڑ مراد لیا ہے وہ خود اس کی توضیح میں لکھتے ہیں:

جبل قراجيل، جبل كبير يتصل مسيرة ثلاثة أشهر و بينه و بين دهلى مسيرة عشر.

ہمالیہ ایک بڑا پہاڑ ہے جس کے حدود کی مسافت تین ماہ ہے۔ اس کے اور دہلی کے درمیان دس دنوں کا فاصلہ ہے۔

رحلہ ابن بطوطہ کے محشی ڈاکٹر علی المنتصر قراجیل پر نوٹ لگاتے ہوئے لکھتے ہیں:

(وجبل قراجيل) يسمى اليوم جبال الهمالايا والدولة الموجودة به اليوم تسمى "النيبال". (۱)

(۱) رحلة ابن بطوطة، المسماة تحفة النظار في غرائب الأمصار۔ ص: ۲۹۷، مطبوعہ: دار الكتب العلمية، بيروت۔ ۲۰۰۲ء/ ۱۴۲۳ھ۔

ترجمہ: جبل قراجیل ان دنوں ہمالیہ کے پہاڑوں کو کہا جاتا ہے اور وہ ملک جہاں یہ پہاڑ آج موجود ہے اسے نیپال کہا جاتا ہے۔

فرشتہ کا اس کے بابت یہ لکھنا ''وآں را نیز ہما چل گویند۔'' قراجیل کو ہما چل بھی کہتے ہیں، خلاف حقیقت معلوم ہوتا ہے کیوں کہ خود ابن بطوطہ کی تشریح سے اس کی تردید ہوتی ہے۔ ابن بطوطہ نے قراجیل سے کوئی خاص علاقہ مراد نہیں لیا ہے بلکہ اس کو مطلق رکھا ہے اور پورے پہاڑ کو قراجیل سے موسوم کیا ہے۔ پھر ہمالیہ کا سب سے بلند اور اہم حصہ (Mount Everest) نیپال ہی میں واقع ہے۔ لہذا قیاسِ اَغلب ہے کہ انھوں نے نیپال ہی کا ہمالیائی خطہ مراد لیا ہوگا۔

منتخب التواریخ ملا عبدالقادر بدایونی کے محقق ومحشی ڈاکٹر علیم اشرف خان لکھتے ہیں:

''فرشتہ، بدایونی، برنی اور دوسرے مؤرخوں نے اس مہم کا ذکر کیا ہے لیکن کسی نے وہ مقام نہیں بتایا جہاں سے لشکر ہمالیہ میں داخل ہوا تھا۔ ہمالیہ کے راستے چین جانے کی یہ مسلمانوں کی دوسری کوشش تھی۔''(۱)

تغلب علیه جیش الإسلام بالهند سے سلطان محمد تغلق کے سپہ سالار خسرو خان کی پیش قدمی مراد ہے جو بقول ملا عبدالقادر بدایونی ۷۳۸ھ/ ۱۳۳۷ء میں چین کو فتح کرنے کے لیے ہوئی تھی۔ یا سلطان شمس الدین حاجی محمد الیاس کی پیش قدمی مراد ہے جو انھوں نے ۱۳۴۹ء میں کی تھی۔ اور پشوپتی وسیمبھوناتھ معابد کو کئی حصوں میں بانٹ دیا تھا۔

عبارت کے اس پیراگراف ''و طلب من السلطان أن یاذن له فی بناء بیت الأصنام بناحیة قراجیل المتقدم ذکره۔'' اور اس کے بعد محمد تغلق کی طرف سے شاہ چین کو دیے جانے والے جواب سے یہ اظہر من الشمس ہو جاتا ہے

(۱) حاشیہ منتخب التواریخ، جلد اول، ڈاکٹر علیم اشرف خان، ص: ۱۸۱، مطبوعہ: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی، ۲۰۰۸ء

کہ نیپال اس وقت دہلی سلطنت کا حصہ بن چکا تھا ورنہ بادشاہ چین کو کاٹھمنڈو میں مندر بنانے کے لیے سلطان محمد تغلق سے اجازت لینے کی کیا ضرورت تھی؟

شاہ چین کی درخواست کے جواب میں سلطان تغلق کا یہ کہنا کہ ملک اسلام میں سوائے جزیہ دینے والوں کے کسی کو بھی بت خانہ بنانے کی اجازت نہیں ہوسکتی۔ اگر بادشاہ چین جزیہ دینا منظور کرے تو اجازت ہوسکتی ہے۔ اس عبارت سے یہ ظن یقین میں بدل جاتا ہے کہ شہنشاہ دہلی سلطان محمد تغلق، نیپال کو اس وقت اسلامی مملکت کا ایک حصہ سمجھتے تھے۔ گو عملاً وہاں مسلمان آباد نہیں تھے تاہم وہاں کے حکمراں نے مسلمانوں کی ماتحتی قبول کرلی تھی۔ ورنہ شاہ چین کو اتنا سخت جواب وہ کبھی بھی نہیں دے سکتے تھے۔

ابن بطوطہ کی فراہم کردہ یہ اطلاعات سب سے زیادہ قابل یقین ہیں، اس لیے کہ وہ ان واقعات کے چشم دید راوی ہیں کیونکہ تغلق نے انھیں شاہ چین کے پاس ہندوستان کا سفیر بنا کر بھیجا تھا۔ بادشاہ چین نے جو پیغام دیا وہ اسی کے واسطے سے شاہ دہلی تک پہونچا۔ لہذا ان کی بات پر اعتماد نہ کرتے ہوئے ثانوی یا بہت بعد کے مصادر پر اعتماد کرنا تاریخی حقائق سے چشم پوشی کے مترادف ہے۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ R.K. چودھری ہوں یا پٹک، یا ریگمی جس نے بھی نیپال کے عہد وسطی کی تاریخ لکھی ہے انھوں نے نقوش وکتبات اور سکوں کا سہارا لیا ہے۔ اس عہد کی کوئی قلمی تصنیف موجود نہیں ہے جبکہ ابن بطوطہ کی تاریخ قلمی ہے۔

## سلطان محمد تغلق کے عہد میں نیپال کے ہمالیائی علاقوں کی فتوحات، گورنر اور قاضیٔ اسلام کی تقرری

سطور ذیل میں اب ہم ابن بطوطہ کے حوالے سے کچھ ایسے شہادات پیش کر رہیں ہیں جن سے ترائی نیپال تو کجا ہمالیہ کے دامن میں واقع نیپال کے پہاڑی خطوں میں بھی مسلمانوں کی فتوحات اور شاہ محمد تغلق کی طرف سے باضابطہ گورنر اور قاضیٔ اسلام کی تقرری کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔

ابن بطوطہ "جبل قراجیل" اور اس پر محمد تغلق کی پیش قدمی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

'جبل قراجیل' جبل كبير يتصل مسيرة ثلاثة أشهر، و بينه و بين دهلى مسيرة عشر وسلطانه من أكبر سلاطين الكفار. وكان السلطان بعث ملك نكبية رأس الدو يدار ية إلى حرب هٰذا الجبل، و معه مائة ألف فارس و رجاله سواهم كثير. فملك مدينة جدية و هى أسفل الجبل و ملك ما يليها، و سبى و خرّب و أحرق. و فر الكفار إلى أعلى الجبل و تركوا بلادهم و أموالهم و خزائن ملكهم. و للجبل طر يق واحد و عن أسفل منه واد وفوقه الجبل فلا يجوز فيه إلا فارس منفرد خلفه أخر. فصعدت عساكر المسلمين على ذلك الطر يق، و تملكوا مدينة وَرَنكَل التى بأعلى الجبل و احتووا على ما فيها. و كتبوا إلى السلطان بالفتح. فبعث إليهم قاضيا و خطيبا و أمرهم بالإقامة. فلما كان وقت نزول المطر غلب المرض على العسكر و ضعفوا و ماتت الخيل و انحلت القسى، فكتب الأمراء إلى السلطان و استأذنوه فى الخروج عن الجبل و النزول إلى أسفله، بخلال ما ينصرم فصل نزول المطر فيعودون. فأذن لهم فى ذلك. فأخذ الأمير نكبية الأموال التى

استولى عليها من الخزائن والمعادن و فرّقها على الناس ليرفعوها و يوصلوها إلى أسفل الجبل.(۱)

ترجمہ: ہمالیہ کا پہاڑ ایک بڑا پہاڑ ہے جس کے حدود کی مسافت تین مہینے ہیں۔ (ساڑھے چار ہزار کیلومیٹر) ہمالیہ پہاڑ اور دہلی کے درمیان (پیدل) دس دن کی مسافت ہے۔ اس کا بادشاہ کفار کے بڑے سلاطین میں سے ہے۔ سلطان (محمد تغلق) نے دو یداریوں کے سردار ملک نکبیہ کو اس پہاڑ کے باشندوں سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا۔ ان کے ساتھ ایک لاکھ شہسوار اور بہت سے پیادہ پا لشکر تھے۔ ملک نکبیہ نے "جدیہ شہر" کو جو پہاڑ سے بہت نیچے تھا اور اس کے آس پاس کو قبضہ میں لے لیا۔ لوگوں کو قیدی بنایا، شہر کو ویران کر ڈالا اور آتش زنی کی۔ کفار اپنے شہر، اموال اور ملکی خزانوں کو چھوڑ کر پہاڑ کی اونچی چوٹیوں میں پناہ گزیں ہوے۔ پہاڑ پر جانے کا ایک ہی راستہ تھا۔ اس سے زیریں حصہ میں وادی تھی اور اس کے اوپر پہاڑ اور راستہ اتنا تنگ تھا کہ صرف ایک سوار تنہا اس سے گذر سکتا تھا اور دوسرا اس کے بعد جا سکتا تھا۔ لشکر اسلام اسی درہ سے پہاڑ پر چڑھا اور پہاڑ کے اوپر واقع شہر "ورنکل" اور اس میں موجود تمام مال و اسباب کو اپنے قبضہ میں لے لیا۔ اور سلطان کو فتح کی خوش خبری کا خط لکھ روانہ کر دیا۔ سلطان نے ان کی طرف ایک قاضی اور ایک خطیب روانہ کیے اور ان سب کو وہاں سکونت اختیار کرنے کا حکم دیا۔ جب بارش کا زمانہ قریب آ گیا، فوج میں مرض کا غلبہ ہوا سپاہ کمزور پڑ گئے، گھوڑے مر گئے اور کمانیں نمی کے سبب بے کار ہو گئیں۔ تب امیروں نے سلطان کو خط لکھ کر پہاڑ سے نکلنے اور اس پہاڑ سے نیچے قیام کرنے کی اجازت طلب کی یہ کہتے ہوے کہ جب موسم باراں ختم ہو جائے گا تو وہ لوگ پہاڑ میں واپس آ جائیں گے۔ بادشاہ نے انہیں اس کی اجازت مرحمت کر دی۔ امیر سپہ سالار نکبیہ نے ان تمام خزانوں اور کانوں کو جنھیں قبضہ میں لے لیا تھا لوگوں میں تقسیم کر دیا تا کہ اسے لے کر پہاڑ کے نیچے پہونچائیں۔

(۱) رحلة ابن بطوطه المسماة تحفة النظار فی غرائب الأمصار .ص:۴۹۷شرحه و كتب هو امشه طلال حرب، دار الكتب العلميه،بيروت الطبعة الثالثة ۲۰۰۲ء/ ۱۴۲۳ء

مذکورہ بالا نصوص سے درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں۔

کوہ ہمالہ کا بادشاہ ایک کافر شخص تھا اس کے ملک کو فتح کرنے لیے محمد تغلق نے اپنے سپہ سالار نکبیہ کو ایک لاکھ شہسوار اور بہت سے پیادہ سپاہ دے کر بھیجا۔ اس رحلہ میں ابن بطوطہ کے ص: ۴۹۸ پر ان کے ساتھ جانے والوں میں ایک اور امیر بدرالدین الملک دولت شاہ کا ذکر آیا ہے۔ ہمالیہ پہاڑ کے نیچے واقع شہر جدیہ کو فتح کیا۔ معلوم نہیں آج یہ شہر کس نام سے موسوم ہے۔ اس شہر کو لشکر مسلمین نے تاخت وتاراج کر ڈالا، لوگ قیدی بنائے گئے ان کے مال واسباب پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا۔ پھر یہ لشکر جرار آگے بڑھا، آگے پہاڑی علاقہ تھا اور اس پہاڑ پر چڑھنے کا صرف ایک راستہ تھا نیچے وادی اور اوپر پہاڑ تھا، درہ اتنا تنگ تھا کہ صرف ایک سوار اپنی سواری کے ساتھ اس سے گذر سکتا تھا۔ مسلمانوں کا لشکر اسی تنگ درہ سے ایک ایک کر کے پہاڑ پر چڑھا۔ اس کے بعد پہاڑ پر واقع شہر "ورنگل" (۱) اور اس کے گرد وپیش پر قبضہ کرلیا۔ آج یہ شہر کس نام سے معروف ہے اس کا کچھ بھی پتہ نہیں چلتا۔ کیونکہ اس واقعہ کو سات سو سال گذر گئے۔ مسلمانوں نے ورنگل کے فتح ہو جانے کی خبر بادشاہ کو دی۔ اور بادشاہ محمد تغلق (عہد حکومت: ۷۲۵ھ/ ۱۳۲۵ء ۷۵۲ھ/ ۱۳۵۱ء) نے اسلامی اصول کی روشنی میں ان نئے مفتوحہ علاقوں کے لیے ایک قاضیٔ اسلام اور خطیب کو یہاں بھیجا اور لشکر سمیت سارے لوگوں کو اس مقام پر قیام کا حکم دیا۔ اور یہ سارے لوگ ایک عرصہ تک یہاں سکونت پذیر رہے۔ جب بارش کا موسم آیا اور ٹھنڈک بڑھ گئی لشکر مسلمین میں مرض پھیلنے لگا، لوگ کمزور پڑنے لگے، بہت سے گھوڑے ہلاک ہو گئے۔ تب یہ لوگ اس پہاڑی خطہ کو چھوڑ کر پہاڑ سے نیچے آ گئے۔

---

(۱) ہمالیہ پہاڑ یا اس کے دامن میں اس وقت ورنگل نام کا کوئی شہر موجود نہیں ہے۔ بلکہ وارنگل یا ورنگل نام کا ایک شہر ملک دکن کے تلنگانہ ریاست میں واقع ہے جس پر ۱۳۲۱ء میں محمد تغلق نے چڑھائی کی تھی۔ اس شہر کے فتح ہونے کی تفصیل ملا عبدالقادر بدایونی نے منتخب التواریخ میں، محمد قاسم فرشتہ نے تاریخ فرشتہ میں اور ملا بشیر الدین احمد نے واقعات دارالحکومت دہلی میں لکھی ہے۔ ابن بطوطہ کا ہمالیہ پہاڑ کے ضمن میں ورنگل کا ذکر کرنا باعث حیرت ہے۔ کیونکہ ہمالیہ کا سلسلہ تلنگانہ تک پہونچا ہی نہیں۔ نہ ورنگل شہر کسی پہاڑ پر واقع ہے۔ بلکہ یہ شہر اس وقت میدانی علاقہ میں آباد ہے۔

**کوہ قراجیل کی تحقیق:** ابن بطوطہ کی کتاب تحفۃ النظار فی غرائب الأمصار میں وارد لفظ قراجیل کی تحقیق ضروری ہے غالباً ابن بطوطہ پہلا مؤرخ ہے جس نے قراجیل (قراچیل) کا لفظ سب سے پہلے اپنی کتاب میں استعمال کیا ہے۔ محمد قاسم فرشتہ نے قراچیل کی بابت لکھا "کہ آنرا ہماچل نیز گویند" یعنی قراچیل کو ہماچل (پردیش) بھی کہتے ہیں۔ لیکن قراچیل کا یہ معنی مراد لینے میں ہمیں تامل ہے کیونکہ خود صاحب تحفۃ النظار ابن بطوطہ نے کہیں بھی قراچیل سے کوئی خاص علاقہ مراد نہیں لیا ہے۔ بلکہ ان کے نزدیک قراچیل اس پہاڑ کا نام ہے جس کی لمبائی تین مہینے کی مسافت ہے۔ اصل عبارت یہ ہے۔ "جبل قراجیل" جبل کبیر یتصل مسیرۃ ثلاثۃ أشھر و بینہ و بین دلھی مسیرۃ عشر" ترجمہ: ہمالیہ کا پہاڑ ایک بڑا پہاڑ ہے جس کی مسافت تین مہینہ ہے۔ (یعنی بیس میل فی یوم کے حساب سے اٹھارہ سو میل) اور اس کے اور دہلی کے درمیان (پیدل) دس دن کی مسافت ہے۔

لہذا فرشتہ کا اس سے ہماچل کی پہاڑیاں مراد لینا درست معلوم نہیں ہوتا۔

سلطان عادل محمد بن تغلق نے بقول ابن بطوطہ ایک لاکھ سے زیادہ اور بقول ملا عبد القادر بدایونی اسی ہزار سواروں کا لشکر چین کو فتح کرنے کے لیے روانہ کیا تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ لشکر کس راستے چین میں داخل ہوا اور ناکامی ومحرومی کے ساتھ شکست خوردہ واپس ہوا۔ اس سلسلے میں خان بہادر مولوی محمد حسین صاحب سی۔ آئی۔ ڈی (ریٹائرڈ سیشن جج) مترجم سفر نامہ ابن بطوطہ (مطبوعہ ۱۹۰۶ء) کی تحقیق پیش کرنا زیادہ مناسب ہے۔ آپ قراجیل کے حاشیہ میں لکھتے ہیں: اس مہم کا حال فرشتہ و بدایونی وضیاء الدین برنی اور تقریباً کل مؤرخوں نے لکھا ہے لیکن کسی کی تاریخ سے یہ معلوم نہیں ہوسکتا کہ یہ لشکر کون سی جگہ پہاڑ میں داخل ہوا تھا۔ مسلمانوں کی ابیہ میں سے ہوکر چین پر جانے کی یہ دوسری کوشش تھی۔ اس سے پہلے ۶۰۳ھ/۱۲۰۶ء میں محمد بختیار خلجی نے آسام کے راستہ سے چین میں جانے کی کوشش کی تھی۔ واضح ہو کہ محمد تغلق کی یہ پیش قدمی بقول ملا عبد القادر بدایونی ۶۳۸ھ/

۱۳۳۷ء میں ہوئی تھی۔ اس لیے مولوی حسین لکھتے ہیں ''لیکن چونکہ ۷۳۷ھ میں یعنی اس سے پہلے سلطان فخر الدین خودسر ہو بیٹھا تھا اس لیے آسام کے راستے سے اس کا جانا ممکن نہ تھا۔ ابن بطوطہ نے ہمارے دیسی مؤرخوں کی نسبت کچھ زیادہ حالات لکھے ہیں اور دو شہروں کے نام بھی دیے ہیں یعنی جدید اور وارنگل۔ وارنگل کا کچھ پتہ نہیں لگ سکتا لیکن جدید یا جڑبہ نام کا محال ایک محال آئین اکبری میں سرکار کماؤں میں درج ہے اور چونکہ ابن بطوطہ نے دہلی سے اس پہاڑ کا فاصلہ دس منزل دیا ہے اس لیے اغلباً یہ لشکر ترائی اور کماؤں و گڑھوال کے راستہ پہاڑ میں داخل ہوا تھا گڑھوال اور کماؤں سے دو دروں سے جن کو نیتی اور درہ مانا کہتے ہیں چین کو راستہ جاتا ہے۔ اس لیے ممکن ہے کہ یہ لشکر ان دونوں دروں میں سے کسی درہ میں آگے بڑھا ہوگا۔ ابن بطوطہ یہ بھی لکھتا ہے کہ اس راجہ کا علاقہ پہاڑ کے نیچے بھی تھا۔ یہ بیان بھی کماؤں پر صادق ہوتا ہے۔ (۱)

یہاں تک محقق و محشی و مترجم مولوی محمد حسین خان بہادر کی تحقیق آپ نے ملاحظہ کی۔ درج بالا سطور سے یہ عیاں ہو گیا کہ خود مؤرخین کے نزدیک یہ کنفیوژن پایا جا رہا ہے کہ چین کی طرف لشکر کشی کس راستے سے ہوئی۔ کوئی ہماچل پردیش کا علاقہ سمجھ رہا ہے تو کوئی گڑھوال اور کماؤں کا علاقہ۔ ان سارے لوگوں نے اپنے اندازے سے یہ علاقے متعین کیے۔ کسی نے بھی اس مقام کی نشاندہی نہیں کی جہاں سے چین کی طرف اس لشکر نے پیش قدمی کی۔

## راقم سطور کی تحقیق:

راقم سطور کے نزدیک چین کو فتح کرنے کے لیے مسلمانوں کا لشکر ہمالیہ پہاڑ کے اس کوہستانی خطہ سے گذرا تھا جو حدود نیپال میں آتا ہے۔ یہ لشکر کاٹھمنڈو سے گزرتے ہوئے چین کی طرف بڑھا تھا اس نے کاٹھمنڈو میں واقع بدھسٹوں کے سیمبھو ناتھ معبد کو توڑ دیا تھا۔ اس کی تائید ابن بطوطہ کی درج ذیل تحریر سے ہوتی ہے۔

وطلب من السلطان أن يأذن له في بناء بيت الأصنام بناحية

(۱) حاشیہ سفرنامہ ابن بطوطہ۔ خان بہادر مولوی محمد حسین، دہلی۔ پبلشر، عاکف بکڈپو۔ دریا گنج، نئی دہلی۔ ۲۰۰۶ء

قراجیل المتقدم ذکرہ، و یعرف الموضع الذی ھو بہ بسمھل و إلیہ یحج أھل الصین و تغلب علیہ جیش الإسلام بالھند فخربوہ و سلبوہ.

اور (شاہ چین نے) سلطان (محمد تغلق) سے ہمالیہ پہاڑ کے دامن میں جس کا ذکر ما قبل میں ہوا بت خانہ تعمیر کرنے کی اجازت طلب کی۔ وہ مقام جہاں یہ بت خانہ واقع تھا سمبل سے مشہور ہے۔ چین کے لوگ اس کی زیارت کے لیے آتے ہیں۔ ہندوستان کے لشکر اسلام نے اس پر غلبہ حاصل کر کے اسے تاخت وتاراج کر ڈالا تھا۔

یہاں کئی ایسے قرائن ایسے ہیں جو یہ متعین کرتے ہیں کہ یہ واقعہ نیپال کا ہے۔

پہلا قرینہ کاٹھمنڈو کوہ ہمالہ کے دامن میں واقع شہر ہے۔

دوسرا سمبل کی بگڑی ہوئی شکل سیمبھو (swayambhu) آج بھی کاٹھمنڈو میں موجود ہے۔ اور اس کی تاریخ بتاتی ہے کہ اس پر متعدد بار مسلمانوں نے حملے کیے ہیں۔ اور سیمبھو ناتھ معبد کو توڑا ہے۔ سمبل نام کی کوئی جگہ آسام یا ہماچل پردیش میں نظر نہیں آتی۔ نہ کسی محقق نے سمبل کا پتہ بتایا ہے۔

تیسرا سب سے بڑا قرینہ یہ ہے کہ یہ ایسا مقام ہے جہاں چین کے لوگ یاترا کر کے زیارت کے لیے آتے ہیں۔ یہ بات بھی پورے طور پر اس معبد پر صادق آتی ہے کہ یہ نیپال میں بدھسٹوں کا سب سے بڑا بت خانہ ہے جہاں بدھ کا بہت ہی بڑا مجسمہ پیتل سے بنا ہوا ہے اور زمانہ قدیم سے ہی یہاں بدھ مذہب کے پیروکار پوری دنیا سے زیارت کے لیے آتے رہتے ہیں۔ swayambhunath wikipedia لکھتا ہے:

Swayambhunath as among the oldest religious sites in Nepal. according to the Gopalraja Vamsavali, it was founded by the great-grand father of king Manadeva (464-505CE)

ترجمہ: سویمبھو ناتھ نیپال میں قدیم مذہبی مقامات میں سے ایک ہے۔ گوپال ومشاولی کے مطابق اس کی تعمیر ۴۶۴ سے ۵۰۵ بکرم سمبت کے درمیان بادشاہ ماندیو کے ذریعہ عمل میں آئی۔

اسی ویکیپیڈیا میں مزید لکھا ہے:

However the complex is also an important site for Buddists of many schools and is also revered by Hindus.

اس طرح کا کوئی مندر یا معبد نہ آسام میں ہے نہ ہماچل میں۔

چوتھا قرینہ یہ ہے کہ لشکر اسلام ہند نے اس پر قبضہ کرلیا اور اس کو تاخت وتاراج کر ڈالا۔ یہ واقعہ بھی اپنی جگہ درست ہے۔

پانچواں قرینہ ابن بطوطہ نے پہاڑ کے درہ کی جو کیفیت یہاں بیان کی ہے وہ نیپال کے پہاڑوں پر پوری طرح صادق آتی ہے۔

غور کرنے کی بات یہ ہے کہ جب ایک جگہ خود ابن بطوطہ قراجیل سے کوہ ہمالہ کا نیپالی خطہ مراد لے رہے ہیں تو دوسری جگہ نیپال مراد لینا متعین ہوجاتا ہے۔

قیاسِ اغلب ہے کہ اس شہر پر مسلمانوں نے قبضہ کر کے کچھ عرصہ قیام کیا ہوگا۔ قاضی اور خطیب معین کیے گئے ہوں گے۔ تاہم رحلۃ ابن بطوطہ میں وارد لفظ ''ورنگل'' یہاں باعث تشویش ہے کیونکہ اس نام کا کوئی شہر یہاں واقع نہیں۔ بلکہ مؤرخین میں سے قاسم فرشتہ نے تاریخ فرشتہ میں، ملا عبدالقادر بدایونی نے منتخب التواریخ میں، ملا بشیر الدین احمد نے واقعات دارالحکومت دہلی میں لکھا کہ ورنگل تلنگانہ میں واقع ایک شہر کا نام ہے جو دکن میں واقع ہے۔ ۱۳۰۹ء/ ۷۰۹ھ میں محمد تغلق کے سردار شہاب خان یا الف خان نے اس کو فتح کر کے ہندو سلطنت کا خاتمہ کر دیا۔

یہاں جبل قراجیل پر پیش قدمی کے ذیل میں ابن بطوطہ کا ''ورنگل'' کو ذکر کرنا خود ہمارے لیے باعث حیرت ہے اگر ورنگل سے تلنگانہ میں واقع شہر مراد لیا جائے۔ کیونکہ جغرافیائی اعتبار سے تلنگانہ میں واقع ورنگل کا ہمالیہ کے پہاڑ سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ نہ ہمالیہ پہاڑ کا سلسلہ وہاں تک پہونچا۔ اور اگر کوئی دوسرا شہر مراد ہے تو اس کا حال معلوم نہیں۔ اس پہلو پر مزید تحقیق کی گنجائش ابھی باقی ہے۔ ہوسکتا ہے بعد میں اس معاملے کا کامل انکشاف سامنے آئے۔ لعلّ الله أن يحدث بعد ذلك أمراً.

# ترائی نیپال پر سلطان شمس الدین حاجی محمد الیاس کی حکومت

شمس الدین الیاس (عہد حکومت ۱۳۵۷-۱۳۴۲) جو بنگال کا ایک جاگیردار تھا۔ ۱۳۳۸ء میں علی مبارک کو قتل کر کے مشرقی اور شمالی بنگال کا مالک بن گیا۔ کچھ سالوں تک وہ تغلق حکومت کا تابعدار رہا لیکن جب ہندوستان میں چہار جانب تغلق حکومت کے خلاف بغاوت کا بازار گرم ہوا تو اس نے بھی اپنے کو خودمختار ہونے کا علان کر دیا اور ملکوں اور صوبہ جات کو فتح کرنا شروع کیا۔ اس نے مختلف جہتوں میں حملے شروع کیے۔ بنگال سے ہوتا ہوا بنارس آیا اور وہاں سے گورکھپور پر پیش قدمی کرتے ہوئے ترہت پر حملہ آور ہوا۔ R.K. چودھری کے مطابق ترہت پر الیاس کے حملہ کا زمانہ ۱۳۴۷ء سے ۱۳۵۲ء کے درمیان ہے۔ Petech کے مطابق ترہت پر حملہ کرنے کے بعد الیاس نے اس کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا اور دونوں کا جاگیردار وہ خود تھا۔ یہیں سے اس نے نیپال (یعنی کاٹھمنڈو) پر حملہ کیا۔ L.Petech لکھتا ہے:

Ilyas, at first a tributary of Muhammad Tughlaq and then an independent ruler, over on Tirhut in 1345 - 46 and divided in into two parts, both of which owed suzerainty to him. From here he struck into Nepal. The latter country was a client of Delhi Saltanate...(۱)

ترجمہ: الیاس پہلے تغلق کے ماتحت تھا مگر بعد میں ایک آزاد حکمراں بن گیا۔ اور ۱۳۴۵ء سے ۱۳۴۶ء تک اس نے ترہت پر خودمختاری کے ساتھ حکومت کی اور ترہت کو دو حصوں میں بانٹ دیا۔ دونوں حصوں کا جاگیردار وہ خود تھا۔ یہاں سے اس نے نیپال پر حملہ کیا۔ نیپال دہلی سلطنت کے ماتحت تھا۔ جیسا کہ نیپال میں موجود اس سکے سے ظاہر ہوتا ہے جس پر علاؤالدین خلجی کا نام کندہ ہے۔

---

(۲) mediaeval history of Nepal- L. Petech. Page:119.

## کاٹھمنڈو وادی پر سلطان شمس الدین الیاس کی پیش قدمی

تاریخی اور سیاسی طور پر تیسری مرتبہ مسلمانوں کا نیپال میں ورود، حاکم بنگال، ابو المظفر سلطان شمس الدین، حاجی محمد الیاس (متوفی ۷۶۱ھ/۱۳۵۷ء) کے بکرم سمبت ۱۴۰۶ سال مطابق ۱۹ رنومبر ۱۳۴۹ء میں کاٹھمنڈو وادی پر لشکر کشی کے ذریعہ ہوا۔

شمس الدین کا یہ حملہ اس وقت ہوا تھا جب کاٹھمنڈو وادی کی حکومت آپسی خانہ جنگی کا شکار ہو کر بے حد کمزور ہو چکی تھی۔ اس کا فائدہ اٹھا کر شمس الدین نے کاٹھمنڈو پر حملہ کر کے شہر کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔ راجا ملا اور اس کی رعایا کو خود کو بچانے کے لیے جنگلوں میں چھپنے پر مجبور ہونا پڑا۔ تاہم سلطان کی فوجوں نے ایک ہفتہ میں نیپال کو چھوڑ دیا۔ وہ وہاں کے ٹھنڈے موسم کو برداشت نہیں کر سکے۔ راجا ملا بعد میں اپنی رعایا کے ساتھ وادی میں واپس ہوا۔

شمس الدین الیاس کی پیش قدمی کا تذکرہ نیپال کے عہد وسطی کی تاریخ لکھنے والے تقریباً تمام مؤرخین نے کیا ہے۔

مشہور نیپالی مؤرخ ڈاکٹر ڈی۔ آر۔ ریگمی (Regmi.Dr.D.R) (۱۹۱۳ء-۲۰۰۱ء) اپنی کتاب Medieval Nepal میں Muslims Invasion of Nepal کے تحت لکھتے ہیں:

It appears that Sultan Shamsud-din Ilyas of Bengal invaded Nepal by taking advantage of its internally disropted state of affairs. (۱)

معلوم ہوتا ہے کہ بنگال کے سلطان شمس الدین الیاس نے نیپال کے اندرونی خانہ جنگی کے حالات سے فائدہ حاصل کرنے کی غرض سے نیپال پر لشکر کشی کی۔

ڈاکٹر ریگمی مزید لکھتے ہیں:

Sultan Shams ud-din of Bengal, who invaded Nepal at the head of a huge force (Bengal bahulair balaih) on the 10th day of the bright fortmight in the month of Margasirsa

(۱) D.R. Regmi- Medieval Nepal, Page:312, Published in 2007, First Ed.. 1965 AD

of the year 470 (November 20 th 1349 A.D.) (۱)

بنگال کے سلطان شمس الدین، جنھوں نے ایک بڑی فوج لے کر دسویں روشن رات مرگا سیر سا ۷۰ ۴، مطابق ۲۰ رنومبر ۱۳۴۹ء کو نیپال پر حملہ کیا۔

Social Ethanography of Muslim of Nepal کے مطابق ترائی کے، بانکے، کپل وستو، روپندیہی، بارا اور روتہٹ اضلاع میں مسلمان ۱۸ رویں صدی عیسوی میں ۱۷۶۸ء میں ہونے والے نیپال اتحاد کے وقت آباد ہو چکے تھے۔

ترائی کے دیگر علاقوں میں مسلمانوں کی آمد انیسویں صدی میں برٹش انڈیا کے دور اقتدار میں ہوئی۔(۲)

جنک پور، مہوتری اور سرلاہی کے ترائی علاقوں میں مسلمان سترہویں صدی عیسوی ہی سے آباد ہونا شروع ہو چکے تھے۔ خود راقم سطور کا خاندان آج سے تقریباً ۳۰۰ رسال قبل، لات پور ضلع کاٹھمنڈو سے ہجرت کر کے نیپال کے ترائی علاقہ مٹیہانی، ضلع مہوتری میں آباد ہوا تھا، پھر وہاں سے نقل مکانی کر کے کپٹول میں آباد ہوا۔

جنک پور میں جانکی مندر جسے عرف عام میں "نولاکھا کوٹھا" کہا جاتا ہے، اس کی تعمیر، برٹش عہد حکومت میں ٹیکم گڑھ، مدھیہ پردیش کے راجا، پرتاپ سنگھ کی رانی Varisha Bhanu اور نیپال گورنمنٹ کے مشترکہ تعاون سے شروع ہوئی تھی۔ اس کی تعمیر کے لیے ہندوستان سے بہت سے مسلم معماروں کو بلایا گیا تھا۔ آج بھی اس کی تعمیر میں اسلامی مقامات اور مغلیہ طرز تعمیر کی جھلک صاف دکھائی دیتی ہے۔ انھیں مسلم معماروں نے نماز پڑھنے کے لیے قریب ہی میں آج سے ساڑھے تین سو سال قبل پہلے سے قائم ایک چھوٹی سی مسجد جس کا طول وعرض ۸-۸ ہاتھ تھا اور موجودہ حنفیہ مسجد کے شمال مغربی کنارہ پر واقع تھی کی توسیع کرتے ہوئے جدید تعمیر کی تھی۔ آج یہ مسجد جنک پور شہر کی سب سے بڑی جامع مسجد ہے اور اس سے متصل ہی الجامعۃ الحنفیہ الغوثیہ (قدیم نام مدرسہ مصباح المسلمین) کی پر شکوہ عمارت قائم

(۱) Dr.Dilliraman Regmi-Medeival Nepal, Page:314, Published 2007-7/16, Ansari Road, Daryaganj, New Delhi.

(۲) Social Ethanography of hill musli of Nepal- Dr. Prakash Upadhyay. Pege:30 (2014)

ہے۔واضح ہو کہ جانکی مندر کا رقبہ ۴۸۶۰ اسکوائر فٹ اور اونچائی ۵۰ میٹر ہے۔(۱)

نیپال پر شمس الدین الیاس کی پیش قدمی ایک نا قابل انکار حقیقت ہے۔ بعد کی تاریخ اس سلسلے میں خاموش تھی جس کے سبب یہ یقین کر لیا گیا کہ نیپال کی تاریخ کے کسی بھی عہد میں اس پر مسلمانوں کی پیش قدمی نہیں ہوئی جب کہ بعد میں ہونے والی تحقیقات، جے راج کے بیٹے کے زمانہ میں سوئمبھو ناتھ (Svayamhunatha) کے نقوش اور متعدد کتبات پر حملے کی لکھی ہوئی تاریخوں سے یہ امر پایۂ تحقیق کو پہونچ چکا ہے کہ شمس الدین الیاس نے Jayarajdeva کے عہد میں بھات گاؤں، کاٹھمانڈو وادی اور للت پور پاٹن پر زبردست فوجی یلغار کے ذریعہ پیش قدمی کی ہے۔

ڈاکٹر ریکمی کی تحریر کے مطابق الیاس نے پشوپتی ناتھ کے بت کو توڑ دیا۔ وادیٔ نیپال کا کچھ دنوں تک محاصرہ کیے رکھا۔ قصبوں میں آتش زنی کی، پشوپتی اور سوئمبھو ناتھ کے مجسموں کو توڑا۔ بیسویں صدی کا ممتاز مؤرخ Petech لکھتا ہے:

In unhappy Nepal, without a ruler and thorn by dissensions, a thunderbolt fell from the blue sky, in the shape of the most ravaging invasion ever suffered by the country. In the terse usordds of the chronicle: clnthe meantime the eastern Suratana Shamasudin (sultan Shams ud-din) Came to Nepal and broke into three pieces the image of Pasupati;

ناخوشگوار نیپال میں جہاں کوئی حاکم نہ تھا آسمان سے ایک بجلی کی کڑک نیپال پر سب سے شدید حملہ کی شکل میں گری۔ سلطان شمس الدین نیپال آیا اور پشوپتی کے بت کو تین حصوں میں توڑ ڈالا۔(۲)

---

(۱) Janki Mandir Wikipedia

(۲) Mediaeval history of Nepal L. Petech-page:118- Pub.in India-1958- first ed.1895-London.

# ترائی نیپال پر مسلم سلاطین کی حکومت

یہ ایک انتہائی تحقیق وتفتیش طلب موضوع ہے کہ نیپال کے بعض علاقوں پر شاہان تغلق اور خلجی کے عہد میں مسلمانوں کی حکومت رہی ہے اور ترائی کے علاقے دِلّی سلطنت کے ماتحت رہے ہیں بلکہ خلجی عہد میں علاؤالدین خلجی کا سکہ بھی ایک زمانہ تک نیپال میں رائج رہا ہے۔ تاریخی شہادتیں، کتبات اور سکے اس بات کے شواہد فراہم کرتے ہیں کہ نیپال ایک خاص عہد میں مسلم حکومت کے ماتحت رہا ہے۔

سطور ذیل میں اس پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

بیسویں صدی کے ممتاز مؤرخ Petech نے بڑی وضاحت کے ساتھ اس واقعہ کو لکھا ہے۔ پٹک کی تحقیق کے مطابق مسلم تواریخ میں اس حملے کا ریکارڈ نہیں ملتا۔ لیکن R.K. چودھری نے بہت ہی قابلیت کے ساتھ اس واقعہ کا پس منظر بیان کیا ہے۔ محمد تغلق (عہد حکومت ۷۲۵ھ-۷۵۲ھ/۱۳۲۵ء-۱۳۵۱ء) نے راجہ ہری سمہا اور اس کے ترہت کے کارناٹا خاندان کو بادشاہت سے ہٹا کر ترہت کی حکومت اس کی جگہ میسور کو دے دی جو اینوار خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔

The invasion is not on record in the muslim chronicles, but R.K. chaudhary has aptly sketched the back ground of the event. Tughlaq had dispossessed Harisimha and his karnata dynasty of Tirhut, giving it to kamesvara the founder of the Oinwara family.(1)

ترجمہ: مسلم تواریخ میں اس حملہ کا ذکر نہیں ہے۔ لیکن آر، کے چودھری نے بہت ہی قابلیت کے ساتھ اس واقعہ کا پس منظر بیان کیا ہے۔ تغلق (دہلی کا بادشاہ) نے راجہ ہری سمہا اور اس کے ترہُت کے کرناٹا خاندان کو بادشاہت سے ہٹا کر حکومت اینوار خاندان کے بانی کامیسور کو دے دی۔

---

(1) L. Petech- Mediaeval history of Nepal- P.119- Roma ed.1958- اس کتاب کی کسی کاپی کتب خانہ قادریہ میں موجود ہے۔

# کاٹھمنڈ ووادی میں مسلمانوں کی آمد

مسلم وغیر مسلم تمام مؤرخین نے ملّ خاندان کے راجا رتن ملّ (Ratan Malla) کے عہد حکومت (1484-1520 A.D.)) میں کشمیری مسلم تجار کی آمد کو، کاٹھمنڈ ووادی میں مسلمانوں کی اولین آمد قرار دیا ہے۔

چنانچہ نیپال کے مشہور اور معتبر مؤرخ ڈاکٹر ڈی۔ بی۔ بسٹا (Dr. D. B Bista) اپنی کتاب People of Nepal میں لکھتے ہیں:

"That Kashmiri Muslim traders wer the first to arrive in Kathmandu during the period of king Ratan Malla in the late 15th and early 16th centuries".(۱)

ترجمہ: ملّ راجا، رتن ملّ کے عہد حکومت ۱۵ ویں صدی کے اواخر اور ۱۶ ویں صدی کے اوائل میں سب سے پہلے، مسلم کشمیری تجار کاٹھمنڈو آئے۔

Daniel wright نے اپنی کتاب History of Nepal میں لکھا:

"At this period the yavanas (musalmas) first entered Nepal"(۲)

مسلمانوں کی سب سے پہلی آمد نیپال میں رتن مل کے عہد میں ہوئی۔

دوسرے نیپالی مؤرخ ڈاکٹر پرکاش اپادھیاے، لکھتے ہیں:

Kashmiri Muslim who arrived in Kathmandu vally during the reign of Malla Danasty king Ratan Malla (1484-1520 A.D.) built a mosque, the Kashmiri takia. (۳)

---

(۱) D.B. Bista- people of Nepal, 3rd ed 1976, Page:150.

(۲) History of Nepal,Edited by Daiel wright- Page:122, First edition. Cambridge, London- 1877.

(۳) Social Ethnography of hill Muslim of Nepal, Page:29,Published in 2014.

ترجمہ: کشمیری مسلمان، جو ملن خاندان کے راجا، رتن ملن کے عہد حکومت (1484-1520) میں کاٹھمنڈو وادی میں آئے۔ انھوں نے کشمیری تکیہ میں ایک مسجد بنائی۔

ڈاکٹر ڈی، بی، بسٹا، بابو رام آچاریہ کی کتاب Muslim Invasion of Nepal اور دیگر غیر مسلم مؤرخین کی تحقیق پر اعتماد کرتے ہوے بنگلہ دیشی مسلم اسکالر شمیمہ صدیقہ، گریجویٹ، ڈھاکہ یونیورسٹی، ایم، اے، تربھون یونیورسٹی، نیپال نے بھی اپنی کتاب Muslims of Nepal میں یہی لکھا کہ کشمیری تجار پندرہویں صدی کے آخر اور سولہویں صدی کے ابتدا میں کاٹھمنڈو آئے۔ البتہ ایک نئی چیز کا انکشاف انھوں نے یہ کیا "بعض اطلاعات کے مطابق ایک مسلم صوفی ۱۵۲۴ء میں کاٹھمنڈو آئے اور انھوں نے کاٹھمنڈو میں سب سے پہلی مسجد بنائی، جسے کشمیری تکیہ کہا جاتا ہے"۔

According to another infarmation a muslims Saint (mualim) cam to Kathmandu in 1524 A.D.. He built the first mosque in Kathmandu known as Kashmiri Taquia.(1)

اور محترمہ شمیمہ صدیقہ کی اتباع کرتے ہوے محترم جناب حفظ الرحمن علیگ نے بھی اپنی کتاب "نیپال کا جغرافیہ اور تاریخ" حصہ سوم میں ایک مسلم صوفی کے کاٹھمنڈو آنے کا یہی سنہ لکھا ہے۔

شمیمہ صدیقہ اور حفظ الرحمن علیگ کے تحریر کردہ سنہ کے مطابق اس مسلم صوفی کی آمد کشمیری تجار کی آمد کے بعد سولہویں صدی میں ہوئی اور وہ بھی راجا رتن ملن کے عہد حکومت کے بعد۔

## تاریخ کی غلطی

غیر مسلم مؤرخین و محققین اگر مسلمانوں کی تاریخ کے سلسلے میں بہت زیادہ تحقیق سے کام نہ لیں تو اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں، ممکن ہے کہ مسلمانوں کے حوالے سے انھیں

(1)Muslims of Nepal- Shamima Siddiqah, Page:105, firsted 1993.

ٹھوس شواہد میسر نہ ہو سکے ہوں، لیکن تعجب اس وقت اور بڑھ جاتا ہے جب مسلم مؤرخین بھی اپنی اصل اور تاریخ کے حوالہ سے تساہل کا شکار دکھائی دینے لگتے ہیں۔ وہ مسلمانوں کی تاریخ کی جستجو میں ذرا بھی تحقیق سے کام نہیں لیتے، بلکہ غیروں کی لکھی ہوئی تاریخ پر مکمل اعتماد کرتے ہوئے اسے حرف آخر سمجھنے لگتے ہیں۔

میرے خیال میں مذکورہ تمام مؤرخین کو سخت غلط فہمی ہوئی ہے۔ انھوں نے کشمیری مسلم تاجروں کی آمد کو کاٹھمنڈو وادی میں مسلمانوں کی سب سے پہلی آمد سمجھ لیا، جبکہ حقیقت یقیناً اس سے مختلف ہے۔

کاٹھمنڈو وادی میں جس مسلمان صوفی کی سب سے پہلے آمد ہوئی وہ حضرت صوفی سید شاہ مسکین کشمیری قادری، سہروردی مرید وخلیفہ حضرت صوفی شاہ بلال کشمیری ہیں۔ آپ آٹھویں صدی ہجری اور چودھویں صدی عیسوی کی ابتدا ۷۰۴ھ/ ۱۳۰۵ء میں پشوپتی ناتھ میلہ میں ہندوستان سے آنے والے پنڈتوں کی ٹولی کے ساتھ کاٹھمنڈو آئے۔ اس وقت ملّ خاندان کے راجا کی حکومت تھی۔ پشوپتی ناتھ میلہ کے بعد سارے پنڈت ہندوستان لوٹ گئے اور یہ خداترس بزرگ یہیں ٹھہر کر دریائے باگ متی کے کنارے یاد الٰہی اور عبادت وریاضت میں مشغول ہو گئے۔ پشوپتی ناتھ میلہ کے موقع پر ایک سال ایسا ہوا کہ راجا کا سفید ہاتھی اپنے مستقر سے بھاگ کر کہیں چلا گیا۔ سب نے تلاش کیا لیکن ہاتھی کا کہیں سراغ نہیں ملا۔ سرکاری اہل کار اس بزرگ کے پاس بھی پہنچے اور کہا بابا آپ نے یہاں سے کسی سفید ہاتھی کو گزرتے ہوئے دیکھا ہے۔

انھوں نے کہا: ہاں، ہاتھی میرے پاس ہے اور اس شرط پر دوں گا کہ بادشاہ خود چل کر میرے پاس آئے۔

بادشاہ اپنی فوج کے ساتھ شاہانہ انداز میں چل کر آیا۔ آپ نے کہا: ہاتھی اس شرط پر دوں گا کہ تم مجھے یہاں رہنے کے لیے جگہ دو گے۔

بادشاہ نے عرض کیا: آپ کے رہنے کے لیے ہماری پوری سلطنت خالی ہے، جہاں

چاہیں آپ رہیں۔

آپ نے کہا نہیں، میرے پاس ایک چمڑے کی کھال ہے، میں اسے اڑاتا ہوں جتنا رقبۂ زمین اس کے دائرہ میں آجائے گا اتنی زمین آپ کو دینی ہوگی۔

آپ نے چمڑے کو فضا میں بلند کیا۔ کرشماتی طور پر اس کھال کی ایک باریک تار بنتی چلی گئی جس نے معتد بہ رقبہ کو اپنے حصار میں لے لیا، بادشاہ نے وعدہ کے مطابق یہ زمین آپ کو الاٹ کردی۔

آپ نے کشکول اٹھایا تو بلی کے مثل ایک جانور نکل کر بڑھتے بڑھتے ہاتھی بن گیا۔ آپ کی اس کرامت کو دیکھ کر راجا کے دل میں آپ کی عقیدت بیٹھ گئی اور آپ سے بے حد متاثر ہوا۔

یہ تاریخ خود کشمیری مسلمانوں نے متفقہ طور پر بیان کی ہے اور اس کو اپنے سفر نامۂ نیپال، مطبوعہ در پندرہ روزہ رفاقت پٹنہ، شمارہ ۹، جلد: ۴، یکم مئی ۱۹۸۴ء میں ہندوستان کے مشہور عالم دین، حضرت پیر طریقت مولانا شاہ غلام عبد القادر علوی، ناظم اعلیٰ دار العلوم فیض الرسول، براؤں شریف یوپی نے تحریر کیا ہے۔ جسے آپ اسی کتاب میں سید مسکین شاہ کشمیری کے حالات میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ ان تمام مسلمانوں کی تاریخی ومتفقہ شہادت کو نظر انداز کر کے نئی تاریخ وضع کرنا اور ان پر اعتماد کرنا بزرگوں کی حقیقی تاریخ کے ساتھ صریح ناانصافی ہوگی۔

## پہلی داخلی شہادت:

محترمہ شمیمہ صدیقہ ومحترم حفظ الرحمٰن علیگ یا دیگر مؤرخین کی بیان کردہ تاریخ میں ایک بڑا سقم اس طور پر بھی پایا جاتا ہے کہ ان لوگوں نے کشمیری تجار کی آمد کو مقدم اور مسلم صوفی کی آمد کو مؤخر کر دیا ہے اور وہ بھی سولہویں صدی عیسوی میں یہ اس تاریخ کے غلط ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے، کیوں کہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اس صوفی بزرگ کی آمد کے بعد ہی کشمیری تاجروں کی نیپال میں آمد شروع ہوئی ہے۔

## دوسری داخلی شہادت:

مذکورہ تاریخ کے غلط ہونے پر دوسری داخلی شہادت یہ ہے کہ نیپالی مؤرخ ڈاکٹر پرکاش اپادھیاے نے لکھا ہے:

کشمیری مسلمان جو ملّ خاندان کے راجا رتن ملّ کے عہد حکومت (۱۴۸۴ء۔۱۵۲۰ء) میں کاٹھمنڈو وادی میں آے انھوں نے کشمیری تکیہ میں ایک مسجد بنائی۔(ترجمہ انگریزی سے۔اصل عبارت اوپر گزر چکی ہے)۔

کشمیری تکیہ کا جو لفظ ہے، حقیقۃً خانقاہ کے معنی میں ہے، جو اس بزرگ نے وہاں بنائی تھی اگر کشمیری تکیہ نام کی کوئی خانقاہ پہلے سے موجود نہیں تھی تو کشمیری مسلمانوں نے وہاں مسجد بنائی کیسے؟

اس سے پتہ چلا کہ کشمیری تکیہ ان کشمیری مسلمانوں کی آمد سے پہلے سے وہاں موجود تھی۔

## تیسری داخلی شہادت:

اس وقت جتنے بڑے رقبۂ زمین پر کشمیری مسجد آباد ہے وہ اس رقبہ کا ایک چوتھائی حصہ ہے جو بادشاہ نے بزرگ کو ہبہ کیا تھا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قلبِ شہر میں ٹھیک راج دربار کے سامنے ان کشمیریوں کو اتنی وسیع وعریض زمین، جو نیپالی پیمانہ سے کئی بیگھہ زمین پر مشتمل ہے۔کیسے حاصل ہوگی؟ کیا کشمیری تاجروں نے کبھی یہ زمین خریدی تھی؟

جواب نفی میں ہے۔اس لیے کہ اس زمین کا رجسٹری نامہ تانبہ یا چاندی کے پتّر پر حضرت سید غیاث الدین کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے ہے جو حضرت مسکین شاہ کے بھانجے ہیں۔

## حضرت مخدوم شعیب فردوسی کا کاٹھمنڈو میں ورود مسعود

اسی آٹھویں صدی ہجری اور چودھویں صدی عیسوی کے اوائل میں ایک دوسری مسلم شخصیت ہمیں کاٹھمنڈو میں دکھائی دیتی ہے اور وہ بزرگ ہیں سلسلۂ فردوسیہ کے بطلِ جلیل پروردۂ مخدوم جہاں، حضرت مخدوم شاہ شعیب فردوسی ابن جلال الدین منیری ابن مخدوم عبد العزیز ابن شیخ الاسلام حضرت امام تاج فقیہ رحمہم اللہ (ولادت: ۶۸۸ھ، وفات: ۸۲۴ھ) جن کا شجرۂ نسب حضرت زبیر بن عبد المطلب سے جا ملتا ہے۔ آپ مجاہدات کبریٰ کے دوران (مورنگ) نیپال کے جنگل میں دیکھے گئے، پھر انھیں حالت استغراق ہی میں راجا کے دربار میں پاٹن کاٹھمنڈو لایا گیا۔ ہوش میں آنے پر جوگی سے مناظرہ ہوا۔ بالآخر بات ریاضت ومجاہدہ پر آ گئی۔ مخدوم نے فرمایا آؤ ہم دونوں بارہ سال کا چلہ کریں۔ جو حق پر ہوگا وہ زندہ بچ جائے گا۔ چاروناچار بادشاہ کے دباؤ پر جوگی کو تیار ہونا پڑا۔

کنویں میں دو طاق بنائے گئے اور دونوں ایک ایک طاق میں بیٹھ گئے۔ وزنی پتھر رکھ کر دہانہ کو بند کر کے ریختہ سے پاٹ دیا گیا۔ اس وجہ سے اس کا نام پاٹن کنواں مشہور ہوا اور اسی نام سے کاٹھمنڈو میں پاٹن محلہ بھی آباد ہے۔

(اس واقعہ کی پوری تفصیل اسی کتاب میں حضرت مخدوم شعیب فردوسی کے حالات میں پڑھیں۔)

مذکورہ بالا واقعات کی روشنی میں یہ نتیجہ اخذ کرنا نہایت آسان ہے کہ مسلمانوں کی پہلی آمد آٹھویں صدی ہجری اور چودھویں صدی عیسوی کے بالکل ابتدائی سالوں میں ہوئی ہے، جو ابھی تک تاریخ کا حصہ نہیں بن سکی۔ ان حقائق کی روشنی میں کتب تاریخ میں مذکورہ تواریخ سے ۲۰۰ رسال قبل کاٹھمنڈو وادی میں مسلمانوں کا آنا حتمی ویقینی طور پر ثابت ہو جاتا ہے۔

کشمیر سے کاٹھمنڈو کا تجارتی تعلق بہت پہلے سے قائم تھا۔ کشمیری تجار، سامانِ تجارت لے کر کاٹھمنڈو کے راستے تبت تک جایا کرتے تھے۔ اور یہ تاجرین کاٹھمنڈو میں بھی کچھ دن قیام

کرتے تھے۔ البتہ ابھی تک رہائش پذیر نہیں ہوئے تھے۔ بکرم سمبت ۱۴۰۶ سال/۱۳۴۹ء میں حاکم بنگال ابوالمظفر شمس الدین حاجی محمد الیاس (متوفی ۷۶۱ھ/۱۳۵۷ء) نے کاٹھمنڈو پر لشکر کشی کی اور اس شہر کو زیر کر کے ایک ہفتہ قیام کر کے ہند واپس ہوا۔(۱)

اس کے بعد سے مسلمان یہاں آباد ہونا شروع ہوے ہیں۔ ایک ضعیف سا امکان ہے کہ اس کی افواج میں سے کچھ لوگوں نے خطے کی دلکشی دیکھ کر مستقل طور پر یہیں قیام کر لیا ہو۔

بکرم سمبت ۱۸۲۵ سال/ ۱۷۶۸ء میں پرتھوی نارائن شاہ نے نیپال کو متحد کرنے کے دوران جب کاٹھمنڈو پر قبضہ کیا تو اپنے ساتھ مسلمانوں کو بھی لائے یہ مسلمان بارودی اسلحہ بنانے کا کام کرتے تھے۔

سلطان اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں دامودر سنگھ راجہ کے ساتھ اچھے تعلقات قائم تھے۔

بکرم سمبت ۱۹۱۴ سال ۱۸۵۷ء میں ہندوستان میں جنگ آزادی چھڑی ہوئی تھی۔ انگریزوں نے دلی کے تخت پر قبضہ کر لیا اور مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کرنا شروع کیا تو بہت بڑی تعداد میں مسلمان ہجرت کر کے نیپال میں پناہ گزیں ہوئے۔ چنانچہ اودھ کے نواب واجد علی شاہ کی دوسری بیوی بیگم حضرت محل اپنے بیٹے برجیس قدر اور بہت سے مسلمانوں کے ساتھ کاٹھمنڈو میں پناہ گزیں ہوئی تھیں۔ جنگ بہادر نے، تھاپا تھلی دربار میں ان کو پناہ دی تھی۔ بیگم حضرت محل نے مرتے دم تک یہیں قیام کیا۔ نیپالی جامع مسجد کے احاطے میں ان کی قبر آج بھی موجود ہے۔(۲)

## تبتی مسلمانوں کی آمد

تبتی مسلمان کافی عرصہ قبل تاجر کی حیثیت سے نیپال آے۔ شاہ نیپال رتن ملل (Ratan Malla) عہد حکومت ۱۴۸۴ء۔ ۱۵۲۰ء نے تبت کی راجدھانی لہاسہ

(۱) نیپال کی تاریخ وجغرافیہ، سوم، ص:۵۹۔
(۲) نیپال کا جغرافیہ وتاریخ، حصہ سوم، ص:۶۰۔

(Lauhasa) میں اپنے سفیر کے ذریعہ کچھ تبتی مسلمانوں کو نیپال آنے کی دعوت دی۔(۱) بہت سے مسلمان تبت میں سیاسی انتشار کے سبب سولہویں صدی عیسوی میں بدھسٹوں کے ساتھ نیپال آکر سکونت پذیر ہو گئے۔ یہ لوگ اپنی تہذیب وثقافت بھی یہاں ساتھ لائے۔ تبتی مسلمان، عموماً اہل ثروت اور خوش حال ہیں۔ ان میں زیادہ تر لوگوں کے پاس ذاتی دکانیں، تجارتی کارخانے اور مکانات ہیں۔ بہت سے تبتی مسلمان ابھی بھی تبت اور چین سے تجارتی کاروبار کرتے ہیں۔ یہ لوگ تبتی زبان بھی استعمال کرتے ہیں۔(۲)

## گورکھا میں مسلمانوں کی آمد

کاٹھمنڈو سے مغرب، پہاڑی علاقہ "گورکھا" میں مسلمانوں کی آمد سولہویں صدی عیسوی میں ہوئی ہے۔ گورکھا حکمرانوں نے انڈیا کے مسلمانوں کو فوجی ساز وسامان، بندوق، توپ، بارود اور زراعتی اوزار بنانے کے لیے یہاں آباد کیا تھا۔ یہ مسلمان رفتہ رفتہ یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ گورکھا ہی کے کچھ مسلمان وہاں سے ہجرت کر کے "نواکوٹ" (Nawakot) علاقہ میں آباد ہوے۔

شمیمہ صدیقہ مسلمس آف نیپال (Muslims of Nepal) میں لکھتی ہیں:

Muslims of Gorkha were invited from India in the 16th century by the rulers to manufacture militry armament, particularly cannons, agricultural tools.(۳)

مڈویسٹرن (Midwestern) نیپال کے چوبیسی راجاؤں نے سترہویں اور اٹھارہویں صدی عیسوی میں ہندوستان سے تجربہ کار مسلم فوج کو اپنی افواج کو آتشیں اسلحہ چلانے کی تربیت دینے کے لیے نیپال بلایا تھا۔ ان میں سے اکثر نیپال میں رہائش پذیر ہو گئے۔(۴)

(۱) D.B.Bista, People of Nepal, 3rd ed, 1976, Page:150
(۲) Muslims of Nepal, Shamima Siddiqah, 1st ed, 1993, Page:134
(۳) Muslims of Nepal, Shamima Siddiqah, 1st ed, 1993, Page:136
(۴) D.B.Bista, People of Nepal, Page:150

# ترکستانی اور افغانی مسلمانوں کی آمد

بعض تاریخی اطلاعاتی ذرائع سے ترکستان، افغانستان اور نیپال کے درمیان عہد وسطی میں تجارتی روابط کی اطلاع ملتی ہے۔ ترکستانی اور افغانی گھوڑے نیپال کے اندر مقبول تھے۔ افغانستان اور ترکستان کے تجار اپنے گھوڑے نیپال لاکر فروخت کرتے تھے اور نیپال آنے میں گھوڑوں کا ہی استعمال کرتے تھے۔ ان میں سے بہت سے تاجر اپنے ملکوں کو واپس نہیں ہوے، بلکہ نیپال ہی میں سکونت پذیر ہو گئے۔ چنانچہ محترمہ شمیمہ صدیقہ نے اس حوالے سے ایک اہم اطلاع فراہم کی ہے۔

Muslims of Nepal میں لکھتی ہیں:

Turkistan and Afgan horses were popular in Nepal. Horses from Afganistan and Turkistan whowere Muslims used to come to Nepal in the medieval ages. Many of them did not return to their countries and settled in Nepal.(۱)

ترجمہ: ترکستانی اور افغانستانی گھوڑے نیپال میں مقبول تھے۔ افغانستان اور ترکستان کے گھوڑوں کو مسلمان عہد وسطی میں نیپال آنے کے لیے استعمال کیا کرتے تھے۔ ان میں بہت سے تجار اپنے اپنے ملکوں میں واپس نہیں گئے بلکہ نیپال ہی میں سکونت پذیر ہو گئے۔

شمیمہ صدیقہ صاحبہ نے اس تاریخی ربط کا کوئی حوالہ پیش نہیں کیا ہے جس سے معلوم ہو کہ اس کا ماخذ کیا ہے؟

یہ ایک نادر اطلاع ہے اور مسلمانوں کی تاریخ کے حوالے سے نہایت اہمیت کی حامل ہے۔ اگر اس پر تحقیق کی جائے تو ممکن ہے کہ مسلمانوں کی تاریخ اس ملک میں کچھ اور

(۱) Muslims of Nepal, Page:105

پہلے سے ثابت ہو جائے۔

جنک پور کے ترائی علاقہ میں بھی مسلمان ۱۶۶۵ء ہی سے آباد ہونا شروع ہوئے۔ جنک پور میں جانکی مندر کی تعمیر کے لیے ہندوستان سے بہت سے مسلمان معماروں کو بلایا گیا تھا۔ آج بھی اس کی تعمیر میں مغلیہ طرز اور اسلامی مقامات کی تعمیر کی جھلک صاف دکھائی دیتی ہے۔ ہندوؤں کا کہنا ہے کہ ۱۶۵۷ء میں Shurkishordas نام کے ایک سنیاسی نے سونے کی ایک مورتی اسی مقام پر دریافت کی، جس کو سیتا کی مورتی قرار دیا گیا اور پھر اسی مقام پر اس مندر کی تعمیر عمل میں آئی۔(۱)

## کشمیری اور عراقی (لاری) مسلمان اور نیپال میں ان کے اثرات

وادیٔ نیپال سے کشمیر کے مسلمان تاجروں کا تعلق پندرہویں صدی عیسوی سے پہلے سے قائم تھا وہ اپنا مال تجارت لے کر کاٹھمنڈو آتے اور کچھ دن یہاں قیام کرتے پھر یہیں سے تبت کی راجدھانی لہاسہ کا سفر کرتے تھے۔ اس زمانہ میں کاٹھمنڈو ہندوستانی اور تبتی تاجروں کے ملنے کی جگہ تھی۔ لیکن باضابطہ ان کی نیپال میں سکونت راجہ رتن ملل کے عہد حکومت (۱۴۸۲-۱۵۲۰ء) میں ہوئی۔ کشمیر عہد قدیم سے اپنی خوبصورتی اور خوبصورت چیزوں کے لیے مشہور رہا ہے۔ کاٹھمنڈو وادی ایک زمانہ سے رؤسا اور سلاطین کا مرکز رہا ہے۔ اس لیے کشمیری تجار کشمیر کے بنے ہوئے خوبصورت کمبلوں، عطریات اور پھلوں کو لے کر کاٹھمنڈو وارد ہوتے تھے اور یہاں بڑے پیمانہ پر ان چیزوں کی فروخت ہوتی تھی۔ اس طرح مسلمانوں نے شاہی محل کے افراد کو بھی اپنی تجارت کے ذریعہ اپنی جانب متوجہ کیا۔ یہ لوگ اچھے موسیقار بھی ہوتے تھے اس لیے نیپالی موسیقی پر ان کا اچھا اثر پڑا۔ نیپالی اور کشمیریوں کے درمیان لسانی تناسب بھی بہت قریبی حد تک پایا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ۱۴۸۴ء میں وادی کی حکومت تین حصوں میں بٹ گئی تو مل راجاؤں کا زور کم ہونے لگا۔ پھر

(۱) Janki Mandir, Wikipedia.

کھاسا خاندان منظر نامہ پر ابھرا، وہ براہ کشمیر نیپال میں داخل ہوا۔ وہ کھاسا زبان بولتے تھے اس لیے انھیں Khastmir (یعنی کاشمیر) بھی کہا جانے لگا۔ رفتہ رفتہ یہی زبان ترقی کرتے کرتے نیپالی زبان میں تبدیل ہوگئی۔ راقم سطور کو کشمیر میں ایک مدت تک قیام کرنے کا موقع ملا ہے اس لیے وہ اپنے تجربہ کی روشنی میں لکھتا ہے کہ کشمیری اور نیپالی زبان میں مفردات اور جملوں کی ادائیگی اور لہجہ میں بڑی حد تک مماثلت پائی جاتی ہے۔ کشمیری ہر جملہ میں ''چھ'' کا استعمال کرتے ہیں یہی حال نیپالی زبان میں بھی ہے۔

ان کشمیری تجار میں سے کچھ لوگ تبت کے تجارتی مراکز پر آباد ہو گئے لیکن زیادہ تر لوگ امن پسند شہری کی حیثیت سے کاٹھمنڈو ہی میں مقیم ہو گئے۔ انھوں نے اپنی محنت سے تجارت کے میدان میں اپنی منفرد شناخت بنانے میں بھی کامیابی حاصل کرلی۔ موجودہ وقت میں کاٹھمنڈو کے اندر کشمیریوں کی بڑی بڑی دکانیں اور تجارتی مراکز قائم ہیں اور یہ لوگ سب سے زیادہ خوش حال مسلمان کہلاتے ہیں۔

کشمیریوں کے بعد عراقی تاجروں کی ایک دوسری جماعت غالباً سترہویں صدی عیسوی میں راجہ پرتاپ مل کے زمانہ میں وادیٔ نیپال میں وارد ہوئی جس نے بعد میں یہاں کی تجارت اور صنعت میں غیر معمولی اثر ورسوخ حاصل کیا۔

انیسویں صدی کا مشہور و مستند مؤرخ ڈینل رائٹ (Daniel wright) اپنی کتاب History of Nepal میں لکھتا ہے۔

A few families of Kashmiris have been settled at Kathmandu for generations, and they and some Irakis are the Principal traders in articalse of Enropeana manufacture.(۱)

ترجمہ: کشمیریوں کی ایک قلیل تعداد کاٹھمنڈو میں پشتوں سے آباد ہے، یہ اور عراقی، انروپینا مصنوعات کے اہم تاجروں میں سے ہیں۔

(۱) History of Nepal. P.27- India edition-1958- First edition- Camridge 1877

ڈینل رائٹ ان کے مذہبی حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

The Kashmiris and Irakis are musulmans.(۱)

کشمیری اور عراقی مسلمان ہیں۔

## لار کے مسلمان تجار:

''لار'' اتر پردیش کے ضلع دیوریا میں ایک قصبہ کا نام ہے جس کو چند ممتاز شخصیتوں کے مولد و مسکن ہونے کا شرف حاصل ہے۔ یہاں کا تاجر خاندان عراقی مسلمان کہلاتا ہے۔ لار کے تاجروں کا نیپال سے صدیوں پرانا رشتہ ہے۔ اودھ میں لار کے مسلمانوں کے پالپا کے بادشاہ کے ساتھ اچھے تعلقات تھے۔ پالپا کی سرحد گورکھپور سے ملی ہوئی تھی۔ بٹول میں جوان دنوں پالپا راج میں تھا لار کے تاجروں کا خاص بازار تھا۔ یہاں عراقیوں نے بڑی بڑی دکانیں کھول رکھی تھیں۔ وہ ہندوستان سے بدیشی مال درآمد کرتے تھے اور شری نگر سے جو اس وقت بٹول اور پالپا کا دارالحکومت تھا تبت کا مال ہندوستان لاتے تھے۔ زیادہ تر لاریوں نے کپڑے کا کاروبار اختیار کر رکھا تھا۔ ان لوگوں نے کاٹھمنڈو میں بھی اپنے تجارتی مراکز قائم کیے۔ کاٹھمنڈو میں ابھی تک ان کا بازار ''عراقی بازار'' کے نام سے مشہور ہے۔ عراقی بازار میں حاجی روز کی قیادت میں ان لوگوں نے ایک مسجد بھی بنائی تھی۔ لار کے مسلمان بٹول اور کاٹھمنڈو دونوں جگہوں پر لار سے بیل گاڑی پر کپڑا اور کپڑا دھونے کا صابن لایا کرتے تھے۔ لار کے فتح میاں اور حاجی فرزند علی اس زمانہ کے مشہور کپڑا تاجروں میں شمار کیے جاتے تھے۔ مشہور و معروف تاجر اور صنعت کار مقبول احمد لاری کے پردادا شمشاد میاں لاری انیسویں صدی عیسوی میں کاٹھمنڈو کے مشہور تجارتی مرکز عراقی بازار میں بڑے پیمانہ پر کپڑے کی تجارت کرتے تھے اور حکومت نیپال کے یہاں اتنا اثر و رسوخ حاصل کر لیا تھا کہ انیسویں صدی کے وسط میں چمڑے کی تجارت کے لیے حکومت نیپال سے پہلا خصوصی اجازت نامہ حاصل کیا۔ مقبول احمد لاری کے دادا راحت علی میاں نے

(۱) History of Nepal. P.19- India edition-1958- First edition- Camridge 1877

چمڑے کی خرید وفروخت کے کاروبار کو اتنی وسعت دی کہ نیپال میں ان کو ایک انفرادی شناخت مل گئی۔ مشرقی نیپال میں ضلع مورنگ کے شہر براٹ نگر، راج بیراج اور ان کے مضافات میں لار کے مسلمانوں میں شمیم احمد لاری، جناب ضیاء الحق لاری ممبر قانون ساز اسمبلی نیپال، بڑی شہرت کے حامل تھے۔ بلکہ مورنگ کے علاقہ میں مطیع اللہ اور ضمیر احمد لاری نے ٹیزی اور ہڈی سے کھاد بنانے کی فیکٹری بھی تیار کی تھی۔ (۱) جلال الدین احمد لاری بن آفتاب احمد لاری بن الحاج عبدالرشید لاری بن شیخ محمد ظہور لاری بن شیخ جعفر علی لاری، ساکن جنک پور نے راقم سطور سے بیان کیا: میرے جد اعلی شیخ جعفر علی لاری ''لار'' سے ''لوکہا'' ضلع مدھوبنی، سابق ضلع دربھنگہ آئے اور انھوں نے سکٹی (خشک چمڑا) کا کاروبار شروع کیا۔ ان کے آنے کا زمانہ ۱۸۳۵ء کے آس پاس کا ہے کیوں کہ میرے پاس ۱۸۳۶ء سے ۱۹۴۶ء تک رجسٹری پائی جاتی ہے۔ میرے دادا الحاج عبد الرشید (متوفی: ۱۹۷۹ء) نے تجارت کا مرکز نیپال کے جلیشور کو بنایا اور کانپور سے چمڑا کا کاروبار کیا۔ جناب رفعت کمال صاحب، ساکن جنک پور کے والد ارشاد احمد لاری ابن محمد حنیف لاری اپنے ماموں ابوالکلام لاری کے ساتھ نیپال آئے اور نیپال میں تجارت کو فروغ دیا۔

## مقبول احمد لاری اور نیپال میں ان کے اثرات

مقبول احمد لاری ۱۴ رمئی ۱۹۱۶ء کو اتر پردیش کے ضلع دیوریا کے قصبہ لار میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم انجمن اسلامیہ گورکھپور میں پائی۔ ۱۹۲۹ء سے ۱۹۳۵ء تک جمنا مشن اسکول الہ آباد (یونیگ کرسچین کالج) میں سلسلۂ تعلیم جاری رہا۔ پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ہائی اسکول اور شیعہ کالج لکھنؤ سے انٹرمیڈیٹ پاس کرنے کے بعد الہ آباد یونیورسٹی سے بی۔ اے کر رہے تھے کہ ۱۹۴۲ء میں آپ کے والد مخدوم بخش بن راحت علی بن شمشاد میاں کا انتقال ہوگیا۔ آگے وہ سلسلۂ تعلیم جاری نہ رکھ سکے اور انھیں نیپال میں اپنے پھیلے ہوئے خاندانی کاروبار کی ذمہ داریوں کو سنبھالنا پڑا۔

(۱) نذر مقبول۔ مسلمان اور نیپال، ص: ۱۰۔ مطبوعہ ۱۹۷۰ء۔ مضمون نگار، مادھوراج پانڈے، صدر شعبۂ تاریخ، تری بھون یونیورسٹی، کاٹھمنڈو۔

مقبول احمد لاری کا شمار نیپال کے صف اول کے تاجرین میں ہوتا تھا۔ نیپال کے بڑے بڑے شہروں میں ان کا کاروبار پھیلا ہوا تھا۔ ان کے والد مخدوم بخش کا نیپالی دربار میں بڑا اثر ورسوخ تھا۔ نیپالی دربار میں انھیں ''مکھومیاں'' کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ وہ نیپال کے ہر طبقے میں قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ مخدوم بخش نیپالی قوانین سے بھی اچھی واقفیت رکھتے تھے ہندوستان میں آنریری مجسٹریٹ رہنے کے سبب تعزیرات ہند کی دفعات پر بھی انھیں عبور تھا۔ مادھوراج پانڈے صدر شعبۂ تاریخ تربھون یونیورسٹی، کاٹھمنڈو۔ لکھتے ہیں:

> ''ان کے ذریعہ نیپالی چمڑا بڑی تعداد میں کلکتہ اور کلکتہ سے باہر جرمنی تک پہنچتا تھا۔ ۱۹۱۴ء کی جنگ سے قبل ہی جرمنی، نیپالی چمڑا کا دنیا میں سب سے بڑا خریدار تھا۔''(۱)

مقبول احمد لاری نے نیپال آنے کے بعد جدید انداز میں اپنی تجارت کو فروغ دیا۔ نیپال میں بڑی بڑی سرکاری عمارتیں، دفاتر اور دریاؤں کے پل بنانے کے ٹھیکے حاصل کیے۔ ۱۹۶۹ء میں تربھون یونیورسٹی نے انھیں دس سال کے لیے اپنی سینٹ کا ممبر منتخب کیا۔ مقبول احمد لاری نے مہیند رنگر میں جو جنک پور سے ۱۵ کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے، اسپرٹ تیار کرنے کا بہت بڑا کارخانہ تیار کیا تھا۔ جس کے کھنڈرات آج بھی باقی ہیں۔ وسیع رقبۂ زمین پر پھیلا ہوا ہے۔ ہندو نیپال تجارتی روابط اور سیاسی تعلقات کو استوار کرنے کے لیے ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں ۳؍نومبر ۱۹۶۸ء کو لکھنؤ میں ان کی شاہانہ گولڈن جبلی منائی گئی تھی۔

اردو زبان وادب سے انہیں گہرا لگاؤ تھا۔ حدیث میر جس کو لاری موصوف نے میر تقی میر کی شخصیت اور شاعری کے حوالے سے مرتب کیا تھا اس کو ادبی حلقوں میں کافی پذیرائی ملی۔ نیپال کی سیاست میں بھی لاری موصوف کو بڑا اثر ورسوخ حاصل تھا۔

(۱) مرجع سابق ہیں: ۱۱۔

کاٹھمنڈو میں ایوریسٹ ہوٹل (Everest hotel) انھیں کا بنایا ہوا ہے۔ مقبول احمد لاری کے بعد مظفر احمد لاری نے ان کے کاروبار کو سنبھالا۔ ۱۹۷۰ء میں لاری موصوف کو خراج محبت وعقیدت پیش کرنے کے لیے نذر مقبول کے نام سے ۸۰۰ رصفحات پر مشتمل ایک کتاب شائع کی گئی۔ یہ کتاب شعراء وادبا کے ادبی کارناموں پر مشتمل ہے اسی میں ۵-۶ مضامین نیپال کے حالات پر مشتمل ہیں۔ یہ کتاب راقم سطور نے خدا بخش لائبریری میں دیکھی تھی اور وہیں سے مذکورہ بالا تاریخ کو اخذ کیا ہے۔

## میر قاسم علی خان کی نیپال پر پیشقدمی

میر جعفر کا داماد میر قاسم علی بن میر مرتضی حسین بن امتیاز خان انگریزوں کے ذریعہ میر جعفر کو معزول کر کے ۱۰ ربیع الثانی ۱۱۷۴ھ کو بہار و بنگال اور اڑیسہ کی مسند نظامت پر متمکن ہوا اور اپنے لیے نصیر الملک، امتیاز الدولہ، خان بہادر نصرت جنگ کا خطاب اختیار کیا۔

سیر المتاخرین کے مطابق میر قاسم کی دادرسی اور انصاف، بہترین حکام اسلام کے رویہ کے مطابق تھا۔ ملکی معاملات، فصلِ قضایا اور قدردانی علما میں بے نظیر تھا۔ ہفتے میں دو روز خود برسر عدالت مدعی و مدعا علیہ کا اظہار سنتا تھا اور کسی کی مجال نہ تھی کہ رشوت لے کر کچھ جھوٹ بول سکے۔ ۱۱۷۶ھ میں شاہ عالم مغل بادشاہ نے اسے حسب درخواست ہشت ہزاری منصب اور خطاب ''نواب عالی جاہ'' سے نوازا۔ اس نے اپنے ایک سالار گرگین کو تھوڑی فوج دے کر نیپال پر پیش قدمی کے لیے بھیجا۔ مکوان پور کے قریب پہونچ کر گرگین کے سپاہیوں نے گھاٹی سے گذرنا چاہا۔ گورکھے (Gurkhas) مزاحم ہوئے لیکن سپاہیوں نے کسی طرح پہاڑ کی ایک چوٹی پر قبضہ کرلیا۔ گورکھوں نے شب خون مار کر میر قاسم کی فوج پر یلغار کردی۔ طرفین سے تیر و بندوق چلنے لگی بالآخر گرگین خان کا لشکر پسپا ہو کر افتاں وخیزاں واپس آیا۔ (۱)

(۱) تاریخ مگدھ، فصیح الدین بلخی، ص: ۲۹۹۔ خدا بخش اورینٹل لائبریری، پٹنہ۔

میر قاسم کے نیپال پر فوج کشی کے دو برس بعد گورکھوں نے مکوان پور کے زمین دار کو مغلوب کر کے رفتہ رفتہ ترائی کے اکثر علاقوں پر قبضہ کرنا شروع کیا۔ گورکھوں کے راجہ، پرتھوی نارائن شاہ نے ضلع چمپارن کے بائیس موضعات پر قبضہ کرلیا۔ جن کو بائیسی پرگنہ کہا جاتا ہے۔ اس کے چند سال بعد گورکھوں کی چڑھائی سے خائف ہوکر کاٹھمنڈو کے نوار راجا نے انگریزوں سے مدد چاہی۔ انگریزوں نے میجر کنلاخ (magor Kinloch) کی ماتحتی میں ایک مختصر فوج روانہ کی لیکن اس کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا۔ بلکہ گورکھوں نے کاٹھمنڈو، پاٹن اور بھات گاؤں وغیرہ پر قبضہ کرلیا اور نیپالیوں کو شہنشاہِ چین کی طرف رجوع کرنا پڑا۔ گورکھوں نے بدھ مذہب کی بعض چیزوں کی توہین بھی کی تھی۔ اس لیے شاہ چین نے گورکھوں کا مقابلہ کرنے کے لیے بارہ ہزار سپاہ روانہ کیے۔ ۱۷۹۲ء میں چین کی فوج راستے کی صعوبت کے باوجود کاٹھمنڈو سے بارہ کوس کے فاصلے پر پہونچ گئی۔ مجبورا گورکھوں نے شاہ چین سے صلح کر کے ماتحتی قبول کرلی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی انگریزوں سے بھی ایک تجارتی معاہدہ کیا۔ انگریز پہلے سے تجارتی عہد و پیمان کے خواہاں تھے۔ چنانچہ ۱۷۸۱ء میں وارن ہیسٹنگس نے مکوان پور کے راجا کا علاقہ اور چمپارن کے بائیس (۲۲) موضعات گورکھوں کے تحت میں ہونا تسلیم کرلیا اور ایک ہاتھی بطور نذرانہ ہر سال لینا قبول کر کے صلح کی۔ (۱)

(۱) تاریخ مگدھ، فصیح الدین بلخی، ص: ۳۳۳، مطبوعہ خدا بخش اورینٹل لائبریری، ۲۰۰۱ء۔

# برٹش انڈیا اور نیپال کے تعلقات

ہندوستان میں انگریزوں نے سولہویں صدی عیسوی میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی شکل میں قدم رکھا اور رفتہ رفتہ یہاں اپنے قدم جمانے شروع کیے۔ اٹھارہویں صدی میں مغل شہنشاہ کی حالت ترکی کے مرد بیمار جیسی ہو چکی تھی۔ انگریز اپنی عیارانہ پالیسی سے ہندوستان کے سفید و سیاہ کے مالک بن چکے تھے۔ انگریزوں کے دور عروج میں نہ صرف یہ کہ ہندوستان اس کے ماتحت تھا بلکہ نیپال بھی عملاً اس کی سلطنت کا ایک حصہ بن چکا تھا۔ بظاہر حکومت بادشاہ کے ہاتھ میں ہوتی تھی لیکن حقیقتاً انگریز ریزیڈنٹ (سفیر) کی منشا اور مرضی کے مطابق ہی حکومت کا نظام چلتا تھا۔

انگریز اور نیپال کے درمیان تعلقات کا آغاز گورکھا راجہ پرتھوی نارائن شاہ کے عہد سے ہوتا ہے جب کاٹھمنڈو کے نوار راجا نے گورکھوں کے مقابلے میں انگریزوں سے مدد کی درخواست کی تھی اور انگریزوں نے اپنی سپاہ نیپال بھیجی تھی، اس کے بعد تعلقات کا دوسرا دور انگریز اور نیپال کے درمیان تجارتی معاہدہ سے شروع ہوتا ہے۔ یہ تجارتی معاہدہ، دراصل انگریزوں کے نیپال پر تسلط حاصل کرنے کی ایک پالیسی تھا جس میں انھیں نمایاں کامیابی ملی۔ اس معاہدہ کے بعد ۱۷۸۱ء میں وارن ہیسٹنگس نے مکوان پور کے راجا کا علاقہ اور چمپارن کے بائیس موضعات گورکھوں کے ماتحت ہونا تسلیم کیا تھا اور بطور نذرانہ ایک ہاتھی سالانہ لیا کرتا تھا۔ (۱)

۱۸۰۱ء میں گورکھوں اور انگریزوں کے درمیان دوسرا معاہدہ داناپور (پٹنہ) کے مقام پر طے پایا جس کی رو سے کاٹھمنڈو میں انگریزی سفیر (ریزیڈنٹ) متعین کیا گیا اور انگریزوں کی سرحد میں ڈاکہ ڈالنے والوں اور بدمعاشوں کی گرفتاری سے متعلق قانونی عمل درآمد طے پایا اور انگریزوں نے ایک ہاتھی سالانہ نذرانہ لینا اٹھالیا۔

---

(۱) تاریخ مگدھ، فصیح الدین بلخی، ص: ۳۳۳۔ خدا بخش لائبریری، پٹنہ، ۲۰۰۱ء۔

لیکن گورکھوں نے تمام شرائط کی پابندی نہ کی اور انگریزی سفیر کی توہین کرتے رہے اس لیے ۱۸۰۴ء میں لارڈ ولزلی گورنر جنرل نے اس معاہدہ کو منسوخ کر دیا۔

اس کے بعد برٹش گورنمنٹ کو ترہت کے کلکٹر کی رپورٹ سے معلوم ہوا کہ ۱۷۸۷ء سے ۱۸۱۳ء کے درمیان گورکھوں نے دوسو موضعات پر قبضہ کرلیا ہے۔ اس لیے ۱۸۱۳ء میں لارڈ ہیسٹنگس (Lord Hastings) نے گورکھوں کو یہ پیغام لکھ کر بھیجا کہ وہ ان موضعات سے ہٹ جائیں لیکن گورکھوں نے اس کی کچھ پروانہ کی۔ غالباً یہی وہ زمانہ ہے جس میں گورکھوں کا قبضہ دربھنگہ، مظفر پور، سمستی پور، بتیا، سے لیکر حاجی پور تک ہو چکا تھا۔ حاجی پور میں ایک سرحدی سیما نصب ہے جس پر آج بھی نیپال لکھا ہوا ہے۔ نیپال کے بہت سے لوگ جو یہ سمجھتے ہیں کہ نیپال حاجی پور تک وسیع تھا وہ اسی عہد کی بات ہے جو ایک مختصر مدت تک گورکھوں کے کنٹرول میں رہا۔ ۱۸۱۴ء میں انگریزوں نے متفرق گھاٹیوں سے نیپال پر چڑھائی کردی۔ گورکھوں نے نہایت بہادری سے مقابلہ کیا۔ بالآخر نومبر ۱۸۱۵ء / ۱۸۷۲ سال بکرمی کو سگولی، ضلع چمپارن میں انگریز اور گورکھوں کے درمیان صلح کی بات طے پائی۔ واضح ہو کہ گورکھوں نے اس وقت تک کوئی ایسی شکست نہیں کھائی تھی اور اس صلح نامہ کی رو سے ان کو ترائی کے علاقے انگریزوں کے حوالے کرنا پڑتے تھے اس لیے نیپال کے دربار نے اس صلح نامہ کو منظور نہیں کیا اور ۱۸۱۶ء میں دوبارہ جنگ چھڑ گئی۔ اس بار جنرل اکٹرلونی نے چمپارن کی طرف سے بیس ہزار فوج روانہ کر کے نیپال پر چڑھائی کردی۔ اور بعض علاقوں پر قبضہ کر کے کاٹھمنڈو پر حملہ کرنے کا تہیہ کیا۔ گورکھوں کو جب اس کے عزائم معلوم ہوئے تو مجبور ہو کر سگولی والے صلح نامے کو قبول کر کے دستخط کر دیے۔ اس صلح نامہ کی رو سے نیپال کو الموڑا، اور کمایوں کے علاقے جن میں شملہ، نینی تال اور مسوری بھی شامل تھے اور سکم کے بعض علاقے جن میں گڑھوال اور دارجلنگ جیسے خوبصورت شہر تھے کھونے پڑے۔ (۱) نیز حاجی پور سے دربھنگہ کمشنری تک کے علاقے انگریزوں کے قبضے

(۱) ہسٹری آف بنگال، بہار اینڈ اڑیسہ انڈر برٹش رول، ص: ۶۳۲۔

میں آ گئے اور اس وقت سے کاٹھمنڈو میں مستقل طور پر انگریز ریزیڈنٹ رہنے لگا۔(۱)

رانا حکومت کے بانی جنگ بہادر نے بکرم سمبت ۱۹۱۴ سال ر ۱۸۵۷ء میں انگریز دوستی سے مغلوب ہو کر انگریزوں کی مدد کے لیے ہندوستان مین فوج بھیجی۔ جنگ بہادر کے اس اِقدام سے انگریزوں نے خوش ہو کر بانکے، بردیا، کنچن پور اور کیلالی کے علاقے نیپال کو بطور انعام واپس کر دیے۔ اس علاقہ کو آج بھی نیا ملک کے نام سے جانا جاتا ہے۔(۲)

## نیپال پر عملاً انگریزوں کی حکومت

ہندوستان کے نیپال سے بوجہ ہمسائیگی ہمیشہ دوستانہ تعلقات رہے اور اب بھی ہیں۔ انگریزوں نے ہندوستان پر تسلط کے ساتھ ساتھ نیپال پر بھی نظر رکھی اور اس سے دوستانہ تعلقات پیدا کر کے یہاں بھی اپنا ایک ریزیڈنت بٹھا دیا جو بظاہر گورنر جنرل کی طرف سے سفیر یا وکیل ہوا کرتا تھا لیکن درحقیقت وہ رانا حکومت کی معرفت وہاں کا حکمراں ہوتا تھا۔ ۱۸۴۸ء سے لے کر ۱۹۵۱ء تک نیپال پر ایک ہندو راجپوت گھرانے کی حکمرانی تھی جس نے اپنے لیے رانا کا لقب اختیار کیا اور وزیر اعظم و سپہ سالار کا عہدہ اپنے خاندان کے لیے مخصوص کیا۔ اس عہد میں بادشاہت برائے نام تھی۔ سارے اختیارات وزیر اعظم کے پاس تھے اور وہ ملک کا ایک مطلق العنان حکمراں ہوتا تھا۔ اس عہد میں حکومت کی شکل یہ تھی کہ بادشاہ پر رانا غالب اور رانا پر ریزیڈنٹ غالب تھا جو گورنر جنرل کا تابع فرمان ہوتا تھا۔ اس طرح بالواسطہ نیپال میں بھی عملاً انگریزی حکومت کارفرما تھی۔ انگریزوں نے نیپال کے رانا کو آلۂ کار بنا کر وہاں بھی اپنی مداخلت شروع کر دی۔ سب سے پہلے اس نے نیپال سے ایک معاہدہ کے ذریعہ گورکھا قوم کو اپنی ہندوستانی فوج میں شامل کیا اور نیپال کو یہ احساس دلایا کہ اس نے اس طرح اس پر احسان کیا ہے حالانکہ وہ درحقیقت نیپال کا

(۱) تاریخ مگدھ، فصیح الدین بلخی، ص: ۳۳۴، خدا بخش اورینٹل لائبریری، پٹنہ ۲۰۰۱ء۔

(۲) Muslims of Nepal- Shamma siddiqa-

انگریزوں پر احسان تھا جس نے گورکھا جیسی بہادر اور جنگجو قوم کو فوج میں دے کر انگریزوں کو طاقتور کر دیا تھا۔ فوجی مفاد کے علاوہ نیپال میں انگریزوں کے دوسرے مفاد بھی تھے۔

اس زمانہ میں مجاہد آزادی مولانا سید احمد اللہ شاہ مدراسی (متولد ۱۲۰۴ھ/ ۱۸۱۷ء۔ متوفی ۲/ذو القعدہ ۱۲۷۴/ ۱۵/جون ۱۸۵۷ء) انگریزوں سے برسر پیکار تھے۔ اس وقت نیپال میں جنگ بہادر رانا وزیر اعظم تھے جو ملک کے سفید و سیاہ کے مالک اور انگریزوں کے حلیف تھے۔ مولانا احمد اللہ شاہ کی شہادت کے بعد تحریک و تنظیم احمد اللہ شاہی کا خاتمہ ہو گیا تو ان کے پورے لشکر اور سرداروں کے لیے سوائے نیپال کے پہاڑوں کے اور کوئی جائے پناہ نہ تھی۔ چنانچہ تحریک جنگ آزادی کے مؤرخ مولانا ایس اختر مصباحی رقمطراز ہیں:

فتح و شکست اور الٹ پھیر کے مختلف حالات و نتائج کے بعد آخر میں محمدی (ضلع شاہجہاں پور) پہونچ کر ایک باضابطہ ریاست کی تشکیل ہوئی اور یہاں مولانا سید احمد اللہ شاہ و جنرل بخت خان روہیلہ و شہزادہ فیروز شاہ و مولانا فیض احمد بدایونی و مولانا ڈاکٹر وزیر اکبر آبادی وغیرہ نے اپنی عارضی حکومت قائم کر لی مگر کچھ دنوں بعد سر کالن کیمبل نے ایک بھاری فوج کے ساتھ محمدی پر حملہ کر دیا جس کا مذکورہ حضرات نے جم کر مقابلہ کیا، مگر یہاں بھی انہیں پیچھے ہٹنا پڑا۔ اور کئی علما و امراء و قائدین نے مجبوری و مایوسی کے عالم میں نیپال کا رخ کیا اور وہیں بے نام و نشان ہو کر انھوں نے اپنی زندگی کے آخری ایام گزارے۔ (۱)

پایۂ تخت محمدی سے نیپال آنے والوں میں مموخان، نانا راؤ، بال راؤ، جنرل عظیم اللہ خان، بیگم حضرت محل اور شہزادہ برجیس قدر جیسے رہنمایان قوم تھے۔ جنرل عظیم اللہ خان کا ۱۸۵۹ء میں نیپال کی ترائی میں وصال ہوا۔ (۲) ان پناہ گزینوں کو شاید یہ قوی امید تھی کہ

(۱) چند ممتاز علمائے انقلاب ۱۸۵۷ء۔ مؤلفہ: مولانا ایس اختر مصباحی، ص: ۱۱۳۔ دار القلم، ذاکر نگر، نئی دہلی، ۲۰۰۷ء۔

(۲) تاثر دلاوری، ابرار حسین فاروقی، ص: ۲۵۱۔ مطبوعہ ۱۹۶۴ء۔ یہ کتاب خدا بخش لائبریری پٹنہ میں ہے۔ متعلقہ باب کی زیر اس کاپی راقم سطور کے کتب خانہ قادریہ میں محفوظ ہے۔

ہمسایہ ملک کا راجا اس تباہ اور آشفتہ حال لشکر کے ساتھ نہ صرف ہمدردی کرے گا بلکہ اس کی مدد کر کے پھر اس کو جہاد کے قابل بنادے گا چنانچہ بعض رہنماؤں نے مہاراجہ سے یہ درخواست کی تھی کہ مدد کے بعد ہندوستان کا جو علاقہ مسلمان لشکر فتح کرے گا وہ نیپال کی ملکیت ہوگا اور اس کو سپرد کر دیا جائے گا۔ لیکن مہاراجہ کے لیے یہ پیش کش کیسے قابل قبول ہو سکتی تھی جبکہ وہ نہ صرف انگریزوں کے دوست تھے بلکہ عملاً انگریزوں کے قبضہ میں تھے۔ ایسی صورت میں پریشان حال ہندوستانیوں کی مدد کی کیا امید کی جاسکتی تھی۔ ۱۸۵۸ء سے ۱۸۵۹ء تک نیپال میں انگریزوں کی طرف سے جو ریزیڈنٹ تھا اس کا نام ''کرنیل جی رامزے'' ہے۔ اس نے نیپال کی حکومت پر غیر معمولی اثر اور دبدبہ قائم کر لیا تھا۔ گویا وہ وہاں کا حکمراں ہو۔ وہ جہاں انگریزوں کا سفیر تھا وہیں وزیر اعظم کا مشیر خاص بھی تھا جس کا مشورہ گویا حکم ہوا کرتا تھا۔ (۱)

## بیگم حضرت محل اور ایک لاکھ محمدی پناہ گزینوں کی نیپال ہجرت

انگریزوں کے خلاف جنگ آزادی میں پیش پیش رہنے والے مولانا سید احمد اللہ شاہ مدراسی دلاور جنگ کے ساتھ جتنے لوگ تھے تقریباً وہ سارے لوگ ان کی شہادت کے بعد کچھ امیدیں لے کر قریب ترین پڑوسی اور ہم قوم ملک نیپال چلے گئے۔ انگریزی ذرائع نے ان کی تعداد ایک لاکھ لکھی ہے۔ یہ لوگ نیپال کے پہاڑوں میں بے بسی اور بے کسی کی حالت میں ''محمدی'' (شاہجہاں پور میں قائم اسلامی ریاست) سے بھاگ کر یہاں پہونچے تھے۔ ان میں سپاہی بھی تھے اور سردار بھی اور ''نانا'' اور ''بال راؤ'' جیسے رہنما بھی۔ انہیں کے ساتھ بیگم حضرت محل، ان کے صاحبزادے شہزادہ برجیس قدر اور بیگم کے معتمد خاص ممو خان بھی پایہ تخت محمدی سے بھاگ کر نیپال پہونچ گئے تھے۔ (۲)

---

(۱) تاثر دلاوری، ابرار حسین فاروقی، ص: ۲۵۶-۲۵۳۔ ۱۹۶۴ء

(۲) تاثر دلاوری، ابرار حسین فاروقی، ص: ۲۵۶-۲۵۳۔ مطبوعہ ۱۹۶۵ء

## پناہ گزینوں کے سلسلے میں نیپال اور انگریزی حکومت کے درمیان مراسلت

ابرار حسین فاروقی نے تاثر دلاوری میں بڑی تفصیل کے ساتھ اس عہد کے واقعات پر مؤرخانہ انداز میں روشنی ڈالی ہے اور اصلی تاخذ سے نیپال میں انگریزوں کی مداخلت اور پناہ گزینوں پر ظلم وتشدد کا حال لکھا ہے۔ سطور ذیل میں ہم اس کا خلاصہ نذر قارئین کررہے ہیں۔

ان بے بس پناہ گزینوں کے نیپال پہونچنے کے بعد جن میں مسلمان اور ہندو دونوں شامل تھے۔ انگریزوں نے اب دوسرا قدم اٹھایا اور نیپالی حکومت سے اپنے مخصوص انداز میں ساز باز شروع کردی کیونکہ ان کو یہ خطرہ لاحق ہوگیا تھا کہ ایسا نہ ہو کہ نیپالی حکومت کہیں ان سے اتحاد کرلے جس سے ایک نیا اور خطرناک محاذ پیدا ہوجائے۔ اس سلسلے میں تین انگریزی دستاویزات دستیاب ہوئی ہیں۔ جن کا ترجمہ درج ذیل سطور میں نقل کیا جاتا ہے۔

دستاویز ۱ (ترجمہ) عرضداشت انگریزی نمبر ۱۲۰ بابت ۱۸۵۹ء

از لفٹننٹ کرنل جی۔ رامزے۔ ریزیڈنٹ نیپال۔

بخدمت سیسل بیڈن۔ اسکوائر

سکریٹری۔ گورنمنٹ آف انڈیا (محکمہ امور خارجہ) فورٹ ولیم کلکتہ

مؤرخہ نیپال رزیڈنسی۔ ۱۳ر جنوری ۱۸۵۹ء

جناب والا!

تین ''ہز اکسیلنسی رائٹ ایبل''۔ گورنر جنرل (ان کونسل) کی اطلاع کے لیے رپورٹ پیش کرنے کی عزت حاصل کرتا ہوں۔

راجہ جنگ بہادر ۱۰ یا ۱۲ روز سے بیگم حضرت محل کے سلسلے میں بہت پریشان ہیں۔ جو جنرل بدری سنگھ کو بمقام ''ناؤکوے'' بہت زیادہ پریشان کررہی ہیں۔ جنرل مذکور نے حال ہی میں یہ تجویز پیش کی ہے۔ بشرطیکہ میں اس کی تائید کردوں۔ کہ بیگم حضرت محل کو ''کاٹھمنڈو'' میں بلا کر میں اور وہ دونوں اس (بیگم) پر یہ اثر ڈالیں کہ وہ ہماری شرائط معافی کو منظور کرکے برطانوی صوبوں میں واپس ہوجائیں۔

۲۔ بدری سنگھ کو بیگم اور ان کے ملازموں یا رفیقوں سے یہ شکایت ہے کہ وہ نہ صرف

ان کی کوئی بات نہیں سنتے ہیں بلکہ بے عزتی کا برتاؤ کرتے ہیں۔ بیگم کی طرف سے ان تجاویز میں سے کسی ایک کا بھی جواب نہیں مل سکا۔ دربار نے ان کو یہ حکم دیا تھا۔

۱- اگر انھوں نے برطانوی رعایا کا خون نہیں بہایا ہے تو وہ معافی، عزت اور گزارہ کے وعدہ پر اپنے تئیں انگریزوں کے سپرد کردیں۔

۲- ورنہ وہ باغیوں (انگریزوں کے خلاف جنگ کرنے والے) کے کیمپ میں جاکر ان کی قسمت سے وابستہ ہوجائیں۔

۳- یا وہ نیپال میں معمولی آدمیوں کی طرح سے اس تحریری عہد و پیمان کے ساتھ رہیں کہ وہ باغی لیڈروں، ان کی فوجوں اور دوسرے ہندوستانیوں سے کسی قسم کا واسطہ اور تعلق نہیں رکھیں گی۔

۳- بیگم کہتی ہیں کہ انہوں نے جنگ بہادر سے ملنے کا مصمم ارادہ کرلیا ہے۔ وہ ان کی زبان سے یہ سننا چاہتی ہیں کہ ان (بیگم) کے متعلق ان کے کیا ارادے ہیں۔ جرنیل کا خیال ہے کہ اگر بیگم کو ہز اکسیلنسی مہاراجہ سے ملنے کی اجازت مل جائے تو وہ ضرور ہز اکسیلنسی مہاراجہ کی ایک نہ ایک تجویز قبول کرلیں گی۔ وہ (جنرل) یہ سفارش کرتا ہے کہ اس کو حکم مل جائے تاکہ وہ بیگم کو فوراً ''کاٹھمنڈو'' روانہ کردے۔ ورنہ پھر ان کو بہ جبر وادی ''دوکرا'' میں جو اندرون علاقہ میں ایک بڑی وادی ہے۔ بھیج دیا جائے گا۔ وہاں پہونچ کر وہ یقیناً اپنے رفیقوں اور ملازموں سے الگ تھلگ ہوجائیں گی۔ اور پھر ان سے کسی قسم کا تعلق یا ربط نہیں رہ سکے گا۔ لیکن اگر جنگ بہادر، ان میں سے کسی انتظام پر رضامند نہ ہوئے تو امید ہے کہ پھر بیگم کو ملک سے اخراج کا حکم دے دیا جائے گا۔

وہ (جنرل) کہتا ہے کہ ان میں سے جو بھی صورت ہو پھر اس کا صرف یہی فرض رہ جائے گا کہ وہ ان باغیوں کو جو پہاڑوں پر چڑھ کر اندرون ملک گھسنے کی کوشش کریں گے پیچھے ڈھکیل دے۔

۴- جنگ بہادر نے قطعی طور پر ابتدا ہی سے یہ اعلان کردیا ہے کہ وہ بیگم حضرت محل کے خلاف ہرگز کسی قسم کے تشدد کی اجازت نہیں دے گا۔ بلکہ اگر نیپال میں رہنے پر مصر ہوئیں

تو ان کو اس کی بھی اجازت دیدی جائے گی۔ بیگم کو پناہ دے کر اس کو پچھتانا پڑے گا۔(۱)

اس دستاویزات کے کل ۱۱ نکات ہیں۔ بوجہ طوالت میں ۷ نکات کو چھوڑ رہا ہوں۔

نیپال ریزیڈنٹ کی مندرجہ بالا عرضداشت پر جو محکمہ امور خارجہ کو ۲۰ رجنوری ۱۸۵۹ء کو بھیجی گی تھی، سکریٹری امور خارجہ نے مؤرخہ ۹ راگست ۱۸۵۹ء کو یہ جواب بھیجا، سکریٹری امور خارجہ نے مؤرخہ ۹ راگست ۱۸۵۹ء کو یہ نوٹ لگایا تھا

کلیتاً منظور۔ ۲۰ ۷، ۱۸۵۹ء

اور اس کے نیچے سکریٹری کے دستخط کے یہ حروف مع نمبر لکھے تھے۔

ایچ۔ این۔ $\frac{5}{M}$۔

بیگم حضرت محل اور ان کے ساتھ نیپال آنے والے پناہ گزینوں کے تعلق سے رانا حکمراں کا کیا رویہ اور نظریہ رہا اور انگریزوں کی خوشامد اور دوستی میں وہ کس حد تک گئے اس کا اندازہ کرنے کے لیے جنگ بہادر مہاراجہ نیپال کا وہ خط یا خریطہ ملاحظہ کریں جو انھوں نے بیگم حضرت محل اور ان کے حواریوں کے نام لکھا ہے اور جس کا انگریزی ترجمہ کرا کے ریزیڈنٹ نے غالباً محکمہ امور خارجہ کو بھیجا تھا۔ کیونکہ اس تحریر کی پیشانی پر ''خلاصہ ترجمہ'' لکھا ہوا ہے۔ اس خط کا ترجمہ بعینہ اردو زبان میں نقل کیا جاتا ہے۔

خط یا خریطہ ۵۰۸

از مہاراجہ جنگ بہادر رانا جی۔ وزیر اعظم و سپہ سالار نیپال۔

بنام برجیس قدر مرزا رمضان علی صاحب بہادر، بیگم حضرت محل، نوابان، مہاراجگان و سپاہیان۔ مؤرخہ پھاگن (سدی) سمبت ۱۹۱۵ مطابق ۲۳ رفروری ۱۸۵۹ء یوم چہار شنبہ

''جواباً۔ اطلاع دی جاتی ہے کہ حکومت برطانیہ اور ریاست نیپال کے درمیان جو معاہدہ ہوا ہے اس میں لکھا ہے کہ دونوں حکومتوں کے رہنے والے قاتلوں کو، دونوں حکومتیں باہمی طور پر اس حکومت کے حوالے کر دیں گی جہاں کے وہ رہنے والے ہیں۔ اس لیے حسب

(۱) تاثر دلاوری، ابرار حسین فاروقی، ص: ۲۶۸-۲۶۶۔

معاہدہ اور بربنائے درخواست ''حکومت برطانیہ'' تم لوگوں میں سے جس نے قتل کا ارتکاب کیا ہے۔ ان کو بالضرور حکومت برطانیہ کے سپرد کیا جائے گا۔ پھر اگر تم میری حکومت میں موجود رہو گے تو ہم حسب معاہدہ تمھارے خلاف جنگ کے لیے مجبور ہو جائیں گے اور اس طرح سے تم کو ملک چھوڑنے پر ہم مجبور کر دیں گے۔ اس لیے یہ خط تم کو لکھا جاتا ہے کہ اس خط کے وصول ہوتے ہی ''دس روز'' کے اندر اس ملک سے چلے جاؤ۔ اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو میعاد مقررہ کے ختم ہوتے ہی برطانوی اور نیپالی فوجیں مل کر تم کو یہاں سے بھگا دیں گی۔ حتی کہ اگر تم اس وقت ہتھیار بھی ڈال دو گے جب بھی تم کو نیپالی حکومت پناہ نہیں دے گی۔ اگر اس وقت ۲۰ کروڑ روپیہ بھی پیش کرو گے جب بھی تم کو میری طرف سے مدد نہیں ملے گی۔ نہ بطریق رحم مدد کی جا سکے گی۔ اس لیے تم قطعی طور پر ۱۰ روز کے اندر ملک خالی کر دو۔ تم کو یہ بھی آگاہ کیا جاتا ہے کہ تم ''جسوانی'' کے مشرق میں مسلح آنا۔ اگر تم نے ایسا کیا تو پھر تم کو یہ کہنے کا حق نہ ہوگا کہ گورکھا نے تم کو ہلاک کر دیا۔ کیونکہ تم میں سے جو شخص بھی دوران میعاد دس روز جسوانی کے مشرق میں آنے کی کوشش کرے گا تو وہ اس وقفۂ جنگ سے استفادہ نہیں کر سکے گا۔

تم میں سے جن لوگوں نے برطانوی افسروں، ان کے بیوی بچوں اور برطانوی رعایا کو قتل نہیں کیا ہے وہ اپنے ہتھیار ''جسوانی'' میں چھوڑ کر ''بیتوندا'' چلے آئیں۔ جہاں سے ہماری فوج اپنی نگرانی اور حفاظت میں تم کو ''سیکیونی'' پہونچا دے گی وہاں سے برطانوی افسر تم کو پورن واس (زادراہ) دے کر تمھارے گھروں کو بھیج دے گا۔ جن لوگوں نے خون نہیں بہایا ہے ان کو اپنی حفاظت کا یقین رکھنا چاہیے۔ یہاں جو کچھ لکھا گیا ہے اس کے ہر لفظ پر یقین رکھو۔ جب اس طرح سے اس خط کو اچھی طرح سمجھ لو تو اس کے مطابق عمل کرو۔ بہادر کرنیل بل بھدر سنگھ کے ہاتھ یہ خط بھیجا جا رہا ہے جو تم کو اس کا مطلب سمجھا دے گا۔''

صحیح ترجمہ انگریزی خلاصۂ خط

دستخط ناقابل قراءت

اسسٹ ریزیڈنٹ

## مہاراجہ جنگ بہادر کے خط کا جواب

وزیر اعظم کا یہ خط کرنل بل بھدر سنگھ نے مرزا برجیس قدر کے حوالہ کیا۔ اور اس خط کے جواب میں بیگم حضرت محل اور ان کے سرداروں اور نوابوں نے جو کچھ کہا اس کو کرنل بل بھدر سنگھ نے اپنے مکتوب میں لکھ کر جنگ بہادر کو بھیجا، درج ذیل خط سے بیگم حضرت محل اور ان کے رفقا کے عزائم اور ارادے کیا تھے اس کا پتہ چلتا ہے سر دست اس کے طویل اقتباسات کا ایک حصہ نذر قارئین ہے۔

اردو ترجمہ

من جانب کرنل بل بھدر سنگھ منجھی
بملاحظہ جنگ بہادر، رانا جی، وزیر اعظم وسپہ سالار ریاست نیپال۔
مؤرخہ پھاگن سدی (۱۰) ۱۹۱۵ بکرمی، یوم دوشنبہ مطابق ۲۸ رفروری ۱۸۵۹ء
کیمپ ''سکرولی''

کل بتاریخ ۹ر پھاگن میں نے بیگم، برجیس قدر، نوابوں، راجاؤں اور سرداروں سے ملاقات کر کے آپ کا خریطہ برجیس قدر کے حوالہ کر دیا تھا۔ اس وقت نواب مموخان اور دوسرے سردار موجود تھے۔ مموخاں نے برجیس قدر کے ہاتھ سے خریطہ لیکر بیگم کو پڑھ کر سنایا۔ خریطہ سننے کے بعد مجھ کو بیگم کی پالکی کے پاس بلایا گیا۔ جتنے سرداران کے ساتھ تھے وہ سب برابر کے خیمہ میں بیٹھے رہے بیگم نے مجھ سے کہا۔

''اگر مہاراجہ جنگ بہادر ہم کو گرفتار کر کے انگریزوں کے حوالے کرتے ہیں تو ہم مرنے کو تیار ہیں۔ اس لیے ہمیں نیپال ''کاٹھمنڈو'' لے چلو یہ نہ میری خواہش ہے نہ میرے لڑکے کی کہ وہ بادشاہ بنے۔ ہم میں سے کسی نے انگریز افسروں اور ان کے بیوی بچوں کو مارنے کا حکم نہیں دیا۔ اگر میرا لڑکا بادشاہ ہوتا تو فوجیں اس کے ماتحت نہ ہوتیں بلکہ وہ ان کے ماتحت ہوتا۔ ایک طرف انگریز ہمارے دشمن ہیں، دوسری طرف فوجوں نے ہم کو قربانی کا بکرا بنا رکھا ہے۔

مجھے امید تھی کہ مہاراجہ جنگ بہادر میری بہتری کے لیے کچھ نہ کچھ کریں گے اور ایک بڑے آدمی ہونے کی حیثیت سے وہ میری موت کا منظر پسند نہیں کریں گے لیکن اگر مہاراجہ کی یہی خواہش ہے کہ میں اور میرا لڑکا دونوں نذر اجل ہو جائیں تو ہم لاچار اور بے بس ہیں۔ تم مجھے نیپال لے چلو۔ میں نے بیگم کو جواب دیا کہ خریطہ میں جو کچھ لکھا ہے اس کی پوری تعمیل بلا ردّ وقدح ہونی چاہیے۔ اس کے علاوہ کسی اور بات کی امید نہ رکھیے۔ مجھے تو مہاراجہ نے اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا ہے اس لیے آپ خریطہ پر پورا پورا یقین رکھیں اور اس کے مطابق عمل کریں۔

اس کے بعد وہ ۱۲ر منٹ تک خاموش رہیں۔ پھر مجھ سے کہا کہ باہر جا کر تمام سرداروں کو یہ خریطہ پڑھ کر سنادو۔ نواب مموخان اور میں نے تمام سرداروں کو پڑھ کر سنادیا۔ انھوں نے بیک آواز جواب دیا کہ: ہم ہندو مذہب کے لیے لڑے۔ مہاراجہ جنگ بہادر بھی ہندو ہیں (اس لیے) ان کو ہماری مدد کرنی چاہیے لڑائی کے لیے ہماری تعداد کم نہیں ہے۔ اگر وہ (مہاراجہ) ہم کو ۵۰ر یا ۶۰ر ہزار فوج دے دیں تو ہم انگریزوں کے مقابلہ میں ان کو دوگنی تنخواہ دیں گے۔ لیکن اگر یہ نہ ہو سکے تو پھر ہم کو ہماری رجمنٹ کے لیے ایک ایک افسر دے دیں ہم اپنی خوراک خود مہیا کریں گے اور ان کے احکام کی تعمیل کریں گے۔ اور جو علاقہ ہم لڑ کر فتح کریں گے وہ گورکھا حکومت کی ملک ہوگا۔ لیکن اگر یہ بھی نہیں ہو سکتا ہے تو وہ ہم کو اپنے ملک میں پناہ دیں تا کہ ہم ان کی ماتحتی میں رہیں۔ برطانیہ کے دوست مہاراجہ کو معلوم ہونا چاہیے کہ انگریزوں کے زیادہ سے زیادہ ۱۰ر یا ۱۲ر سو بیوی بچوں کو ہمارے جاہل سپاہیوں نے بغیر ہمارے حکم کے مار ڈالا درانحالیکہ ہم ہندو اور مسلمانوں کے تقریباً ایک لاکھ بیوی بچوں کو انگریزوں نے یا تو پھانسی پر لٹکا دیا یا تہ تیغ کیا۔ (۱)

ان دونوں خطوط کے اقتباسات سے قارئین بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ بیگم حضرت محل اور ان کے رفقا و راجگان کی رحم و کرم کی تمام درخواستوں کو رد کر کے جنگ بہادر نے کس طرح سے انگریز دوستی کا حق ادا کیا۔

---

(۱) تاثر دلاوری، ابرار حسین فاروقی، ص: ۲۷۴-تا-۲۷۷۔

# انگریزوں کی مدد کے لیے نو ہزار سپاہ کے ساتھ جنگ بہادر کی لکھنؤ کی طرف پیش قدمی

اس جنگ میں نیپالی وزیر اعظم جنگ بہادر نے نہ صرف یہ کہ انگریز دوستی کا ثبوت دیا بلکہ مئی ۱۸۵۹ء میں اپنی تمام فوج کو برٹش گورنمنٹ کو سپرد کرنے کی درخواست کی۔ لارڈ کیننگ (گورنر جنرل) نے جنگ بہادر کا شکریہ ادا کیا اور جون کے مہینے میں ان کی درخواست منظور کی۔ جنگ بہادر نے انگریزی فوج کی مدد کے لیے تین ہزار سپاہی جولائی کے مہینے میں کاٹھمنڈو سے بھیجے جو اس مہینے کے آخر میں گورکھپور کے شمال میں انگریزی عملداری میں داخل ہوئے۔

جنگ بہادر نے صرف گورکھوں کے بھیجنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ انگریزوں کی جڑیں مضبوط کرنے کے لیے بنفس نفیس انگریزوں کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بلکہ ایک معمولی کرنل (انگریز) کی ماتحتی بھی قبول کر لی۔ چنانچہ مورخ منشی ذکاء اللہ دہلوی لکھتے ہیں:

''یہ انتظام کیا گیا کہ جنگ بہادر نو ہزار منتخب سپاہی ساتھ لے کر میدانِ کارزار میں آئیں اور کرنیل یک گزگلور، اس سپاہ کے بریگیڈیر جنرل ہوں۔(۱)

چنانچہ جنگ بہادر حسب الحکم یا حسب وعدہ مع اپنی سپاہ کے گورکھپور آئے اور وہاں سے باغیوں کو کچلتے ہوئے اور انگریزوں کے لیے فتوحات کرتے ہوئے بقول مورخ ذکاء اللہ دہلوی وہ ۱۰ر مارچ کو لکھنو کے قریب پہونچے اور ۱۱ر مارچ کو انگریزی لشکر سے جا ملے جس کے ساتھ لکھنؤ کی تسخیر کے وقت ہر وقت شریک رہے۔

ان حالات کے پیش نظر یہ کیسے ممکن تھا کہ رانا جنگ بہادر پناہ گزینوں کی مدد کرتے۔ جنگ بہادر کی اس وفاداری سے خوش ہو کر انگریزوں نے دوسو میل لمبا ترائی کا علاقہ، نیپال کو بطور انعام واپس کیا جس کو انگریزوں نے ۱۸۱۶ء میں ہڑپ لیا تھا۔(۲) اور ملکہ وکٹوریہ نے جنگ بہادر کو King Grand cross کے عظیم خطاب سے نوازا۔

(۱) بغاوت ہند (عروج عبد الگلشیہ) جلد سوم ص: ۴۶۔　(۲) نیپال میں اردو زبان وادب، ڈاکٹر نسیم احمد ص: ۲۷۔۲۰۰۹۔

بعد میں بیگم حضرت محل کے لیے انگریزوں کی طرف سے معافی اور پنشن کی پیش کی گئی۔ اس کے باوجود انھوں نے ہندوستان میں غلامی کی حالت میں مرنے پر نیپال میں آزادی کی حالت میں مرنے کو ترجیح دی اور ۱۸۷۹ء میں کاٹھمنڈو میں آخری سانس لی۔ نیپال میں ان کی آمد ۱۸۵۹ء میں ہوئی تھی اس طرح انھوں نے کامل ۲۰ سال نیپال میں گذارے۔ کاٹھمنڈو کا تھاپاتھلی دربار ان کو رہائش کے لیے دیا گیا تھا۔ نیپالی جامع مسجد کے احاطہ میں جامع مارکیٹ کی دکھن جانب ایک کونے میں بیگم حضرت محل کا مقبرہ راج پتھ شاہراہ سے متصل واقع ہے۔

## کثیر مسلم آبادی والے علاقے

نیپال کے ۷۵/اضلاع میں سے ۷۴/اضلاع میں مسلمان آباد ہیں۔ ان میں کثیر مسلم آبادی والے علاقے درج ذیل ہیں:

| نمبر شمار | اضلاع | آبادی | فیصد |
|---|---|---|---|
| (۱) | بانکے (Banke) | 76188 | 20.49% |
| (۲) | روتہٹ (Rautahat) | 106131 | 19.68% |
| (۳) | کپل وستو (Kapilvastu) | 93064 | 19.57% |
| (۴) | مہوتری (Mahottary) | 74779 | 13.55% |
| (۵) | پرسا (Parsa) | 76536 | 15.45% |
| (۶) | بارا (Bara) | 74925 | 13.39% |
| (۷) | سُنسری (Sunsari) | 68377 | 10.89% |
| (۸) | روپندیہی (Rupandehi) | 62850 | 08.93% |
| (۹) | دھنوشا (Dhanusha) | 58048 | 08.69% |
| (۱۰) | سپتری (Saptari) | 77114 | 08.28% |
| (۱۱) | سرلاہی (Sarlahi) | 47427 | 07.45% |
| (۱۲) | سرہا (Sirha) | 41033 | 07.29%(۱) |

(۱) Muslim Awas megazine Published by NMFN

# نیپالی مسلمانوں کی سیاسی صورت حال

تاریخی طور پر مسلمان نیپال میں لگ بھگ ایک ہزار سال سے آباد ہیں، لیکن اس طویل عہد میں شروع سے لے کر اب تک مسلمان سیاسی طور پر اپنا وجود قائم کرنے میں ناکام رہے۔ ہر حکومت نے انھیں الیکشن کے موقع پر ووٹ بینک کے طور پر استعمال کیا۔ کبھی بھی مسلم قوم کو سیاسی سطح پر ملک کی تعمیر و ترقی میں بحیثیت مسلم ابھرنے کا موقع نہیں ملا سکا جہاں کچھ مسلم لیڈران پیدا بھی ہوئے اور انھوں نے قوم کے لیے کچھ کرنا چاہا تو قبل از وقت ایسے لوگوں کو ٹھکانے لگا دیا گیا۔ ملک کا سیاسی ماحول اس طور پر تیار کیا گیا ہے کہ کوئی مسلم سیاسی قیادت ابھر کر منظر نامہ پر نہ آ سکے۔ نیپال کے ۸۔۱۰ ضلعوں میں مسلمان مؤثر اور فیصلہ کن پوزیشن میں ہیں۔ ہندوستان کی طرح یہاں بھی ہر بڑی پارٹی میں برائے نام چند افراد کو ٹکٹ دے کر پوری مسلم قوم کا استحصال کیا جاتا ہے۔ شعوری طور پر مسلمانوں کو حکومت کی مین اسٹریم سے دور رکھا گیا ہے۔ ہمارے اس دعوے کی توثیق کے لیے ۲۰۰۹ء تک مختلف پارٹیوں میں مسلمانوں کی نمائندگی کا تناسب ہے جو انتہائی قابل افسوس اور قابل رحم ہے۔ یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ جن پارٹیوں نے مسلمانوں کا زیادہ خون نچوڑا ہے مسلمان انہی کو سب سے زیادہ ووٹ دیتے چلے آ رہے ہیں۔

| S.No. | Working Committee | Total Members | Muslim |
|---|---|---|---|
| 1 | CPN(Maoism) | 138 | 1 |
| 2 | CPNUML | 115 | 2 |
| 3 | Nepali Congress | 71 | 1 |
| 4 | Terai Madhes Loktantric Party | 57 | 5 |
| 5 | Madheshi Janadhikar Forum | 26 | 4(۱) |

دوسری طرف سیاسی میدان میں مسلمانوں کے اندر دلچسپی کا عنصر بہت ہی کم دکھائی دیتا ہے۔ وہ خود بھی اس حالت زار کے ذمہ دار ہیں۔ حاشیہ پر اسی قوم کو لے جایا جاتا ہے جو بے شعور ہوتی ہے۔ باشعور طبقہ اقلیت میں رہتے ہوئے بھی اپنے اثرات کا بھرپور استعمال کرتا ہے۔ عہد جمہوریت آنے کے بعد مسلمانوں میں سیاسی بیداری کی لہر پیدا ہو رہی ہے اور مسلمان معتد بہ تعداد میں الیکشن میں کھڑے ہو رہے ہیں۔

Muslim Awaz Amegazine, Published by NMFN(۱)

# بابِ سوم

## نیپال میں صوفیہ و مشائخ

### اور مختلف سلاسل تصوف و طریقت کی تاریخ

# باب سوم:

# نیپال میں صوفیہ ومشائخ

## اور مختلف سلاسل تصوف وطریقت کی تاریخ

نیپال کی سرزمین کو یہ شرف حاصل ہے کہ یہاں مختلف سلاسل تصوف وطریقت، اصحاب رشد وہدایت، صوفیہ، اولیا اور علما کا ورود صدیوں سے ہوتا رہا ہے۔ یہ ایک انتہائی تحقیق وتفتیش طلب موضوع ہے اور نیپال میں اسلام کی اولین اشاعت کے حوالے سے بڑی اہمیت کا حامل ہے، جس پر بڑی تفصیل کے ساتھ لکھنے کی ضرورت ہے۔ لیکن اس معاملہ کا افسوسناک پہلو یہ ہے کہ جہاں مسلمانوں نے اپنی تاریخ، تہذیب وثقافت کو حیطۂ تحریر میں لانے سے اِعراض کیا، غفلت وتساہلی کا مظاہرہ کیا وہیں ان مقدس نفوس قدسیہ کی تاریخ کو بھی محفوظ کرنے کا خیال نہ آیا جن کے دم قدم سے نیپال میں اسلام کا اجالا پھیلا اور جن کی خاموش دعوت وتبلیغ اور خدمت خلق نے نیپالی اقوام کو اسلام کی طرف مائل کیا۔ شاہانِ وقت نے جن کی بارگاہوں میں نیازمندانہ حاضری دی اور زندگی کی خیرات مانگی۔ مسلمان، علما، صوفیہ اور صلحا کے حوالے سے اہل نیپال کی طرف سے آج تک کوئی ٹھوس اور قابل ذکر کام نہیں ہوا تھا۔ راقم سطور کو ان صوفیہ واولیائے اسلام کی تاریخ اور حالات مرتب کرنے میں جن دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا اور جن سنگلاخ وادیوں سے گذرنا پڑا قلم اس کے بیان کے لیے ناکافی ہے۔ اس پر خار وادی کو ہم نے صرف اللہ کی تائید اور بزرگوں کی روحانیت کے سہارے قطع کیا ہے اور آنے والی نسلوں کے لیے ایک مضبوط بنیاد فراہم کرنے کی کوشش کی ہے۔

# نیپال میں سلسلۂ مداریہ بدیعیہ کا فیضان

## حضرت قطب المدار

## سید احمد بدیع الدین طیفوری قدس سرہ

### نام ونسب:

قطب الاقطاب، فرد الافراد، غریق بحر احدیت، واصل مقام صمدیت، داعیِ اسلام حضرت قطب المدار سید احمد بدیع الدین بن سید علی حلبی شامی رضی اللہ عنہ کی تاریخ ولادت میں اختلاف ہے۔ کسی نے ۱۸۲ھ لکھا ہے اور کسی نے ۳۰۰ھ لکھا ہے، لیکن مدار اعظم کے مصنف مولانا فرید احمد عباسی نقشبندی مجددی نے یکم شوال المکرم ۲۴۲ھ کو صحیح قرار دیا ہے، اور مادۂ تاریخ 'صاحب عالم' بیان کیا ہے۔(۱)

تاریخ سلاطین شرقی اور صوفیائے جونپور کے مصنف سید اقبال احمد جونپوری نے بھی ۲۴۲ھ ہی کو اختیار کیا ہے۔

قدیم تذکرہ، تاریخ، سوانح اور انساب کی کتابیں حضرت قطب المدار کے تذکرہ سے خالی نظر آتی ہیں۔ اس کے مختلف اسباب ہیں: ایک تو یہ کہ آپ تیسری صدی ہجری کے اخیر میں ہی ہندوستان تشریف لا چکے تھے، اس زمانہ میں ہندوستان میں تاریخ وسوانح لکھنے کا کوئی مزاج نہ تھا اور نہ کسی نے اس کی طرف توجہ کی۔ دوسری وجہ آپ نے خود کو گوشہ گمنامی ہی میں زیادہ رکھا اور استتار کو پسند کیا۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ آپ کا بے شمار بار بغداد شریف آنا جانا رہا، وہاں کے علما و مؤرخین نے ضرور کہیں نہ کہیں آپ کا تذکرہ کیا ہوگا لیکن بغداد کا سارا علمی و تاریخی سرمایہ فتنۂ تاتار میں تباہ کر دیا گیا۔ وہاں کی ساری کتابیں دریائے دجلہ میں بہا

(۱) مدار اعظم، مولانا فرید احمد عباسی نقشبندی، طبیب ریاست بھیکم پور، علی گڑھ۔ ص: ۳۰، سن اشاعت ۱۹۸۳ء۔ اس کتاب کی تالیف ۱۸ محرم الحرام ۱۳۳۳ھ میں مکمل ہوئی ہے اور سلسلۂ مداریہ پہ ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔

دی گئیں، تین دنوں تک دریائے دجلہ کا ایک کنارہ ۲۰/لاکھ انسانوں کے خون سے سرخ ہو کر بہتا رہا اور دوسرا کنارہ کتابوں کے مسودات اور مخطوطات کی سیاہی سے سیاہ ہو کر بہتا رہا۔ یہی حال ہندوستان میں پیش آیا، بقول مولانا سید اظہر علی مداری مکن پوری ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں انگریزوں نے مکن پور پر حملہ کیا، یہاں کے علما و سادات کو شہید کیا اور خانقاہ کی سب سے قدیم لائبریری کو جس میں قطب المدار کے حالات پر بیش قیمت کتابیں تھیں نذر آتش کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت کے بہت سے حالات پردۂ خفا میں ہیں۔

آپ نجیب الطرفین سید ہیں، والد کی طرف سے حسینی اور والدہ کی طرف سے حسنی ہیں۔ داراشکوہ قادری نے آپ کا نسب پدری و مادری اس طرح بیان کیا ہے۔

## پدری نسب

سید بدیع الدین بن سید علی حلبی بن سید بہاؤ الدین بن سید ظہیر الدین بن سید احمد بن سید اسمٰعیل بن سید محمد بن سید اسمٰعیل ثانی بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین شہید کربلا بن امام المتقین امیر المؤمنین سیدنا علی ابن ابی طالب ہاشمی رضی اللہ عنہم اجمعین۔

## مادری نسب

حضرت شاہ مدار ابن فاطمہ ثانی بنت سید عبداللہ بن سید زاہد بن سید محمد بن سید عابد بن سید صالح بن سید ابو یوسف بن سید ابو القاسم محمد ملقب بہ نفس زکیہ بن سید عبداللہ محض بن حسن مثنی بن سیدنا امام حسن بن سیدنا امام علی مرتضیٰ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔(۱)

آپ کی پیدائش شام کے شہر حلب میں ہوئی، شیخ حذیفہ شامی سے علم ظاہر کی تکمیل کی، تفسیر، حدیث و فقہ میں کمال پیدا کیا، ۱۰/شوال المکرم شب جمعہ ۲۵۹ھ میں صحن بیت المقدس میں حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۸ھ/ ۷۷۴ء-۲۶۱ھ/ ۸۷۴ء یا ۲۶۴ھ/ ۸۷۸ء) سے بیعت ہوئے۔(۲)

(۱) مدار اعظم، ص: ۲۸-۲۹۔

(۲) تاریخ مدار اولیا- مؤلفہ سید محمد فیروز اختر ارغوانی، ص: ۲۰-۲۰۱۲ء۔

## حضرت قطب المدار کا مقام و مرتبہ

آپ امت محمدیہ میں اللہ کی نشانیوں میں سے ایک عظیم نشانی اور سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزون میں سے ایک معجزہ، کائنات ولایت میں منفرد شان کے حامل، صحائف آسمانی توریت وانجیل کے حافظ اور علوم کیمیا، سیمیا، ریمیا اور ہیمیا کے عالم تھے۔ آپ کے احوال عجیب وغریب ہیں۔

مولانا وجیہ الدین فرنگی محلی اپنی تصنیف "بحر ذخار" میں تحریر فرماتے ہیں:

"چوں بہ تمیز رسید در خدمت حذیفہ شامی کہ استاد شریعت وطریقت آن قوم بود رفت سیر ونداد۔ توریت وانجیل ودیگر کتب آسمانی حفظ داشت وبرآں عامل بود بہ تربیت آں حضرت مشغول شد در چند مدت سائر علوم معلوم او بود۔ جمیع علم کیمیا، سیمیا، ریمیا وہیمیا بحضرت آموخت۔" (۱)

جب سن تمیز کو پہنچے تو حضرت حذیفہ شامی کی خدمت میں گئے جو اس قوم کے استاد شریعت وطریقت تھے اور توریت وانجیل ودیگر صحائف سماوی کو حفظ کرلیا اور اس پر عمل پیرا تھے اور اس کے علاوہ علوم انبیا سے کیمیا، سیمیا، ریمیا اور ہیمیا بھی انھیں سے سیکھے۔

شیخ ابوالعباس احمد بن مسروق خراسانی متوفی ۲۹۹ھ نے طریقت میں آپ سے استفادہ کیا۔ حضرت داتا گنج بخش علی بن عثمان جلابی ہجویری غزنوی متوفی ۴۶۵ھ کشف المحجوب میں رقم طراز ہیں:

طریقت کے اماموں میں سے ایک بزرگ، داعی مریداں بحکم فرمان الٰہی حضرت ابوالعباس احمد بن مسروق رحمۃ اللہ علیہ ہیں، جو خراسان کے اجلۂ مشائخ واکابر میں سے ہیں اور تمام اولیا آپ کے زمین میں اوتاد ہونے پر متفق ہیں۔ آپ نے "قطب المدار" کی صحبت پائی، لوگوں نے آپ سے قطب المدار کے بارے میں پوچھا وہ کون ہیں؟

(۱) بحر ذخار، مخطوطہ، جلد سوم، ص: ۸۳۷، مؤلفہ مولانا وجیہ الدین فرنگی محلی۔ یہ کتاب ۱۲ جلدوں میں فارسی زبان میں لکھی گئی ہے، اس کی جلد سوم کا قلمی نسخہ فقیر کے ذاتی کتب خانہ قادریہ میں محفوظ ہے۔

آپ نے اس کی وضاحت نہیں فرمائی، البتہ اشارات سے پتہ چلتا ہے کہ اس سے آپ کی مراد حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۱)

علامہ ابونعیم اصفہانی نے "حلیۃ الاولیا" میں شیخ احمد بن مسروق کے حالات میں لکھا: " إنه صحب قطب المدار " انھیں قطب المدار کی صحبت حاصل ہے۔

ان بزرگوں کی کتابوں میں جہاں جہاں قطب المدار کا ذکر آیا ہے، سلسلۂ مداریہ کے مشائخ نے حضرت قطب المدار احمد بدیع الدین ہی کی ذات کو مراد لیا ہے جبکہ اس میں تحقیق کی گنجائش باقی ہے۔ "مرآۃ الاسرار" میں شیخ عبد الرحمٰن چشتی دہلوی (ولادت: ۱۰۶۵ھ) نے خواجہ ابو العباس احمد بن مسروق کے حالات میں شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے لکھا کہ آپ بالاتفاق ولی اللہ تھے اور قطب المدار سے صحبت رکھتے تھے، آپ خود بھی قطب وقت تھے۔ آپ سے پوچھا گیا، قطب المدار کون ہیں؟

آپ نے خواجہ جنید کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ان کے وقت میں اور کون قطب مدار ہو سکتا ہے!(۲)

جب راقم الحروف نے تذکرۃ الاولیا کا مطالعہ کیا تو وہاں معاملہ کچھ اور نظر آیا، اس میں لکھا ہے: "لوگوں نے جب سوال کیا کہ اس عہد میں قطب کون ہیں؟ تو آپ نے خاموشی اختیار فرمائی۔"(۳)

اس میں حضرت جنید بغدادی کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ یا تو صاحب مرأۃ الاسرار نے تذکرۃ الاولیا کا براہ راست مطالعہ نہیں کیا ہے یا اس میں سہو ہوا ہے۔ پوری دنیا کے اندر قطب المدار کے نام سے معروف ہونے والی شخصیت صرف حضرت احمد بدیع الدین حلبی کی ہے۔

حضرت قطب المدار مقام صدیت پر فائز تھے۔ یہ مرتبۂ سلوک میں سالک کے

(۱) کشف المحجوب مترجم، ص: ۲۲۱، رضوی کتاب گھر ۱۹۸۸ء۔

(۲) مرأۃ الاسرار، عبد الرحمٰن چشتی، ص: ۳۵۶۔

(۳) تذکرۃ الاولیا، ص: ۲۶۴، مترجم۔

مقامات سے ایک اونچا مقام ہے۔ ۱۲ر سال تک بغیر کھائے پیے رہتے تھے، جو لباس ایک بار پہن لیتے تھے دوبارہ اسے دھونے کی حاجت نہ ہوتی۔ آپ کا پیرہن نہ پھٹتا، نہ گندہ ہوتا تھا۔ اکثر حالات میں چہرہ پر نقاب ڈالا کرتے تھے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ جب آپ کے چہرۂ پر ضیا سے نقاب الٹ جاتا اور لوگ چہرہ دیکھ لیتے تو رخ قطب المدار میں جمال خداوندی کا مشاہدہ کر کے بے اختیار قدموں میں گر پڑتے۔ چنانچہ ان حقائق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت محقق علی الاطلاق شیخ عبد الحق محدث دہلوی (ولادت: ۹۵۸ھ/ وفات: ۱۰۵۲ھ) اَخبار الاخیار فی اَسرار الابرار میں رقم طراز ہیں:

غریب احوال وعجائب اَطوار از وے نقل می کنند کہ وے در مقام صمدیت کہ از مقامات سالکان ست بود۔ تا دوازدہ سال طعام نخوردہ ولباسے کہ یک بار پوشیدہ بار دیگر احتیاج بتجدید غسل اونشدہ۔ اکثر احوال برقع بر روکشیدہ بودے، گویند ہر کہ را نظر بر جمال او افتادے بے اختیار سجود کردے۔ سلسلۂ او بسب کبر سن یا جہتی دیگر بہ پنج وشش واسطہ بحضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم می پیوند۔ (۱)

## سیر وسیاحت اور تبلیغ اسلام

آپ نے دنیا کے بیشتر ملکوں کا پیادہ پا سفر کیا۔ حجاز، عراق، مصر، شام، روم، ایران، خراسان، چین، افغانستان، مالدیپ، نیپال وغیرہ ملکوں میں آپ کی سینکڑوں چلہ گاہیں موجود ہیں۔ آپ کو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے ہند جا کر تبلیغ اسلام کا حکم ہوا تھا۔ آپ مختلف بلاد واَمصار کی سیر وسیاحت فرماتے ہوئے تیسری صدی ہجری کے اخیر میں ہند وارد ہوئے۔ یہاں کی زمین کفر وشرک سے بھری ہوئی تھی۔ ہر طرف جادوگروں اور جوگیوں کا دور دورہ تھا۔ یہاں کے سَنت اور جوگی حبس دم کرتے ہوئے ایک ایک ماہ تک سانس روک لیتے تھے۔ جوگ کے بڑے پکے تھے۔ ایسے ماحول میں ان جوگیوں کو اسلام سے قریب کرنے کے لیے آپ نے حَبسِ دَم کے طریقہ کو یہاں رائج کیا، آپ چھ چھ ماہ

(۱) اخبار الاخیار فی اسرار الابرار (فارسی)۔ ص: ۱۷۰، یہ کتاب امام احمد رضا لائبریری اشرفیہ، مبارک پور میں ہے۔

تک لَا اِلٰہ کی ضرب لگا کر سانس روک لیتے تھے اور پھر چھ ماہ بعد اِلا اللہ کی ضرب لگاتے ہوئے سانس باہر کرتے۔(۱)

اس کیفیت کو دیکھ ہزاروں جوگی آپ کے مرید اور مسلمان ہو گئے۔ آپ جدھر چلے جاتے کفر کی تاریکی چھٹنے لگتی۔ خواجہ غریب نواز کی آمد سے لگ بھگ ۳۰۰ سال قبل ہندوستان پہنچ کر آپ نے اس سرزمین کو اسلام کے لیے ہموار کیا تھا۔ اکثر بلند پہاڑوں اور پہاڑ کے غاروں میں آپ نے چلہ کشی فرمائی ہے۔ آپ کی چلہ گاہ کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ آپ نے اکثر ان بلند پہاڑوں پر چلہ کشی کی جہاں پہلے سے کافروں کی کوئی نہ کوئی عبادت گاہ موجود تھی۔ دیکھا یہ گیا ہے کہ ایک طرف آپ کی چلہ گاہ ہے تو ٹھیک اسی کے بالمقابل کسی سادھو یا جوگی کی بھی عبادت گاہ ہے۔ اسی طرح براہ راست جوگیوں اور سنتوں کو اپنی روحانیت سے متاثر کرتے اور نتیجۃً وہ لوگ آپ کے حلقہ بگوش اور مرید ہو جاتے۔

## مداریہ پہاڑ (نیپال) پر حضرت قطب المدار کی چلہ گاہیں

نیپال کا کوہستانی علاقہ صدیوں سے ارباب ریاضت ومجاہدہ، صوفیۂ اسلام، راہبوں، جوگیوں اور سنتوں کا گوشۂ عزلت رہا ہے۔ کسی زمانہ میں گوتم بدھ نے بھی یہاں کے پہاڑوں پر برسوں دھیان جمایا تھا۔ سید داتا گدا علی شاہ ایرانی و سید مسکین شاہ کشمیری سے لے کر حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحیٰ منیری فردوسی و حضرت مخدوم شعیب فردوسی رحمہم اللہ تک تمام بزرگوں نے یاد الٰہی کے لیے کوہ ہمالہ کے دامن میں واقع نیپال کے گھنے جنگلوں اور اونچے پہاڑوں کو اپنی عبادت وریاضت کا مسکن اور گوشۂ تنہائی بنایا۔ نیپال کو اپنی ریاضت ومجاہدہ کا مرکز بنانے والی ان روحانی شخصیات میں ایک عظیم شخصیت حضرت سید احمد بدیع الدین حلبی شامی قطب المدار رضی اللہ عنہ کی ہے۔ آپ نے نیپال کی جس پہاڑی پر چلہ فرمایا ہے اسے "مداریہ پہاڑ" کہتے ہیں۔ یہ پہاڑ بڑی بلندی پر واقع ہے۔ اس میں ایک غار ہے۔ اسی غار میں آپ ایک زمانہ تک مجاہدات کبریٰ اور یاد حق میں مشغول رہے۔

(۱) تاریخ مدار عالم، مولانا سید محضر علی قادری مداری۔

بُٹوَل، گورکھپور سے قریب نیپال کا سرحدی شہر ہے وہاں سے ''مال بھاری'' جاتے ہیں اور پھر وہاں سے مداریہ پہاڑ پر چڑھتے ہیں۔ مداریہ پہاڑ پر حضرت قطب المدار کی تین چلہ گاہیں ہیں۔ ایک ذرا نیچے کی طرف "مال بھاری" کے مقام پر ہے اور دوسرا چلہ سات ماتھا پہاڑ کہلاتا ہے۔ وہاں سے گزر کر چین کی طرف جانے والے راستہ سے اتر کر ایک جھیل کے کنارے بہت ہی پرفضا مقام ہے اس کے ایک طرف تیوری مندر ہے اور دوسری طرف مدار پاک کا چلہ، اسی کے قریب حضرت سید محمد جمال الدین جان من جنتی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی چلہ ہے۔ یہاں ایک بہت بڑا اور نہایت قدیم درخت ہے، اس کا تنا نہایت ضخیم ہے۔ تنے کے اندر ایک جگہ ہے جہاں بیٹھ کر حضرت سید جمال الدین جان من جنتی رحمۃ اللہ علیہ مرید وخلیفہ حضرت سیدنا قطب المدار علیہ الرحمہ نے چلہ فرمایا ہے۔

یہاں پانی کا ایک سوتا بھی ہے جہاں سے پانی کے قطرات ٹپکتے رہتے ہیں۔ اس دیار کے لوگ بیان کرتے ہیں کہ وہ قطرات ہر قسم کی بیماریوں کو ختم کر دیتے ہیں۔

صوفی وحید الحسن صاحب "مشائخ گورکھپور" میں لکھتے ہیں:

"حضرت بدیع الدین قطب المدار گورکھپور کی سرحد پر تشریف لائے اور مداریہ پہاڑ کے ایک حجرہ نما غار میں چلہ کش ہوئے۔ مداریہ پہاڑ گورکھپور کی سرحد ہے۔ اور یہاں حضرت مدار شاہ کا میلہ آج بھی لگتا ہے اور یہ پہاڑ آپ ہی کے نام سے موسوم ہے۔"(۱)

حضرت پیر طریقت مولانا سید محضر علی قادری ابن حضرت مولانا سید کلب علی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۷۷ء) سجادہ نشین خانقاہ عالیہ مداریہ، دار النور، مکن پور، اپنی کتاب تاریخ مدار عالم میں حضرت قطب المدار کی اس چلہ گاہ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

''نیپال میں مداریہ پہاڑ جہاں سرکار مدار پاک کا چلہ ہے۔ آج بھی یہ پہاڑ ''مداریہ پہاڑ'' کے نام سے مشہور ہے۔ اس پہاڑ سے جو سات ماتھا ہے، تین ملکوں (نیپال، چین اور ہندوستان) کا نظارہ کیا جا سکتا ہے۔ نیپال میں پہاڑ ہے اور چین اور ہندوستان کی سرحد نظر

(۱) مشائخ گورکھپور، صوفی وحید الحسن، ص: ۱۷۔

آتی ہے۔ اس پر آپ نے چلہ کشی فرمائی۔ وہاں کے نشانات اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ وہاں کوئی دوسری مخلوق بھی آباد تھی۔ نیپال میں سرکار قطب المدار رضی اللہ عنہ نے پہنچ کر پہلے مال باری وغیرہ میں انسانوں تک اسلام کو پہنچایا اور اس کے بعد پہاڑ پر پہنچ کر اجنہ (جنوں) میں تبلیغ کی۔ اس وجہ سے سرکار مدار پاک کا نام لیتے ہی کافر وشاطر اجنہ (جن) ایسے غائب ہوجاتے ہیں جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔"(۱)

## سیکڑوں سادھوؤں اور آدم خوروں کا قبول اسلام

حضرت مولانا سید محضر علی مداری مکن پوری سجادہ نشین خانقاہ عالیہ مداریہ، مکن پور شریف نے اپنے والد زبدۃ العارفین، حضرت مولانا سید کلب علی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۷۷ء) کے حوالے سے راقم الحروف سے بیان فرمایا کہ میرے والد محترم فرماتے تھے کہ میں نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے۔ "مشہور یہ ہے کہ مداریہ پہاڑ کے علاقہ میں آدم خور قوم کا قیام رہتا تھا۔ آج اس پہاڑ پر بڑے بڑے برتن بنے ہوئے ہیں، شادی بیاہ میں ان لوگوں کا کھانا پکتا تھا۔ جب آپ اس مقام پر پہنچے تو ان لوگوں نے آپ پر حملہ کرنے کی کوشش کی، آپ نے چہرہ سے نقاب الٹ دیا۔ چہرۂ پاک کی تابانی کو دیکھ کر وہ بے ساختہ قدموں میں گر پڑے آپ نے انھیں مشرف بہ اسلام کیا۔ کچھ دن وہ لوگ آپ کی صحبت میں رہے۔ آپ نے انھیں اسلام کی تعلیمات سے روشناس کیا۔ نیپال کے پہاڑوں پر مجاہدہ کے دوران بہت سے سادھو سنت جو ریاضتوں میں مشغول تھے آپ کے دست حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ وہ قوم جو آپ کے ہاتھ پر ایمان لائی تھی اس کی نسل کے لوگ آج بھی وہاں پائے جاتے ہیں۔"

مولانا سید محضر علی صاحب مداری کا بیان ہے کہ وہاں کے لوگوں نے ہمیں بتایا کہ حضرت قطب المدار نے یہیں سے چائنا کا سفر کیا تھا۔ حضرت مولانا سید محضر علی صاحب ایک صاحب تصنیف بزرگ ہیں۔ تاریخ مدار اعظم اور دیگر کتب آپ کی علمی شاہکار ہیں۔ ان کی تحقیق کے مطابق حضرت قطب المدار نے آج سے نوسو سال (۹۰۰) قبل نیپال کے

(۱) تاریخ مدار عالم، مولانا سید محضر علی قادری مداری، ص: ۳۵، دار النور، مکن پور، ضلع کانپور۔ ۲۰۱۰/۱۴۳۱ھ۔

مداریہ پہاڑ پر چلہ فرمایا تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضرت سید جمال الدین جان من جنتی رحمۃ اللہ علیہ مرید وخلیفہ حضرت قطب المدار کا مزار پاک ہیلسہ جتی نگر میں پٹنہ سے ۲۲ رکلومیٹر کی دوری پر واقع ہے۔ انھوں نے برسہا برس تک مداریہ پہاڑ پر چلہ کشی کی ہے۔ حضرت جان من جنتی کا شمار گروہ ملنگان کے سرداروں میں ہوتا ہے۔ آپ اس طبقہ کے سرخیل ہیں۔ حضرت قطب المدار سے مرید ہونے والوں کی تعداد لاکھوں میں ہے۔ لاکھوں گم گشتگان راہ کو آپ کے ذریعہ اسلام کی دولت ملی۔ آپ سے اکتساب فیض کرنے والے اور بیعت ہونے والوں میں بڑے بڑے اجلہ علما ومشائخ ہیں۔ مثلاً حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت (ولادت: ۷۰۷ھ/ ۱۳۰۸ء، وصال: ۷۸۵ھ/ ۱۳۸۳ء)، حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھوی (ولادت: ۷۰۹ھ، وصال: ۲۸ رمحرم ۸۰۸ھ/ ۱۴۰۴ء) آپ بارہ سال تک حضرت قطب المدار کی صحبت میں رہے۔ روم کی بندرگاہ پر حضرت قطب المدار نے آپ کو خرقۂ محبت عطا کیا۔ (۱)

حضرت ملک العلما قاضی شہاب الدین دولت آبادی، صاحب بحر مواج۔ قاضی سید صدرالدین محمد جونپوری، شیخ محمد لاہوری، حضرت سید قاضی مطہر مداری، حضرت مخدوم میر حسین معز بلخی (م ۸۲۴ھ) علیہم الرحمۃ والرضوان جیسی اسلام کی جلیل القدر ہستیاں آپ کے بادہ خواروں میں نظر آتی ہیں۔

## وصال قطب المدار

۵۹۵ رسال کی طویل عمر پاکر ۱۷ رجمادی الاولی ۸۳۸ھ میں واصل باللہ ہو گئے۔ نماز جنازہ مولانا حسام الدین سلامتی رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی ''ساکن بہشت'' (۸۳۸ھ) مادۂ تاریخ وصال ہے۔ (۲)

(۱) لطائف اشرفی، مؤلفہ حضرت نظام یمنی رحمۃ اللہ علیہ۔ مخدوم اشرف اکیڈمی، کچھوچھہ، ۲۰۱۵ء۔
(۲) مدار اعظم، ص: ۸۷۔

## آدم پہاڑ (نیپال) پر سیدنا آدم و سیدنا سلیمان علیہما السلام کا قیام

نیپال میں اسلامی تاریخ کی اولیں اینٹ کی تلاش و جستجو میں مؤلف کتاب پر کچھ ایسے حقائق اور راز ہائے سربستہ کا انکشاف ہوا، جن کا افشا علم بشریات کے محققین اور تاریخ کے طالب علموں کے لیے حیرت انگیز اور انوکھی دریافت سے کم نہیں۔ اس سے نہ یہ کہ نیپال کی تاریخی اہمیت دوچند ہو جائے گی بلکہ انسانی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ بھی ہوگا۔

بعض اہل نظر اور ارباب بصیرت کا کہنا ہے کہ نیپال میں ایک پہاڑ ایسا بھی ہے جس پر اللہ تعالیٰ کے دو جلیل القدر نبیوں ابو البشر، حضرت سیدنا آدم و حضرت سیدنا سلیمان بن داؤد علیہم الصلوٰۃ والسلام نے قیام فرمایا ہے۔ اس پہاڑ کا حقیقی نام "آدم پہاڑ" ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جنت سے زمین پر اترنے کا حکم دیا اور کہا: اهبطوا منها جميعا "تم سب زمین پر اتر جاؤ" تو اس حکم کے بعد حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نزول، سرزمین ہند پر ہوا اور حضرت حوا رضی اللہ عنہا کا نزول جدہ (عرب) میں ہوا۔ جیسا کہ بہت سی صحیح مرفوع و موقوف احادیث سے اس کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔

مشہور مفسر و محدث علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۹۱۱ھ) نے اپنی تفسیر "الدر المنثور فی التفسیر المأثور" میں اس موضوع پر "قلنا اهبطوا منها جميعا" کی تفسیر میں بہت سی موقوف روایتوں کو پیش کیا ہے۔

(۱) قال السيوطي: أخرج ابن جرير وابن أبي حاتم والحاكم صححه عن ابن عباس: إن أول ما اهبط الله آدم أهبطه إلى أرض الهند. وفي لفظ بد جناء، أرض بالهند.

حضرت عبد اللہ ابن عباس فرماتے ہیں: اللہ نے حضرت آدم کو سب سے پہلے ہندوستان میں اتارا اور ایک روایت میں "بد جناء" کا لفظ آیا ہے "وهي معربة عن دكهنا" اور یہ ہندوستان کی سرزمین ہے۔ اس روایت کی تخریج ابن جریر طبری، ابن ابی حاتم اور حاکم نے کی ہے۔ حاکم نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) أخرج ابن جرير والحاكم وصححه والبيهقى وابن عساكر عن ابن عباس قال: على ابن أبى طالب: أطيب أرض فى الأرض ريحا أرض الهند. اهبط بها آدم فعلق شجرها من ريح الجنة.

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں، کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: زمینوں میں سب سے اچھی خوشبو ہندوستان کی ہے۔ حضرت آدم کو ہندوستان میں اتارا گیا لہٰذا اس کے درخت میں جنت کی خوشبو بس چکی ہے۔ اس زمین کی خوشبو جنت کے درخت کی خوشبو ہے۔

اس حدیث کی تخریج ابن جریر اور حاکم نے کی ہے اور بیہقی اور ابن عساکر نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

مشہور مفسر علامہ ابن جریر طبری (متوفی: ۳۱۰ھ) فرماتے ہیں:

(۳) حدثنا الحارث قال حدثنا ابن سعيد قال حدثنا هشام بن محمد عن أبيه عن أبى صالح، عن ابن عباس قال: أهبط آدم بالهند وحواء بجدة، فجاء فى طلبها حتى اجتمعا ، فازدلفت إليه حواء، فلذلك سميت المزدلفة وتعارفا بعرفات فلذلك سميت عرفات. قال وأهبط آدم على جبل بالهند يقال له بوذ. (۱)

ابن عساکر نے حضرت عباس کا یہ قول نقل کیا ہے:

آدم علیہ السلام کو ہند میں اتارا گیا اور حوا رضی اللہ عنہا کو جدہ میں۔ پس آدم حوا علیہما السلام کی تلاش میں آئے۔ یہاں تک کہ ایک مقام پر اکٹھا ہوئے اور حوا رضی اللہ عنہا ان سے قریب ہوئیں۔ مزدلفہ کی وجہ تسمیہ یہی ہے۔

(٤) أخرج الطبرانى عن عبد الله بن عمر قال: لما اهبط الله آدم اهبط بأرض الهند ومعه غرس من شجر الجنة فغرسه بها. (۲)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب اللہ نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اتارنا چاہا تو ہندوستان میں اتارا اور ان کے ساتھ ایک جنتی پودا تھا جسے آپ

(۱) ابو جعفر محمد بن جریر الطبری/ تاریخ الأمم والملوک، جلد اول، ص: ۱۱۴، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۲۰۰۱ء

(۲) الدر المنثور فى التفسير المأثور، ج: اول، ص: ۱۳۵. ۱۳۶، دار الفكر للطباعة والنشر ، بيروت، ۱۹۹۳م

نے یہاں لگا دیا۔

احادیث وروایات کی روشنی میں معلوم ہوا کہ آپ سب سے پہلے ہندوستان میں اتارے گئے۔ پوری دنیا آپ کی جولانگاہ تھی۔ بالخصوص ہند کا وسیع ترین خطہ، جس میں نیپال بھی شامل ہے، تو اگر نیپال کی کسی پہاڑی پر آپ کا آنا ثابت ہو جائے تو اس میں استبعاد واستعجاب کی کیا بات ہے؟

## آدم پہاڑ کا جغرافیہ

جب اس پہاڑ کی تلاش وجستجو میں راقم سطور نے مزید تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ یہ وہی پہاڑ ہے جس کو لوگ اس زمانہ میں من کامنا پہاڑ (Man Kamana Pahad) کے نام سے جانتے ہیں۔ اس پہاڑ پر نہ معلوم کس وجہ سے قدیم زمانہ سے ہی عوام وخواص کی بھیڑ اس کی زیارت کے لیے دور دور سے جمع ہوتی رہتی ہے۔ چوں کہ اس پہاڑ پر لوگوں کی دلی مرادیں اور دعائیں مقبول ہوتی ہیں اس وجہ سے اس کا نام من کامنا پہاڑ پڑ گیا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ نام منو کامنا سے لیا گیا ہے۔ اور سنسکرت زبان میں "منو" حضرت آدم علیہ السلام کو کہتے ہیں۔ ہندو قوم اس پہاڑ سے ایک مقدس دیوی پاربتی یا بھگوتی کی تاریخ کو منسوب کرتی ہے۔ انھیں اصل حقیقت کا بالکل علم نہیں ہے۔ دعائیں کسی دیوی یا دیوتا کے یہاں قبول نہیں ہوتی ہیں بلکہ یہ تو حضرت آدم وسلیمان علیہما الصلوٰۃ والسلام کے قدموں کی برکت ہے۔ بالخصوص شادی شدہ جوڑے یہاں تمنائیں لے کر حاضر ہوتے ہیں۔ منو جی کی طرف منسوب کرتے ہوئے یہاں من کامنا مندر بھی تعمیر کر دیا گیا ہے۔ چونکہ منو کی طرف کسی کا دھیان نہیں گیا تو انھوں نے اس کو من سمجھ لیا۔

یہ پہاڑ مندروں کے شہر گورکھا ٹاؤن سے ۱۲ کلومیٹر جنوب میں واقع ہے۔ کاٹھمنڈو سے ۱۰۴ کلومیٹر روڈ ویز فاصلے پر واقع ہے جبکہ مغلن سے جانب مشرق اس کا فاصلہ ۵/ کیلومیٹر ہے۔

پہاڑ کی سطح مرتفع، سطح سمندر سے ۱۳۰۲ میٹر (۴۲۷۲ فٹ) بلندی پر واقع ہے۔

کیبل کار کے ذریعہ ۱۰ منٹ میں جبکہ پیادہ پاؤں چار پانچ گھنٹے میں اس پہاڑ پر پہنچتے ہیں۔

## آدم گھاٹ

آدم پہاڑ کی تحقیق کے دوران ایک اہم حقیقت کا انکشاف ہوا کہ اس پہاڑ کے قریب "آدم گھاٹ" نام کی ایک بستی بھی آباد ہے، جس سے اس خیال کی تائید وتوثیق ہوتی ہے کہ اس جگہ سے ضرور حضرت آدم علیہ السلام کی کوئی تاریخ وابستہ ہے ورنہ اس نام سے اس جگہ کسی گھاٹ کا موسوم ہونا چہ معنی دارد۔ نیز ایک اور قرینہ یہاں یہ ہے کہ اس مقام کی زیارت کے لیے ہندو اور بدھسٹ بھی آتے ہیں۔ یہ ہمارا دعویٰ نہیں ہے بلکہ ایک حقیقت کا انکشاف ہے۔ چونکہ ہمارے پاس کوئی تاریخی ثبوت نہیں ہے اس لیے کسی کو ماننے پر مجبور بھی نہیں کر سکتے۔ البتہ اہل علم وتحقیق کے لیے ایک لمحۂ فکر ہے کہ وہ ان مخفی گوشوں کی طرف بھی توجہ کریں تاکہ مزید انکشاف حقیقت ہو۔

## حضرت سید داتا گدا علی شاہ ایرانی ثم کاشغری رحمۃ اللہ علیہ

ترائی نیپال کے قریہ، روضہ شریف، ضلع مہوتری میں ان تین عظیم المرتبت بزرگوں کا مزار صدیوں سے مرجع خلائق ہے۔ ان بزرگوں کے حالات کافی زمانہ تک پردۂ خفا میں رہے۔ یہ تینوں حضرات اپنے زمانے کے جلیل الشان اولیا میں سے تھے۔ ایران کے ہُرمُزنام کی بستی سے تبلیغ اسلام کے لیے قندھار (افغانستان) ہوتے ہوئے چین تشریف لائے اور مدینۃ الاولیاء "کاشغر" میں طویل زمانہ ریاضت ومجاہدہ اور تبلیغ اسلام میں گزار کر بحکم الٰہی نیپال کے کفرستان میں تبلیغ اسلام کے لیے تشریف لائے اور ترائی علاقہ کو اپنی دعوت وتبلیغ کا مرکز بنایا۔ جب ان کا وصال ہو گیا تو روضہ شریف میں ان تینوں بزرگوں کی تدفین ہوئی۔ ان تینوں بزرگوں کی قبریں چھوٹے ٹیلہ کی شکل میں تھیں۔ غیر مسلم اسے بابا اُستھان کہتے تھے۔ مسلم اور غیر مسلم سبھی عقیدت کے ساتھ ان بزرگوں کی بارگاہ میں حاضری دیا کرتے تھے۔ کسی کو ان کا نام ونسب پتہ معلوم نہ تھا۔

اللہ کی مشیت ان بزرگوں کے احوال کا انکشاف چاہتی تھی۔ حقیقت سے پردہ اٹھنے

کا وقت قریب آ گیا۔ ایک بار ایسا ہوا کہ شہزادۂ محب اعلیٰ حضرت مفتی محمد عبد الرحمٰن محبیؔ قادری علیہ الرحمہ (ولادت: ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء۔ وصال: ۱۳۵۱ھ/ ۱۹۳۲ء) ولی کامل، حضرت مفتی محمد ولی الرحمٰن قادری علیمی (ولادت: ۱۳ر محرم ۱۳۰۵ھ/ ۲ر اکتوبر ۱۸۸۷ء۔ وفات: ۱۳۷۰ھ/ ۱۹۵۱ء) سُرسَنڈ ضلع سیتامڑھی میں محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں شرکت کے لیے پوکھریرا شریف سے تشریف لائے ہوئے تھے۔ شب میں حضرت کی بصیرت افروز تقریر ہوئی، جس سے سامعین پر رقت طاری ہوگئی۔ اختتام مجلس پر بہت سے لوگ آپ کے دست اقدس پر داخل سلسلہ ہوئے۔ اس محفل میں چند لوگ بانیٔ محفل سے رشتہ داری کے سبب روضہ گڑھی سے بھی آئے ہوئے تھے، وہ لوگ بھی حضرت سے مرید ہوئے اور دوسرے دن اپنے یہاں اُدھیانپور آنے کی دعوت دی اور کہا:

حضور آپ ہمارے یہاں تشریف لے چلیں، وہاں بھی ہم لوگ محفل میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منعقد کریں گے اور آپ کی تقریر سے گاؤں والوں کو فائدہ پہنچائیں گے۔ (بروایت محبوب الاولیا، پوکھریرا شریف)

نبیرۂ حضرت محبوب الاولیا مولانا شاہ حمید الرحمٰن قادری رضوی (ولادت: ۱۱ر صفر ۱۳۵۰ھ مطابق ۲۹ر جون ۱۹۳۱ء۔ وصال: ۱۴ر ربیع الاول ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۶) مولانا ریحان رضا انجم مصباحی صاحب، بسفی، مدھوبنی نے اپنی کتاب "نیپال کی تین مقدس شخصیتیں" میں ان بزرگوں کے تعلق سے جو کچھ انکشاف ہوا قلم بند فرما دیا ہے۔ تفصیلی حالات اور بنیادی معلومات کے لیے کوئی اور ماخذ دستیاب نہیں ہے اس لیے اسی کتاب سے کچھ احوال نذر قارئین ہیں۔

آپ ان مخلص مریدوں کی دعوت پر روضہ گڑھی ادھیانپور تشریف لائے۔ لوگوں نے بڑی محبت کے ساتھ خیر مقدم کیا۔ رات میں میلاد پاک کی محفل ہوئی اور عظمتِ اسلام پر حضرت قطب الارشاد کا ولولہ انگیز خطاب ہوا۔ جس سے حاضرین وسامعین بے حد متاثر ہوئے۔ سامعین پر ایک وجدانی کیفیت طاری تھی، ہر شخص خوشیوں سے سرشار اور عشق رسالت مآب میں مخمور تھا۔

مجلس کے اختتام پر بہت سے لوگوں نے بداعمالیوں سے توبہ کی اور سلسلۂ رحمانیہ رضویہ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ تقسیم تبرک کے بعد لوگ اپنے گھروں کو واپس ہو گئے۔ حضرت بھی بستر استراحت پر تشریف لے گئے۔ فضا پر سکون تھی، رات کی زلف سیہ کمر تک ڈھلک چکی تھی، لوگوں کی آمد و رفت کا سلسلہ موقوف ہو چکا تھا، ایسے وقت میں وہ تینوں بزرگ، لباس ظاہری کے ساتھ حضرت کے پاس تشریف لائے۔ مصافحہ و معانقہ ہوا، پھر تینوں بزرگ، حضرت کو اپنے ہمراہ لے کر اپنے مدفن کے پاس آئے، جسے عوام بابا اُستھان کے نام سے جانتے تھے۔

ولی را ولی می شناسد۔ چاروں اولیا کے درمیان ملاقات و گفتگو کا دور شروع ہوا اور یہ سلسلۂ کلام اتنا دراز ہوا کہ صبح طلوع ہو گئی۔ ان چاروں بزرگوں کے درمیان راز و نیاز کی کیا باتیں ہوئیں ابھی تک پردۂ غیب میں ہیں۔ نہ اس سے حضرت مفتی صاحب قبلہ نے پردہ اٹھایا نہ کسی نے ان کی زندگی میں اسے دریافت ہی کیا، نہ حضرت محبوب الاولیا کو اس کی اطلاع ہوئی۔ کاش اگر اسی زمانہ میں کسی صاحب خرد نے حضرت سے پوچھ کر اسے نقل کر لیا ہوتا تو یہ بیش بہا خزانہ عاشقان اولیا اور باشندگان نیپال کے لیے سرمۂ چشم ثابت ہوتا۔ (۱)

فلک کے چاند ستارو انھیں تلاش کرو
بڑے حسین مسافر ادھر سے گزرے ہیں

صبح میں حضرت ولی ابن الولی کو اہل خانہ نے قیام گاہ پر نہ پایا تو بڑے فکر مند ہوئے۔ یہ خبر عقیدت مندوں میں پھیلتی گئی، لوگ پریشان ہوئے کہ حضرت کہاں تشریف لے گئے؟ لوگ اسی فکر میں غلطاں و پیچاں تھے کہ ایک گوالا (دودھ بیچنے والے) کا وہاں سے گزر ہوا، جب انھوں نے یہ بات سنی تو کہا:

''بھائی لوگ! ایک مولانا صاحب کو دیکھا ہے کہ وہاں بابا استھان پر بیٹھے ہوئے کسی سے باتیں کر رہے ہیں، مگر وہاں کوئی دوسرا نظر نہیں آ رہا ہے۔ آپ لوگ دیکھیں وہی مولانا صاحب تو نہیں ہیں؟

اتنا سننا تھا کہ عاشقوں کی جماعت بے تابانہ حضرت کی تلاش میں وہاں پہنچ گئی۔

(۱) نیپال کی تین مقدس شخصیتیں، ص: ۱۵۔۱۸ سے ماخوذ۔

حضرت نے انھیں دیکھ کر تبسم فرمایا، جب سارے لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے مسکراتے ہوئے عقیدت مندوں سے فرمایا:

''اے لوگو! یہ بابا استھان کسی عام آدمی کا مرقد نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ومقرب بندے اولیاے ثلثہ کی آرام گاہ ہے اور یہاں جو تین ٹیلے نظر آرہے ہیں وہ تین بزرگوں کا مدفن ہیں۔ لہذا ان ٹیلوں کو قبرِ مومن کی شکل بناؤ''(۱)

اس کے بعد ٹیلہ منہدم کیا گیا اور تینوں بزرگوں کے مدفن پر حسین قبر کی شکل بنائی گئی، اس کی خوشنمائی کے لیے حضرت نے خود اپنا دست مبارک بھی لگایا تھا۔ پھر آپ نے لنگر تیار کرنے کا حکم دیا۔ بعدہ سارے لوگوں کو یکجا ہونے کا حکم دیا، پھر اولیاے کرام کی عظمت پر قرآن وحدیث کی روشنی میں آپ نے بصیرت افروز اور چشم کشا خطاب فرمایا۔ اور ان بزرگوں کا تعارف کراتے ہوئے ان کے سالانہ عرس سے متعلق اس طرح بیان کیا:

''اے مسلمانوں کی جماعت! تمھارے یہاں اللہ تعالیٰ کے محبوب، اولیاے ثلثہ آرام فرما رہے ہیں، جن کے اسماے گرامی یہ ہیں:

حضرت سید داتا گدا علی شاہ، حضرت سید داتا رحم علی شاہ اور حضرت داتا بہار علی شاہ علیہم الرحمۃ والرضوان۔ اور آج کی تاریخ بھی محفوظ کرلو۔ یہی ان کے سالانہ عرس کی تاریخ رہے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ہر سال فقیر غفرلہ القدیر آئے گا اور بزرگوں کا عرس منایا کرے گا۔ (بروایت حضرت مولانا شاہ حافظ حمید الرحمٰن قادری قدس سرہ)

یہ واقعہ ۱۳۵۴ھ کا ہے۔ ان حقائق سے پتا چلا کہ ان اولیاے ثلثہ کا انکشاف کرنے والے اور ان کے عرس کے بانی عارف کامل حضرت مفتی ولی الرحمٰن علیمی ابن سرکار مجمی رحمہما اللہ ہیں۔

آپ ہر سال وہاں تشریف لاتے اور اسی تاریخ میں عرس مناتے، جب ۱۳۷۰ھ مطابق ۱۹۵۱ء میں آپ کا وصال ہوا تو اس وقت سے لے کر ۲۰۱۵ء تک شہزادۂ مفتی ولی الرحمٰن علیمی حضرت مولانا الحاج الشاہ حافظ محمد حمید الرحمٰن صاحب قادری قدس سرہ کی سرپرستی ونگرانی میں عرس اولیاے نیپال کا انعقاد ہوتا رہا۔ افسوس کہ بزرگوں کی یہ عظیم امانت بھی ہم سے چھن گئی اور ۱۴ ربیع الاول ۱۴۳۷ھ کو حضرت محبوب الاولیا اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔

(۱) نیپال کی تین مقدس شخصیتیں، مولانا ریحان رضا انجم، ص: ۱۸۔

ادھیانپور کے جن سابقین اولین کو حضرت مفتی صاحب قبلہ سے بیعت کا شرف حاصل ہے، ان میں بعض کے اسما حسب ذیل ہیں:

(۱) شیخ محمد یٰسین رحمانی، (۲) شیخ محمد یعقوب رحمانی، (۳) جناب دکھی خان رحمانی (۴) حافظ محمد ابراہیم رحمانی (نابینا)، (۵) جناب خدا بخش رحمانی، (۶) جناب حنیف خان رحمانی (۷) جناب منیف خان رحمانی، (۸) جناب ولی محمد رحمانی (بروایت حضرت محبوب الاولیا)

## آستانہ روضہ گڑھی سے متعلق دستاویز

کسی زمانہ میں شاہی حکومت نیپال کی طرف سے ان بزرگوں کے نام زمین کا بڑا رقبہ رجسٹرڈ کیا گیا تھا۔ تانبے پر نقش یہ تحریری دستاویز، مرشدِ سرکار مجی، قدوۃ السالکین، حضرت سید داتا نور الحلیم شاہ قادری کاشغری مرید وخلیفہ حضرت سید شاہ نور السلیم قادری کاشغری (وفات ۳ر ربیع الاول ۱۳۰۶ھ) موضع نستہ رسول پور، بھروارہ ضلع دربھنگہ کے مرید جناب عبد الصمد صاحب مرحوم ساکن نستہ رسول پور کے مکان سے آپ کے پوتے جناب عباس صاحب کے توسط سے آج سے ۳۵ر سال قبل حاصل ہوا تھا۔ سابق امین شریعت دوم ادارۂ شرعیہ مفتی انیس عالم صاحب نستوی ثم سیوانی نے وہ دستاویز حضرت محبوب الاولیا شاہ حمید الرحمٰن قادری کو عطا کیا اور آپ نے اس دستاویز کو ادھیانپور کے خطیب وامام مولانا مقصود عالم صاحب، ساکن صدا، بسیٹھا، ضلع مدھوبنی، کو ادھیانپور کے چند مریدوں کی موجودگی میں دیا کہ وہاں کے ذمہ داروں کو سپرد کر دیا جائے تاکہ آئندہ کبھی اس کی ضرورت پیش آنے پر کام آئے۔

## دستاویز کے دو انکشافات

(۱) نستہ رسول پور سے حاصل شدہ دستاویز سے معلوم ہوا کہ تینوں بزرگوں کے جو نام حضرت قطب الارشاد نے مسلمانوں کو بتایا تھا، ہی تینوں نام تانبے پر بھی تحریر تھے۔

(۲) تینوں بزرگوں سے متعلق یہ لکھا تھا کہ یہ کسی زمانہ میں چین کے شہر کاشغر سے تشریف لائے تھے۔(۱)

(۱) نیپال کی تین مقدس شخصیتیں، ص: ۲۴۔ راقم سطور نے اس دستاویز کے بارے میں معلوم کرنے کی کوشش کی لیکن کسی نے صحیح پتہ نہیں بتایا۔

# نیپال میں سلسلۂ فردوسیہ کبرویہ کا فیضان

امام طریقۂ سہروردیہ، شیخ الشیوخ، شہاب الدین عمر سہروردی صاحب عوارف المعارف (م ۶۳۲ھ) کے عم مکرم حضرت خواجہ ضیاء الدین ابو النجیب عبد القاہر سہروردی (متوفی ۵۶۳ھ) خلیفۂ حضور محبوب سبحانی سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی وحضرت شیخ وجیہ الدین ابو حفص بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عظیم خلیفہ، حضرت ابو الجناب احمد بن عمر مشہور بخواجہ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۱۸/ ۶۱۰ھ) گذرے ہیں۔ آپ کا وطن خوارزم تھا، تصوف وطریقت اور توحید اخص الخاص میں آپ کی عجیب شان تھی۔ آپ کی روش کا اصول "موتوا قبل أن تموتوا" تھا۔ آپ کی خصوصیت یہ تھی کہ عام آدمی آپ کے فیضان نظر سے ولی ہو جاتا اور ولی پر جب آپ کی نگاہ پڑتی تو وہ کمال کے درجہ کو پہنچ جاتا۔(۱) اسی وجہ سے آپ کا لقب "ولی تراش" پڑ گیا۔

صاحب مناقب الاصفیاء لکھتے ہیں:

کہا جاتا ہے کہ شیخ نجم الدین پر صبح کے وقت ایک خاص فیضان ہوتا تھا۔ اس وقت آپ کی نظر جس پر پڑ جاتی وہ شخص ولی ہو جاتا۔ چنانچہ ایک دن صبح کے وقت خلوت سے باہر نکلے اس وقت کوئی شخص ایسا دکھائی نہیں دیا جس پر آپ کی نگاہ پڑتی۔ آخر خانقاہ سے باہر تشریف لائے اس وقت ایک کتا آپ کے دروازہ کے سامنے سے گذر رہا تھا۔ شیخ کی نظر اس کتے پر پڑی اور وہ ولی صفت ہو گیا۔ اگر کوئی امتحان کے خیال سے حرام لقمہ اس کے سامنے رکھتا تو وہ نہیں کھاتا اور صبح سویرے اس کتے کی نظر جس پر پڑ جاتی وہ ولی ہو جاتا، یہاں تک کہ صوفیہ کی ایک جماعت کا نام ہی کلبیہ ہو گیا اس لیے کہ اس جماعت پر شیخ کے کتے کی نظر پڑ گئی تھی۔(۲)

(۱) مناقب الاصفیاء، ص: ۲۰۱، مکتبہ اشرف، بیت الشرف خانقاہ معظم، بہار شریف، نالندہ۔ ۲۰۰۱ء۔

(۲) مرجع سابق، ص: ۲۰۵۔

اس امر سے حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ کے مقام ومرتبہ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کے در کے بادہ خواروں میں شیخ الاسلام امام فخر الدین رازی، شیخ فرید الدین عطار، شیخ مجد الدین بغدادی، آفتاب حقیقت، حضرت شمس تبریز اور شیخ سیف الدین باخرزی بخاری رحمۃ اللہ علیہم اجمعین جیسی یکتائے روزگار شخصیات سرفہرست ہیں۔ان بزرگوں کو جو پہلے علم شریعت کے امام تھے، شراب توحید ومعرفت پلا کر طریقت کا بھی امام بنا دیا۔آپ کا طریقہ کبرویہ کہلاتا ہے۔ہندوستان میں یہ سلسلہ فردوسیہ کے نام سے مشہور ہوا۔ اس کی وجہ تسمیہ کے سلسلے میں ایک روایت یہ ہے کہ حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ کو خلافت دیتے وقت ان کے شیخ خواجہ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی نے فرمایا تھا:

"شما مشایخ فردوس ہستید" (۱) لیکن حضرت شیخ رکن الدین فردوسی سے پہلے فردوسی نسبت نظر نہیں آتی۔عام طور پر اس سلسلہ کے مشائخ اور ان کا سلسلہ کبرویہ کہلاتا ہے۔

اس لقب کی شہرت حضرت شیخ رکن الدین فردوسی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ سے ہوئی۔(۲)

چنانچہ صاحب مناقب الاصفیاء لکھتے ہیں:

"خواجہ رکن الدین در ہند چناں بر آمد کہ بعرب وعجم رسید شجرۂ معظمہ پیران راسکہ بنام آوردند پیران فردوس گفتند و پیوستگان ایں شجرہ را در ہند بنام او می خوانند فردوسی می گویند۔"

ترجمہ: خواجہ رکن الدین ہندوستان میں اس شان سے آئے کہ عرب وعجم میں ان کا فیض پہنچا۔اپنے پیران طریقت کے شجرہ کا سکہ جاری کیا اور وہ مشایخ فردوسی کے نام سے مشہور ہوئے۔اس شجرہ کے وابستگان ہندوستان میں اپنے سلسلہ کو اسی نام سے پکارتے ہیں اور فردوسی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔(۳)

---

(۱) شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔اخبار الاخیار (فارسی)، ص: ۱۲۴، کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند۔

(۲) تاریخ دعوت وعزیمت، ابوالحسن علی ندوی، ج: ۳، ص: ۱۹۰، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، لکھنؤ، ۲۰۰۷ء

(۳) تاریخ دعوت وعزیمت، ج: ۳، ص: ۱۹۰، بحوالہ مناقب الاصفیاء (فارسی)، ص: ۱۲۵، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، لکھنؤ، ۲۰۰۷ء

چنگیز خان کی وحشی تاتاری فوج نے خوارزم پر حملہ کیا اور محمد شاہ خوارزم اور اس کی سلطنت کے دیگر ارکان کو تہِ تیغ کیا۔ کشت وخون بپا ہوا، سخت خوں ریزی ہوئی، اس کے بعد چنگیزیوں نے آپ کی خانقاہ پر حملہ کیا۔ ۱۰ر جمادی الاولیٰ ۶۱۰ھ کو سالکین وصوفیہ کی ایک جماعت کے ساتھ چنگیزی تاتاریوں سے مردانہ وار لڑتے ہوئے شہادت پائی۔(۱)

لطائف اشرفی حصہ دوم میں ہے" چنگیز خان کا خروج اور دنیاے اسلام کی تباہی شیخ نجم الدین کی بددعا سے ہوئی اور حضرت کی شہادت کا سبب وہی فتنہ تھا۔ آپ کی شہادت ماہ ربیع الثانی ۶۱۸ھ میں ہوئی۔(۲)

مناقب الاصفیاء میں تاریخ وسنہ مذکور نہیں ہے، البتہ تاریخ دعوت وعزیمت میں یہی تاریخ وسنہ مذکور ہے۔

حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ کے خلفاے کبار میں حضرت شیخ سیف الدین باخرزی بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ اپنے عہد کے مشہور زمانہ شیخ اور امام طریقت تھے۔ تصوف کے علوم کو آپ نے نظم میں بیان کیا ہے۔ آپ حضرت خواجہ غریب نواز، شیخ شہاب الدین سہروردی اور خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے معاصر ہیں اور ان سب کو عراق میں ایک دوسرے سے ملاقات حاصل ہے۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی تصنیف دلیل العارفین، ملفوظ خواجہ غریب نواز میں، حضرت شیخ الاسلام، بابا فرید اجودھنی کے ملفوظ، راحت القلوب میں، حضرت محبوب الٰہی، خواجہ نظام الدین اولیا کے ملفوظ، فوائد الفواد میں، شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی کے ملفوظ، خیر المجالس میں آپ کی رفعتِ شان اور بلند احوال ومقامات کی تفصیل مسطور ہے۔

آپ کے نامور خلیفہ حضرت خواجہ بدر الدین سمرقندی (ولادت ۶۱۳ھ، وصال ۶۹۸ھ) ہیں، جو سمرقند سے ہندوستان تشریف لائے اور ہندوستان میں سلسلۂ فردوسیہ کی

(۱) مناقب الاصفیاء مترجم، ص: ۲۳۵، مکتبۂ اشرف، بیت الشرف، خانقاہ معظم، بہار شریف، نالندہ، ۲۰۰۱ء

(۲) لطائف اشرفی مترجم، ص: ۶۶، مؤلف حضرت نظام یمنی رحمۃ اللہ علیہ، مخدوم اشرف اکیڈمی، کچھوچھہ شریف، ۲۰۱۵ء

بنیاد رکھی۔آپ کا مزار مبارک سنگولہ میں ہے۔(۱)

آپ کا سماع میں بہت اعلیٰ مقام تھا۔آپ کی روش ہندوستان کے مشائخ کی روش سے ممتاز ہے۔ ہندوستان کے مشائخ میں اکثر ارباب معاملہ ہوئے ہیں اور بعض اصحاب ریاضت ومجاہدہ،لیکن خواجہ بدرالدین سمرقندی شطار اور محبانِ حق کے طریق پر تھے۔طریقۂ شطاریہ کی بنیاد، موتِ ارادی پر ہے۔آپ کے خلفاے کبار اور مریدوں میں حضرت شیخ الاسلام خواجہ رکن الدین فردوسی (۶۳۳ھ۔۶۹۹ھ)(۲) رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

ہندوستان میں طریقۂ فردوسیہ کی اشاعت آپ ہی کے دم قدم سے ہوئی۔حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے معاصر تھے۔طریقت میں آپ کا قدم راسخ تھا۔بچپن ہی سے پیر کی تربیت میں رہ کر شیخی کے کمال کو پہنچے۔دہلی آپ کا مسکن تھا۔جب معز الدین کیقباد نے کیلوکہری شہر آباد کیا تو آپ نے شہر سے نکل کر دریاے جمنا کے کنارے ایک مکان بنایا اور وہیں رہنے لگے۔(۳) کیلوکری، نزد حضرت نظام الدین میں آپ کا مزار مبارک مرجع خلائق ہے۔وہاں خانقاہ کی بہت وسیع زمین بھی ہے،جس کے اکثر حصہ پر غیر مسلموں نے قبضہ کر رکھا ہے۔راقم الحروف کو عرس وغیرِ عرس میں متعدد بار حاضری دینے اور بیان کرنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔

آپ کے مشہور خلیفہ اور مرید شیخ الاسلام حضرت خواجہ نجیب الدین فردوسی (۶۸ھ۔۷۶۱ھ)(۴) رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔آپ شیخ عمادالدین فردوسی کے صاحب زادے اور شیخ رکن الدین فردوسی کے برادر زادہ ہیں۔شریعت وطریقت کے مجمع البحرین تھے۔ آپ مجردوں کی جماعت کے سردار، مفردوں کے گروہ کے سرخیل اور اہل صفا کے مرجع

(۱) اخبار الاخیار از شیخ عبدالحق محدث دہلوی،ص:۲۵۰۔ادبی دینا میاں محل،دہلی ۶۔

(۲) اخبار الاخیار۔شیخ عبدالحق محدث دہلوی،ص:۲۵۰۔

(۳) اخبار الاخیار (فارسی)،ص:۱۲۳،کتب خانہ رحیمیہ،دیوبند۔

(۴) مرجع سابق،ص:۲۵۱۔

تھے۔شہرت اور اسباب شہرت سے ہمیشہ اپنے آپ کو دور رکھا۔آپ کی پوری شان اولیائی تحت قبائی کی مصداق تھی۔فتاویٰ تاتارخانیہ کے مرتب مولانا فرید الدین عالم بن علا حنفی اندرپتی (وفات غالباً ۷۸۶ھ) آپ ہی کے مرید ہیں۔(۱) امام شریعت وطریقت شیخ الاسلام، شیخ شرف الدین احمد یحی منیری آپ ہی کے مرید وخلیفہ ہیں۔حوض شمسی کی مشرقی جانب ایک بلند اور اونچے مقام پر مولانا برہان الدین بلخی کی قبر کے نزدیک مہرولی شریف کی ایک مسجد کے صحن میں آپ کا مرقدِ انور فیض بار ہے۔(۲) بہت کم لوگوں کو آپ کے مزار پاک کی خبر ہے۔راقم الحروف نے ۲/بار آپ کی بارگاہ میں حاضری دی ہے۔

## حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحی منیری

حضرت شیخ نجیب الدین فردوسی کے مرید اور آخری خلیفہ حضرت مخدوم جہاں (ولادت شعبان ۶۶۱ھ، وفات ۵/شوال ۷۸۲ھ) رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔آپ تجریدِ توحید میں مُجرَّد، تصحیح تفرید میں مفرد، راہ طریقت کے باریک نکات کھولنے والے، حقیقت کے معانی کا انکشاف کرنے والے، احدیت کی گہرائیوں میں سکون فرمانے والے، مقام زوجیت میں قیام کرنے والے، قافِ یقین کے سیمرغ، اہل تمکین کی ہمت کے ہما، تخت خلافت کے داؤد، محبت ومعرفت کی سلطنت کے سلیمان ہیں۔آپ کا جذب سلوک سے آگے تھا۔تیس سالوں تک بیابانوں، پہاڑوں اور خوف ناک جنگلوں میں رہ کر سخت مجاہدہ فرمایا۔

تاریخ دعوت وعزیمت میں منقول ہے کہ آپ بارہ برس تک بہیا کے جنگل میں رہے، کسی کو خبر نہ ہوئی۔اس کے بعد آپ کو راجگیر کے جنگل میں دیکھا گیا لیکن کسی کو ملاقات کی نوبت نہیں آئی۔(راجگیر، بہار شریف سے ۱۲/میل کے فاصلے پر جانب مغرب ایک پُر فضا مقام ہے۔) یہ پہاڑ اور جنگل ہر فرقہ اور ملت کے مُرتاض لوگوں کا گوشۂ عزلت رہا ہے۔

(۱) تاریخ دعوت عزیمت، ابوالحسن علی ندوی، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، لکھنؤ، ص: ۱۹۵، بحوالہ نزہۃ الخواطر، ج: ۲۔

(۲) اخبار الاخیار، ص: ۲۵۱، شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔

گوتم بدھ نے بھی برسوں یہاں بیٹھ کر دھیان جمایا۔اس زمانہ کی ریاضتوں کے متعلق ذکر کرتے ہوئے آپ نے ایک مرتبہ اپنے مرید قاضی زاہد سے فرمایا: "میں نے جو ریاضتیں کی ہیں، اگر پہاڑ کرتا تو پانی ہو جاتا۔لیکن شرف الدین کچھ نہ ہوا۔" (۱)

حضرت مخدوم جہاں کا نام احمد، لقب شرف الدین، خطاب مخدوم الملک بہاری اور مخدوم بہاری ہے۔والد کا نام کمال الدین احمد یحی منیری ابن شیخ اسرائیل ابن امام تاج فقیہ ہے۔نسب پدری حضرت زبیر بن عبد المطلب بن ہاشم تک پہنچتا ہے۔اور نسب مادری سبط رسول سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ تک منتہی ہے۔آپ کے پردادا مولانا محمد تاج فقیہ اپنے زمانہ کے اکابر علما و مشایخ سے تھے۔عبقری فقیہ تھے۔قصبۃ الخلیل، فلسطین سے باشارۂ غیبی ہجرت فرما کر تبلیغ اسلام کے لیے سلطان شہاب الدین غوری (وفات: ۶۰۲ھ) کے فتح اجمیر و دہلی سے پہلے ہند وارد ہوئے۔اور بہار کے قصبہ منیر کو مختصر عسکری قوت کے ذریعہ ۵۷۶ھ/۱۱۷۸ء میں فتح کیا۔آپ کی ذات سے منیر اور اس کے مضافات میں اسلام کی اشاعت ہوئی۔عبد الرقیب حقانی ارض بہار اور مسلمان میں لکھتے ہیں: ۷/رجب بروز جمعہ ۵۷۶ھ میں محمد فقیہ معروف بہ تاج فقیہ کی سربراہی میں ریاست منیر فتح ہوا۔اس وقت منیر کا راجہ لڑائی میں مارا گیا۔(۲) سید شاہ مراد اللہ منیری نے اپنی شاہکار تصنیف آثار منیر میں حضرت امام تاج فقیہ کے ہندوستان وارد ہونے کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔آثار منیر کے مطابق امام تاج فقیہ، مدینہ طیبہ سے بحکم سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کی مختصر جماعت کے ساتھ (بعض لوگوں نے اس کی تحدید تین سو سے کی ہے) ایک فوج لے کر ہند وارد ہوئے۔ہندوستان میں اس فوج کا داخلہ شمال و مغرب کے راستے ہوا اور کرمنا سانگ ندی جو بکسر کے قریب ہے جہاں سے منیر کی حکومت شروع ہوتی تھی، پہونچ گئے۔جب اس ندی کو عبور کر لیا تو راجہ کی فوج مدمقابل ہوئی اور خونریز جنگ برپا ہوئی۔راجہ کی فوج کو ہزیمت ہوئی اور قلعہ کے پھاٹک تک شدت سے تعاقب کیا گیا۔منیر مسلمانوں کے قبضہ میں

(۱) تاریخ دعوت و عزیمت، ابوالحسن ندوی، ج: ۳، ص: ۱۹۷۔۱۹۸، مجلس تحقیقات و نشریات اسلام، لکھنؤ۔

(۲) ارض بہار اور مسلمان۔ص ۶۹۔ناشر: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ۔۲۰۱۲ء۔

اس وقت آیا جب کہ راجہ کی اکثر و بیشتر فوج تباہ ہو چکی تھی۔ اس طرح یہ ظلمت کدہ بقعۂ نور بن گیا، جس کی ضیا نے صوبہ بہار کے ذرہ ذرہ کو منور کر دیا۔ بروز جمعہ ۲۷ رجب ۵۷۶ھ کا وہ مبارک دن تھا جس دن حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیل حضرت امام محمد تاج فقیہ کے ہاتھوں ہوئی۔ (۱) کچھ عرصہ بعد وطن واپس ہو گئے اور بقیہ زندگی الخلیل میں ہی گذاری۔ بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ قصبۃ الخلیل شام میں واقع تھا اب سلطنت اُردنیہ کا ایک حصہ ہے۔ آپ کا خانوادہ ہندوستان میں ہی مقیم رہا۔ (۲) حضرت سید جلال الدین بن سید حامد بن جمال بن جلال حسینی الشطاری الفردوسی نے اپنے رسالہ ذکر شعیب (قلمی) میں اس خاندان کے ہندوستان وارد ہونے سے متعلق لکھا ہے:

"حضرت امام محمد تاج فقیہ، قدس اللہ سرہ العزیز مشہور است کہ بر حکم حضرت سلطان الانبیاء، برہان الاصفیاء سرور کائنات فخر موجودات احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم از مقام جدہ شریف کہ در بار عرب قریب مکہ معظمہ مکانے معروف است تشریف آوردہ، قصبۂ منیر را مشرف باسلام کردند۔" (۳)

مخدوم جہاں کے نانا شیخ شہاب الدین پیر جگجوت سہروردی مرید و خلیفہ شیخ نجم الدین کبریٰ و شیخ الشیوخ، شہاب الدین عمر سہروردی اپنے زمانہ کے کامل الحال درویش اور صاحب کرامت بزرگ تھے۔ کاشغر (چین) سے ہندوستان تشریف لائے اور موضع جھٹلی شریف میں قیام فرمایا، جو پٹنہ سٹی سے ۵ رکلومیٹر پورب میں واقع ہے۔ آپ حسینی سادات سے تھے۔ تقریباً بہار کی ہر بڑی خانقاہ میں آپ کی نسبتِ جزئیت کا فیض پہنچا ہے۔ مزار مبارک جھٹلی شریف میں ہے۔ (۴)

حضرت مخدوم جہاں کے فیض سے خطۂ بہار و بنگال، نیپال اور تبت جیسے ممالک

(۱) آثار منیر، ص: ۲۴۔ مؤلفہ سید شاہ مراد اللہ منیری، اشاعت اول ۱۳۶۷ھ۔
(۲) تاریخ دعوت و عزیمت، ابوالحسن علی ندوی، ج: ۳، ص: ۱۷۷۔۱۷۸، ادارہ تحقیقات و نشریات اسلام، لکھنؤ۔
(۳) مناقب شعیب از مولانا عبدالواسع صدیقی، ص: ۳۴، بحوالہ ذکر شعیب (فارسی) قلمی موجود در خانقاہ شیخ پورہ۔
(۴) مناجات اولیاء و اصفیاء، سید شاہ فرید الحق عمادی عظیم آبادی، ص: ۵۰۔ اکتوبر ۲۰۰۱ء و حالات فخر زماں شہاب الدین پیر جگجوت، مولفہ سید فرید الحق عمادی۔

میں اسلام کا اجالا پھیلا۔ ایک لاکھ سے زیادہ افراد نے آپ کے ہاتھ پر توبہ کیا اور سلسلہ میں داخل ہوئے۔

صاحب مناقب الاصفیاء لکھتے ہیں:

سنا ہے کہ شیخ الاسلام شیخ حسین بن معز بلخی (م ۸۴۴ھ) نے فرمایا کہ مخدوم جہاں کے مریدوں کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ تھی۔ ان میں ۴۰/واصل بحق تھے اور ان چالیس میں تین حضرات، شیخ مظفر شمس بلخی، ملک زادہ فضل اللہ اور مولانا نظام الدین درون حصاری مرد تھے اور ان تینوں میں بھی عشق کی آگ شیخ مظفر تک پہنچی تھی، باقی دو کے حصہ میں دھواں آیا۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ تین سو افراد واصل بحق تھے۔ متعدد ہندو فقیروں اور مرتاض جوگیوں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور مقام حقیقت تک پہنچے۔ (۱)

## نیپال اور تبت میں مخدوم جہاں کا فیضان

تاریخ صوفیہ وسلاسل پر گہری نظر رکھنے والے بہار کے نام ور محقق ومؤرخ اور تاریخ صوفیۂ بہار کے مصنف حضرت مولانا پروفیسر سید شاہ شمیم الدین احمد منعمی، صدر شعبۂ عربی اورینٹل کالج پٹنہ وسجادہ نشین خانقاہ منعمیہ متن گھاٹ، پٹنہ نے ۱۰/ربیع الاول ۱۴۳۷ھ کو خانقاہ منعمیہ میں ہوئی ایک یادگار ملاقات میں راقم الحروف سے فرمایا:

میں نے انگریزی کے کسی ریفرنس میں پڑھا تھا:

"بعض محققین کا کہنا ہے کہ مخدوم جہاں کے مجاہدات وریاضات کے وہ تیس سال جو مختلف پہاڑوں اور جنگلوں میں گذرے انھیں ایام میں آپ نے نیپال اور تبت کے دار الحکومت "لہاسہ" تک کا سفر فرمایا اور مجاہدے کے وہ ایام خدمت خلق اور اسلام کی تبلیغ واشاعت میں گذرے۔"

چوں کہ خلوت ومجاہدات کی تاریخ کا اکثر حصہ گوشۂ گمنامی میں ہے، سوانحی کتب

(۱) مناقب الاصفیاء، مؤلفہ: حضرت مخدوم شعیب فردوسی، متوفی: ۸۲۴ھ۔ اردو ترجمہ، ڈاکٹر محمد علی ارشد شرفی، ص: ۲۷۷۔ ۲۷۸، مکتبۂ شرف بیت الشرف بہار شریف، ۲۰۰۱ء۔

خاموش ہیں۔

لہٰذا اس سلسلے میں ردو انکار یا قطعیت کے ساتھ اثبات کی روش اختیار کرنا مقام تحقیق کے خلاف ہے۔ پروفیسر موصوف نے فرمایا: فی الوقت مجھے یاد نہیں آرہا ہے کہ میں نے کس ریفرنس میں پڑھا تھا، البتہ یہ ضرور ہے کہ میں نے اسے پڑھا ہے۔ آپ میرے حوالے سے اس کو نقل کر سکتے ہیں۔ انھیں پر اعتماد کرتے ہوئے اس روایت کو نقل کیا گیا ہے۔

## نیپال میں حضرت مخدوم شعیب فردوسی رحمۃ اللہ علیہ کا فیضان

(۶۸۸ھ۔ ۸۲۴ھ)

سلسلۂ فردوسیہ کے بطلِ جلیل، پروردۂ حضرت مخدوم جہاں، شہباز ولایت حضرت مخدوم شاہ شعیب فردوسی ابن مخدوم جلال الدین منیری ابن مخدوم عبدالعزیز ابن شیخ الاسلام حضرت امام تاج فقیہ، رحمہم اللہ، کی ولادت ۱۲/ربیع الآخر ۶۸۸ھ بروز دوشنبہ مطابق ۱۵/ مئی ۱۲۸۹ء کو ان کے نانیہال موضع "کجانواں" بہار میں ہوئی۔ آپ حضرت مخدوم جہاں، شیخ شرف الدین احمد یحیٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کے چچا زاد بھائی ہیں۔ آپ کے پردادا حضرت تاج فقیہ اپنے وقت کے شیخ الاسلام اور نامور فقیہ و محدث تھے۔

حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی سے بیعت و خلافت حاصل تھی۔ اخبار الاصفیا در احوال الاولیاء (فارسی) مصنفہ عبدالصمد بن افضل محمد بن یوسف الانصاری کے قلمی مخطوطہ ۱۸۰۰ء کے صفحہ ۳۴ پر یہ تحریر موجود ہے:

> "شیخ یحیی بن اسرائیل منیری نور اللہ مرقدہ جدش از قدس بمنیر آمدہ، علم اسلام زدو بوطن مراجعت نمود سراج المجد از آثار اوست۔ و شیخ از متقدمین واکابر وقت بود۔ ارشاد از شیخ شہاب الدین سہروردی دارد و ہم از شیخ نجم الدین فردوسی۔ (۱)

(۱) اخبار الاصفیا در احوال الاولیاء (فارسی) مصنفہ عبدالصمد بن افضل محمد بن یوسف الانصاری۔ قلمی مخطوطہ مرقومہ ۱۸۰۰ء۔ ص ۳۴۔

ترجمہ: شیخ یحییٰ بن اسرائیل منیری نور اللہ مرقدہ کے دادا اقدس خلیل سے منیر تشریف لائے، اسلام کا پرچم گاڑ کر اپنے وطن واپس ہوئے۔ سراج المجد ان کی نشانیوں میں سے ہے۔ اجازت وخلافت شیخ شہاب الدین سہروردی اور شیخ نجم الدین کبری فردوسی رحمھما اللہ سے حاصل تھی۔

یہ کتاب خدا بخش اورینٹل لائبریری پٹنہ میں موجود ہے۔ اس کے علاوہ تذکرۃ الکرام اور مرآۃ الکونین میں بھی آپ کو شیخ شہاب الدین سہروردی کا مرید وخلیفہ تسلیم کیا گیا ہے۔ اپنے زمانے کے بڑے علما ومشایخ میں سے تھے۔ الخلیل (شام) سے نقلِ سکونت کر کے بہار کے قصبہ منیر میں قیام پذیر ہوئے۔ بعض مصنفین نے آپ کو شہاب الدین غوری کا ہم عصر بتایا ہے۔ مولانا محمد فقیہ کی ذات سے منیر اور اس کے مضافات میں اسلام کی بہت اشاعت ہوئی۔ کچھ عرصہ آپ نے منیر میں قیام کر کے وطن کو مراجعت فرمائی اور زندگی کا بقیہ حصہ خلیل ہی میں بسر کیا۔ آپ کا خاندان بدستور منیر میں رہا۔ (۱)

ماں کی طرف سے بھی آپ کا نسب حضرت تاج فقیہ سے ملتا ہے۔ آپ کے نانا شیخ ابو بکر ابن شیخ ابراہیم ابن شیخ اسماعیل ابن امام تاج فقیہ ہیں۔ حضرت مخدوم شعیب رحمۃ اللہ علیہ مادرزاد ولی تھے۔ اس کا اندازہ درج ذیل واقعہ سے ہوتا ہے، مناقب مخدوم شعیب میں ہے:

جب بندگی مخدوم عالم پناہ رحمۃ اللہ علیہ شکم مادر میں تھے، ایک دن آپ کی والدۂ محترمہ حسب معمول اپنے حجرہ شریف میں مشغول تلاوت تھیں کہ اسی حالت میں آپ پر غنودگی طاری ہوئی اور آپ محوِ خواب ہو گئیں۔ اسی اثنا میں بندگی حضرت مخدوم جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ حجرہ شریف میں تشریف لائے۔ حضرت بی بی صاحبہ کو نیند میں پایا، مگر آواز تلاوت کلام اللہ کی سن کر سخت متحیر ہوئے۔ غور فرمایا تو معلوم ہوا کہ آواز تلاوت حضرت بی بی رحمۃ اللہ علیہا کے شکم پاک سے آرہی ہے۔ سمجھ گئے کہ آواز اس ولد مسعود کی ہے جس کے متعلق کہا گیا ہے "السعید من سعد فی بطن أمه" اور جو مادرزاد ولی ہی نہیں بلکہ

(۱) تاریخ دعوت وعزیمت، ص: ۱۷۶۔۱۷۸، ابوالحسن ندوی، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، لکھنؤ، ۲۰۰۷ء۔

اپنے وقت کا عظیم المرتبت، سردار طائفۃ اولیا ہوگا اور وہی ہوا۔(۱)

مخدوم کا آبائی وطن شیخ پورہ تھا۔ آپ کی ظاہری و باطنی تعلیم و تربیت اپنے وقت کے قطب المشائخ، حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحی منیری کی بارگاہ میں ہوئی۔ شیخ نے آپ کو سلسلۂ فردوسیہ میں مرید کیا اور مجاہدات و ریاضات میں لگا دیا۔ مدتہائے دراز تک آپ نے اپنی عمر جنگلوں، پہاڑوں اور ویرانوں میں بسر فرمائی اور ایسی ایسی ریاضات شاقہ کیں کہ ان کو سن کر انسان کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

## حضرت مخدوم شعیب مورنگ (نیپال) کے جنگلوں میں

جس زمانہ میں آپ شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مخدوم جہاں رحمۃ اللہ علیہ کے زیرِ تربیت مجاہدات کبری میں مشغول تھے۔ آپ مُورَنگ کے پہاڑوں پر پہنچ گئے اور گھنے جنگل میں انسانی آبادی سے دور ایک جگہ یادِ حق میں مشغول ہو گئے۔ آپ پر استغراقی کیفیت طاری ہوئی، تن بدن کا ہوش نہ رہا۔ ایک مدت تک آپ اسی حالت میں ایک ہی جگہ ایک نشست پر بیٹھے رہے۔ ایک چرواہا اپنے ریوڑ کو لے کر برابر آتا اور آپ کو اس حال میں دیکھ کر سخت حیران ہوتا اور کچھ نہ بولتا۔ جب ایک مدت تک اسی حال میں ایک ہی جگہ دیکھتا رہا، تو اس کے دل میں کچھ خیال آیا اور وہ ڈرتا ڈرتا آپ کے قریب گیا، آواز دی اور کچھ پوچھا، مگر کوئی جواب نہ ملا۔ بہت ہی نحیف آواز مخدوم کے منہ سے نکلی، مگر اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ اس چرواہے نے شہر میں آکر لوگوں سے اس کا تذکرہ کیا، رفتہ رفتہ یہ بات راجا نیپال کے کانوں تک پہنچی، اس نے کچھ عقل مند لوگوں کو اس چرواہے کے ساتھ روانہ کیے تا کہ حقیقت حال کا پتہ لگائیں اور راجا کو اس سے مطلع کریں۔ یہ لوگ چرواہے کے ساتھ اس مقام تک پہنچے اور مخدوم کے قریب جا کر حال دریافت کیا اور ان سے پوچھا:

آپ کون ہیں؟ کہاں سے آئے ہیں؟

(۱) مناقب مخدوم شعیب، مولانا عبدالواسع صدیقی بھاگل پوری، مطبوعہ تاج پریس، باری روڈ، گیا ۱۹۶۴ء، ص: ۵۴۔

اس وقت مخدوم حالت استغراق میں تھے۔ایسے بے ہوش تھے کہ اپنی بھی خبر نہ تھی۔ ان کے جوابات کون دیتا؟(۱)

صاحب گل فردوس سید شاہ امین احمد فردوسی، سجادہ نشین، خانقاہ معظم بہار شریف (وصال ۱۳۲۱ھ، ۱۹۰۲ء) کے بقول آپ کی یہ حالت تھی۔

در زمانیکہ ہمی گشت بکوہ وصحرا　　اتفاقا گذرا فتاد بمورنگ اورا
چوں برفتند ز احوال بسے پرسیدند　　سخنے از لب مد ہوش ولے نہ شنیدند
زاں کہ بودست درآنحال چناں مستغرق　　کہ نہ بودش خبراز بے خودی خود مطلق (۲)

سید شاہ امین احمد فردوسی قدس سرہ کی یہ مثنوی کئی ہزار اشعار پر مشتمل فارسی ادب عالی کی شاہکار ہے۔ ۱۵۴/ اشعار میں آپ نے مخدوم شعیب فردوسی کے فضائل ومناقب بیان کیے ہیں اور ۱۲۰/ اشعار کے ذریعہ مورنگ میں آپ کے مجاہدات کبریٰ کے احوال بیان کیے اور یہ عنوان قائم فرمایا: تشریف آوری مخدوم شعیب قدس سرہ العزیز بمورنگ وچلہ برآوردن در چاہ تاریک تادوازدہ سال۔

## مخدوم شعیب راجا نیپال کے سامنے

صاحب مناقب شعیب مولانا عبدالواسع صدیقی نے بڑی تفصیل کے ساتھ نیپال میں ان کے مجاہدات اور شاہ نیپال کے دربار میں حاضری کے واقعہ کو قلم بند فرمایا ہے۔

راقم الحروف ذیل کی سطور میں اس کی تلخیص پیش کرتا ہے:

آخر ان لوگوں نے اپنی فراست سے سمجھ لیا کہ یہ کوئی مرد کامل ہیں۔ ڈولے پر حضرت کو سوار کیا اور راجا کے دربار میں اسی استغراقی کیفیت میں لے کر آگئے۔ راجا، حضرت مخدوم کو اس حالت میں پاکر بہت متحیر ہوا۔آپ کو پکارا، سوال کیا مگر کوئی جواب نہ

(۱) مناقب شعیب، ص: ۱۲۷۔۱۲۸، مولانا عبدالواسع صدیقی، بھاگل پور، مطبوعہ: تاج ٹریس، باری روڈ، گیا، ۱۹۶۴ء۔
(۲) گل فردوس در احوال خواجگان فردوس۔ص ۲۲۰۔ یہ کتاب مطبع نامی منشی نولکشور لکھنؤ سے مصنف کی حیات میں جنوری ۱۸۸۴ء/ ربیع الاول ۱۳۰۱ھ میں چھپی ہے میرے سامنے یہی نسخہ ہے۔اس کا عکسی نسخہ فقیر کے کتب خانہ قادریہ میں محفوظ ہے۔

ملا۔ حضرت مخدوم کے منہ سے کچھ ایسی موہوم آواز نکلتی تھی جو ان کے سمجھ سے باہر کی تھی، لیکن اس نحیف آواز سے انھیں یہ یقین ہو گیا کہ حضرت مخدوم میں زندگی کے آثار موجود ہیں اور وہ زندہ ہیں۔

راجا کا گرو ایک جوگی تھا جو اس کے نزدیک مرد کامل تھا۔ راجا نے اسے بلوا کر حضرت مخدوم کے متعلق پوچھا کہ بتایئے یہ کون ہیں اور کس حال میں ہیں؟ راجا کے گرو نے انھیں دیکھ کر بتایا کہ ابھی کچھ کہنا مشکل ہے۔ اس لیے کہ یہ ابھی دھیان میں مشغول ہیں۔ جب محویت سے فارغ ہوں گے تو معلوم ہو سکے گا کہ یہ کون ہیں؟

راجا نے حضرت مخدوم کو اسی حالتِ استغراق میں چھوڑا اور محافظوں کو آپ کی خدمت پہ مامور کر دیا اور تاکید کی کہ جب اور جس وقت آپ استغراق سے نزول فرمائیں، مجھے فوراً خبر کرو۔ تین چار دنوں کے بعد حضرت مخدوم نے استغراقِ وحدت سے عالم کثرت میں نزول فرمایا۔ اپنے گرد و پیش پہاڑ نہ پا کر اور لوگوں کا ہجوم دیکھ کر دریافت فرمایا: تم لوگ کون ہو، اور مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟

لوگ اسی انتظار میں تھے کہ آپ ہوش میں آئیں تو راجا کو خبر دی جائے۔ لوگ دوڑے ہوئے راجا کے پاس خبر لے کر گئے کہ وہ مرد کامل اب باتیں کرنے لگا ہے۔ راجا نے حضرت کو ڈولے میں سوار کرا کر اپنے پاس بلوایا اور احوال دریافت کرنا شروع کیے، مگر چوں کہ حضرت مخدوم، کثرتِ ریاضت سے اس قدر ناتواں اور نحیف ہو چکے تھے کہ گفتگو کی طاقت بھی باقی نہ رہی۔ ایک دو باتوں کا جواب دے کر خاموش ہو گئے۔ راجا نے اپنے گرو جوگی کو طلب کیا اور کہا مجھ سے تو آپ باتیں نہیں کرتے، دیکھیے آپ کچھ پوچھیے شاید کچھ جواب دیں۔ جوگی نے دیکھا کہ جسم کا کپڑا تو جسم سے جا لگا ہے اور ناتوانی کا یہ حال ہے کہ تن مبارک میں نہ گوشت ہے نہ خون۔ اس حال میں آپ کسی سے باتیں ہی کیا کر سکتے ہیں۔ اس لیے اس نے راجا کو مشورہ دیا کہ اس حال میں ان سے گفتگو ناممکن ہے۔ چند دنوں تک ایسی ترکیب کی جائے کہ ان کے جسم میں کچھ قوت آ جائے اور کلام کر سکیں۔ راجا نے فوراً

اپنے دربار کے نام ور اطبا کو اکٹھا کیا اور انھیں حکم دیا کہ آپ کا ایسا علاج کرو کہ جلد از جلد قوت آجائے۔ ان معالجین نے علاج شروع کیا اور تھوڑی تھوڑی غذا مخدوم کو دی جانے لگی۔ حضرت کی باطنی قوت تو حد درجہ کمال کی تھی، جسمانی قوت بھی ایک ہفتہ میں عود کر آئی۔ راجا کو اس کی خبر ملی، اس نے فوراً حکم دیا کہ حضرت کو میرے سامنے لایا جائے اور اپنے گرو جوگی کو بھی پاس بلوایا کہ اب آپ گفتگو کریں۔ اور حقیقت حال کا پتہ لگائیں کہ یہ کون ہیں؟ جوگی نے آتے ہی حضرت مخدوم رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا آپ کون ہیں؟

آپ نے کہا: میں مسلمان ہوں۔

یہ معلوم ہوتے ہی وہ آپ سے بحث کرنے لگا۔ حضرت نے اس کی بحثوں کا شافی جواب دیا اور اسلام پر اعتراضات کا ایسا رد کیا کہ وہ مبہوت ہو کر رہ گیا۔ جب اپنے دین باطل کی صداقت پر دلیلیں لانے سے عاجز آ گیا تو اس نے مجاہدات و ریاضتِ باطنی پر بحث شروع کی اور کہنے لگا آیئے ہم اور آپ ایک چلہ تک بغیر کچھ کھائے پیے ایک ہی نشست پر ایک طرح بیٹھ جائیں، دیکھیں کس کی فتح ہوتی ہے۔

## مخدوم شعیب بارہ سال تک بے آب و دانہ پاٹن کنویں میں بند

حضرت مخدوم نے اس کی ان ہفوات کو سن کر فرمایا: کیا کہتے ہو؟ ہمارے مَشرَب میں چالیس دنوں کا چلہ تو عورتیں اور بچے کر لیتے ہیں، ہم تو مرد ہیں۔ میری رائے ہے کہ ایک کنواں کھودوایا جائے اور اس کے دو جانب دو بڑے طاق، ہم دونوں کے بیٹھنے کے لائق بنوائے جائیں اور ہم دونوں کنویں کے اندر ایک ایک طاق میں ایک دوسرے کے مقابل ہو کر بیٹھ جائیں۔ پھر کنویں کا منھ ریختہ سے پٹوا کر بالکل بند کر دیا جائے اور کم از کم بارہ سال کا چلہ بے آب و دانہ تمام کریں۔

راجا یہ سن کر متعجب ہوا اور تمام اَرکانِ دولت حیرت میں ڈوب گئے۔ آخر یہ بات طے پائی اور چار و ناچار جوگی کو بھی منظور کرنا ہی پڑا۔ آبادی سے باہر ایک کنواں کھودوایا گیا

اوراس میں دو طاق بنوائے گئے۔ حضرت مخدوم شعیب رحمۃ اللہ علیہ وضو فرما کر ایک طاق پر قبلہ رو ہو کر بیٹھ گئے اور آپ کے بالمقابل دوسرے طاق پر جوگی پورب کی طرف منہ کر کے بیٹھ گیا۔ راجا کے حکم سے کنویں کا منہ ایک بہت بڑے پتھر سے پاٹ کر بند کر دیا گیا۔ چوں کہ اس کنویں کو پاٹ کر بند کیا گیا تھا اس لیے یہ بعد میں پاٹن کنواں کے نام سے مشہور ہوا۔ لوگ سخت حیران تھے اور عام طور پر یہ سمجھتے تھے کہ زیادہ سے زیادہ چالیس پچاس دنوں میں دونوں ختم ہو جائیں گے، بھلا بارہ سال تک بھی کوئی بے آب ودانہ رہ سکتا ہے، جہاں ہوا کا بھی گذر نہ ہو، مگر انھیں کیا معلوم تھا کہ حضرت مخدوم، آفتاب وماہتاب، جھلملاتے تاروں، دریاؤں اور پہاڑوں کو اپنا رب تسلیم کرنے والے نہ تھے بلکہ وہ رب العالمین، قادر مطلق کے پرستار تھے۔ ۱۲ سال کا یہ چلہ کسی ساحرانہ طاقت کے بل پر نہیں بلکہ اسی خدائے ذوالجلال کی دی ہوئی طاقت کے سہارے کرنے جا رہے تھے، جس نے سمندر کی گہرائیوں میں شکم ماہی کے اندر حضرت یونس علیہ السلام کو چالیس دن تک زندہ وسلامت رکھا اور فرمایا اگر وہ میری تسبیح کرنے والوں میں نہ ہوتے تو قیامت تک شکم ماہی میں رہ جاتے۔

"فلو لا أنّه كان من المُسَبِّحِين لَلَبِثَ فِي بَطنِه إلىٰ يومِ يُبعَثُونَ۔"(۱)

اور جس نے اصحاب کہف کو طرطوس کے پہاڑوں پر ایک غار کے اندر تین سو نو (۳۰۹) سال تک صحیح وسلامت رکھا۔

"وَلَبِثُوا فِي كَهفِهِم ثَلٰثَ مائةٍ سِنِينَ وَازدادُوا تِسعاً"۔(۲)

ایام گذرتے رہے، کچھ دنوں تک تو اس واقعہ کا چرچا زبان پر جاری رہا لیکن امتدادِ زمانہ کے ساتھ لوگ اسے بھولتے رہے یہاں تک کہ بھول گئے، لیکن راجا کو اس کی فکر تھی۔ وہ ماہ وسال گنتا رہا۔ یہاں تک کہ بارہ سال کا طویل زمانہ گذر گیا اور وہ دن آ گیا کہ کنواں کھولا جائے۔

(۱) پ: ۲۳، س: صافات، آیت: ۱۴۳۔ ۱۴۴۔
(۲) الکہف: ۲۵۔

## بارہ سال کے بعد پاٹن کنواں کھولا گیا

راجا اپنے دربار کے تمام وزرا، عقلا اور ارکان دولت کو لے کر کنویں پر آیا۔ اس نے اسے ویسا ہی بند پایا جیسا کہ روز اول تھا۔ بادشاہ نے کنویں کے منہ پر سے وزنی پتھر کے ہٹانے کا حکم دیا۔ پورا شہر اس منظر کو دیکھنے کے لیے امنڈ آیا تھا۔ پتھر کھولا گیا، کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت مخدوم شعیب فردوسی رحمۃ اللہ علیہ، طاق پر قبلہ رو اسی طرح بیٹھے ہیں، اگرچہ آپ کا نحیف جسم اس حالت کو پہنچ گیا ہے کہ چمڑا ہڈیوں سے جا لگا ہے اور تاریک کنواں آپ کی جبین مبارک کے لمعاتِ نور سے چمک رہا ہے۔ دوسری طرف دو دوسرے طاق میں جوگی کی گلی ہوئی ہڈیوں کے ریزے پڑے ہیں۔ اس منظر کو دیکھ کر راجا اور تمام اہالیان شہر حضرت مخدوم کے معتقد ہو گئے اور اسلام کی حقانیت وصداقت کا سکہ ان کے دلوں پر بیٹھ گیا۔ راجا نے چاہا کہ حضرت کو طاق سے باہر لایا جائے مگر اطبائے دربار نے منع کیا اور عرض کیا کہ اس طرح اگر آپ کو باہر لایا گیا تو آپ کے جسم کو ہوا لگنے سے بعض امراض کے لاحق ہونے کا خطرہ ہے۔ اس لیے اس کی ترکیب یہ ہے کہ چند آدمی اندر جائیں اور آپ کے بدن پر روئی کے ہلکے نمدے روغن میں بھگو کر چسپاں کریں تاکہ ہوا جسم میں اثر نہ کرے۔ طبیبوں کی رائے پر عمل کرتے ہوئے اس طرح آپ کو کنویں سے باہر لایا گیا۔ راجا نے حضرت کو خاص محلِ شاہی میں جگہ دی، شاہی محل کے تمام ارکان، رانی اور شہزادوں سمیت سب نے حضرت کی خدمت کو اپنے لیے باعث فخر سمجھا۔ (اُس وقت بادشاہ کا دارالسلطنت، کرتی پور، کاٹھمنڈو میں تھا)

صاحب گل فردوس فرماتے ہیں:۔

ہمچناں کرد برآورد و بقصر خود برد　　واندر آنجاش بدست زن وفرزند سپرد
نازبس حسن عقیدت ہما خدمت بکنند　　دل ودیں باختہ تحصیل سعادت بکنند (۱)

(۱) گل فردوس در احوال خواجگان فردوس، ص: ۲۲۴، مطبوعہ مطبع نامی منشی نولکشور، لکھنؤ، ۱۸۸۴ء/۱۳۰۱ھ۔

شاہی طبیب نے ایک چلہ (چالیس دن) تک اسی طرح آپ کو روئی میں لپیٹ کر رکھا۔ چالیس دن کے بعد حضرت مخدوم کے جسم میں حرکت ہوئی اور چند دنوں بعد آپ نے دودھ کی غذا شروع کی۔ چھ سات ماہ میں آپ تندرست ہو گئے اور جسمانی طاقت عود کر آئی۔ راجا کو حضرت مخدوم سے بے حد عقیدت ہو گئی تھی اور ادنیٰ سے ادنیٰ خدمت بجالانا باعث افتخار سمجھتا تھا۔

## حضرت مخدوم شعیب کی مورنگ سے واپسی اور راجا نیپال کو صدمہ

اتنے لمبے عرصہ کے بعد اب حضرت مخدوم کو وطن واپس ہونے کی خواہش ہوئی۔ آپ نے مورنگ سے واپسی کا ارادہ کیا، یہ واقعہ کاٹھمنڈو کا ہے۔ صاحب مناقب شعیب سے اس امر میں تسامح ہوا ہے کہ انھوں نے مورنگ کا دائرہ کاٹھمنڈو تک بڑھا دیا۔ جب کہ مورنگ کا اطلاق موجودہ براٹ نگر کے علاقہ پر ہوتا ہے۔ اس جنگل میں آپ کو دیکھا گیا تھا پھر وہاں سے شاہی دار السلطنت کاٹھمنڈو لایا گیا۔ شاہ نیپال کو آپ کی جدائی کا بڑا صدمہ ہوا، رخصت کے وقت آب دیدہ ہو کر اس نے اتنی عقیدت و محبت کا اظہار کیا کہ حضرت مخدوم نے اس کے ملک کے لیے بہت دعائیں کیں اور راجا کو دعائیں دے کر رخصت ہوئے۔ جس کا اثر اب تک اس ملک میں محسوس کیا جاتا ہے۔

سوانح مخدوم شعیب رحمۃ اللہ علیہ کے مصنف نے اس کنویں کے متعلق لکھا ہے:

وہ کنواں جس میں حضرت مخدوم رحمۃ اللہ علیہ بارہ سال تک چلہ کش رہے تھے، اب تک زیارت گاہ عام و خاص ہے اور محل اجابت دعا ہے اور اب تک یہ رسم چلی آئی ہے کہ جو شخص راج گدی پر بیٹھتا ہے پہلے اس کنویں پر جا کر کھانا اور مٹھائی بہت نیاز مندی سے آپ کی روح مبارک پر نذر و نیاز کراتا ہے اور اس دن مساکین و غربا کے ساتھ بہتر سلوک کرتا ہے، بعدہ وہیں پر رسم تلک و دستار بندی انجام پاتی ہے۔ (۱)

(۱) مرجع سابق، مولانا عبد الواسع صدیقی۔

## مخدوم شعیب کے ہاتھ پر نیپال کے راجہ کا قبول اسلام

مخدوم شعیب فردوسی کے حوالے سے مذکورہ بالا واقعہ کا ذکر آج سے تقریباً ڈیڑھ صدی پیشتر بہار کے نامور محقق عالم دین مولانا سید فرزند علی منیری (ولادت ۱۲۵۳ھ وفات: ۶/ذی قعدہ ۱۳۱۸ھ) نے اپنی کتاب ''وسیلۂ شرف'' میں کیا ہے۔

مخدوم شعیب علیہ الرحمہ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

''نقل ہے کہ آپ جنگل مورنگ میں مشغول حق تھے۔ عالمِ استغراق میں کونین سے بے خبر ہو گئے اور کچھ دنوں اسی حالت سے رہے ایک چرواہا نے کہ وہاں آتا جاتا تھا جب کئی دن ایک جگہ پر ایک حالت سے آپ کو دیکھا شہر میں خبر دی وہاں کا راجہ آیا اور بتعظیم وتکریم آپ کو اٹھوا کر اپنے گھر لے آیا۔ آپ کو طاقت گویائی نہ تھی۔ راجہ کا گرو کہ جوگ میں پورا تھا آپ کو دیکھ کر بولا کہ یہ ابھی اپنے دھیان میں چڑھے ہوئے ہیں جب دھیان سے اتریں گے بولیں گے۔ الغرض جب افاقہ ہوا لوگوں نے جو حال پوچھا تو ضعف کے باعث ایک بات بولے اور چپ ہو گئے جب دو چار روز میں طاقت آئی اور کچھ بولے تو جوگی نے سمجھا کہ یہ مرد مسلمان ہیں۔ اس کے دل میں حسد وعداوت پیدا ہوئی۔ القصہ ایک دن وہ اپنے مذہب کی تائید اور دینِ اسلام کی تردید کرنے لگا۔ اپنی دلیلوں سے اس کو لاجواب کیا تو ریاضت ومجاہدہ میں بحث کرنے لگا اور بولا کہ آؤ ہم دونوں چلہ کریں اور چالیس دن بے آب ودانہ رہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ چلہ تو ہمارے مذہب کے بچے کرتے ہیں آؤ بارہ برس کا چلہ کریں اور کنویں میں بیٹھ کر اوپر سے پٹوا دیں راجہ متعجب ہوا اور آپ نے جس طرح پر فرمایا راجہ نے حکم کیا اور ایک کنواں کھدوایا اور اس میں طاق بنائے۔ گرو جی مجبور ہوئے ان کی بات زبان کا پاس آبرو کی شرم راجہ کے سرتاج تھے جان جائے تو جائے کرنا کیا تھا ایک طاق میں پورب کی طرف منھ کر کے بیٹھے اور وضو کر کے ایک طاق میں قبل رخ ہو کر آپ بیٹھے اور اوپر سے پاٹ دیا مدت معہودہ گزرنے کے بعد راجہ آیا اور کھولا تو گرو کی

بوسیدہ ہڈیاں نظر آئیں اور آپ اللہ کی یاد میں زندہ تھے۔ یہ عالم ملکوت کی خاصیت اور ملکیت کی صفت تھی کہ بغیر آب ودانہ زندہ رہے۔ یادحق آپ کی قوت اور قوت تھی جیسا کہ مولانا جلال الدین رومی فرماتے ہیں:

مثنوی:　　قوت جبریل از مطبخ نبود　　بود از دیدار خلاق ودود

الغرض راجہ روئی کے پہلون میں بڑی حفاظت سے کہ ہوا نہ لگے آپ کو اپنے گھر لے گیا اور تیمارداری کی۔ جب طاقت آئی رخصت ہوئے اور راجہ اور اس کے قبائل اور شہر کے اکثر لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ آپ نے اس راجہ کو اور اس کے راج کو بہت دعائیں دیں اور سر بصحر ہوئے۔'' انتھی بلفظہ (۱)

صاحب مرآۃ الکونین مولانا غلام نبی فردوسی نے بھی اس واقعہ کو مرآۃ الکونین میں حضرت مخدوم شعیب فردوسی قدس سرہ کے تذکرہ میں بیان کیا ہے۔ انھوں نے ان کے حالات میں یہ بھی لکھا ہے۔

مخدوم شعیب کی بارگاہ میں اکثر اجنہ حاضر ہوکر تحصیل علم کرتے۔ (۲)

## نیپال کے پاٹن کنویں اور پاٹن محلے کی تحقیق

چوں کہ یہ واقعہ آج سے تقریباً ۶۰۰/سال قبل پیش آیا اس لیے تاریخی طور پر یہ جاننے کی ضرورت ہے کہ واقعی ایسا کوئی کنواں نیپال کی تاریخ میں موجود ہے یا نہیں جہاں یہ حیرت انگیز واقعہ پیش آیا تھا۔

اس سلسلے میں صاحب مناقب شعیب نے سید جلال الدین شطاری، مصنف ذکر شعیب (فارسی، قلمی) اور سید شاہ امین احمد فردوسی (وفات ۱۹۰۲ء۔۱۳۲۱ھ) صاحب گل

(۱) وسیلۂ شرف، مؤلفہ مولانا سید فرزند علی منیری، ص: ۲۲-۲۳۔ مطبوعہ ۱۳۱۳ھ۔ از مطبع احسن، پٹنہ۔ اس کا عکسی نسخہ فقیر قادری کے کتب خانہ قادریہ میں محفوظ ہے۔

(۲) مرآۃ الکونین، مولانا غلام نبی فردوسی، ص: ۳۶۳، مطبع نامی منشی نولکشور، لکھنؤ۔

فردوس کے حوالے سے کچھ حقائق بیان کیے ہیں، جو اس باب میں قابل اعتماد ہیں۔

حضرت سید جلال الدین بن سید حامد بن جمال بن جلال حسینی الشطاری الفردوسی رحمۃ اللہ علیہ (تاریخ وصال معلوم نہیں ہوسکی) نے اپنے رسالہ ذکر شعیب میں اس کنویں کے متعلق مذکورۃ الصدر روایت کے قریب قریب لکھا ہے، فرماتے ہیں:

"وآں چاہ را زیارت گاہ کردہ اند ہر کس کہ راجا می شود بر سر آں چاہ رفتہ طعام وشیرینی نذر ارواح مقدسہ بفقراء صرف می کند۔"(۱)

اندازہ ہے کہ سید جلال الدین شطاری نے اپنے رسالہ میں سب سے پہلے اس کنواں کا تذکرہ کیا ہے۔ ان سے قبل کوئی ماخذ ایسا نظر نہیں آتا جہاں یہ واقعہ مذکور ہو۔ یہ واقعہ حضرت شعیب رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں مشہور ہے اور نسلاً بعد نسلٍ یہ روایت حضرت سید جلال الدین شطاری تک پہنچی اور انھوں نے ذکر شعیب میں قلم بند کر دیا ہے۔

صاحب گل فردوس بھی ایسا ہی فرماتے ہیں:۔

چاہ را پس بنمودند زیارت گاہے　　کاندراں ماند چنیں مرد خدا آگاہے
ہم چنیں رسم ہنوز است در آنجا جاری　　چوں شود راجۂ نو بر سر چہ یک باری
خواندش فاتحہ اطعام مساکین بکند　　از حلاوۃ دہن آں ہمہ شیریں بکند
مشکلے آید اگر پیش کسے را آنجا　　بر سر چاہ در آیند پئے مشکلہا(۲)

---

(۱) مناقب شعیب۔ مولانا عبدالواسع صدیقی بھاگل پوری، ص: ۱۴۳، مطبوعہ ریس باری روڈ، گیا۔ ذکر شعیب (فارسی) کا قلمی مخطوطہ منعمیہ لائبریری، متن گھاٹ پٹنہ میں محفوظ ہے۔ اس کتاب کی تلاش مذکورہ لائبریری میں کی گئی لیکن وقت پر دستیاب نہیں ہوئی؛ اس لیے ثانوی ماخذ پر اکتفا کیا۔

(۲) مثنوی گل فردوس در احوال خواجگان فردوس، سید شاہ امین احمد فردوسی (وفات: ۱۳۲۱ھ/ ۱۹۰۲ء) ص: ۲۲۴-۲۲۵۔ مطبوعہ مطبع نامی نول کشور، لکھنؤ۔ ۱۸۸۴ء/ ۱۳۱۰ھ

# صاحب مناقب شعیب کی تحقیق

مناقب شعیب کے مصنف حضرت مولانا عبدالواسع صدیقی نے جب اس رسالہ کی تالیف کا ارادہ کیا تو حضرت مخدوم شعیب کے سجادہ نشین، حضرت شاہ نجم الدین احمد فردوسی، خانقاہ عالیہ شعیبیہ، شیخ پورہ سے عرض کیا کہ پاٹن کنواں اب کس حالت میں ہے اس کی تحقیق کرنی چاہیے۔ کیوں کہ اس رسالہ کے لیے جو مواد دستیاب ہے وہ بہت پہلے کا ہے اس لیے موجودہ تحقیق بہتر ہوگی۔ صاحب سجادہ نے ایک خط مولانا نصیر الدین نیپالی، حال مقیم موضع پرسا ضلع مظفر پور کو لکھا، اس کا جو جواب انھوں نے بھیجا وہ من وعن ہدیہ قارئین ہے:

محبی ومحترمی!

جناب بندہ نواز ..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی! قبل میں ایک خط ترسیل خدمت کر چکا ہوں۔ ملا ہوگا۔ موجودہ خبر حسب ذیل ہے۔ کاٹھمنڈو پایۂ تخت نیپال ہے۔ وہاں پانچ سرکار رہتے ہیں، اس سے پورب ایک ڈیڑھ میل پر توری کھیت ہے، جس کو نیپال کہتے ہیں، یہاں تین سرکار رہتے ہیں۔ پانچ سرکار کو بادشاہ یا راجۂ نیپال کہتے ہیں۔ تین سرکار نائب شاہ ہے، پاسوپتی دیوتا، پاسوپت مندر نیپال میں ہے اور کاٹھمنڈو میں ایک کنواں کے اوپر مندر نما شکل ہے۔ یہاں پر ہر خاص وعام کو جانے نہیں دیتے، ملیٹری کا پہرہ چوبیس گھنٹے رہتا ہے۔ یہ کنواں پاٹن کنواں، کہہ کر مشہور ہے اور کاٹھمنڈو کا پاٹن محلہ کہلاتا ہے۔ اس کنواں کے سائڈ میں تین کمرے بنے ہیں جن میں بہت بڑا گدا فریش لگا رہتا ہے جب راجا گدی پر بیٹھتا ہے تو درشن کو جاتا ہے یا اگر کہیں راجا جاتے ہیں تو کنویں کی زیارت کر لیتے ہیں، اگر نہیں جا سکتے تو اپنی تلوار بھیج کر منگواتے ہیں اور زیب تن کر کے باہر جاتے ہیں، پاسوپت مندر عام لوگوں کو درشن کا حکم ہے مگر پاٹن کنواں پر عام لوگوں کو حکم نہیں ہے۔ توری کھیت والے نیپال میں جہاں تین سرکار رہتے ہیں وہاں نائب شاہ کا محل ہے اور محل کی ایک دیوار سے متصل، دیوار

مسجد کی ہے اور اسی کے گرد پرانے زمانہ سے مسلمان ورانا خاندان کے لوگ آباد ہیں۔ وہاں پرسوائے مسلمانوں اور رانا خاندان کے کسی اور دوسری قوم کو آباد ہونے کا حکم نہیں ہے۔ ہر جمعہ کو شاہ نیپال کی طرف سے لڈو نیاز ہوتا ہے۔ اسلام کے کسی رکن کی تعمیل میں رکاوٹ نہیں ہے۔ اس کنویں پر وہاں گدی لگی ہوئی ہے۔ ایک اور بھی کنواں ہے جسے بند کر دیا گیا ہے اس پر کچھ پوجا وغیرہ نہیں ہوتی یہی جوگی کا کنواں ہے۔(۱)

عریضہ

محمد نصیر الدین پرسوی

اس کے علاوہ سفیرِ حکومت نیپال برائے ہند متعینہ کلکتہ نے بھی پاٹن کنواں کی حقیقت کا اعتراف کیا اور کہا کہ شاہی خاندان میں بھی ایسی ہی روایتیں مشہور ہیں، مگر ان تاریخی حقائق کے پس منظر میں کون سی شخصیت ہے اس کا پتہ ہم بغیر کسی تحقیق کے نہیں دے سکتے۔ حضرت مفتی عبدالواجد صاحب قبلہ (دربھنگہ) مفتیٔ اعظم ہالینڈ نے راقم سطور سے بیان فرمایا کہ میں نے اس کنویں کی زیارت کی ہے اب اس کو حوض میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ مخدوم شعیب فردوسی کے حوالے سے نیپال میں مجاہدات کی پوری تاریخ مولانا عبدالواسع صدیقی کی کتاب مناقب شعیب کے صفحہ ۱۲۸ تا ۱۴۶ سے نقل کی گئی ہے مزید دیگر کتب سے بھی شہادتیں فراہم کی گئی ہیں۔ اس کتاب کی تکمیل مصنف نے ۱۳۸۳ھ مطابق ۲۲/اپریل ۱۹۶۴ء میں کیا ہے۔ اور کتاب Taj Ress باری روڈ، گیا، بہار سے چھپی ہے۔ کل صفحات کی تعداد ۲۷۲ ہے۔

Biographical Encyclopedia of Sufis: South Asia

کے مصنف حنیف صاحب نے حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین منیری، فردوسی کے تذکرہ کے ضمن میں حضرت مخدوم شعیب فردوسی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر ایک مستند تذکرہ نگار، عظیم صوفی کی حیثیت سے کیا ہے۔ اصل عبارت پھر اس کا ترجمہ ملاحظہ کریں۔

---

(۱) مناقب شعیب۔ مولانا عبدالواسع صدیقی بھاگل پوری، ص: تاج پریس، باری روڈ، گیا، ۱۹۶۴ء۔

Hazrat Makhdum Shah Shoob Firdausi (d. 1421 A.D.) Cousin of Makhdum Jahan, and a con termporary of his, records many miracles and acts of super natural power performed by Makhdum Jahan at Rajgari, when he spent several years in devotion in course of his forty years of renucition in the Jungle. Manaqibul Asfia it is only source of information about the life and works of the Makhdum, and hence it my be considerded authentic, because it is author also was great Saint, who intrun, performed many miracles in course of this meditation at Shakpuram District Munghyr. His encounter with the ywgis of Nepal is too well-known, but this cannot be discussed here for want of space. (1)

ترجمہ: مخدوم جہاں (شیخ شرف الدین احمد یحیٰ منیری) کے چچازاد بھائی اوران کے معاصر بزرگ حضرت مخدوم شاہ شعیب فردوسی (م ۱۴۲۱ء) نے ''راج گیر'' میں مخدوم جہاں کے ذریعہ ظہور میں آنے والے بہت سے کرامات اور مافوق الفطرت کارناموں کو درج کیا ہے۔ راج گیر کے جنگل میں مخدوم جہاں نے ترک دنیا کے دوران مجاہدہ میں کئی برس گزارے۔

مناقب الاصفیاء، مخدوم کی زندگی اوران کے کارناموں کے بارے میں اطلاع فراہم کرنے کا واحد ماخذ ہے۔ مناقب الاصفیا کو اس لیے مستند سمجھا جاتا ہے کہ اس کے مصنف خود ایک عظیم صوفی تھے، جس کے ذریعہ مونگیر، ضلع کے شیخ پورہ میں استغراق کے دوران بہت سی کرامات ظاہر ہوئیں۔

نیپال کے یوگیوں کے ساتھ ان کا مقابلہ بھی مشہور ہے، لیکن جگہ کی قلت کے باعث یہاں اس پر بحث نہیں کی جاسکتی۔

(1) Biographical encylopedia of Sufis: South Asia- N. Hanif, Page:360, Published in 2000 A.D.

درج بالا اقتباس سے کئی باتیں سامنے آئیں۔

اول یہ کہ مخدوم شعیب فردوسی کوئی مجہول شخصیت نہیں ہیں بلکہ یہ حضرت مخدوم جہاں کے عم زادہ اوران کے معاصر بزرگ ہیں۔

دوم یہ کہ مخدوم جہاں کے حالات پر سب سے پہلی اور مستند کتاب مناقب الاصفیا آپ نے ہی لکھی ہے۔

سوم یہ کہ نیپال میں آپ نے جوگیوں سے مقابلہ فرمایا ہے اور مذہب اسلام کی حقانیت پر نیپال کے جوگیوں سے آپ کا یہ مناظرہ اور مقابلہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے، بلکہ تاریخ کے اجالے میں آنے کی وجہ سے مشہور بھی ہے اور لوگوں کو معلوم بھی۔ اسی شہرت اور قلت جگہ کے باعث اسے زیر بحث بھی نہیں لایا گیا۔

حضرت مخدوم شعیب رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت پہ تفصیلی مطالعہ کے لیے سیرۃ الشرف از حضرت سید شاہ ضمیر الدین احمد بہاری نظامی، ذکر شعیب قلمی مطبوعہ از سید جلال شطاری۔ سوانح مخدوم شعیب از مولانا حافظ وزیر الدین صاحب مرحوم رحمانی، فردوسی، شیخ پوری، شرفا کی نگری مرتبہ، حضرت قیام الدین فردوسی وغیرہ کا مطالعہ کریں۔ سلسلۂ فردوسیہ کے مشائخ کے حالات پر فارسی زبان میں انتہائی مستند کتاب مناقب الاصفیاء حضرت مخدوم شعیب ہی کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔ اگر چہ بعض محققین نے اس پر کلام کیا ہے۔ ان واقعات واَحوال سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت مخدوم نے زندگی کا ابتدائی حصہ مجاہدہ وریاضتوں میں گذارا تھا۔ اس کے بعد خلق کی رشد وہدایت کی طرف متوجہ ہوئے۔ شادی فرمائی، خانقاہ قائم کی اور طریقۂ فردوسیہ کو ہندوستان ونیپال میں فروغ دیا۔

## مخدوم کی شادی

والدہ ماجدہ کی وفات کے بعد موضع بلوری میں شیخ فاروقی خاندان میں آپ کی شادی ہوئی۔ چار صاحب زادے حضرت مخدوم بہاء الدین، مخدوم منصور، مخدوم شیخ مظفر، مخدوم شمس الدین عرف شاہ سمن رحمہم اللہ اور دو صاحب زادیاں حضرت بی بی نانہو اور بی بی

چھنور رحمۃ اللہ علیہما ہوئیں۔ صاحب زادیوں سے نسل نہیں چلی۔ (۱)

## وصال مبارک

ایک صدی تک علم وعرفان اور عشق ومحبت کی خوشبو بکھیر کر ۱۳۶ رسال کی عمر پاکر ۱۲ ربیع الآخر ۸۲۴ھ مطابق ۱۶ اپریل ۱۴۲۱ء کو مالک حقیقی سے جاملے۔ مادۂ تاریخ وفات: "محرم حق شعیب ولی" ہے۔ مزار مبارک شیخ پورہ، بہار میں جامع مسجد سے متصل مرجع خلائق اور فیض بار ہے۔

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

(۱) مناقب شعیب، ص:۱۵۹ Taj ress, Bari road, Gaya 1964

# نیپال میں سلسلۂ سہروردیہ

## مخدوم سید احمد چرمپوش تیغ برہنہ ہمدانی سہروردی کا تبت میں تبلیغ اسلام اور سفر نیپال

### ۶۵۷ھ/۱۲۵۹ء-۷۷۶ھ/۱۳۷۴ء

چھٹی اور ساتویں صدی ہجری کا زمانہ سلاسلِ تصوف وطریقت کی تنظیم کا زمانہ رہا ہے۔ اس عہد میں ہزاروں کی تعداد میں جلیل القدر مشائخ اور عالی ہمت صوفیہ نے سینٹرل ایشیا سے ہجرت فرما کر دنیا کے مختلف براعظموں اور ملکوں میں چراغ ہدایت روشن کیا اور اسلام کی پرزور تبلیغ واشاعت کا بیڑہ اٹھایا۔ جو کام لشکر وسپاہ اور تیغ وسنان نہ کر سکے وہ کام ان مخلص داعیانِ اسلام کی روحانی قوت نے انجام دیا۔ سینکڑوں سلاطین از شرق تا غرب ان بوریہ نشینوں کے ہاتھوں پر مشرف باسلام ہوئے جن کی انفاس قدسیہ نے ساتویں صدی ہجری میں آندھیوں کی طرح بلاد اسلامیہ کو تاخت وتاراج کر دینے والی وحشی تاتاریوں اور چنگیزیوں کے قلوب کو ہمیشہ کے لیے اسلام کا نخچیر بنا دیا۔ ہندوچین، کابل وزابل، اور وسطِ ایشیا میں مسلم مملکتوں کے قیام کی راہ ہموار کی۔

ساتویں صدی ہجری میں ہندوستان کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے عزت بخشنے والی انھیں شخصیتوں میں ایک نمایاں نام سلطان سید مخدوم احمد چرمپوش بن سید موسی ہمدانی سہروردی تیغ برہنہ کا ہے۔ آپ کا نسبی تعلق ہمدان کے ایک حکمراں سادات خاندان سے ہے۔ آپ سے اوپر چھ پشتوں نے ہمدان (ایران) پر حکومت کی ہے۔ والدین کی طرف سے آپ نجیب الطرفین سید ہیں۔

والد ماجد کی طرف سے آپ کا نسب حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ تک پہونچتا ہے۔

حضرت سید شاہ محمد نور سہروردی سابق سجادہ نشیں درگاہ حضرت مخدوم احمد چرمپوش قدس سرھما کے مرتبہ ایک فارسی مخطوطہ مرقومہ ۱۲۸۷ھ "بنام تذکرہ مخدوم سید سلطان شاہ احمد چرمپوش قدس اللہ سرہ العزیز" میں جو انھیں کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے آپ کا نسب پدری اس

طرح مرقوم ہے:

''نسب نامہ داد یہالی حضرت مخدوم سید سلطان شاہ احمد چرمپوش، تیغ برہنہ قدس سرہ العزیز خلف سید سلطان موسی ہمدانی خلف سید سلطان مبارک ہمدانی خلف سید سلطان خضر ہمدانی خلف سید سلطان ابراہیم ہمدانی خلف سید سلطان سلیمان ہمدانی، خلف سید سلطان عبد الکریم ہمدانی خلف سید سلطان عبدالحکیم ہمدانی خلف سید شاہ عبدالشکور مدنی، خلف سید شاہ عبد الاسحاق مدنی خلف سید شاہ احمد مدنی خلف سید شاہ محمود مدنی خلف سید شاہ اسمعیل مدنی خلف سید شاہ عبدالرحمٰن مدنی خلف سید شاہ ابوالقاسم مدنی خلف سید شاہ نورالدین مدنی خلف سید شاہ یوسف مدنی خلف سید شاہ رکن الدین مدنی خلف سید شاہ علاؤالدین مدنی خلف سید شاہ یحیی مدنی خلف سید شاہ زکریا مدنی خلف سید حسن مدنی خلف سید شاہ قریشی مدنی خلف سید شاہ محمد عرف عمر مدنی خلف سید امام عبداللہ مدنی خلف حضرت سید امام موسی کاظم رضی اللہ عنہ خلف سید حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ خلف سید حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ خلف سید حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ خلف سید حضرت امام حسین شہید دشت کربلا رضی اللہ عنہ خلف سید حضرت شاہ مرداں شیر یزداں مرتضی علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ۔(۱)

مادری نسب ۲۰ واسطوں سے مولائے کائنات تک پہونچتا ہے۔

مادری نسب اس طرح ہے۔ سید احمد چرمپوش بن بی بی حبیبہ بنت سلطان سید شہاب الدین پیر جگجوت سہروردی بن سلطان سید محمد تاج بن سلطان سید احمد بن سلطان سید ناصر الدین بن سلطان سید یوسف بن سلطان سید حسن بن سلطان سید قاسم بن سلطان سید موسی بن سلطان سید حمزہ بن سید داؤد بن سید رکن الدین بن سید قطب الدین بن سید اسحق بن سید اسمعیل بن سیدنا امام جعفر صادق بن سیدنا امام محمد باقر بن سیدنا امام زین العابدین بن سیدنا

(۱) تذکرہ مخدوم سید سلطان شاہ احمد چرمپوش، ص: ۴-۵۔ قلمی مخطوطہ۔ موجود در کتب خانہ بلخیہ فردوسیہ بہار شریف۔ اصل قلمی نسخہ ڈاکٹر سید علی ارشد شرفی مدظلہ کی مذکورہ لائبریری میں ہے فقیر قادری نے اس کا عکس حاصل کیا اور وہ ہمارے کتب خانہ قادریہ میں محفوظ ہے۔ ماہ ربیع الاول ۱۴۳۸ھ میں راقم سطور نے بسلسلۂ تحقیق بہار شریف کا دورہ کیا اور اس کتاب کے اصل نسخہ کا معائنہ کیا۔

سید الشہداء امام حسین رضی اللہ عنھم اجمعین (۱) آپ کے نانا حضرت سلطان شہاب الدین پیر جگجوت (۵۷۰ھ-۶۶۶ھ) سلطان کاشغر (چین) سلطان سید محمد تاج کے صاحبزادے، سلطان الاصفیا شیخ نجم الدین کبریٰ خوارزمی سہروردی، خلیفہ شیخ وجیہ الدین ابوحفص سہروردی کے مرید وخلیفہ وشیخ الشیوخ سیدنا شہاب الدین عمر سہروردی (م ۶۳۲ھ) کے مجاز و ماذون خلیفہ اور کاشغر کے یگانۂ روزگار فقیہ ومحدث، قاضی القضاۃ، مفتی اعظم اور عالی ہمت صوفی تھے۔ سید شاہ محمد نور سہروردی سابق سجادہ نشیں خانقاہ مخدوم احمد چرمپوش، محلہ انبیر، بہار شریف اپنے قلمی تذکرہ میں لکھتے ہیں:

''مخدوم شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ، مخطب بہ پیر جگجوت شاہزادہ کاشغر بودند، ترک سلطنت نمودہ بذوق الٰہی مشغول شدند وبعد چندے از حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کہ پیر مرید ہمنام بودند بیعت حاصل کردند۔۔۔۔''(۲)

ترجمہ: مخدوم شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ، ملقب بہ پیر جگجوت کاشغر کے شہزادہ تھے۔ ترک سلطنت کر کے خدا کی طلب میں مشغول ہوئے۔ ایک زمانہ کے بعد اپنے ہم نام شیخ شہاب الدین سہروردی سے شرف بیعت حاصل کی۔ آثار شرف (فارسی) مصنفہ مولانا سید قاضی نور الحسین عظیم آبادی مرقومہ ۱۲۸۲ھ میں شیخ شہاب الدین پیر جگجوت کے بارے میں تحریر ہے: حضرت مخدوم شیخ شہاب الدین پیر جگجوت بن شیخ محمد تاج کہ مثوی مبارک وتربت چاکش در موضع جھٹلی متصل شہر عظیم آباد وزیارت گاہ عالم است مرید وخلیفہ شیخ الشیوخ، شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ بودہ اند۔(۳) ان کے دم قدم سے صوبۂ بہار ہندوستان میں شمع اسلام فروزاں ہوا، بہار کی تقریباً ہر بڑی اور قدیم

(۱) حالات فخر زماں، شہاب الدین پیر جگجوت۔ مؤلفہ سید شاہ فرید الحق عمادی۔ ص: ۱۹۔

(۲) تذکرہ مخدوم سید سلطان شاہ احمد چرمپوش، ص: ۳۔ قلمی، فارسی مرقومہ ۱۲۸۷ھ

(۳) آثار شرف (فارسی) مرقومہ ۱۲۸۲ھ، ص: ۱۸۔ اصل کتاب فقیر قادری نے منعمیہ لائبریری، متین گھاٹ پٹنہ میں ملاحظہ کی۔ اس کی عکسی کاپی فقیر کے کتب خانہ قادریہ میں محفوظ ہے۔

خانقاہوں میں آپ کی نسبت جزئیت کا فیض پہونچا ہے۔ والد ماجد کی حیات میں کاشغر کے قاضی القضاۃ کے منصب پر رہے اور بعد وصال چند سال حکومت کو رونق بخشی۔ لیکن تاج وتخت میں وہ لذت کہاں جو فقر و درویشی میں مل رہی تھی۔ حکومت وتخت کو چھوڑ کر مع اہل وعیال اور صاحبزادیوں کے شہاب الدین محمد غوری کے عہد میں لاہور اور وہاں سے منیر (بہار) تشریف لائے۔ اس وقت محمد بن بختیار خلجی (م ۶۰۲ھ/۱۲۰۶ء) کے ذریعہ بہار فتح ہو چکا تھا۔ آپ کی چاروں قدسی صفات صاحبزادیوں کا نکاح مخدومان وقت اور اولیاے کاملین سے ہوا۔ بڑی بیٹی سیدہ بی بی رضیہ کے بطن سے مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحیٰ منیری، بی بی حبیبہ کے بطن سے مخدوم شیخ احمد چرمپوش تیغ برہنہ، سیدہ بی بی ہدیہ عرف بی بی کمال سے مخدوم شاہ عطاء اللہ اور چوتھی صاحبزادی سیدہ بی بی جمال کے بطن سے مخدوم تیم اللہ سفید باز جیسے اولیا پیدا ہوئے۔ یہ چاروں صاحبزادیاں اپنے وقت کی عارفہ اور ولیات کاملات تھیں۔

اس خاندان عالی شان کا تذکرہ ایک طویل دفتر کا متقاضی ہے۔ جن کو آگاہی کی خواہش ہو وہ اس خاندان کی تاریخ پر لکھی ہوئی کتابیں پڑھ لیں۔ خاص بات یہ ہے کہ خرقۂ کمیلیہ آپ ہی کے ذریعہ سب سے پہلے ہندوستان میں پہونچا ہے۔ پٹنہ کے نواح میں دریاے گنگا کے ساحل پر آباد، عالم پور جیٹھلی شریف میں آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔ (۱)

## مخدوم سید احمد تیغ برہنہ کا تبت میں ورود اور کافروں سے معرکہ آرائی

حضرت مولانا ڈاکٹر علی ارشد شرفی فردوسی ساکن بہار شریف، مترجم ضیاء القلوب (ملفوظات سید مخدوم احمد چرمپوش) نے سید شاہ محمد نور سہروردی سابق سجادہ نشین درگاہ مخدوم احمد چرمپوش قدس سرہ کا مرتبہ ''تذکرہ مخدوم سلطان سید احمد چرمپوش'' کے فارسی

(۱) حالات فخر زمان شیخ شہاب الدین پیر جگجوت، مؤلفہ سید شاہ فرید الحق عمادی، ص: ۲۰۔۲۸۔ ناشر: خانقاہ عمادیہ منگل تالاب پٹنہ، سن اشاعت ۱۴۳۰ھ۔

مخطوطہ مرقومہ ۱۲۸۷ھ کے حوالے سے مخدوم تیغ برہنہ کے تبت تشریف لانے اور کنویں میں چلہ کش ہونے کے جو واقعات ضیاء القلوب کے ابتدائیہ میں لکھے ہیں ان کا خلاصہ نذر قارئین ہے۔

مخدوم سید احمد چرمپوش رحمۃ اللہ علیہ کم سنی ہی میں اپنے والد کی جگہ تخت نشیں ہوئے لیکن آپ کی درویش صفت طبیعت کو دنیاوی تخت شاہی راس نہ آئی تاج وتخت اور وطن چھوڑ کر خشکی کے راستہ وسطِ ایشیا سے ایک قافلہ کے ہمراہ تبت تشریف لائے یہاں کا راجہ ہندو اور متعصب تھا آپ کے قیام پر مزاحم ہوا۔ اس نے اپنے قلمرو میں یہ فرمان جاری کر رکھا تھا کہ میری حکومت کے ماتحت علاقوں میں ایک بھی مسلمان نہ پایا جائے اس نے اپنے ملازموں کو حکم دیا کہ اس مسلمان کو یہاں سے باہر نکال دو۔ ملازمین نے آپ کو گرفتار کرلیا آپ نے فرمایا میں یہاں ہمیشہ قیام کے لیے نہیں آیا ہوں بلکہ راستے کی تکان کی وجہ سے ایک دو یوم کے لیے ٹھہر گیا ہوں۔ بادشاہ کو آپ کی یہ بات پہونچائی گئی۔ راجہ کا گرو ایک جوگی تھا اس نے اپنے استدراج کے ذریعہ آپ کی باطنی قوت معلوم کرلی اور راجا سے کہا: جس طرح بھی ممکن ہو ان کو یہاں سے باہر کرو۔ جوگی کے کہنے پر راجا نے فوج کو تیار کیا اور جنگ کے لیے مخدوم کے روبرو پہونچ گیا اس وقت حضرت مخدوم پر کیفیت جلالی، قہری و جذبی کا غلبہ تھا آپ انگلی سے اشارہ کرتے جاتے اور کافروں کے سر قلم ہوتے چلے گئے۔ بایں سبب آپ کا لقب تیغ برہنہ پڑا۔ راجا اپنے گرو کے ساتھ حاضر ہوکر معذرت خواہ اور معافی کا خواستگار رہا۔

اب جوگی نے ریاضت ومجاہدہ کی راہ سے آپ کا مقابلہ کرنا چاہا۔ اس نے کہا آیئے ہم اور آپ چالیس روز کا چلہ بے آب ودانہ تمام کریں۔ حضرت مخدوم نے فرمایا: مرادان حق کا چلہ چالیس سال کا، زاہدوں کا تیس سال کا ہوتا ہے اور چالیس روز کا چلہ تو عورتیں کرتی ہیں۔ اس لیے ہم اسے چلہ نہیں چلی کہتے ہیں۔ حضرت مخدوم کی یہ گفتگو سن کر جوگی کی عقل ٹھکانے پر آگئی اور بھاگنے کا راستہ ڈھونڈنے لگا۔ راجہ کو مخدوم کی دلیل قوی نظر آئی۔ زمین

کے نیچے دو طاق بنائے گئے ایک کا رخ جانب مغرب اور دوسرے کا جانب مشرق تھا۔ راجا نے اپنے گرو سے طاق میں بیٹھنے کے لیے کہا اس نے انکار کیا اور کہا اتنا بڑا چلہ مجھ سے نہیں ہوسکتا۔ حضرت مخدوم لا الہ الا اللہ کہتے ہوئے مغرب والے طاق میں بیٹھ گئے راجا نے جبرا جوگی کو دوسرے طاق میں بٹھایا اور بند کر کے اوپر سے پلاسٹر کر دیا۔ جب چھتیس سال کا زمانہ گزر گیا اور اس مدت میں راجا کی بھی موت ہوگئی۔ اور اس کا بیٹا تخت نشین ہوا وہ اکثر اوقات اس جگہ پہونچ جاتا جہاں مخدوم چلہ کش تھے۔ کچھ مدت وہاں قیام بھی کرتا۔ اس پر باطنی احوال منکشف ہوئے اس نے اپنے وزرا اور نجومیوں کو یہ بات بتائی ان لوگوں نے کہا تمھارے والد کے زمانہ میں تمھارے والد کے گرو اور ایک مسلمان اس جگہ زمین کے نیچے چلہ کش ہوئے تھے۔ اس کے دل میں طاق کو کھولنے کا اشتیاق پیدا ہوا۔ طاقوں کو کھولنے کا حکم دیا سب سے پہلے مشرق رخ والے طاق کو کھولا گیا یہاں خاک کے سوا کچھ نہ ملا اس کے بعد مغربی طاق کو کھولا گیا جہاں مخدوم چلہ کش تھے۔ طاق کھولتے ہی ذکر کی آواز لوگوں کے کانوں میں آنے لگی۔ بحفاظت تمام آپ کو باہر لایا گیا۔ کچھ دنوں میں جسم میں طاقت واپس آئی تو راجا، اس کی ساری رعایا، فوج کے تمام عہدہ داران مشرف باسلام ہوگئے۔ اس طاق کی جگہ پر حجرہ تعمیر کیا گیا۔ اس حجرے میں حضرت مخدوم ایک عرصہ یاد حق میں مشغول رہے۔ ایک دن مخدوم نے تمام حاضرین اور خدام سے فرمایا: اب میں اس حجرہ کو بند کروا رہا ہوں تم میں ہرگز ہرگز کوئی اس کے دروازے کو نہ کھولے۔ انیسویں پشت میں و بروایت دیگر اکیسویں پشت میں ایک میرا فرزند ہی اس حجرہ کو کھولے گا۔ اور اس کی قسمت میں جو کچھ ہوگا اسے ملے گا۔ چنانچہ مریدین و معتقدین فتوحات و نذور لا کر روشن دان سے اندر ڈال دیتے ہیں۔ وہاں کے خدام اپنے کو احمدی کہتے ہیں۔ (۱)

(۱)- ۱- مقدمہ ضیاء القلوب مترجم، مرتبہ مولانا ڈاکٹر محمد علی ارشد شرفی فردوسی۔ ص ۱۵-۱۸۔ ناشر: شرف الاشاعت خانقاہ بلخیہ فردوسیہ۔ بہار شریف، ۱۴۳۸ھ/اکتوبر ۲۰۱۶ء۔

۲- تذکرہ حضرت سلطان احمد شاہ چرمپوش، قلمی مخطوطہ ۱۲۸۷ھ، ص:۶۔

# نیپال اور بہار میں تشریف آوری

ڈاکٹر علی ارشد شرفی لکھتے ہیں:

''حضرت مخدوم احمد چرم پوش رحمۃ اللہ علیہ تبت سے براہِ نیپال سیوان پہونچے۔''

یہ اگر چہ دیکھنے میں ایک جملہ ہے لیکن اس سفر کی تفصیل کے لیے دفتر چاہیے۔ مخدوم قدس سرہ کا یہ سفر یقیناً ایک یادگار سفر تھا جس نے ہزاروں قلوب میں شمع اسلام کو فروزاں کیا۔ یہ سفر اسلام کی فتح وصداقت اور کفر کی شکست کا ایک زریں تاریخ رقم کر رہا تھا۔ نیپال کی خوش نصیبی ہے کہ ایسے قدسی صفت ولی کے قدم اس سرزمین پر پڑے۔ تاریخ خاموش ہے کہ نیپال میں آپ نے تبلیغ فرمائی یا نہیں۔ مگر وجدان یہ کہتا ہے کہ آپ کے قدموں کی برکت سے یہاں بھی کفر کی تاریکی ضرور کافور ہوئی ہوگی۔ اندازہ ہوتا ہے کہ نیپال کی پہاڑیوں کو عبور کرتے ہوئے ترائی نیپال ہوتے ہوئے آپ بہار میں داخل ہوئے۔ اور سیوان میں کچھ عرصہ قیام فرما کر بہار شریف آگئے جہاں آپ کے خالہ زاد بھائی مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحی منیری بہاری، بادۂ عشق وعرفان سے طالبین وسالکین کو مست فرما رہے تھے۔

۲۷ر صفر ۷۷۶ھ میں بہار شریف میں وصال فرمایا۔ محلہ انبیر، بہار شریف میں آپ کا مزار ہے نماز جنازہ میں حضرت مخدوم جہاں نے بھی شرکت فرمائی۔

مخدوم چرم پوش کے نیپال آنے کا تذکرہ ڈاکٹر سطوت بانو نے اپنی تحقیقی کتاب ''فارسی کے اہم صوفی شعرا بہار کے تناظر میں'' میں بھی کیا ہے چوں کہ آپ بہار میں فارسی کے سب سے پہلے صاحب دیوان شاعر ہیں اور آپ کے دیوان احمدی کا قلمی نسخہ خدا بخش لائبریری پٹنہ، پٹنہ یونیورسٹی لائبریری اور بہار شریف کی خانقاہوں میں موجود ہے اسی پر تبصرہ کرتے ہوئے آپ کے حالات میں لکھتی ہیں: ''تلاش حق میں سرگرداں رہے اور سیر وسیاحت کرتے ہوئے ملتان پہونچے جہاں آپ کی ملاقات مشہور ومعروف بزرگ حضرت علاؤ الدین علاؤ الحق سہروردی سے ہوئی۔ ان کو خلافت حاصل تھی شاہ سلیمان سہروردی سے ان کو شیخ تقی الدین

سہروردی سے ان کو شیخ احمد دمشقی سے ان کو شیخ شہاب الدین سہروردی سے آپ ان کے مرید ہو گئے اور ان سے روحانی تربیت حاصل کی۔ ان کی رفاقت میں ایک عرصہ تک رہے اور جب تربیت مکمل ہوئی تو مرشد کی ہدایت پر تبت کا سفر کیا اور لاسہ پہونچے۔ ایک روایت کے مطابق وہ نیپال بھی آئے تھے۔ وہاں غیر مسلموں کا اژدہام تھا۔ لوگوں نے آپ کی مخالفت کی لیکن آپ نے اپنی تبلیغی سرگرمی جاری رکھی۔ آپ سے کرامتیں بھی صادر ہوئیں۔ حضرت احمد چرمپوش نے شہادت کی انگلی سے اشارہ کر کے کتنے کفار کے سر قلم کر دیے۔ اسی مناسبت سے آپ کو تیغ برہنہ کہا جاتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس علاقہ کا راجہ اور اس کی رعایا نے اسلام قبول کر لیا۔ تبلیغ وہدایت کا سلسلہ عرصہ تک وہاں جاری رہا۔ جب آپ کو اطمینان ہو گیا اور لوگ مکمل طور پر دائرۂ اسلام میں آ گئے تو وہاں سے آپ نے کوچ کیا اور نیپال سے سیوان آ گئے۔"(۱)

سند المحققین حضرت مولانا محمود احمد رفاقتی مظفر پوری نے اپنی بلند پایہ تصنیف "سوانح رفاقتی" میں مخدوم احمد چرمپوش کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ آپ نے تبت میں اسلام کی تبلیغ فرمائی ہے۔ مناقب الاصفیا، مونس القلوب، تاریخ دعوت وعزیمت، آثار منیر، سلسلۃ اللآلی ضیاء القلوب (فارسی)، مثنوی سید احمد امین فردوسی اور تذکرہ علمائے بہار، وغیرہ کتب میں آپ کے بلند پایہ احوال و مقامات کی تفصیل مسطور ہے قارئین ان کی طرف رجوع کریں۔ مذکورہ بالا تمام کتب فقیر کے کتب خانہ قادریہ میں محفوظ ہیں۔

غالباً ۱۳ ربیع الاول ۱۴۳۸ھ کو کاتب سطور نے آپ کے مزار مبارک پر حاضری کی سعادت حاصل کی۔ بہار شریف کے محلہ انبیر میں آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔ بہت ہی وسیع احاطہ ہے جس میں تقریباً پچاس اولیائے کرام کی قبریں ہیں۔ آپ کے دونوں صاحبزادوں اور پوتے کا مزار بھی اسی احاطہ میں ہے۔ اور آپ کی پائنتی میں آپ کے مرید و خلیفہ شمس الدین بلخی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر بنی ہوئی ہے۔ اور مین گیٹ کے ٹھیک مقابل میں آپ کی والدہ ماجدہ بی بی حبیبہ کا بافیض آستانہ ہے۔

(۱) فارسی کے اہم صوفی شعرا، ص ۹۵-۹۶، ناشر: ڈاکٹر سطوت بانو۔ ۲۰۱۰ء

## شہنشاہ نیپال، خواجہ سید مسکین شاہ قادری سہروردی کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

شہنشاہ نیپال، حضرت خواجہ مسکین شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، مدفون: احاطہ کشمیری جامع مسجد، کاٹھمنڈو، کا شمار قدیم صوفیاے نیپال میں ہوتا ہے۔

قدیم تاریخی مآخذان کے حالات زندگی پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ البتہ ایک بہت قدیم تاریخی ماخذ شاہی ومشاولی (Shahi Wamshavali) نامی کتاب کا انکشاف ہوا ہے، جس میں نیپال کے حکمراں خاندانوں کا تفصیلی تذکرہ ہے۔ یہ کتاب نیپال کی قدیم زبان میں لکھی ہوئی ہے اور اس کا ایک نسخہ نیپال فیشن میوزیم کاٹھمنڈو میں محفوظ ہے۔ اس کتاب میں حضرت خواجہ مسکین شاہ کی آمد کا ذکر ملتا ہے۔ میں نے اپنے بعض اصحاب سے اس کتاب کے بارے میں کاٹھمنڈو فون کر کے کتب خانوں سے معلوم کرایا لیکن سب نے اس سے لاعلمی کا اظہار کیا۔ ۲۰۱۶ء میں خود کاٹھمنڈ کا سفر کیا اور مختلف کتب خانوں سے معلوم کرنے کی کوشش کی لیکن قدیم شاہی ومشاولی کا سراغ نہیں لگا۔ ہاں ایک کتاب شاہی بنشاولی نام کی دستیاب ہوئی جس میں پرتھوی نارائن شاہ کے خاندان کے راجاؤں کا تذکرہ ہے لیکن اس میں اس طرح کے کسی بھی بزرگ کا تذکرہ نہیں پایا۔ لوگ نیپال فیشن میوزیم کا پتہ بتانے سے بھی قاصر رہے۔ حتی الوسع جانکاری کی امکانی حد تک کوششیں کیں۔ اصل حقائق تک پہنچنے کے لیے اس کتاب تک رسائی ضروری ہے۔ سردست ہندوستان کے مشہور عالم دین پیر طریقت حضرت مولانا شاہ غلام عبد القادر علوی ابن حضرت مولانا شاہ صوفی یار محمد علوی رحمۃ اللہ علیہ، ناظم اعلیٰ دار العلوم فیض الرسول، براؤں شریف، یوپی کے سفر نامۂ کاٹھمنڈو نیپال، مطبوعہ پندرہ روزہ رفاقت پٹنہ شمارہ: ۹، جلد: ۴، یکم مئی ۱۹۸۴ء کے حوالے سے کچھ معلومات سپرد قرطاس کریں گے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ وادیِ نیپال میں آج جو کچھ اسلام کا اجالا نظر آرہا ہے اور مسلمانوں کی بڑی تعداد دکھائی دیتی ہے اس کا سہرا مکمل طور پر اولیاے کرام اور صوفیاے

عظام کے سر جاتا ہے۔ انھوں نے ہی سب سے پہلے اپنی باطنی قوت اور کشف وکرامات کے ذریعہ اس کفرستان کو مسخر کیا اور سخت گیر کافروں اور جوگیوں کو اسلام کی روحانی طاقت اور عظمت کے سامنے جھکا دیا۔ ان ہی کی کوششوں سے مسلمانوں کو اس ملک میں بسنے کی اجازت ملی، ورنہ کس کی مجال تھی کہ شاہی دربار کے سامنے اتنی پرشکوہ مسجد بنا لیتا۔ آج جب نیپال میں اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ لکھی جاتی ہے تو تصوف وصوفیا سے منحرف ایک طبقہ سرے سے ان بزرگوں کی دعوت وتبلیغ کی مساعی کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ نام تک لکھنا گوارا نہیں کرتا۔

کشمیری مسجد کے تعارف میں ایک انتہا پسند فلاحی عالم نے یہاں تک لکھ دیا "یدیرہ القبوریون والبریلویة" یعنی قبر پوجو بریلوی اس مسجد کی دیکھ ریکھ کرتے ہیں۔ کشمیری مسجد کے متولیوں اور منتظمہ کمیٹی کو یہ انتہا پسند مولوی قبر پرست قرار دیتا ہے۔ معاذ اللہ رب العالمین.

"ویکیپیدیا، الموسوعة الحرة، الإسلام حسب البلاد" میں "الإسلام فی نیبال" کے تحت لکھا ہے:

وفی القرن الثالث عشر المیلادی شَنّ غیاث الدین ملك الهند علی بعض المناطق فی نیبال حربا. بعد فتحها بقی کثیر من أفواجه هناك. وفی القرن الرابع المیلادی دخل وادی کا تما ندو غاز یا السلطان شمس الدین حاکم البنغال المسلم، وتجار کشمیر لهم أیضا جهود فی نشر الإسلام فی النیبال وهؤلاء بنوا مسجدا کبیرا فی العاصمة کاتماندو وهذا المسجد حتی الآن موجود ویدیره القبوریون والبریلویة. (۱)

(۱) الأقلیة المسلمة فی نیبال ومشکلاتهم. للباحث الفاضل محفوظ عالم الفلاحی، بحث متقدمة للما جستیر بالجامعة الإسلامیة العالمیة، شیناغنج (بنغلا دیش)

مذکورہ بالا اقتباس محفوظ عالم فلاحی کے ایم اے کے رسالہ "الأقلية المسلمة فی نیبال" سے ویکیپیڈیا کے لیے لیا گیا ہے۔ اس میں انھوں نے کہیں بھی ان بزرگوں کی تاریخ اور ان کی آمد کا ذکر نہیں کیا ہے، بلکہ اس مسجد کی منتظمہ کمیٹی کو جو نیپال کی سب سے قدیم شاہی تاریخی مسجد ہے، قبر پرست لکھ دیا ہے جب کہ ان سب کا تعلق اہلسنت و جماعت سے ہے۔ مزید برآں بیان تاریخ میں غلطی یہ کی کہ غیاث الدین تغلق کے حملہ کو ۱۳ رویں صدی میں واقع ہونا قرار دیا جبکہ یہ حملہ ۱۳۲۴ء یعنی چودھویں صدی عیسوی میں ہوا ہے۔ حقائق سے چشم پوشی کا یہی کام جناب حفظ الرحمٰن صاحب نے کیا ہے۔ ہم ان کو نیپال کا جغرافیہ و تاریخ تصنیف کرنے پر تہنیت پیش کرتے ہیں کہ اردو زبان میں انھوں نے واجب کفایہ کا حق ادا کیا ہے اور دل سے احترام کرتے ہیں مگر اس کے باوجود کچھ گلہ بھی ہے۔ وہ اپنی کتاب ''نیپال کا جغرافیہ و تاریخ'' حصہ سوم کے صفحہ ۵۹ پر رقم طراز ہیں:

"بکرم سمبت ۱۵۸۱ سال/ ۱۵۲۴ء میں ایک کشمیری صوفی کاٹھمنڈو آئے تھے۔ انھوں نے کاٹھمنڈو میں پہلی مسجد بنائی جس کو جامع مسجد کشمیری تکیہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔"

اتنے سادہ اور مختصر سے دو جملوں میں کشمیری صوفی کا تذکرہ کر کے گزر گئے جیسے وہ کوئی قابلِ ذکر شخصیت نہ ہوں، یا کوئی گمنام شخصیت ہوں۔ یہاں وہ کم از کم ان کا نام تو ضرور لکھ سکتے تھے۔

جن صوفیۂ کرام کی بدولت ہمیں اس ملک میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور جن کے صدقے میں ہمیں اس ملک میں آباد ہونے کا موقع ملا ان کی تاریخ کو نظر انداز کر کے اسلام کی کون سی تاریخ لکھی جائے گی؟

وہ اس زمانے میں یہاں آئے جب کہ کوئی کلمہ گو متنفس اس ملک میں نہیں تھا۔ صحرا نوردی، کوہ پیمائی اور اعصاب شکن، طویل سفر طے کرنے کے بعد وہ یہاں پہنچے۔ اصل مسلمانوں کی تاریخ انھیں سے شروع ہوتی ہے۔

ذیل کی سطور میں آنے والے حقائق سے اس کا اندازہ ہوگا کہ نیپال میں اسلامی تاریخ کے اولین معمار یہی اولیاے کرام ہیں۔

محترم حفظ الرحمٰن صاحب اور محترمہ شمیمہ صدیقہ کی بیان کردہ تاریخ کے مطابق:

حضرت خواجہ مسکین شاہ کی آمد سے تقریباً دوسو سال قبل خلیفۂ حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحیٰ منیری (۶۶۱ھ۔ ۷۸۲ھ) حضرت مخدوم شعیب فردوسی رحمۃ اللہ علیہ (۶۸۸ھ۔ ۸۲۴ھ) آٹھویں صدی ہجری کے اوائل میں ہی کاٹھمنڈو کو اپنے قُدومِ میمنت لزوم سے شرف یاب کر چکے تھے اور پاٹن کے جس کنویں میں ہندو جوگی کے ساتھ بندرہ کر ۱۲ رسال تک کا مجاہدہ کیا تھا وہ کنواں آج بھی وہاں موجود ہے۔

اس کا تفصیلی تذکرہ مخدوم شعیب کے حالات میں پڑھیں۔

لہٰذا یہ نہ کہا جائے کہ خواجہ مسکین شاہ کی کاٹھمنڈو آمد کسی مسلمان کی اولین آمد ہے بلکہ نیپال میں ہماری تاریخ تو مخدوم شعیب فردوسی کی آمد سے کئی سو سال قبل سے شروع ہوتی ہے۔ جب حضرت قطب المدار سید شاہ بدیع الدین احمد طیفوری رحمۃ اللہ علیہ مرید وخلیفہ حضرت سیدنا بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت: ۲۴۲ھ، وفات: ۸۳۸ھ) نے بٹول کے قریب مال بھاری نیپال میں واقع ایک پہاڑ پر چلہ فرمایا تھا اور آپ کی تبلیغی کوششوں سے کئی سو سادھو داخل اسلام ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ اس پہاڑ کا نام ہی مداریہ پہاڑ پڑ گیا۔

اس کی تفصیل اسی کتاب میں حضرت قطب المدار کی تاریخ میں دیکھیں۔

## کاٹھمنڈو میں حضرت خواجہ سید مسکین شاہ کشمیری کی آمد

حضرت مولانا شاہ غلام عبد القادر علوی اپنے سفر نامۂ کاٹھمنڈو میں رقم طراز ہیں:

ساتویں صدی ہجری، جب کہ نیپال کے کاٹھمنڈو ویلی پر مَلّ خاندان کی حکومت تھی پورے کاٹھمنڈو میں کوئی ایک متنفس مسلمان نہیں تھا اور نہ ہی یہاں کے باشندے مسلمانوں سے واقف تھے۔ اس وقت کاٹھمنڈو جانا جوے شیر لانے سے کم نہیں تھا، سال بھر میں صرف چند دنوں کے لیے پشتوپتی میلہ کے موقع سے ہندوستان کے پجاریوں کو کاٹھمنڈو

آنے جانے کی اجازت ہوتی تھی۔ سات پہاڑوں کے نشیب وفراز طے کر کے پیدل آنا جانا آسان نہیں تھا، لیکن پوجا کے شوقین پنڈت کسی نہ کسی طرح پہنچ جاتے تھے۔

اس دور میں ایک سال ایسا ہوا کہ ہندوستان سے ایک خدا رسیدہ مجذوب، پنڈتوں کی ٹولی میں شریک ہوکر کسی طرح کاٹھمنڈو پہنچ گیا۔ قاعدہ یہ تھا کہ میلہ کے افتتاح کے موقع پر شاہی اعزاز کے ساتھ مہاراج کی سواری ہوتی اور میلہ کی شروعات اسی کے پوجا سے ہوا کرتی تھی۔ مہاراج جس مخصوص سفید ہاتھی پر سواری کرتا تھا اتفاق سے وہ ہاتھی ایک روز قبل ہی ہتھیارا سے غائب ہوگیا۔ ہر چند تلاش وجستجو کیا لیکن ہاتھی کا پتا نہیں چلا۔ اس وقت وہ خدا رسیدہ بزرگ دریاے باگمتی کے کنارے کاٹھمنڈو اور پاٹن کے درمیان قیام پذیر تھے۔ بعض سپاہوں نے ان سے رجوع کرتے ہوئے پوچھا کہ

"بابا! آپ نے اس طرف کسی سفید ہاتھی کو جاتے ہوئے دیکھا ہے؟"

آپ نے جواب مرحمت فرمایا کہ "ہاں، ہاتھی میرے پاس ہے، مگر بادشاہ کے آنے پر دوں گا۔

شدہ شدہ یہ خبر مہاراج کے کانوں تک پہنچی، مہاراج اپنے مخصوص لوگوں کے ساتھ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر ہاتھی کا سائل ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ ہاتھی اس شرط پر دوں گا کہ مجھے یہاں رہنے کی اجازت دی جائے۔

مہاراج نے کہا کہ آپ کی مرضی جہاں چاہیں رہیے، مگر میرا ہاتھی مجھے ملنا چاہیے۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس ہرن کی کھال پر میں بیٹھا ہوں، اس کو پھینکتا ہوں، یہ کھال جتنی زمین کو اپنے گھیرے میں لے لے گی وہ مجھے دینا ہوگا۔

## خواجہ مسکین شاہ کی کرامت اور ہاتھی کی برآمدگی

آپ نے اس کھال کو ہوا میں اچھالا جو تقریباً ایک میل جانب شمال جا کر سنسان اور غیر آباد زمین کے معتد بہ حصے کو اپنے گھیرے میں اس طرح لے لیا کہ اس کھال کی باریک تار بنتی

چلی گئی اور ایک مخصوص رقبہ پر پھیل گئی۔ اس کرامت کو دیکھ کر راجا ششدر رہ گیا اور اس زمین کو دینے میں کسی طرح کا حیلہ وعذر نہ کیا۔ کیوں کہ وہ زمین حلقۂ بھوت پریت کے لیے مشہور تھی۔

راجا نے سوچا اس طرح وہ خطۂ زمین ایک بزرگ کی برکت سے پُرامن اور محفوظ ہو جائے گا اور ہمارا کھویا ہوا ہاتھی ہاتھ آجائے گا۔ راجا نے کہا وہ زمین حسب وعدہ میں نے آپ کو دے دی، لیکن اب میرا ہاتھی ملنا چاہیے۔ آپ نے اپنا کشکول اٹھایا جو اُلٹا رکھا ہوا تھا۔ اس کے نیچے سے بلی کی طرح کا کوئی جانور نمودار ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے ہاتھی ہو گیا۔ راجا اپنا کھویا ہوا ہاتھی پا کر بہت خوش ہوا۔ اس بزرگ کا چرن چوما اور ہاتھی پر سوار ہو کر محل کی طرف روانہ ہوا۔

آپ ہی وہ بزرگ ہیں جو مست از بادۂ الست حضرت سیدنا مسکین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کہلاتے ہیں، جن کے فیض کی موسلا دھار بارش پورے کاٹھمنڈو و نیپال پر ہو رہی ہے۔ (۱)

کاٹھمنڈو میں آپ کا قیام دریائے باگھمتی کے کنارے پر تھا۔ آپ وہاں سے منتقل ہو کر اب اپنی زمین پر تشریف لائے اور یہیں مستقل قیام اختیار فرمایا۔ میلہ ختم ہونے کے بعد ہندوستانی پنڈت اور تماشائین واپس چلے گئے، مگر آپ یہاں قیام پذیر رہے۔ برسوں تک پوشیدگی اور گم نامی کی زندگی گزاری۔ ایک سال میلہ کے موقع پر ہندوستان تشریف لائے اور آئندہ سال اپنے عزیز بھانجے، حضرت سراج العارفین، سید غیاث الدین شاہ کشمیری کو اپنے ساتھ لے کر کاٹھمنڈو تشریف لائے۔ مؤخر الذکر بزرگ کاٹھمنڈو میں گھاسی شاہ کے نام سے مشہور ہوئے۔ لوگ غیاث شاہ کے بجائے گھاسی شاہ کہنے لگے۔ شاہ نیپال کی طرف سے پیش کردہ زمین کی رجسٹری تانبہ پتر پر آپ ہی کے نام سے ہوئی ہے۔ ماموں اور بھانجے دونوں نے مل کر نیپال کے اسلامائزیشن کا کام شروع کیا، جس کا اثر یہ ہوا کہ پہاڑی علاقوں میں بھی لوگ اسلام سے قریب آنے لگے اور مسلمانوں سے نفرت کے جذبے میں کمی آنے لگی۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کی معتد بہ تعداد کاٹھمنڈو میں رہائش پذیر ہو گئی۔ ان دونوں بزرگوں نے وہیں اپنی خانقاہ بنائی اور عبادت کے لیے ایک پھونس کی چھوٹی سی مسجد اور ایک مسافر خانہ بنایا۔

(۱) پندرہ روزہ رفاقت پٹنہ، شمارہ: ۹، ج: ۴، یکم مئی ۱۹۸۴ء

## راقم الحروف کی تحقیق

حضرت صوفی مسکین شاہ کشمیری کے شیخ حضرت بلال شاہ عرف بلبل شاہ سہروردی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ یہی وہ بزرگ ہیں جن کے ذریعہ جنت نظیر وادیٔ کشمیر میں سب سے پہلے اسلام کی اشاعت ہوئی۔ آپ شاہ نعمت اللہ فارسی قدس سرہ کے مرید اور سہروردی سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ کشمیر میں آپ کا ظہور ۷۲۵ھ میں ہوا اور ۷۲۷ھ میں وفات پائی۔ آپ کے ہاتھ پر کشمیر کا حاکم رَنجَن شاہ، جو بدھ مت کا پیرو تھا تمام اہل خانہ کے ساتھ مسلمان ہوا۔ پھر عوام وخواص اور امرا نے بھی اسلام قبول کیا۔ ان کے ہاتھ پر مسلمان ہونے والوں کی تعداد دس ہزار بتائی جاتی ہے۔ (۱)

شیخ محمد اکرام "تاریخ ہندوستان" (آب کوثر) میں لکھتے ہیں:

شاہ میر نے کشمیر سے اسلام کے سیاسی تعلقات کی بنیاد ڈالی، لیکن اس خطۂ جنت نظیر میں اسلام کے پہلے کامیاب مبلغ حضرت بلال شاہ یا بلبل شاہ تھے۔ کشمیریوں کے یہاں الف حذف کرنے کی روایت عام ہے اسی لیے وہ حضرت بال کو "حضرت بَل" کہتے ہیں یہاں بھی یہ امکان ہے کہ بلال شاہ سے بدل کر بلبل شاہ بنا دیا ہو۔ خزینۃ الاصفیا میں لکھا ہے کہ حضرت بلبل شاہ کا اصلی نام شرف الدین تھا اور اسلام، کشمیر میں ان کی بدولت پھیلا۔ وہ شاہ نعمت اللہ فارسی کے مرید اور سہروردی سلسلہ کے بزرگ تھے۔ ۱۳۲۴ء میں رنجن شاہ حاکم کشمیر کے عہد میں وہ کشمیر آئے اور راجا اور اس کے امرا کو مسلمان کیا۔ ایک صفحہ آگے چل کر لکھتے ہیں:

حضرت کی وفات ۱۳۲۶ء میں ہوئی۔ اس کے ڈھائی سال بعد رنجن شاہ، جس نے سلطان صدر الدین کا لقب اختیار کیا تھا، وفات پا گیا اور حضرت کے مزار کے قریب دفن ہوا۔ (۲)

---

(۱) شیخ محمد اکرام، تاریخ ہندوستان، ص: ۳۷۵، ادبی دنیا، مٹیا محل، دہلی ۲۰۰۶ء

(۲) شیخ محمد اکرام تاریخ ہندوستان (آب کوثر)، ص: ۲۷۵۔۲۷۶، ادبی دنیا، مٹیا محل، دہلی ۲۰۰۶ء۔ مصنف کے بقول اس کتاب کی تکمیل ۱۹۴۷ء میں ہو چکی تھی۔

شیخ محمد اکرام نے حضرت بلال شاہ کے کشمیر آنے کا سن ۱۳۲۴ء لکھا ہے۔ جب کہ کشمیر کی تاریخ پر بہت ہی قدیم، فارسی تصنیف "واقعات کشمیر" (فارسی) جس کے مصنف خواجہ محمد اعظم دڈمری (ولادت: ۱۱۰۳ھ۔ وصال: ۱۰؍محرم ۱۱۷۹ھ) ہیں، اس میں لکھا ہوا ہے:

"حضرت بلبل شاہ کا ظہور کشمیر میں ۷۲۵ھ میں ہوا۔۔۔ کہتے ہیں کہ آپ کا اصل نام سید شرف الدین ہے۔ اپنے وقت کے کامل عارفوں میں تھے اور تجرید وتفرید وتوکل میں یگانۂ روزگار تھے۔ ۷۲۷ھ میں دار الجنان کی طرف رحلت کی۔(۱)

یہاں ہمیں خواجہ محمد اعظم دڈمری جو بارہویں صدی ہجری کے ممتاز مؤرخ ہیں ان کی بات قوی معلوم ہوتی ہے کیوں کہ یہ ممکن ہے کہ آپ کی آمد پہلے ہو چکی ہو اور ایک زمانہ تک پوشیدہ طور پر تبلیغ کی ہو۔ پھر ۷۲۵ھ میں آپ نے علی الاعلان تبلیغ اسلام کیا ہو۔ علی سبیل التنزل اگر وہ ۱۳۲۴ء میں ترکستان سے کشمیر آئے ہوں تب بھی کوئی مضائقہ نہیں کیوں کہ یہ ممکن ہے کہ حضرت مسکین شاہ رحمۃ اللہ علیہ آپ کے ساتھ یا آپ کے قریب زمانہ وہاں تشریف لائے ہوں۔

## سید غیاث الدین شاہ قادری، سہروردی، نقشبندی کشمیری اور کشمیری تجار کی آمد

یہ بزرگ بھی مذکور الصدر بزرگ کے قریب زمانہ کا ٹھمنڈو تشریف لائے اور خلق کو فیضیاب کیا۔ آپ کا مزار بھی اسی تکیہ کے احاطہ میں ہے۔ مذکورہ بزرگوں کے بارے میں اس سے زیادہ معلومات میرے علم میں نہیں ہیں۔ راقم الحروف کو متعدد بار ان کی بارگاہ میں حاضری کا شرف حاصل ہوا ہے سب سے پہلی بار ۲۰۰۷ء میں اور آخری بار ۲۰۱۷ء میں حاضری ہوئی۔

(۱) واقعات کشمیر: مترجمہ پروفیسر شمس الدین احمد، ص: ۵۴، ناشر: جموں وکشمیر، اسلامک ریسرچ سینٹر، سری نگر، ۲۰۱۳ء

## کشمیری تجار کی آمد

چوں کہ حضرت شاہ غیاث الدین رحمۃ اللہ علیہ گاہے بگاہے کشمیر آتے جاتے اور کشمیریوں کو کاٹھمنڈو کے حالات سناتے، جس کے سبب بطور تاجر کشمیری مسلمانوں نے نیپال کا رخ کیا۔ وہ اپنا مال تجارت لے کر کاٹھمنڈو ہوتے ہوئے تبت تک کا سفر کرتے وہ جب بھی تبت جاتے یا کشمیر لوٹتے تو کاٹھمنڈو میں ضرور وقیام کرتے۔ کشمیریوں کی تجارت، محنت ومشقت اور پیشہ وارانہ مہارت وصلاحیت کو دیکھ کر بادشاہ نیپال کی خواہش ہوئی کہ کاش یہ لوگ مستقل یہاں سکونت اختیار کر لیتے تو حکومت کے کاروبار اور کاموں میں ان سے بہت کچھ مدد مل سکتی ہے۔ چنانچہ بادشاہ اور دونوں بزرگوں کا اشارہ پا کر کچھ کشمیری تاجروں نے یہاں مستقل سکونت اختیار کر لی اور حکومت کے کاموں میں ہاتھ بٹانے لگے۔ یہاں تک کہ یہ حکومت کے اہم اور کلیدی عہدوں پر فائز ہوئے۔ ملک کے اہم مقامات پر چنگی چوکیوں کا اہتمام اور اندرون ملک، فعال فوج کا انتظام ابتداءً ان ہی کشمیریوں کی دین ہے۔(۱)

یہی مضمون، سہ ماہی مجلہ، اسلامی آواز مٹیر یا، نیپال کے شمارہ: ۲، جلد: ۱، ماہ ربیع الآخر تا جمادی الثانی ۱۴۲۲ھ میں دار العلوم صدیقیہ انوار العلوم مٹیر یا، وارڈ نمبر ۸، ضلع کپل وستو، نیپال سے بھی شائع ہوا ہے۔ قارئین وہاں تفصیل ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

---

(۱) پندرہ روزہ رفاقت، پٹنہ، شمارہ: ۹، جلد: ۴، یکم مئی ۱۹۸۴ء

# نیپال میں سلسلۂ ابوالعلائیہ منعمیہ کا فیضان

متحدہ ہندوستان میں سلسلۂ نقشبندیہ کی اشاعت دو عظیم شاخوں کے ذریعہ عمل میں آئی۔ ایک شاخ نقشبندیہ مجددیہ کہلاتی ہے اس کے بانی حضرت امام ربانی، مجدد الف ثانی، شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ (ولادت: شوال ۹۷۱ھ/ جولائی ۱۵۶۴ء۔ وصال: صفر ۱۰۳۴ھ/ دسمبر ۱۶۲۴ء) ہیں۔ اس شاخ کے ذریعہ یہ سلسلہ برصغیر سے نکل کر چین، افغانستان، نیپال، مالدیپ، تبت، روس، عرب، افریقہ اور امریکہ وغیرہ ممالک میں عام ہوا۔ دوسری شاخ نقشبندیہ بوالعلائیہ کہلاتی ہے اس کے بانی مجدد الف ثانی کے ہمعصر بزرگ سیدنا امیر ابوالعلا احراری قدس سرہ (۹۹۰ھ۔۱۰۶۱ھ) ہیں (۱) جن کا مزار آگرہ میں ہے۔

حضرت امیر ابوالعلا خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ کی نسل سے ہیں۔ نقشبندیہ سلسلہ کی اس شاخ میں ایک سے ایک باکمال اور شہرۂ آفاق بزرگ ہوئے لیکن ہندو پاک، مالدیپ، تبت، نیپال اور بالخصوص بنگلہ دیش میں اس سلسلۂ ابوالعلائیہ کی اشاعت جس جلیل الشان بزرگ کے ذریعہ ہوئی وہ سراج الواصلین، تاج المتکلمین، قطب المشائخ حضرت شاہ مخدوم محمد مُنعم پاک رحمۃ اللہ علیہ ولادت ۱۰۸۲ھ/۱۶۷۱ء۔ وفات ۱۱۸۵ھ/۱۷۷۱ء، مدفون بمقام متین گھاٹ، پٹنہ سٹی ہیں۔ آپ حضرت مخدوم شمس الدین حقانی کی نسل سے ہیں جن کا سلسلۂ نسب حضرت سیدنا ابراہیم بن ادہم بلخی رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے۔ (۲)

مخدوم منعم پاک، سید خلیل الدین قادری ابن سید ابوجعفر قادری باڑھوی سے سلسلۂ قادریہ میں بیعت تھے۔ علم ظاہری کی تحصیل مزید کے لیے اپنے وطن شیخ پورہ، بہار سے دہلی تشریف لے گئے اور فراغت کے بعد شیخِ وقت حضرت شاہ محمد فرہاد (م ۵ر جمادی الآخرہ ۱۱۴۵ھ) کی خدمت میں تکمیلِ سلوک کی خاطر حاضر ہوئے۔ اور کامل گیارہ سال ان کی

(۱) انوار الاولیاء (۱۲۷۰ھ) ترجمہ وتدوین پروفیسر شمیم الدین احمد منعمی، ص: ۷، ناشر: خانقاہ منعمیہ قمریہ، متین گھاٹ، پٹنہ۔ ۲۰۰۶ء۔

(۲) خانقاہ منعمیہ۔ ایک پرتیچے۔ محمد آصف احمد، ص: ۱۳، متین گھاٹ، پٹنہ۔

خدمت میں رہ کر کمال کو پہنچے۔ شاہ محمد فرہاد کو سید دوست محمد برہان پوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت وخلافت حاصل تھی اور وہ سید امیر ابوالعلا احراری کے مرید وخلیفہ تھے۔

شاہ فرہاد کے وصال کے بعد ان کے جانشین میر سید اسد اللہ ابوالعلائی قدس سرہ سے بھی اکتساب فیض کیا اور اجازت وخلافت سے بہرہ ور ہوئے۔ جامع مسجد دہلی کے پیچھے جو مدرسہ ہے آپ اس میں تقریباً ۵۰ر برسوں تک رونق افروز رہے اور طالبان معرفت کی تربیت فرماتے رہے۔ زیادہ تر آپ کو حضور غوث پاک شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حضوری کا شرف حاصل ہوتا۔(۱)

آپ کے خلفا میں حضرت مولانا سید حسن رضا قدس سرہ، حضرت صوفی محمد دائم قدس سرہ، مخدوم شاہ حسن علی قدس سرہ، حضرت خواجہ رکن الدین عشق عظیم آبادی، مولوی جمال الحق ابن ملا غلام یحیٰ بہاری اور مولوی کمال الحق ابن ملا غلام یحیٰ بہاری قدس اللہ اسرارہم بڑے باکمال اور صاحب تصرف گزرے ہیں(۲)

بعدہ بارگاہ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم پاکر متن گھاٹ پٹنہ میں مستقل طور پر سکونت پذیر ہوگئے اور خلق خدا کی رشد وہدایت، خدمت خلق اور توسیع سلسلہ میں مصروف ہوگئے۔

آپ کے خلفا کے ذریعہ سلسلۂ ابو العلائیہ شرق تا غرب عام وتام ہوا۔ بقول حضرت پروفیسر سید شمیم الدین احمد منعمی صاحب صرف بنگلہ دیش کے اندر سلسلۂ منعمیہ ابو العلائیہ کی ۱۰۰ر سے زائد خانقاہیں اس وقت موجود ہیں۔

## حضرت مولانا خیر الدین کشمیری اور نیپال میں تبلیغ اسلام

حضرت مخدوم منعم پاک کے نامور خلفا میں ایک نام مولانا خیر الدین کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی آتا ہے۔ تاریخ صوفیہ وسلاسل تصوف پر وسیع اطلاع اور عمیق نگاہ رکھنے والے بہار کے نامور محقق عالم دین، حضرت مولانا پروفیسر سید شاہ شمیم الدین احمد منعمی صاحب، سجادہ

(۱) اخبار الاولیاء، (۱۲۷۰ء) قاضی محمد اسمٰعیل قدیمی (۱۲۹۱ھ۔۱۳۳۸ھ) ترجمہ پروفیسر شمیم احمد منعمی، ص: ۳۵۔

(۲) مرجع سابق، ص: ۴۱۔۴۵۔

نشین خانقاہ منعمیہ متن گھاٹ پٹنہ وصدر شعبۂ عربی اورینٹل کالج پٹنہ نے ۱۰ ربیع الاول ۱۴۳۷ھ کو خانقاہ منعمیہ میں راقم سطور کی پہلی بار حاضری کے موقع پر ہوئی ایک یادگار ملاقات میں فرمایا کہ مولانا خیرالدین کشمیری مرید وخلیفہ حضرت مخدوم منعم پاک نے نیپال اور تبت میں کافی دنوں تک تبلیغ فرمائی ہے۔ نیپال میں آپ نے بدھسٹوں سے مناظرہ بھی کیا ہے۔ بہت سے لامان کے ہاتھ پر مسلمان بھی ہوئے۔ موصوف نے کہا فی الوقت ان کے حالات پر کوئی کتاب میرے پیش نظر نہیں ہے۔ ایک کتاب انگریزی زبان میں ان کے حالات پر جس میں تبت اور نیپال میں ان کی تبلیغ اسلام کا مفصل تذکرہ ہے منعمیہ لائبریری میں موجود ہے لیکن اس وقت بھیڑ میں کہاں گم ہے معلوم نہیں۔ اس کا ذکر آپ نے مولانا مشتاق احمد رام پوری، استاذ مدرسہ گلشن بغداد سے بھی کیا ہے۔ البتہ ان کا مزار شریف پٹنہ ہی میں ہے۔ بعدہ راقم سطور نے ان کے حالات کو جاننے کے لیے بہت جستجو کی لیکن حالات دستیاب نہیں ہو سکے لہٰذا انھیں سطور پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ تحقیق کا سلسلہ جاری ہے حالات مل جانے پر بعد کے ایڈیشن میں شامل اشاعت کیا جائے گا۔ حضرت خیرالدین کشمیری نے حضرت منعم پاک کے وصال کے بعد حضرت سید عبداللہ بغدادی (مدفون رام پور یوپی) سے بھی استفادہ فرمایا اور اجازت وخلافت سے فیضیاب ہوئے۔ ان کے مزار وخانقاہ کے شکستہ آثار شاہ کی املی پٹنہ بستی میں ہنوز موجود ہیں۔

خدا بخش لائبریری پٹنہ میں ایک کتاب ''تالیف محمدی''، قلمی، فارسی ہے جس میں آپ کے مختصر حالات مذکور ہیں اس کتاب کے قلمی مخطوطے کا عکس جو خدا بخش لائبریری سے لیا گیا تھا مجھے اکتوبر ۲۰۱۷ء میں رام پور سے دستیاب ہوا۔ اس میں سید السادات، شیخ المشائخ حضرت سید عبداللہ بغدادی قادری، متوفی ۱۲۰۷ھ، سجادہ نشین سجادۂ غوثیہ قادریہ بغداد شریف، مدفون رام پور یوپی کے تذکرہ میں اتنا ہے کہ مولانا خیرالدین کشمیری حضرت شاہ عبداللہ بغدادی کے خلفا میں سے ہیں۔ تالیف محمدی کی اصل عبارت یہ ہے: ''بتاریخ چہاردہم محرم الحرام اور یکشنبہ وقت اول نماز مغرب ۱۲۰۷ھ یک ہزار ودوصد وہفت ہجری

نبوی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم طائر روحش جانب شجرہ طوبی پرواز نمود ہماں جامدفون ساختند ورشتہ زندگانی قریب ہفتاد و چند سال کشید واز خلفاے ایشاں بہ راقم معلوم است و در عظیم آباد، پٹنہ مقیم اند شیخ خیر الدین وشاہ باب اللہ وسید حاجی نام دارند و در مذہب حنفیہ ومشرب قادریہ مریداں راارشادی نمایند۔"(۱)

ترجمہ: بتاریخ ۱۴ رمحرم الحرام ۱۲۰۷ھ بروز اتوار نماز مغرب کے اول وقت میں حضرت (سید صاحب) نے وصال فرمایا اور رام پور ہی میں انھیں دفن کیا گیا۔ عمر شریف ستر سے چند سال زیادہ تھی۔ حضرت کے جن خلفا کا مجھے علم ہے اور جو عظیم آباد، پٹنہ میں مقیم ہیں۔ وہ یہ ہیں: شیخ خیر الدین، شاہ باب اللہ، سید حاجی یہ سب حنفی ہیں اور مریدوں کو خدا کا راستہ بتاتے اور تعلیم دیتے ہیں۔ واضح ہو کہ شیخ بغدادی نے سب سے پہلے ۱۱۸۵ھ میں ہندوستان کا سفر کیا، عظیم آباد، پٹنہ میں کچھ ایام گزارے یہاں حضرت مخدوم منعم پاک، شیخ رکن الدین عشق اور مولانا شیخ خیر الدین علیہم الرحمہ نے آپ سے کسب فیض کیا۔

منعمیہ لائبریری، متن گھاٹ پٹنہ، رضا لائبریری رام پور اور مجیبیہ لائبریری پھلواری شریف میں ایک مصور کا تیار کیا ہوا وہ خاکہ محفوظ ہے جس میں پٹنہ کے اندر حضرت سید عبداللہ بغدادی کی ایک مجلس کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔

اس میں صدر میں ایک قالین پر گاؤ تکیہ لگا کر شاہ عبداللہ بغدادی چہار زانوں بیٹھے ہوئے ہیں، آپ کی پشت پر آپ کا غلام چونری لیے کھڑا ہے۔ آپ کے سامنے ایک پیچوان ہے اور آپ حقہ نوش فرما رہے ہیں۔ آپ کے سامنے مسند سے باہر حضرت مخدوم منعم پاک جو بہار میں اپنے وقت کے سب سے معظم اور بااثر شیخ تھے مؤدب دوزانو بیٹھے ہیں۔ ایک طرف حضرت رکن الدین عشق، حضرت ابوالعلائی عظیم آبادی ہیں تو دوسری طرف حضرت شاہ خیر الدین کشمیری دو حبشی غلاموں کے ساتھ ہیں۔(۲)

---

(۱) تالیف محمدی، قلمی۔ ص: ۱۰۹۔ محمد علی انصاری، عظیم آبادی، مرقومہ محمد عثمان شمسی، عظیم آبادی۔ ۱۰ رنومبر ۱۹۴۶ء/ ۱۳۶۵ھ۔

(۲) حضرت غوث الاعظم سوانح وتعلیمات مع تذکرہ فرزند غوث اعظم سید محمد علی شاہ میکش اکبر آبادی مع حاشیہ، ص: ۱۳۴-۱۳۵۔ مرقومہ ۱۹۶۶ء، مطبوعہ ۲۰۱۴ء۔

## حضرت جھوم علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ نیپال کے مجذوب بزرگ تھے۔ مزار پاک جنک پور شہر سے متصل جانب مشرق وارڈ نمبر ۱۶ میں واقع ہے۔ یہ نیپال کے رہنے والے تھے۔ ذکر الٰہی میں مست اور جھومتے رہتے تھے اس وجہ سے جھوم بابا کے نام سے معروف ہوئے۔ ۱۸۲۵ء میں ان کا وصال ہوا۔

## حضرت علی قلندر قادری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام علی قلندر ہے۔ عوام میں برہنہ شاہ کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ سلسلۂ قادریہ میں مرید تھے اور مقام قلندریت پر فائز تھے۔ آپ پر ہمیشہ جذب طاری رہتا تھا، برہنہ رہا کرتے تھے اس وجہ سے برہنہ شاہ کے نام سے معروف ہوئے۔ بہار کے علاقہ سے نیپال وارد ہوئے، ۱۳۱۲ھ میں وصال ہوا۔ مزار مبارک دوہبی گبراہی، ضلع دھنوشہ میں دوہبی ریلوے اسٹیشن کے ریلوے لائن سے جنوب میں واقع ہے۔ وہاں ایک بڑا تالاب بھی ہے اور مسلمانوں کی بہت بڑی قبرستان بھی۔ پہلے کافی آراضی اس مزار کے نام پر تھی لیکن کسی منتظمہ کمیٹی کے نہ ہونے کے سبب کئی بیگھہ زمین پر غیر مسلموں نے قبضہ کر رکھا ہے۔ مزار شریف پر ایک گنبد ہے اور آس پاس میں کئی پختہ قبریں موجود ہیں۔ راقم الحروف نے ان دونوں مزارات پر متعدد بار حاضری دی ہے۔

# نیپال میں سلسلۂ سہروردیہ نقشبندیہ اندرابیہ کا فیضان

نیپال کی سرزمین کو ہر سلسلۂ طریقت کے مشائخ کا فیض حاصل ہے۔ اور اس معاملہ میں وہ کسی دوسرے خطہ سے پیچھے نہیں ہے۔ نیپال میں سلسلۂ نقشبندیہ اور سہروردیہ کا فیض اولاً شہنشاہ نیپال خواجہ سید مسکین شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ پہنچا۔ ثانیاً حضرت سلطان سید احمد چرمپوش تیغ برہنہ سہروردی ہمدانی علیہ الرحمہ کے ذریعہ اور ثالثاً حضرت میر سید صالح فخر الدین اندرابی رحمۃ اللہ (وفات ۱۲۹۶ھ مدفون راجہ بازار، سورتی باغ، کلکتہ) اور ان کے چھوٹے صاحب زادے حضرت سیدنا میر قمر الدین حسین ظفر اندرابی (وفات: ۲۶ رشوال المکرم ۱۳۲۸ھ بمقام چوک شکارپور، پٹنہ سیٹی، مدفون: خانقاہ اندرابیہ پٹنہ) اور ان کے خلفا کے ذریعہ پہنچا۔

خاندان اندرابیہ کے حالات پر مختصر روشنی ڈالنا ضروری ہے تاکہ یہ معلوم ہو سکے یہ خانوادۂ عالی وقار نیپال تک کیسے پہنچا۔

سیرت وسوانح اور انساب پر مشتمل کتابوں میں مذکور ہے کہ اس خاندان کے مورث اعلیٰ، حضرت میر سید اعز الدین اندرابی سلطان قطب الدین (۱) کے عہد حکومت ۷۸۱ھ میں اپنے ماموں جان، حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی (۲) کے ہمرکاب اِندِراب

---

(۱) واقعات کشمیر (فارسی) کے مصنف خواجہ محمد اعظم دڈمری (ولادت: ۱۱۰۳ھ، وصال: ۱۱۷۰ھ) نے سلطان قطب الدین برادر سلطان شہاب الدین کی مدت حکومت ۷۷۰ھ سے ۷۹۶ھ لکھی ہے جب کہ اصل مدت ۱۳۷۳ء سے ۱۳۸۹ء/ ۷۷۵ھ سے ۷۹۱ھ ہے۔ اس لیے کہ مورخین کا اتفاق ہے کہ ان کی مدت حکومت سولہ سال ہے۔ واقعات کشمیر میں ہے اس کے سعادتوں سے لبریز زمانے میں اللہ تعالیٰ کی جن خاص نوازشوں اور برکتوں سے کشمیر فیضیاب ہوا وہ تھے تقدس مآب، قطب الاولیاء، محبوب ربانی حضرت سید علی ہمدانی نور اللہ مرقدہ کے قدوم پر برکت جنھوں نے ۷۸۱ھ کے مہینوں میں جنت نظیر کشمیر میں شرف مندی کا نزول فرمایا۔

(۲) آپ ۷۸۱ھ میں ہمدان (ایران) سے سات سو رفقا وسادات کے ساتھ تبلیغ اسلام کے لیے کشمیر میں افروز ہوئے۔ تاریخ حسن کے مؤلف ملا احمد صاحب وقائع کشمیر کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ چھ ماہ کشمیر میں رہ کر آپ نے ۷۸۲ھ میں تبت (موجودہ لداخ) کا رخ کیا اور کاشغر (چین) اور ختن میں دین اسلام کو رواج دیا اور ۷۸۵ھ میں تیسری بار کشمیر لوٹ آئے اور ۷۸۶ھ میں واصل بحق ہوئے۔ (تاریخ حسن، ج: ۲، ص: ۱۷۵۔۱۷۶) واقعات کشمیر کے موافق آپ کے کشمیر سے اپنے وطن مراجعت اور وفات کی تاریخ ۷۸۶ھ مطابق ۱۳۸۴ء لکھی ہے۔ آپ کا مزار مبارک ختلان میں مرجع خلائق ہے۔

سے کشمیر، تشریف لائے۔ سید علی ہمدانی نے حضرت بلبل (۱) شاہ قلندر ترکستانی کے بعد کشمیر کے اسلامائزیشن میں اہم رول ادا کیا ہے اور ان دو بزرگوں کے ذریعہ ہی وہاں اسلام کی عمومی اشاعت ہوئی۔ ایک مدت تک تبلیغ فرمانے کے بعد سید علی ہمدانی اپنے وطن کو واپس ہوئے اور اپنے بھانجے سید اعزالدین احمد اندرابی کو اپنا جانشین بنا کر کشمیر میں رہ کر تبلیغ کرنے پر مامور فرمایا۔

بلخ و کابل کے درمیان ایک سبزہ زار علاقہ "اندراب" واقع ہے آپ وہیں کے رہنے والے تھے، اس وجہ سے آپ کی اولاد اندرابی کہلاتی ہے۔ سلطان قطب الدین کے بعد اس کا بیٹا سکندر بخت تخت نشین ہوا۔ اس نے بے پناہ عقیدت کا اظہار اس طور پر کیا کہ کشمیر کے مردم خیز علاقہ "محلہ ملارٹہ" میں ایک عظیم الشان خانقاہ بنوائی اور کئی گاؤں بطور جاگیر خانقاہ کے اخراجات کے لیے نذر کیے۔

میر سید اعزالدین اندرابی کی بارہویں پشت میں میر سید بدرالدین مصطفیٰ اندرابی ہوئے ہیں۔ ان کے تین صاحب زادے تھے۔

(۱) میر سید محمد صادق، مدفون بارہ مولا کشمیر (۲) میر سید عظیم الدین اندرابی، مدفون امرتسر، پنجاب (۳) میر سید فخرالدین اندرابی مدفون کلکتہ۔

میر سید صادق اندرابی کی ایک پھوپھی، بی بی سیدہ مرتضیٰ، عرف سیدہ عالیہ صاحبہ میر اشرف اندرابی کے خاندان میں بیاہ کر لائی گئی تھیں، جو بے شمار دولت کی مالکہ ہونے کے باوجود نعمتِ اولاد سے محروم تھیں، اس لیے متمنی تھیں کہ کشمیر سے کسی برادرزادہ کو بلا کر اپنی ریاست کا مالک ومختار بنا دیں اور ان کی برخورداری سے آپ بھی متمتع ہو کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کریں۔ برادرزادہ کو پٹنہ لانے کی بڑی کوششیں ہوئیں۔ خط وکتابت ہوئے لیکن کامیابی نہیں ملی۔ بالآخر اپنی ریاست کے مختار عام جناب عبدالسبحان اندرابی (جو رشتہ میں

(۱) خواجہ محمد اعظم دیدمری لکھتے ہیں: حضرت بلبل شاہ کا ظہور کشمیر میں ۷۲۵ھ میں ہوا۔۔۔ کہتے ہیں کہ آپ کا اصل نام سید شرف الدین ہے۔ وقت کے کامل عارفوں میں تھے اور تجرید وتفرید وتوکل میں یگانۂ روزگار تھے۔ ۷۲۷ھ میں دار البقاء کی طرف رحلت کی۔

سیدہ عالیہ کے بھائی تھے) کو بہ ہزار منت وسماجت اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ خود ہی کشمیر جاکر اس تازہ دودمان مصطفوی وچشم وچراغ مرتضوی کو جس شکل میں بھی ہو عظیم آباد لے کر آئیں۔ چنانچہ میر عبدالسبحان صاحب کشمیر پہنچ کر حضرت شیخ طریقت سیدنا علاؤالدین صادق علیہ الرحمہ کی خدمت میں پھوپھی صاحبہ کی دریوزانہ درخواست پیش کی۔ اس وقت حضرت موصوف پر غلوحال تھا اور بڑے پیر صاحب، سید فخرالدین اندرابی کی طرف غایت درجہ متوجہ تھے۔ ہر چند حیلہ حوالہ فرمایا، مگر میر عبدالسبحان اندرابی نے کچھ اس طرح پھوپھی صاحبہ کے حقوق اور بیوگی کو یاد دلایا کہ حضرت کو خاموشی کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔

## بادِل ناخواستہ فرمایا: فی امان اللہ۔

گو کہ یہ جدائی حضرت فخرالدین اندرابی کو بھی بڑی شاق گذری، لیکن برادر محترم کے حکم سے سرتابی ممکن نہ تھی۔ جیسے ہی آپ نے آمادگی ظاہر کی، شیخ طریقت نے بیعت خصوصی اور خلافت وخاندانی نسبت سے سرفراز فرما کر قدرے محزون ہوکر فرمایا: تمھارا حصہ مختلف الالوان ہے۔ حصول سعادت میں شرم نہ کرنا، کشف وکرامت کے فریب میں نہ آنا اور نسل خراب نہ کرنا۔ واللہ معک کہتے ہوئے بادیدۂ پرنم پھوپھی جان کی دل جوئی کی خاطر عظیم آباد روانہ کیا۔(۱)

نمی روز سیاہ پیر کنعاں را تماشہ کن
کہ روشن کرد نورِ دیدہ اش چشم زلیخارا

## شیخ طریقت سے اجازت سفر

چوں کہ بڑے پیر صاحب نے اپنے بھائی میر علاءالدین صادق سے اکتساب فیض کے بعد ان ہی کے حکم سے اپنے عہد کے مشہور بزرگ حضرت شیخ احمد تارابلی کشمیری کی

(۱) اسوۂ حسنہ (غوث بنگالہ) از شاہد حسین عظیم آبادی، طبع ثانی، ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۲ء۔ تاج آفسیٹ پریس، الہ آباد، ص: ۳۶۔۳۹۔

خدمت میں رہ کر سلوک کے اعلیٰ منازل طے کیے تھے اس لیے ان سے بھی اجازت لینا آپ نے ضروری سمجھا۔ آپ مرشد کی خدمت میں پہنچے اور سارا حال بیان کیا۔ آپ کی مفارقت کا حال سن کر شیخ افسردہ اور متاثر ہوئے۔ حاضرین کا بیان ہے کہ وقت رخصت ایک طویل دعا، گریہ وزاری کے ساتھ بارگاہ احدیت میں پیش کی جن کے ہر جملہ سے آپ کے کمال دردمندی اور شفقت کا اظہار ہو رہا تھا۔

## طریقۂ سہروردیہ کی اجازت

ختم دعا کے بعد مرشد نے بادیدۂ تر آپ کو طریقۂ سہروردیہ کی اجازت وخلافت کا جوڑا پہنایا اور اندرابی دولہا کو اپنی خانقاہ معلی سے رخصت کیا۔(۱)

خوشا وقتے وخرم روزگارے
کہ یارے برخورد از وصل یارے

## دہلی میں ورود مسعود

بڑے پیر صاحب میر سید عظیم اندرابی (برادر متوسط) اور میر عبدالسبحان کا مختصر قافلہ دہلی پہنچا۔ چند دنوں امرتسر میں قیام رہا۔ جس رات یہ نورانی قافلہ دہلی پہنچا اتفاق کی بات کہ اسی شب کو بادشاہ بہادر شاہ ظفر کے محل سرائے میں خاص بیگم کی طبیعت دگرگوں ہوگئی اور مرض اسہال میں مبتلا ہو کر قریب المرگ ہوگئی۔ دربار سے حضرت بڑے پیر صاحب کی طلبی ہوئی۔ میر عبدالسبحان مانع ہوئے اور آپ نے تشریف لے جانے سے اعراض کیا۔ البتہ دو تین تشتریوں پر یہ آیت کریمہ "قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَاءُكُمْ غَوْراً فَمَنْ يَاْتِيكُمْ بِمَاءٍ مَعِينٍ"(۲) لکھ کر بھیج دیا جس کے سبب فجر تک کافی افاقہ ہوگیا۔ بیگم صاحبہ کا رو بہ صحت ہونا تھا کہ پورے دہلی میں آپ کی شہرت ہوگئی۔ مزارات دہلی پر

(۱) مرجع سابق، ص: ۴۰۔
(۲) سورہ ملک، ۳۰۔

حاضری کے بعد آپ پٹنہ کے لیے روانہ ہوئے جہاں پھوپھی صاحبہ منتظر شوق تھیں۔ پٹنہ پہنچنے پر پھوپھی صاحبہ نے گوہر مراد کو پا کر بہجت وسرور میں بہت کچھ مال وزر آپ پر نچھاور کیا اور آپ بھی شفقت مادری پا کر بہت خوش ہوئے۔ پھوپھی صاحبہ نے مستقل قیام کو سوچتے ہوئے موضع مائل میں جناب میر عنایت حسین کی صاحب زادی، سیدہ سکینہ سے آپ کا عقد نکاح کر دیا، جن کا سلسلۂ نسب حضرت بندگی احمد کبیر رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے جو موضع کھرانٹ میں محو استراحت ہیں اور حضرت شاہ خیر الدین علمی سجادہ نشین درگاہ پیر ڈمریا رحمۃ اللہ علیہ، پٹنہ سکینہ بی بی کے جد مادری ہیں۔

## شہباز ولایت، میر سید فخر الدین اندرابی کا سفر نیپال

نکاح کے بعد گھریلو زندگی گذارنے پر آپ مجبور ہو گئے، پھر بھی ہمائے بلند پرواز قیدِ سلاسل کو توڑنے کی مسلسل کوشش کرتا رہا۔ کیوں کہ طلب کی آگ دن بدن بھڑکتی جا رہی تھی۔ سال میں ایک دو بار پٹنہ میں خصوصی قیام کرتے، زیادہ وقت سیر وسیاحت میں گذرنے لگا۔ کئی بار حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ مغربی ملکوں کی بھی سیاحت فرمائی۔ دوسری مرتبہ جب زیارت حرمین شریفین سے واپس تشریف لا رہے تھے تو دہلی میں قیام کے دوران خانقاہ مجددیہ مظہریہ میں چلہ کشی فرمائی۔ چلہ کشی کے بعد حضرت شاہ احمد سعید صاحب مجددی، سجادہ نشین خانقاہ مظہریہ سے طریقۂ نقشبندیہ مجددیہ میں خلافت حاصل کی۔ نیز حجاز مقدس کے سفر میں ۱۷/ دیگر بزرگوں سے بھی مختلف طرُق وسلاسل کی اجازت وخلافت حاصل فرمائی۔(۱) سیر وسیاحت کرتے ہوئے آپ نے نیپال اور تبت کا بھی سفر فرمایا۔ چنانچہ شاہد حسین عظیم آبادی لکھتے ہیں:

"سیر وسیاحت کا ذوق بڑھتا رہا اور آپ براہ نیپال ملک تبت کے لیے روانہ ہوئے۔ قیامِ نیپال کے دوران کشمیریوں کے ایک معاہدہ نامہ پر اپنا دستخط بھی بطور گواہ ثبت

(۱) غوث بنگالہ، شاہد حسین عظیم آبادی، ص: ۴۳

فرمایا، جواب تک نیپال کے کشمیری تکیہ میں دستاویزات کے اندر بطور تبرک محفوظ ہے۔ نیپال وتبت کے دشوار گذار اور خاردار راہوں اور پہاڑوں کو طے فرماتے ہوئے تبت کے دارالسلطنت ''لہاسہ'' میں رونق افروز ہوئے جہاں بے شمار کرامتوں کا ظہور ہوا اور لوگ حلقہ بگوشِ اسلام ہوکر آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔ آپ نے "لہاسہ" کی قبرستان کے قریب ایک پہاڑی پر چلہ کشی بھی فرمائی جہاں اب تک ''بڑے پیر صاحب کا چلہ'' کے نام سے ایک یادگار عمارت موجود ہے۔ چلہ کشی کے دوران بعض درباری لاماؤں نے مزاحمت بھی کی اور اپنی ساحرانہ طاقتوں کو بھی آزمایا، مگر حق کے سامنے سبھوں کو سپر ڈال دینی پڑی۔ آپ کی کرامتیں آج تک تبتی مسلمانوں کی زبان پر ہیں۔ جب آپ تبت کو خیرآباد کہنے لگے تو وہاں کے جانثار مریدوں اور معتقدوں نے جنسی عطیات کے علاوہ چالیس ہزار نقد بھی شامل کیا اور اکثر جانثار ملک نیپال کے دار السلطنت ''کاٹھمنڈو'' تک ہمرکاب رہے۔ تبت سے پٹنہ تک ہر جگہ آپ کا دسترخوان وسیع سے وسیع تر رہا۔ جب پٹنہ پہنچے تو شان استغنائی یہ کہ ایک حبہ بھی نہیں بچا۔" (۱) آپ کا فیض ہندو نیپال اور تبت میں خوب عام ہوا۔ سلطنت اسلامی کا یہ عظیم سفیر، بزم روحانیت کا تاجدار ۶ ربیع الاول ۱۲۹۶ھ ۱۱ بجے دن میں زبان مبارک سے کلمۂ شہادت اور پاس انفاس کا شغل کرتے ھوالرفیق الاعلیٰ کہتے ہوئے جان جاں آفریں کے سپرد فرمادی۔ حاجی زکریا کی ناخدا جامع مسجد میں آپ کا جنازہ لایا گیا اور حضرت میر عثمان اندرابی نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور راجہ بازار سیالدہ کے قریب سورتی قبرستان میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

حضرت مفتی عبد الواجد صاحب مفتی اعظم ہالینڈ، اس انداز میں آپ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔

وہ جن کی عظمتوں کا معترف سارا زمانہ ہے
وہ فخر الدین صالح کا مبارک آستانہ ہے (۲)

(۱) نوٹ بنگالہ، ص: ۴۳ تا ۴۵۔

(۲) مرجع سابق، ص: ۶۵۔

# غوث بنگالہ اور قمر العارفین

حضرت شاہ فخر الدین اندرابی کے دو صاحب زادے ہوئے۔ غوث بنگالہ حضرت سید شمس الدین اندرابی (ولادت ۱۲/ رجب ۱۲۶۸ھ، وصال ۹ ویں شب ذی قعدہ ۱۳۱۹ھ بمقام رانی گنج (بنگال) اور دوسرے صاحب زادے قمر العارفین قطب بہار حضرت سید قمر الدین ظفر اندرابی رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۱۳۲۸ھ)

حضرت شاہ سید شمس الدین اندرابی رحمۃ اللہ علیہ بڑے باکمال، صاحب کشف وکرامت، جذب وحال وتمکین وتصرف بزرگ تھے۔ آخر کی دو دہائیوں میں جذبی کیفیت انتہائی عروج پر تھی۔ والدہ ماجدہ سیدہ سکینہ کے وصال کے بعد اپنے حجرہ سے اَحیاناً نکلنا بھی ترک کر دیا، شب وروز ایک ہی حجرہ میں بیٹھ کر جمال محبوب کا نظارہ کرنے میں محو رہتے۔ کبھی کبھی حجرہ سے مہیب صدائیں اور چیخ بلند ہوتی، جس کو حجرہ کے باہر لوگ سنتے۔ ایک دن قمر العارفین اپنی قیام گاہ میں لوگوں سے محو گفتگو تھے کہ غوث بنگالہ کے حجرہ سے نہایت ہی خوفناک آواز بلند ہوئی اور بلند تر ہوتی گئی۔ حاضرین حجرہ کی جانب دوڑے لیکن سب کی ہمت پست ہوگئی۔ کسی میں آگے بڑھنے کی جرأت نہیں تھی۔ آپ کے خادمِ خاص اکبر خان بڑی ہمت کر کے آگے بڑھے، جوں ہی حضرت پر نظر پڑی غش کھا کر گر پڑے اور مہینوں تک شدید بخار میں مبتلا رہے۔ خود چھوٹے حضور سید قمر اندرابی نے ملاحظہ فرمایا کہ آپ کے سر اور ریشِ مبارک کے بال استادہ ہیں اور پورا جسم سوج گیا ہے، آنکھیں حیرت میں کھلی ہوئی ہیں اور آپ نیم بے ہوشی کی حالت میں ہیں۔

جذبی کیفیت اس قدر بڑھی کی ہوش وحواس درست نہیں رہے۔ روز بروز جلال بڑھتا گیا یہاں تک کہ چہرۂ پاک پر دبیز کپڑے کا غلاف ڈال دیا گیا تا کہ کوئی جلالِ شمسی کی نذر نہ ہو جائے۔ کچھ دنوں کے بعد جلال میں کمی آئی اور لوگوں کی آمد ورفت حجرۂ خاص تک ہونے لگی۔ (۱)

---

(۱) مرجع سابق، ص: ۱۰۸

وحدت الوجود کے رنگ میں آپ کے لکھے ہوئے چند اشعار آپ کے عُلوِّ مرتبت کا پتہ دیتے ہیں۔ ملاحظہ کریں۔

با ایں کہ ہستم لم یزل بر رتبہ تو علیا ستم
ہم ساقی وشارب منم ہم بادہ وینا ستم
ہم اول وآخر منم ہم ظاہر وباطن منم
ہم صورت مجنوں منم ہم سیرت لیلا منم
پوشیدہ ام اندر جہاں در لفظ تو معنی نہاں
ہم چو نقوش اندر ورق در دوجہاں پیدا ستم
با ایں کہ نزدیکم بسے مارا نمی بیند کسے
از دیدۂ اہل جہاں پوشیدہ چو عنقا ستم
ہم شمس ہستم ہم قمر ہم کائنات بحر وبر
ہم در صفات وذات خود ممتاز ومستثنیٰ ستم (۱)

حضرت مولانا شاہ غلام عبد القادر علوی ناظم اعلیٰ مدرسہ فیض الرسول براؤں شریف نے اپنے دورۂ کاٹھمنڈو کے سفر نامہ میں لکھا ہے کہ حضور سید ناغوث بنگالہ اور قمر العارفین مولانا سید شاہ قمر الدین اندرابی علیہما الرحمہ نے حضرت خواجہ مسکین شاہ کشمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مدفون کشمیری مسجد، کاٹھمنڈو کے مزار پر حاضری دی ہے۔ (۲)

## حضرت قمر العارفین کا سفر نیپال اور راجہ نیپال کی عقیدت مندی

چشم وچراغ خاندان اندراب، حضرت سید فخر الدین اندرابی کے چھوٹے فرزند اور حضور غوث بنگالہ کے تربیت یافتہ، حضرت مولانا مفتی سید قمر الدین قمر اندرابی رحمۃ اللہ علیہ

(۱) غوث بنگالہ، شاہد حسین عظیم آبادی، ص: ۲۱۷۔
(۲) پندرہ روزہ رفاقت پٹنہ شمارہ: ۹، ج: ۴، یکم مئی ۱۹۸۴ء۔ اس کے علاوہ کسی اور ماخذ سے حضرت غوث بنگالہ کی نیپال میں آمد کا علم راقم سطور کو اب تک نہیں ہو سکا ہے۔

نے خلافت ورسم سجادگی سے قبل کا زمانہ سیر وسیاحت اور دعوت وتبلیغ میں گذارا لیکن سجادہ نشینی کے بعد سفر کو محدود کر دیا۔ انتہائی مجبوری یا پھر حلقہ بگوشوں کی دل جوئی اور اسلام کی اشاعت کے پیش نظر سفر فرمایا۔

آپ نے دوبار نیپال کا سفر فرمایا اور اس کا مقصد مہجور دلوں پر مرہم رکھنا اور نیپال جیسی سنگلاخ زمین پہ اسلام کی مدھم ہوتی لَو کو تیز کرنا تھا، جس زمانہ میں آپ نے سفر کیا وہاں رانا خاندان کی حکومت تھی اور راستہ بے حد تکلیف دہ اور دشوار گذار تھا جس کے ہاتھ میں عنان حکومت تھی وہ خود مسلمانوں سے کچھ بدظن تھا جس کی وجہ سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا۔ جب حضرت کاٹھمنڈو میں رونق افروز ہوئے تو وہاں کے مسلمانوں کو بے حد خوشی ہوئی۔

شاہد حسین عظیم آبادی رقم طراز ہیں:

آپ کے کشف وکرامات کی شہرت ہوئی تو خود راجہ کی طرف سے عرضی پیش ہوئی کہ داتا میری رانی سخت علیل ہے۔ ڈاکٹر، طبیب اور وید مرض پہچاننے سے عاجز ہیں، اس کی زندگی اب تب میں ہے۔ اب آپ ہی اپنی قوتِ خداداد اور تدبیر سے اس کو دوسری زندگی دے سکتے ہیں۔ (۱)

## رانی کی شفایابی اور مرض جذام کی حد بندی

صاحب غوث بنگالہ لکھتے ہیں:

راجہ نیپال کی عرضی پر آپ نے غور وفکر فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا:

"رانی کا حمل خراب ہو گیا ہے۔ اگر اس کی زندگی عزیز ہے تو فوراً اِسقاط کرایا جائے۔"

چنانچہ حضرت کے ارشاد کے مطابق اسقاط کرایا گیا اور رانی صاحبہ اس ترکیب کی بدولت بچ گئیں۔ جب وہ پوری طرح صحت یاب ہو گئیں تو راجہ کا ایک بھائی جو مرض جُذام کا شکار تھا اور کسی طرح شفایاب نہیں ہو پا رہا تھا حضور قمر العارفین کی خدمت میں آیا اور طالب توجہ وخواہان کرم ہوا۔ حضرت نے چند شرائط کے ساتھ اسے صحت کی امید دلائی۔

(۱) مرجع سابق، ص: ۲۸۴۔

چنانچہ مریض نے حضرت کے حکم کے مطابق پرہیز شروع کردیا جس کا اثر یہ ہوا کہ دو ہی ہفتہ میں حالت بہت بدل گئی اور وہ روبہ صحت ہونے لگا۔ بدقسمتی سے مریض نے عہد شکنی کرتے ہوئے نامشروع غذا کا استعمال کرلیا جس کے کھاتے ہی بیماری پلٹ آئی۔ مریض نے اپنے مرض بڑھنے کی شکایت حضرت سے کی اور بدپرہیزی کو چھپالیا۔ حضرت نے فرمایا:

"میں نے چاہا تھا کہ صحت کامل ہوجائے مگر اللہ کو منظور نہیں تو میں کیا کرسکتا ہوں۔"

اس کے بعد مریض پر بہت برہم ہوئے اور علاج سے دست کشی کا اعلان فرمایا۔ پھر جب بہت سے سفارشوں کے ساتھ منت سماجت کی گئی تو آپ نے ارشاد فرمایا:

"فقیر کا ہاتھ لگ چکا ہے، اس لیے مرض موجودہ حد سے تجاوز نہیں کرے گا، لیکن کامل صحت اب نہیں ہوسکتی۔"

مریض مایوس ہوکر لوٹ گیا، اور ساری زندگی اسی حال میں رہا۔ نہ اس کا مرض گھٹا، نہ بڑھا۔(۱)

## اشرفیوں سے بھری تھیلی کو واپس لوٹا دیا

جب نیپال میں حضرت کے کشف وکرامت اور دست شفا کا بہت شہرہ ہوا اور ہر وقت خدمت میں لوگوں کا میلہ سا رہنے لگا تو آپ نے وہاں سے واپسی کا ارادہ فرمایا۔ مراجعت کی خبر سن کر سبھی لوگ آبدیدہ ہوگئے کیوں کہ نیپال میں آپ کی تشریف آوری سے مسلمانوں کو بہت فائدہ پہنچا تھا۔ راجہ کو مسلمانوں سے جو بدظنی پیدا ہوگئی تھی وہ دور ہوئی اب وہ خود مسلمانوں کی خوشامد کرتا، تاکہ حضرت کی خدمت میں باریابی کا موقع ملتا رہے۔ راجہ اور پرجا دونوں کی خواہش تھی کہ حضرت کچھ دنوں اور یہاں تشریف رکھیں لیکن روانگی کا عزم مصمم ہوچکا تھا۔ جب رخت سفر بندھنے لگا تو بہت سے خدام حاضر تھے راجا نے بھی نیازمندانہ طریقہ سے ایک چاندی کی کشتی سونے کی اشرفیوں سے بھر کر اور اس میں عطر کی شیشی رکھ کر حاضر خدمت کیا۔ حضرت نے

(۱) غوث بنگالہ، شاہد حسین عظیم آبادی، ص: ۲۸۳۔۲۸۵۔

عطر کی شیشی قبول فرمالیا اور جب اشرفی قبول کرنے کے لیے راجا کی طرف سے اِصرار ہوا تو آپ نے جلال بھری نظروں سے اشرفیوں کو دیکھتے ہوئے واپس کر دیا اور فرمایا:

"فقیر کی ٹھوکر سے ایسے جواہرات بہت پیدا ہو سکتے ہیں، وہ مجھے کیا آزمانا چاہتا ہے۔"(۱)

صاحب غوث بنگالہ نے یہاں چاندی کی کشتی کا استعمال کیا ہے۔ اگر کشتی کا کوئی اور معنی مراد ہے تو ٹھیک، ورنہ معروف معنی مراد لیے جانے کے سلسلہ میں راقم کو سخت تأمل ہے۔

حضرت کی بے غرضی اور سیم وزر سے نفرت کی حالت کو سن کر راجا دم بخود رہ گیا اور خود اپنے پجاریوں کو اس کے طمع پر برا بھلا کہنے لگا اور حضرت کی جانب سے بے انتہا عقیدت اس کے دل میں بیٹھ گئی۔ یہاں تک کہ وہ دیگر مسلمانوں کی بھی قدر کرنے لگا اور ان کی مذہبی واخلاقی عظمت کا قائل ہو گیا۔ پھر آپ نیپال سے پٹنہ تشریف لے آئے۔(۲)

حضور قطب بہار سید قمر الدین اندرابی کے حالات زندگی سے پتہ چلتا ہے کہ نیپال کے دار الخلافت کاٹھمنڈو سے آپ کا قدیم اور گہرا رشتہ تھا۔ نیپال کے بہت سے تجار آپ کے مرید تھے۔ بالخصوص حکیم عبد العزیز نیپالی قدس سرہ، آپ کے خاص اور چہیتے مرید تھے۔ آپ نے انھیں سلوک کی منزلیں طے کرائیں اور سخت مجاہدات کروائے۔ انھوں نے دو سال تک نیپال کے جنگلوں میں گھاس اور پتوں کو کھا کر مجاہدہ کیا۔ جب دو سال پورے ہونے پر خانقاہ واپس ہوئے تو بال اور ناخن بڑھے ہوئے تھے۔ مجذوبانہ کیفیت پیدا ہو چکی تھی۔ حجام کو بلا کر آپ نے بال ترشوائے اور کچھ دنوں بعد پھر ایک سخت امتحان میں ڈالا۔ وہ امتحان شہر کی مشہور و معروف طائفہ کے یہاں دو سال تک نوکری کرنا تھی۔ پیر و مرشد کی نگہ التفات کی بدولت یہ سخت مرحلہ بھی آپ نے طے کر لیا۔ جب خانقاہ میں واپسی ہوئی تو حضرت نے شراب معرفت پلا کر سینے کو بھر دیا اور انھیں اپنی خلافت بھی عطا کی۔

---

(۱) مرجع سابق، ص: ۲۸۶۔۲۸۷۔

(۲) مرجع سابق، ص: ۲۸۷۔

# نیپال میں حضرت قمر العارفین کے خلفاء

خانقاہ اندرابیہ اور نیپال کے درمیان جو گہرے روابط ہیں اس کے لیے ایک مستقل تصنیف درکار ہے۔ سردست یہاں اجمال کے ساتھ خلفا کی تاریخ پیش کی جاتی ہے۔ حضور قمر العارفین کے عظیم المرتبت اور سرمایۂ افتخار خلیفہ حضرت حافظ سید حسن شاہ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات ہے۔ آپ حضور غوث بنگالہ کے سایۂ عاطفت میں رہ کر راہ سلوک طے کر چکے تھے۔ حضور غوث بنگالہ کی خواہش پر حضرت قمر العارفین نے ان کو اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔ بہت ہی متقی و پرہیز گار اور اپنے پیر غوث بنگالہ کے عاشق زار تھے۔ ان کی زوجیت میں خاندانِ اندراب کی ایک عفت مآب خاتون باجرہ بی بی آچکی تھیں۔ ان گوں نا گوں خوبیوں کی وجہ سے حضور قمر العارفین کی دلی خواہش تھی کی اپنی سجادہ نشینی کی خدمات آپ ہی کو سپرد کریں، مگر عمر نے وفا نہ کی۔ صرف ۳۶ رسال کی عمر میں ۵ رجب المرجب ۱۳۲۸ھ کو آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور نیپالی قبرستان کاٹھمنڈو میں تدفین عمل میں آئی۔

جس وقت آپ کا وصال ہوا حضرت قمر العارفین نے رانی گنج کی خانقاہ میں فرمایا:

"نیپال کا ایک آفتاب رشد وہدایت، غروب ہو گیا۔" اور بہت غمگین ہوئے۔ اظہار تعزیت کے لیے سیاہ چادر دوش مبارک پر ڈال لی اور حضور غوث بنگالہ کے مزار پر بھی سیاہ چادر ڈال دی گئی۔ ۵۔ ۶ رجب کو پابندی کے ساتھ حضرت حافظ حسن نقشبندی صاحب کا سالانہ عرس انتہائی سادگی کے ساتھ منایا جاتا ہے۔(۱)

## حضرت خواجہ غلام محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپ اپنے دور کے عمدہ فارسی داں، اتالیق اور دربار بائی اسکول میں فارسی کے اعلیٰ مدرس تھے۔ بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ خاندان اندراب کی دریتیم حضرت بی بی باجرہ کو آپ ہی نیپال لے کر آئے اور اپنے زیر نگرانی تربیت کی۔ جب عنفوان شباب کو پہنچی تو

(۱) غوث بنگالہ، شاہد حسین عظیم آبادی، ص: ۴۲۱۔

حافظ سید حسن نقشبندی سے عقد نکاح کر دیا۔ آپ کو حضور قمر العارفین سے اجازت وخلافت حاصل ہے۔ نیپال ہی میں آپ کا وصال ہوا۔

## حضرت خواجہ غلام یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضور قمر العارفین کے تیسرے بافیض خلیفہ ہیں، جو انتہائی بزرگ، روشن ضمیر اور چاروں سلسلے میں مجاز و ماذوں تھے۔ فیض رسانی کی خداداد قوت آپ کو حاصل تھی۔ حضور قمر العارفین کے پہلے سجادہ نشین عارف حق حضرت سید غلام شاہ صاحب نقشبندی علیہ الرحمہ کو آپ ہی سے بیعت وخلافت حاصل ہے۔ خواجہ غلام یحییٰ کی پیدائش کلکتہ میں ہوئی اور عنفوان شباب تک پٹنہ میں رہے۔ اور آخر میں آکر نیپال میں مستقل قیام کیا اور بقیہ زندگی یہیں گذار دی۔ ۲۹ر محرم الحرام ۱۳۴۵ھ کو وصال فرما کر نیپالی قبرستان میں آسودۂ خاک ہوئے۔ (۱)

حضرت قمر العارفین کی سجادہ نشینی کے لیے دیگر شرائط کے ساتھ صُلبیاً یا بَطناً اندرابی خاندان سے ہونے کی شرط تھی جس کی وجہ سے ۲۲ر سال تک پٹنہ اور رانی گنج کی خانقاہ اندرابیہ شمسیہ وقمریہ سجادہ نشین سے خالی رہی۔ بالآخر اَرباب حل وعقد اور متوسلین کی نگاہ انتخاب، عارف حق حضرت سید غلام شاہ صاحب نقشبندی قادری پر پڑی جو بطناً خاندان اندراب سے تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ اندرابی سیدہ تھیں۔ ۱۳۵۰ھ میں عرس قمر العارفین کے موقع پر علما ومشائخ کی موجودگی میں خانقاہ اندرابیہ پٹنہ کے اندر اتفاق رائے سے آپ سجادہ نشین قرار پائے۔

شہر کاٹھمنڈو کے محلہ اٹوٹول میں ۱۳۱۸ھ کو آپ کی پیدائش ہوئی۔ آپ کی پیدائش پر پورے خاندان میں مسرت کی لہر دوڑ گئی کیوں کہ سیدہ اندرابیہ حضرت ہاجرہ کے بطن سے نیپال میں یہ پہلا ستارہ حضرت حافظ حسن نقشبندی کے یہاں طلوع ہوا تھا۔ والد بزرگوار نے آپ کا نام احمد سعید، نقشبندی تجویز فرمایا، بعد میں سید غلام شاہ صاحب سے مشہور ہوئے۔ (۲)

---

(۱) غوث بنگالہ، شاہد حسین عظیم آبادی، ص: ۴۲۵۔

(۲) مرجع سابق، ص: ۴۴۳۔ ۴۴۴۔

# اپنی سجادگی کے لیے حضور قمر العارفین کی نگاہ انتخاب

حضور قمر العارفین جن دنوں نیپال میں تشریف فرماتے تھے، اس وقت کا واقعہ ہے کہ جب حضرت سیدہ ہاجرہ اندرابی نے سال ڈیڑھ سال کے گود کے بچے (حضرت سید غلام شاہ) کو بغرض سلام و نیاز آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کی گود میں دینا چاہا تو آپ نے استفسار فرمایا:

''کیا یہ بچہ مجھے دیتی ہو!''

حضرت سیدہ نے جواب دیا: جی حضور! آپ ہی کی حفاظت و سرپرستی میں دے رہی ہوں۔

دوبارہ آپ نے ارشاد فرمایا:　　کیا یہ بچہ مجھے دیتی ہو!

جواب ملا:　　جی ہاں سرکار!

پھر آپ نے تیسری اور آخری بار فرمایا:

کیا یہ بچہ مجھے دیتی ہو!

ادھر سے بھی تین بار جواب ملا: جی حضور! آپ کو یہ بچہ دے رہی ہوں، فیض و کرم سے نوازدیں۔

پھر آپ نے خوشی خوشی دونوں دست مبارک بڑھا کر مسکراتے ہوئے بچہ کو گود میں لے لیا اور خوب پیار کیا۔ حضرت سیدہ بچہ کو قمر العارفین کے حوالہ کر کے اوپر زنان خانہ میں چلی گئیں، ادھر بچہ گود میں تھا کہ متوسلین و عقیدت مندوں کا ہجوم ہونے لگا اور سب لوگ اپنے بچوں کو اپنے ہمراہ لائے تھے، ان میں سے ایک عقیدت مند نے نیپالی ٹوپی کا ایک بنڈل آپ کی خدمت میں پیش کیا اور کہا حضور یہ حقیر نذرانہ قبول فرمایئے اور اپنے ہاتھ سے بچوں کے سروں پر ٹوپی پہنا دیجئے۔ آپ سارے بچوں کو ٹوپی پہناتے اور دست شفقت پھیرتے رہے یہاں تک کہ گود کے بچہ کی باری آنے سے پہلے ٹوپیاں ختم ہو گئیں۔

حاضرین محوِ حیرت تھے کہ اتنی ٹوپیاں کہاں چلی گئیں اور حضور کی گود میں جو بچہ ہے وہ ٹوپی سے محروم ہی رہ گیا۔ کچھ وقفہ کے بعد حاضرین کی طرف مخاطب ہوکر آپ نے فرمایا:

کیا سوچ رہے ہو؟ دیکھو یہ بچہ اس لائق ہے اور اپنے سر اقدس سے کلاہ مبارک اتار کر گود کے بچے (حضرت سید غلام شاہ) کے سر پر رکھ دیا۔ خوب پیار کیا اور دعائیں دیں، پھر ٹوپی سمیت گود کے بچے کو حضرت سیدہ ہاجرہ اندرابیہ کے پاس اوپر زنان خانہ میں بھیج دیا گیا۔ (۱)۔

عنایت ہو تو ایسی ہو، کرامت ہو تو ایسی ہو

بعد میں دنیا نے دیکھا کہ اس گود کے بچہ کو حضور قمر العارفین کی خانقاہ کا سجادہ نشین بنایا گیا اور سلسلۂ اندرابیہ کی توسیع اور فیضان میں چار چاند لگا۔ جس کی ذات نے پٹنہ اور رانی گنج کی خانقاہ کو زینت بخشنے کے ساتھ نیپال کو غیر معمولی عزت و شہرت عطا کی۔ اپنی بے پناہ قابلیت اور بے انتہا کوششوں سے انتظامیہ کو اتنا فعال بنا دیا کہ قانونِ اخلاص کے ہر دفعہ پر عمل کیا جانے لگا۔ خانقاہ میں ہر طرف چہل پہل اور رشد و ہدایت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

علم و تحقیق سے بڑا شغف تھا۔ کتابیں جمع کرنے کا شوق حیرت انگیز تھا، فقہی جزئیات کو برمحل پیش فرماتے، البحر الرائق اور ملتقی الابحر کی طویل عبارتیں آپ کو زبانی یاد تھیں۔ ۲۱/ سال تک مسند سجادگی کو زینت بخشنے کے بعد شب دوشنبہ ۲:۳۰ بجے رات ۱۶/ صفر المظفر ۱۳۷۱ھ کو ترپن سال کی عمر میں واصل باللہ ہو گئے۔ وصال سے ۲۴/ گھنٹے قبل اپنے چھوٹے بھائی حضرت سید قاسم شاہ نقشبندی (ولادت: ۱۳۲۰ھ، وفات: ۲۶/ رجب ۱۳۸۸ھ) کو بیعت سے سرفراز فرما کر سلسلۂ قادریہ نقشبندیہ اندرابیہ وغیرہ میں ماذون بنا کر خلافت و اجازت مرحمت فرمائی اور خانقاہ رانی گنج و پٹنہ کی تولیت کے تمام امور آپ کے سپرد کیے۔

## کاٹھمنڈو نیپال میں آباد سادات نقشبندیہ، کشمیریہ کا شجرۂ نسب

۱۔ حضور سرور کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) غوث بنگالہ، شاہد حسین عظیم آبادی، ص: ۴۴۷۔

۲۔ سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرہ زوجہ مولائے کائنات رضی اللہ عنہما
۳۔ حضرت سید امام حسین رضی اللہ عنہ (کربلا)
۴۔ حضرت سیدنا زین العابدین رضی اللہ عنہ (جنت البقیع)
۵۔ حضرت سیدنا امام محمد باقر رضی اللہ عنہ (〃 〃)
۶۔ حضرت سیدنا امام جعفر رضی اللہ عنہ (〃 〃)
۷۔ حضرت سیدنا امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ (بغداد شریف)
۸۔ حضرت سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ (کربلا شریف)
۹۔ حضرت سیدنا ابوبکر کبیر رضی اللہ عنہ
۱۰۔ حضرت سیدنا عبدالحق رضی اللہ عنہ
۱۱۔ حضرت سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ
۱۲۔ حضرت سیدنا محمد رضی اللہ عنہ
۱۳۔ حضرت سید عبداللہ رضی اللہ عنہ
۱۴۔ حضرت سید موسیٰ رضی اللہ عنہ
۱۵۔ حضرت سید حسین رضی اللہ عنہ
۱۶۔ حضرت سید محمد قاسم رضی اللہ عنہ
۱۷۔ حضرت سید ابوبکر رضا رضی اللہ عنہ
۱۸۔ حضرت سید عبداللہ زربخش رضی اللہ عنہ
۱۹۔ حضرت سید محمد خوارزمی رضی اللہ عنہ
۲۰۔ حضرت سید خواجہ علاؤالدین عطار رضی اللہ عنہ

داماد و خلیفہ حضرت خواجہ خواجگان بہاء الدین نقشبندی رضی اللہ عنہ

۲۱۔ حضرت سید حسین عطار رحمۃ اللہ علیہ (بخارا)
۲۲۔ حضرت سید علاؤالدین 〃 (بخارا)
۲۳۔ حضرت سید تاج الدین 〃 (بخارا)

۲۴۔حضرت سید میر محمد نقشبندی　　//　　(بخارا)

۲۵۔حضرت سید میر محمد ضیاء　　//　　(بخارا)

۲۶۔حضرت سید میر شریف　　//　　(بخارا)

۲۷۔حضرت خواجہ سید خاوند محمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

(لاہور، پاکستان) ۱۰۱۰ھ میں بعہد جہاں گیر بخارا سے کشمیر آئے، ۱۰۵۲ھ میں وصال فرمایا۔

۲۸۔حضرت خواجہ سید معین الدین بادی نقشبندی (وصال: ۱۰۸۵ھ) سری نگر، کشمیر، خانقاہ نقشبندیہ، معروف بہ زیارت شاہ نقشبندیہ خواجہ بازار، سری نگر۔

۲۹۔حضرت خواجہ سید شرف اللہ محمد

۳۰۔حضرت خواجہ سید نظام الدین

۳۱۔حضرت خواجہ سید علاؤالدین مرزا، وصال ۱۱۵۹ھ (مدفون اندرون احاطہ حضرت خواجہ باقی باللہ)

۳۲۔حضرت خواجہ سید جمال الدین　　(خواجہ بازار، سری نگر، کشمیر)

۳۳۔حضرت خواجہ سید خیر الدین ابوالخیر　　(خواجہ بازار سری نگر، کشمیر)

۳۴۔حضرت خواجہ سید محمد نقشبندی　　(صفاپور، کشمیر)

۳۵۔حضرت خواجہ سید حسین شاہ نقشبندی　　(کاٹھمنڈو نیپال)

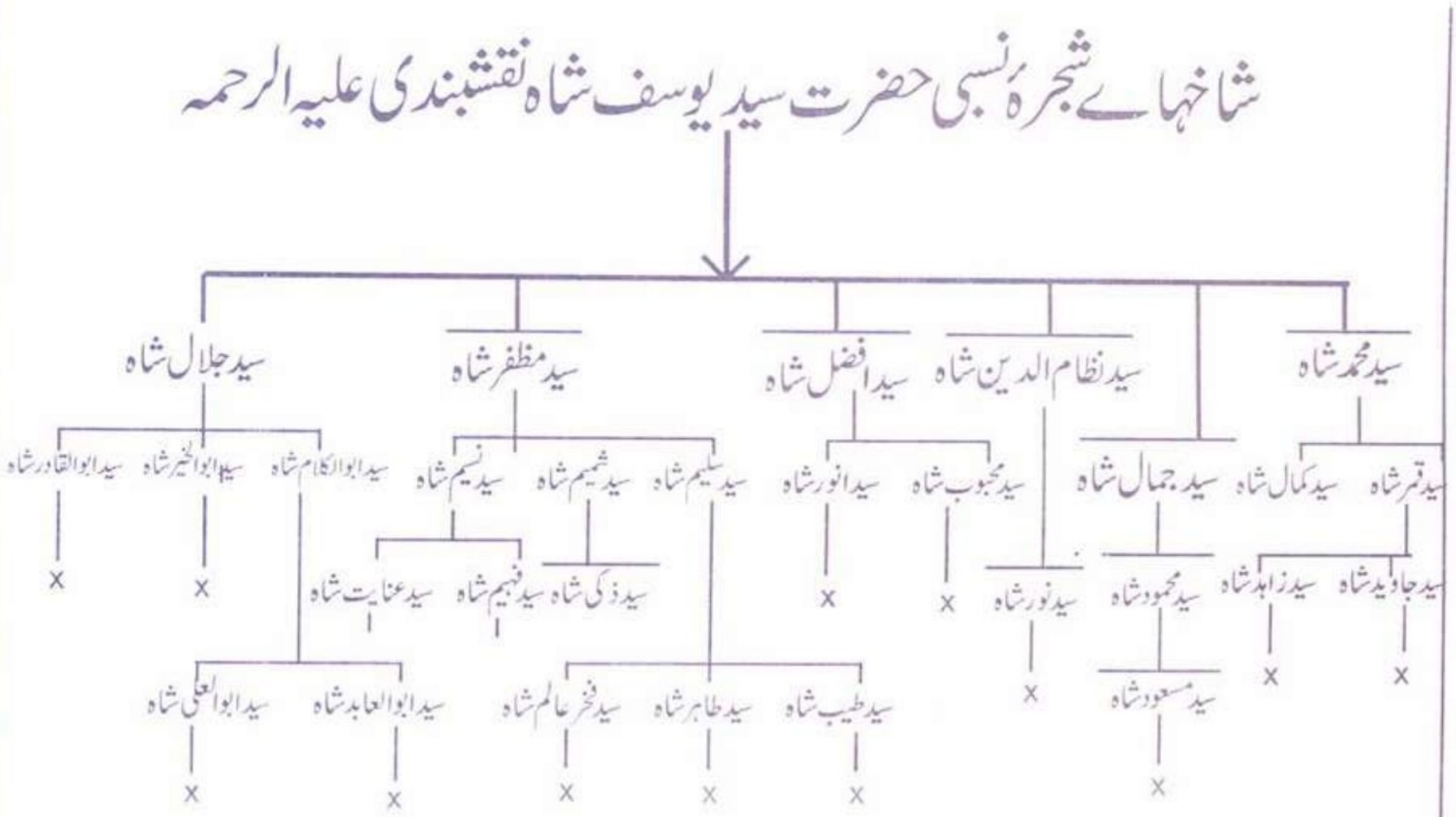
(وفات: ۲۰ ذوالحجہ ۱۳۰۴ھ مدفون اندرون صحن، کشمیری مسجد)۔

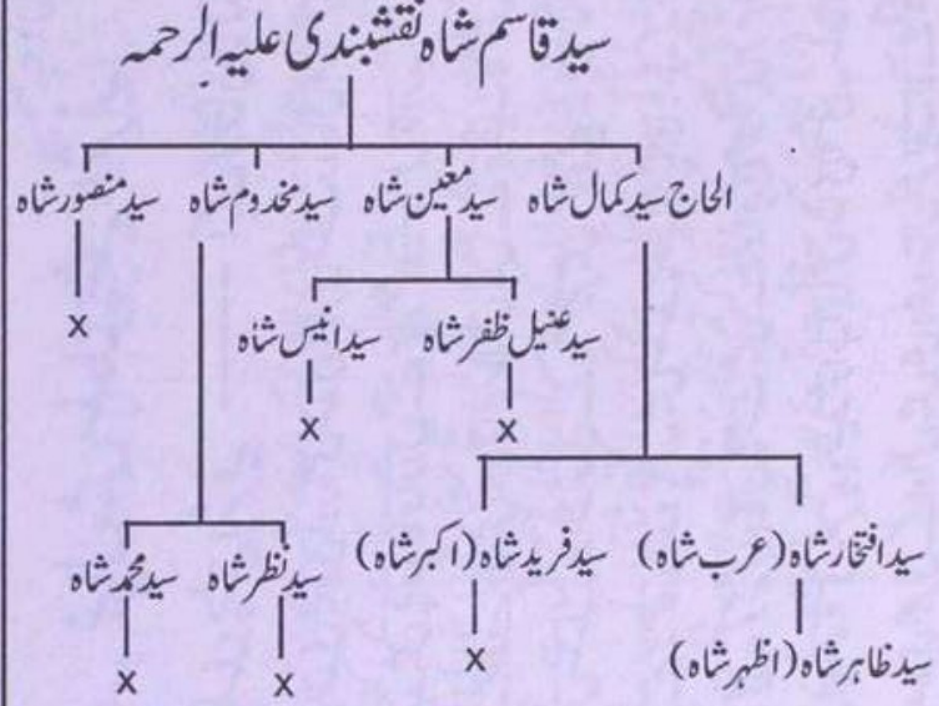
۳۶۔حضرت سید حافظ حسن شاہ (برادران: خواجہ سید یوسف شاہ و خواجہ سید ابراہیم شاہ)

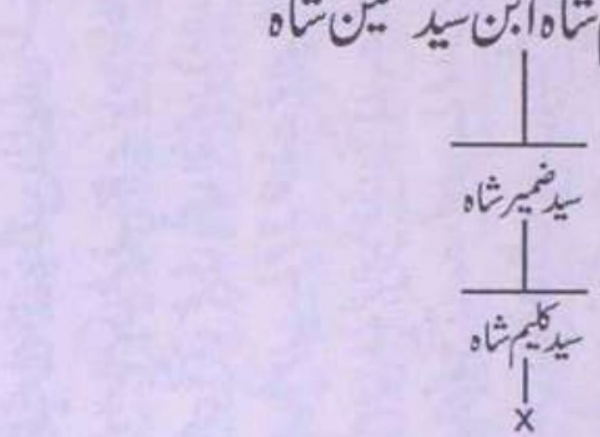
۳۷۔حضرت عارف حق خواجہ سید احمد سعید ابوالخیر سید غلام شاہ، برادر الحاج سید قاسم شاہ نقشبندی، سجادہ نشین خانقاہ اندرابیہ رانی گنج و پٹنہ۔(۱)

---

(۱) غوث بنگالہ، شاہد حسین عظیم آبادی، ص: ۴۸۴۔


شاخہائے شجرۂ نسبی حضرت سید یوسف شاہ نقشبندی علیہ الرحمہ
سید محمد شاہ
سید نظام الدین شاہ
سید افضل شاہ
سید مظفر شاہ
سید جلال شاہ
سید قمر شاہ
سید کمال شاہ
سید جمال شاہ
سید جاوید شاہ
سید زاہد شاہ
سید محمود شاہ
سید نور شاہ
سید مسعود شاہ
سید انور شاہ
سید محبوب شاہ
سید سلیم شاہ
سید شمیم شاہ
سید نسیم شاہ
سید ذکی شاہ
سید فہیم شاہ
سید عنایت شاہ
سید طیب شاہ
سید طاہر شاہ
سید فخر عالم شاہ
سید ابوالعابد شاہ
سید ابوالعلی شاہ
سید ابوالکلام شاہ
سید ابوالخیر شاہ
سید ابوالقادر شاہ




**نوٹ:** (X) کا نشان کوئی اولاد نہ ہونے کی علامت ہے۔ یہ پورا شجرۂ نسب اور حالات مشائخ غوث بنگالہ کتاب سے ماخوذ ہے۔

غوث بنگالہ۔ شاہد حسین عظیم آبادی، ص: ۴۸۵۔۴۸۶

# نیپال میں سلسلۂ چشتیہ، اشرفیہ

## سلسلۂ چشتیہ اشرفیہ ----- ایک اجمالی تاریخ

بارہویں صدی عیسوی اور چھٹی صدی ہجری مختلف روحانی سلاسلِ تصوف کی تنظیم کا زمانہ ہے۔ اسی عہد میں چودہ خانوادوں سے چار مشہور سلاسل قادریہ، نقشبندیہ، سہروردیہ اور چشتیہ منظم ہوئے۔ ہندوستان میں ان تمام سلاسل میں سے ہر ایک کا فیض اپنے اپنے وقت پر پہونچا۔ لیکن جس سلسلہ سے اللہ تعالی نے برصغیر میں وسیع پیمانہ پر اشاعتِ اسلام کا کام لیا وہ سلسلہ چشتیہ ہے۔ متحدہ ہندو پاک میں سلسلہ چشتیہ میزبان جب کہ دیگر سلاسل مہمان کی حیثیت رکھتے ہیں، گو کہ خواجگان چشت میں سے خواجہ ابو محمد چشتی (م ۴۰۹ھ/ ۴۱۱ھ) فرزند و خلیفہ خواجہ ابو احمد چشتی، مرید و خلیفہ خواجہ ابو اسحق شامی چشتی۔ سلطان محمود غزنوی کے عہد میں پانچویں صدی ہجری کے اوائل میں ہی ہندوستان تشریف لائے لیکن ان کے ذریعہ یہاں سلسلہ کی اشاعت نہیں ہوئی۔ باضابطہ جس صوفی بزرگ نے یہاں سلسلۂ چشتیہ کی بنیاد رکھی اور ہمہ گیر پیمانے پر باشندگانِ ہند کو اسلام کی طرف متوجہ کیا وہ سلطان الہند، عطاء رسول، نائب النبی، خواجہ معین الدین حسن چشتی سنجری رضی اللہ عنہ (ولادت ۵۳۴ھ/ ۱۱۳۸ء وصال ۶۳۲ھ/ ۱۲۳۵ء) ہیں انھوں نے خرقہ خلافت خواجہ عثمان ہَرُوَنی سے پہنا انھوں نے حاجی شریف زندنی سے انھوں نے خواجہ مَوْدُود چشتی سے انھوں نے خواجہ ناصر الدین یوسف سے، انھوں نے خواجہ ابو محمد چشتی سے انھوں نے خواجہ ابو احمد چشتی سے انھوں نے خواجہ ابو اسحق شامی چشتی سے انھوں نے مُمشاد علی دینوری سے انھوں نے شیخ ہُبَیرہ بصری سے انھوں نے شیخ حُذَیفہ مرعشی سے انھوں نے شیخ ابراہیم بن ادہم بلخی سے انھوں نے فُضَیل بن عیاض سے انھوں نے عبد الواحد بن زید سے انھوں نے حضرت خواجہ حسن بصری سے اور انھوں نے امیر المؤمنین مولائے کائنات علی مرتضی رضی اللہ عنھم اجمعین سے اور انھوں نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

## چشتیہ کی وجہ تسمیہ

لطائف اشرفی میں حضرت شیخ نظام یمنی رحمۃ اللہ علیہ، مرید وخلیفہ حضرت مخدوم اشرف جہاں گیر سمنانی لکھتے ہیں:

''چشت ولایت خراسان (ایران) میں ایک جگہ ہے جہاں شیخ ابو اسحق شامی، شام سے آکر آباد ہوئے۔ وہ طبقۂ ابدال سے تھے۔ چشت میں کفار رہتے تھے۔ ابو اسحق نے ان کو مسلمان کیا۔ پھر بغداد گئے اور شیخ ممشاد علی دینوری (م ۲۹۹ھ) سے مرید ہوئے یہ حضرت جنید بغدادی کے معاصر اور مشائخ عراق سے تھے۔ انھوں نے ابو اسحق سے دریافت کیا آپ کا نام کیا ہے؟ کہا ابو اسحق شامی۔ آپ نے فرمایا: اب لوگ تمھیں ابو اسحق چشتی کہیں گے کیوں کہ تم خواجۂ چشت ہو اور چشت کا اسلام تمھارے وسیلہ سے ہے۔''(۱) شیخ کے حکم پر چشت آئے اور یہیں سکونت پذیر رہ کر خلق کی رشد و ہدایت میں مشغول ہوئے۔

## سلطان الہند خواجہ غریب نواز چشتی

خواجۂ بزرگ نے چھٹی صدی ہجری کے رُبعِ آخر میں اَجمیر کو اپنی روحانی سلطنت کا مرکز بنایا۔ اور ہند کی تسخیر کا کام شروع کیا۔ پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر آپ مدینہ طیبہ سے بغداد، سَنجان، تَبریز، ہرات، بَلخ، غزنی اور لاہور کا سفر کرتے ہوئے دہلی اور وہاں سے اجمیر وارد ہوئے۔ ٹی، ڈبلیو، آرنلڈ (T.W. Arnold) پروفیسر عربی یونیورسٹی، لندن نے اپنی کتاب "The Preaching of Islam" میں لکھا ہے کہ صرف دہلی سے اجمیر کے راستے میں خواجہ معین الدین چشتی نے دہلی شہر کے تقریباً سات سو افراد کو مشرف باسلام فرمایا۔

On his way to Ajmir he is said to have converted

(۱) لطائف اشرفی مترجم، حصہ دوم۔ ص: ۴۷، مطبوعہ مخدوم اشرف اکیڈمی، کچھوچھہ شریف، ۲۰۱۵ء۔

as many as 700 persons in the city of Delhi.(۱)

اجمیر میں خواجۂ پاک کے قیام پر پرتھوی راج نے سخت مزاحمت کی۔ آخر پرتھوی راج سے آپ کا مقابلہ ہوا۔ اس کی پوری فورسیز، مادی اور ساحرانہ قوت ایک طرف اور خواجۂ پاک اپنے چالیس مریدوں کے ساتھ ایک طرف تھے۔ خواجۂ پاک کو زیر کرنے کے لیے پرتھوی راج نے اپنی تمام عسکری و ساحرانہ قوتوں کا استعمال کیا لیکن خواجۂ پاک کی روحانی قوت اور کرامتوں کے سامنے اس کی تمام طاقتیں جواب دے گئیں۔ بڑے بڑے جوگی جو فن جادوگری میں کمال رکھتے تھے آپ کے مقابلہ میں آئے۔ خواجۂ پاک کی ایک ہی نگاہ میں ان کا زہرہ آب آب ہوگیا۔ اور وہ سارے جوگی کلمہ پڑھ کر مشرف باسلام ہوکر دین اسلام کے خادم بن گئے۔

سید محمد بن سید مبارک کرمانی فرماتے ہیں: کہ حضرت سلطان المشائخ (محبوب الٰہی) نے فرمایا:

ایک مسلمان جو حضرت شیخ معین الدین قدس اللہ سرہ العزیز کے وابستگان میں پتھورا کے پاس ملازم تھا، پتھورا نے اس مسلمان کو نہایت تکلیفیں پہونچانا شروع کیں۔ اس مسلمان نے حضرت خواجہ معین الدین سے اس ظلم کی شکایت کی۔ خواجۂ پاک نے اس مسلمان کی سفارش پتھورا سے کی، لیکن پتھورا پر آپ کے فرمانے کا کچھ اثر نہ ہوا اور وہ اس ظلم سے باز نہ آیا۔ اس نے اپنے مصاحبوں سے کہا کہ یہ آدمی اس جگہ آیا ہے اور غیب کی باتیں بتاتا ہے اور ہم پر حکم چلاتا ہے۔ جب اس کی یہ باتیں خواجۂ پاک کے کانوں تک پہونچائی گئیں تو آپ کی زبان مبارک سے بے ساختہ یہ الفاظ نکلے:

''بتھورا را زندہ گرفتیم و دادیم ہم دراں امام لشکر سلطان معز الدین سام''(۲)

(۱) The Preaching of Islam. T.W. Arnold M.A. C.A.F. London Constables Company Ltd. 1913 A.D. Page: 212.

(۲) سیر الاولیا۔ سید محمد بن سید مبارک امیر خورد کرمانی ص: ۶۰، فارسی مخطوطہ ۱۰۶۹ھ، طبع اول: نومبر ۲۰۱۰ء، ناشر: خواجہ نظامی، درگاہ حضرت نظام الدین اولیاء، نئی دہلی۔

میں نے پرتھوی راج کو زندہ گرفتار کر کے لشکر سلطان معزالدین سام کے حوالے کر دیا۔

کہا جاتا ہے کہ کابُل وغزنہ کے سلطان، شہاب الدین محمد غوری (۵۳۲ھ/۱۱۳۷ء - ۶۰۲ھ/۱۲۰۶ء) کو خواب میں خواجۂ پاک نے فتح ہند کی بشارت دی۔

۱۱۹۳ء/۵۸۸ھ میں ترائن کے مقام پر پرتھوی راج اور شہاب الدین محمد غوری کے درمیان ایک خونریز جنگ ہوئی۔ پرتھوی راج اپنے تین لاکھ سوار، تین ہزار ہاتھی اور ۱۵۰ راجپوت راجگان کے ساتھ شکست کھا کر زندہ گرفتار ہو کر قتل کیا گیا۔ اس طرح راجپوتوں کی آزاد سلطنت اور فرمانروائی کا خاتمہ ہوا۔ خواجۂ پاک کی آمد سے قبل غوری متعدد بار ہندوستان پر حملے کر چکا تھا لیکن اسے کامیابی نہیں ملی تھی۔ اب چونکہ خواجۂ پاک کی دعا شامل ہو چکی تھی اس لیے ہند فتح ہونے میں دیر نہیں لگی۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی نے طبقات ناصری کے مصنف قاضی منہاج الدین عثمان جوزجانی (ولادت ۵۸۹ھ) کے حوالہ سے لکھا ہے جو خواجہ غریب نواز کے کمسن معاصر ہیں۔

''حضرت خواجہ، سلطان شہاب الدین غوری کے اس لشکر کے ساتھ تھے جس نے والیٔ اجمیر رائے پتھورا (پرتھوی راج) کو شکست دی اور ہندوستان کی فتح کی تکمیل کی۔''(۱)

طبقات ناصری میں شہاب الدین کی فوج میں کسی معین الدین کا ذکر آیا ہے لیکن اس سے خواجہ معین الدین چشتی ہی مردہوں۔ راقم سطور کو اس میں سخت تامل ہے۔ ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ کی دعا سے ہند کی فتح مکمل ہوئی۔

اس طرح بنظر غائر اگر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ہند کی سیاسی و مذہبی فتح کا سہرا حقیقتاً خواجہ غریب کے سر جاتا ہے۔ آپ کے دم قدم سے یہاں اسلام کا اجالا پھیلا، لوگوں کو دولتِ اسلام نصیب ہوئی۔

سیر الاولیا میں جو آٹھویں صدی ہجری میں لکھا گیا سب سے مستند تذکرہ ہے، سید محمد بن مبارک کرمانی تحریر فرماتے ہیں:

---

(۱) تاریخ دعوت وعزیمت۔ ابوالحسن علی ندوی۔ ج ۳، ص ۲۵۔

''وصول قدم مبارک آں آفتاب اہل یقین کہ بہ حقیقت معین الدین بود ظلمت ایں دیار بنور اسلام روشن ومنور گشت۔ از تیغ او بجائے صلیب وکلیسا در دار کفر مسجد ومحراب ومنبر است آنجا کہ بود نعرہ وفریاد مشرکاں اکنوں خروش نعرۂ اللہ اکبر است و ہر کہ ازیں دیار مسلمان شد وتا روز قیامت مسلمان خواہد شد وفرزندانِ ایشاں تا توالد و اوتناسل اوست مسلمان خواہند بود۔ وآں طائفہ را کہ بہ تیغ اسلام از دار حرب در دار اسلام خواہند آورد الی یوم القیمہ مثوبات آں بارگاہ با جاہ شیخ الاسلام معین الدین حسن سنجری قدس اللہ سرہ العزیز بمتابعت حضرت او واصل ومتواصل خواہند بود انشاء اللہ العزیز''(۱)

ترجمہ: آفتاب اہل یقین حضرت خواجہ معین الدین (قدس سرہ) کے قدم مبارک کا اس ملک میں پہونچنا تھا کہ اس ملک کی ظلمت نور اسلام سے بدل گئی۔ ان کی کوشش وتاثیر سے جہاں شعائر شرک تھے وہاں مسجد ومحراب ومنبر نظر آنے لگے۔ جو فضا شرک کی صداؤں سے معمور تھی وہ نعرہ اللہ اکبر سے گونجنے لگی۔ اس ملک میں جس کو بھی دولت اسلام ملی اور قیامت تک جو بھی اس دولت سے مشرف ہوگا۔ نہ صرف وہ بلکہ اس کی اولاد نسل در نسل سب ان کے نامۂ اعمال میں لکھے جائیں گے اور اس میں قیامت تک جو بھی اضافہ ہوتا رہے گا اس کا ثواب شیخ الاسلام خواجہ معین الدین حسن سنجری کی روح کو پہونچتا رہے گا۔

ابوالفضل نے آئین اکبری میں لکھا ہے:

''عزلت گزین باجمیر شد وفراواں چراغ برافروخت واز دم کبرائے او گروہا گروہا مردم بہرہ برگرفتند''(۲)

اجمیر میں گوشہ نشیں ہوئے اور اسلام کا چراغ بڑی آب وتاب سے روشن کیا۔ ان کے انفاس قدسیہ سے جوق در جوق انسانوں نے ایمان کی دولت پائی۔

(۱) سیر الاولیا۔ سید محمد بن سید مبارک کرمانی۔ ص: ۶۱۔ قدیم فارسی نسخہ مخطوطہ ۱۰۶۹ھ، طبع اول: نومبر ۲۰۱۰ء۔ ناشر: خواجہ حسن نظامی دہلوی۔

(۲) آئین اکبری (فارسی) سرسید ایڈیشن۔ ص ۲۷۰۔ یہ ۱۲۷۲ھ کا مطبوعہ نسخہ ہے جو جہازی سائز میں مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کے شعبۂ تاریخ کے اڈوانس اسٹڈی سینٹر میں موجود ہے۔ راقم سطور نے وہیں سے لیا ہے۔

بعض علماوخطبا کی زبانی مذہبی مجالس وجلسہ گاہ سے برملااس کا اظہار کیا جاتا ہے کہ خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر ہندوستان میں ۹۰ لاکھ انسان مسلمان ہوئے اس روایت کی کوئی سند نہیں نہ کسی معتبر کتاب میں اس طرح کی بات ملتی ہے۔اس کی تحدید بے اصل ہے۔

نصف صدی تک علم وعرفان کا دریا بہا کر داعیان اسلام اور گروہ صوفیا کی ایک بڑی جماعت کی تعلیم وتربیت فرما کر اس وقت رحلت فرمائی جب ہندوستان میں آپ کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا جڑ پکڑ چکا تھا۔آپ کے سنہ وفات میں اختلاف ہے۔عام طور سے تین سنین لکھے گئے ہیں: ۶۲۷ھ، ۶۳۲ھ، ۶۳۳ھ۔صاحب سیر الاقطاب الہندیہ بن شیخ عبد الرحیم چشتی اور صاحب خزینۃ الاصفیا مفتی غلام سرور لاہوری اور شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی نے ۶۳۳ھ ہی کو اختیار کیا ہے۔اخبار الاخیار میں ہے:''خواجہ سادس رجب سنہ ثلث وثلثین وستمائۃ وقیل فی ذی الحجۃ من السنۃ المذکورۃ والصحیح ھو الأول و ہم در اجمیر کہ موضع اقامت او بود مدفون گشت۔(۱) جب کہ ٹی،ڈبلیو،آرنلڈ نے ۱۲۳۴ء کو آپ کا سال وفات قرار دیا ہے۔

خواجہ غریب نواز کی تعلیمات کو ان کے درج ذیل ملفوظات کی روشنی میں سمجھا جاسکتا ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ خواجہ عثمان ہارونی کی زبان سے سنا۔

در ہر کہ ایں سہ خصلت باشد تحقیق بداں کہ حق تعالی اورا دوست می دارد۔اول سخاوت چوں سخاوتی دریا،دوم:شفقت چوں شفقتی آفتاب سیوم تواضع چوں تواضع زمین۔(۲)

ہر وہ شخص جس کے اندر تین خصلتیں پائی جائیں یقین کے ساتھ جان لو کہ خدا اسے دوست رکھتا ہے۔پہلی خصلت:سخاوت دریا جیسی،شفقت آفتاب جیسی،تواضع اور عاجزی زمین جیسی۔

خواجہ غریب نواز فرماتے ہیں:

---

(۱) اخبار الاخیار (فارسی) ص ۲۹۔کتب خانہ رحیمیہ دیوبند

(۲) سیر الاولیاء قدیم فارسی نسخہ مخطوطہ، ۱۰۶۹ھ۔سید محمد بن سید مبارک امیر خورد کرمانی،ص:۵۹۔طبع اول:نومبر ۲۰۱۰ء ناشر:خواجہ حسن نظامی دہلوی۔

صحبت نیکاں بہ از نیک کار و صحبت بداں بدتر از کار بد

نیکوں کی صحبت نیک کام سے بہتر ہے اور بروں کی صحبت برے کام سے بدتر ہے۔

مزید فرماتے ہیں:

''مرید ثابت در توبہ آں زماں باشد کہ فرشتہ چپ او بست سال ہیچ گناہے برو ننویسد۔''

مرید توبہ میں اس وقت ثابت مانا جاتا ہے کہ جب اس کا بایاں فرشتہ بیس سال تک کوئی گناہ نہ لکھے۔

# خواجہ قطب الدین بختیار کاکی

## (وصال، ۱۴ ربیع الاول ۶۳۳ھ)

خواجہ غریب نواز کے ممتاز ترین خلفا میں شیخ اوحدالدین کرمانی، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، خواجہ حمید الدین سوالی ناگوری اور مولانا ضیاء الدین بلخی کے اسما سرفہرست ہیں ان میں اول الذکر کو خواجۂ پاک نے سب سے پہلے بغداد میں خلافت عطا فرمائی۔ لیکن سلسلۂ چشتیہ کا فیضان خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے ذریعہ جتنا عام ہوا وہ کسی کے ذریعہ نہ ہوسکا۔ آپ افغانستان کے ایک شہر فرغانہ کے قصبہ اُوش میں پیدا ہوئے۔ مولانا ابوحفص اوشی سے تعلیم حاصل کی۔ پھر بغداد پہونچے اور یہیں خواجۂ پاک کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ بغداد کے اندر فقیہ ابواللیث سمرقندی کی مسجد میں شیخ شہاب الدین سہروردی، شیخ اوحدالدین کرمانی، شیخ برہان الدین چشتی، اور شیخ محمد اصفہانی کی موجودگی میں خواجہ غریب نواز کے دستِ اقدس پر بیعت سے مشرف ہوئے اور سفر و حضر میں خواجۂ پاک کے ساتھ رہے۔ خواجہ غریب نواز کے حکم سے آپ نے دہلی کو اپنا مستقر بنایا۔ دہلی سے آپ کا فیضان موسلا دھار بارش کی طرح پورے ہندوستان میں جاری ہوا۔ بادشاہ وقت سلطان شمس الدین التمش آپ کے مریدین و خلفا میں شامل ہوئے۔ دہلی میں مسلمانوں کی حکومت کو

آپ کی ذات سے بڑی تقویت ملی۔ بہت سے مسائل میں بادشاہ وقت آپ سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ اس وقت دہلی علما، فقہا، محدثین ومؤرخین اور اہل علم کا سب سے بڑا مرکز بن کر رشک بغداد وقرطبہ بن چکا تھا۔ ٹھیک انھیں ایام میں وسط ایشیا سے اٹھنے والا وحشی تاتاری طوفان پورے عالم اسلام کو اپنی لپیٹ میں لے چکا تھا۔ خوارزم، رے، ہمدان، قزوین، نیشاپور، ہرات، بلخ، ترمذ، سمرقند و بخارا اور قبۃ الاسلام عراق کی آبادیوں کو ان وحشی تاتاریوں نے تاخت وتاراج کر دیا۔ علمی مراکز، خانقاہیں، کتب خانے تباہ وبرباد کیے گئے۔ کشت وخون برپا ہوا۔ انسان کے سروں سے بلند وبالا مینار تعمیر کیے گئے۔

خوارزم میں ۲۲ لاکھ اور عراق میں ۲۰ لاکھ مسلمان تہہ تیغ کیے گئے۔ لائبریریوں کی کتابیں دریاے دجلہ میں بہادی گئیں۔ تین دنوں تک دریاے دجلہ کا ایک کنارہ ۲۰ لاکھ مسلمانوں کے خون سے رنگین ہوکر جب کہ دوسرا کنارہ کتابوں اور مخطوطات کی سیاہی سے سیاہ ہوکر بہتا رہا۔ ۶۵۶ھ/ ۱۲۵۸ء میں سقوط بغداد کے بعد مسلمانوں کو سر چھپانے کے لیے کہیں جگہ نہیں تھی۔ اس پر آشوب عہد میں ہندوستان میں مسلم حکومت کی بنیاد خواجۂ بزرگ کی روحانی توجہات سے رکھی گئی اور ہندوستان پوری دنیا میں مسلمانوں کی سب سے مستحکم سلطنت، اور مضبوط پناہ گاہ کے طور پر ابھرا۔ اس عہد میں وسط ایشیا اور بلادِ اسلامیہ کے شریف ونجیب خانوادوں، عُلما، فُقہا، محدثین بڑے بڑے شُعَرا اُدَبا اور مختلف صلاحیتوں کی حامل عبقری شخصیتوں کا نزول شہر دہلی میں ہوتا رہا۔ اسی عہد میں بڑے بڑے نامور صوفیا ومشائخ نے ہندوستان کو اپنا مسکن بنایا۔ اسی عہد زریں میں شیخ جلال الدین تبریزی (م ۱۲۲۵ء) شیخ دانیال قطری، جد اعلی مشائخ عثمانی بدایوں، قاضی شعیب کابلی، جد اعلی بابا فرید گنج شکر، خواجہ علی اور خواجہ عرب بخاری، جد امجد و نانا حضرت محبوب الٰہی، قاضی حمید الدین صدیقی ناگوری، مولانا برہان الدین بلخی جیسے یکتاے روزگار بزرگ ہندوستان تشریف لائے۔ ان کی دعوت وتبلیغ، ارشاد وتلقین سے یہاں اسلام کی جڑیں مضبوط ہوئیں۔ ان سب نے مل کر ہندوستان کو علمی، روحانی اور سیاسی اعتبار سے ایک عظیم ملک بنا دیا۔

# سلطان المرشدین بابا فرید الدین مسعود گنج شکر

حضرت خواجہ قطب کے بہت سارے خلفا ہوئے لیکن جس ذات سے سلسلۂ چشت کو فروغ حاصل ہوا وہ حضرت فرید الدین مسعود گنج شکر اور شیخ بدر الدین غزنوی کی ذات ہے شیخ بدر الدین غزنوی کے ذریعہ یہ سلسلہ کچھ دنوں تک چلا لیکن اس کی لو مدھم ہونے لگی۔ حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر کے ذریعہ ہی اس کا آفتاب نصف النہار کو پہونچا۔

بابا فرید کے جد اعلی قاضی شعیب فاروقی، شہاب الدین غوری کے عہد میں کابل سے لاہور تشریف لائے اور قصبہ قصور میں قیام کیا۔ بادشاہ کے حکم پر کھوتی والا (کھتوال) کا جو ملتان کے قریب ہے قاضی بنائے گئے۔ کھتوال ہی میں ۵۷۵ھ/۱۱۷۹ء میں بابا فرید کی پیدائش ہوئی۔ مولانا منہاج الدین ترمذی سے فقہ میں ''کتاب نافع'' کا درس لیا۔ ۵۸۴ھ میں ایک مسجد میں دوران تعلیم بابا قطب کی زیارت ہوئی اور بیعت سے مشرف ہوئے۔ اس مجلس میں اس وقت قاضی حمید الدین ناگوری، مولانا علاؤالدین کرمانی، سید نور الدین مبارک غزنوی وغیرہ مشائخ موجود تھے۔

بابا فرید کو اس سلسلہ کا آدم ثانی کہا جاتا ہے۔ آپ ہی کے دو خلفا سلطان المشائخ، حضرت خواجہ نظام الدین اولیا دہلوی، شیخ علاؤالدین علی احمد صابر کلیری رضی اللہ عنہما کے ذریعہ یہ سلسلہ متحدہ ہندوستان میں پھیلا اور ان کے خلفا اور اہل سلسلہ کے ذریعہ اب بھی قائم ہے۔ آپ نے دہلی کو چھوڑ کر پہلے ہانسی، پھر اجودھن (پاک پٹن، پاکستان) کو اپنا مستقر بنایا اور یہیں سے میخواروں کی تربیت کی۔ ۵ر محرم الحرام ۶۶۴ھ/۱۲۶۵ء کو واصل بحق ہو کر پاک پٹن میں مدفون ہوئے۔

# حضرت مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر کلیری

حضرت خواجہ فرید الدین مسعود کے خلفا میں شیخ جمال الدین ہانسوی، شیخ بدر الدین اسحق، شیخ نظام الدین اولیا، شیخ علی احمد صابر، کلیری بڑے مشہور ہوئے۔ ان میں بھی حضرت

محبوب الٰہی اور صابر پاک کے ذریعہ یہ سلسلہ ملک گیر شہرت پا کر ایران، افغانستان، وغیرہ تک پہونچا۔

غریقِ بحر احدیت، واصلِ مقامِ صمدیت حضرت مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر کلیری ۱۹ ربیع الاول ۵۹۲ھ/ ۱۱۹۴ء بروز پنج شنبہ ہرات میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد حضرت سید عبد الرحیم ابن سیف الدین عبد الوھاب ابن سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی، بغدادی رضی اللہ عنہم بغداد سے ہرات آ کر مقیم ہوئے۔ ۵۷۱ھ میں آپ کے والد ماجد کا نکاح حضرت بابا فرید الدین مسعود رحمۃ اللہ علیہ کی ہمشیرہ سے ہوا۔ صابر پاک، حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے پر پوتے اور سید سیف الدین عبد الوہاب کے پوتے ہیں۔ اس نسب کی پوری تحقیق و تفصیل مخدوم شاہ محمد حسن صابری چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب حقیقتِ گلزار صابری میں دیکھیں۔ یہ کتاب آج سے ۱۳۰ سال قبل لکھی گئی ہے اور علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کی تقدیم کے ساتھ جام نور دہلی سے شائع ہو چکی ہے۔ سلسلۂ صابریہ اور صابر پاک کے حالات پہ سب سے مستند کتاب مانی جاتی ہے۔ صاحب مرآۃ الاسرار، شیخ عبد الرحمٰن چشتی دہلوی اور صاحب تاریخ دعوت و عزیمت، ابو الحسن علی ندوی نے ان کا نسب اسرائیلیوں سے جوڑ دیا ہے جو انتہائی لغو اور انصاف و تحقیق سے دور کی بات ہے۔

دنیاے ولایت میں صابر پاک کی شان سب سے منفرد ہے۔ آپ کے مجاہداتِ شاقہ، ہیبت و جلال، کرامات و خوارق اور احوال باطنی کو پڑھ کر انسان پر اضطرابی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ بہت سے اولیا پیدا ہوئے لیکن جو سخت مجاہدے صابر پاک نے فرمائے اس کی نظیر دور تک نہیں ملتی۔ ۳۶ سال تک کھانے پینے سے مکمل علیحدہ رہے۔ پوری زندگی مجردانہ گذار دی۔ آپ کے جلال سے کلیر کی بارہ کوس تک کی زمین جل کر خاکستر ہوئی۔ تین سو سال تک کسی کو آپ کے مزار کے قریب جانے کی ہمت نہیں ہوئی۔ قطب عالم شیخ عبد القدوس حنفی غزنوی، گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ آپ کا جلال جمال میں بدلا اور لوگوں کی آمد و رفت مزار پاک تک ہونے لگی۔ آپ نے شیخ شمس الدین ترک پانی پتی (م ۷۱۸ھ) کو اپنا

خلیفہ وجانشین بنایا۔ انھیں کے ذریعہ اس سلسلہ کا فیض پورے ہندوستان میں عام ہوا۔

حضرت شمس الدین نے جلال الدین کبیر الاولیا، پانی پتی کو اپنا جانشین بنایا۔ ان کے بعد ان کے خلفا بالخصوص شیخ احمد عبدالحق رودولوی اور ان کے خلفا کے ذریعہ یہ سلسلہ پھیلتا رہا۔ یہاں تک حضرت قطب العالم، مخدوم المشائخ حضرت شیخ عبدالقدوس حنفی غزنوی گنگوہی (وصال ۹۴۵ھ/ ۱۵۳۷ء) نے جو اولاد سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ سے تھے۔ اس سلسلہ کو ذروۂ کمال تک پہونچادیا اور اس کی شہرت عرب وعجم میں پھیل گئی۔ تفصیل کے لیے حقیقت گلزار صابری کا مطالعہ کریں۔

اس سلسلۂ چشتیہ صابریہ میں بڑے نامور مشائخ، عارف ومحقق ومصلح پیدا ہوئے۔ حضرت مخدوم احمد عبدالحق رودولوی (وصال ۸۳۶ھ) خلیفہ حضرت جلال الدین کبیر الاولیا، کی ذات بابرکات کو بعض اہل نظر نے نویں صدی ہجری کا مجدد شمار کیا ہے۔ حضرت شیخ محب اللہ الہ آبادی اور شیخ العرب والعجم حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہم الرحمۃ والرضوان جیسے جلیل القدر مشائخ کے ذریعہ اس سلسلہ کو خوب فروغ حاصل ہوا۔

## سلطان المشائخ، حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیا دہلوی

(۶۳۴ھ/ ۱۲۳۶ء-۷۲۵ھ/ ۱۳۳۴ء)

سلطان المشائخ، محبوب الٰہی، حضرت خواجہ نظام الدین اولیا، اقلیم ولایت کے سلطان اور اپنے عہد کے سرخیل صوفیہ ہیں۔ آپ کی ذات نے سلسلۂ چشت اہل بہشت کو عروج وارتقا کے نقطۂ کمال تک پہونچادیا۔ ۶۱۵ھ میں منگولوں کے ہاتھوں جب بخارا تباہ و برباد ہوگیا تو آپ کے دادا خواجہ علی اور نانا خواجہ عرب بخاری نے ہندوستان کا رخ کیا۔ پہلے لاہور آئے۔ اس زمانہ میں لاہور میں سورش تھی وہاں سے مغربی اتر پردیش کے شہر بدایوں میں آکر سکونت پذیر ہوئے جو ان دنوں شرفا اور سادات کا قدیم مسکن تھا۔ بہت سے سادات کرام اور مشائخِ ایران وخُراسان نے یہاں آکر سکونت اختیار کر لی تھی۔ خواجہ

عرب کی ایک صاحبزادی بی بی زلیخا اور دوسرے صاحبزادے خواجہ عبداللہ ہوئے۔ بی بی زلیخا کا عقدِ نکاح خواجہ علی کے صاحبزادے خواجہ احمد سے ہوا۔ انھیں دونوں سے سلطان المشائخ حضرت محبوب اولیا کی ولادت ۶۳۴ھ ۱۲۳۶ء میں بدایوں میں ہوئی۔ جب آپ پانچ سال کے ہوئے تو والد ماجد کا سایہ اٹھ گیا۔ والدہ ماجدہ نے اس درِّ یتیم کی پرورش اور دینی و اخلاقی تربیت بڑے اہتمام کے ساتھ کیا۔ بدایوں کے مشہور قاری، شادی مقری (م ۶۵۸ھ) سے ناظرہ پڑھا۔ وہ سات قراتوں کے ماہر اور صاحب کرامت تھے۔ اگر کوئی ان سے ایک صفحہ قرآن کریم پڑھ لیتا تو اللہ تعالی ان کو حفظ قرآن کی دولت سے نوازتا۔ حضرت مولانا علاؤالدین اصولی سہروردی سے فقہ کی کتاب ''قدوری' پڑھی۔

مولانا اصولی حضرت شیخ جلال الدین تبریزی (م ۱۲۲۵ء) کے مرید تھے اور شیخ جلال الدین تبریزی حضرت شیخ ابوسعید تبریزی کے مرید و خلیفہ تھے نیز انھیں شیخ شہاب الدین سہروردی سے بھی خلافت حاصل تھی۔ سب سے پہلے بنگال میں انھیں کے دم قدم سے اسلام کی روشنی پہونچی۔ آپ دہلی سے بدایوں آئے اور بدایوں میں ایک عرصہ ٹھہر کر بنگال تشریف لائے اور پنڈوہ کو اپنی دعوت وتبلیغ کا مرکز بنایا۔ ایک دریا کے کنارے آپ نے خانقاہ بنائی۔ بنگال کے جوگیوں سے آپ کا مناظرہ پھر مقابلہ ہوا۔ وہ تمام جادوگر جوگی آپ کے مقابل صف آرا ہوئے اور اپنی ساحرانہ طاقت سے آپ کو مغلوب کرنا چاہا لیکن آپ کی روحانیت کے سامنے نہیں ٹھہر سکے۔ عاجز ہو کر آپ کے قدموں میں گر پڑے۔ آپ نے انھیں مشرف باسلام کیا۔ وہاں بڑے بڑے بت خانے تھے ان کو مسمار کیا گیا اور مسجدیں بنائی گئیں۔ حکمراں اور عوام دونوں بڑی تیزی کے ساتھ حلقہ بوش اسلام ہوئے۔ تفصیل اسلامی انسائیکلو پیڈیا مؤلفہ قاسم سید محمود میں ملاحظہ کریں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں تحریر فرمایا کہ آپ کا مزار پاک پنڈوہ ہی میں مرجع خلائق ہے۔ تفصیل کے لیے اخبار الاخیار اور بایوگرافیکل انسائیکلو پیڈیا مؤلفہ N.، حنیف (انگریزی) کا مطالعہ کریں۔

حضرت محبوب الٰہی سولہ سال کی عمر میں ناصر الدین محمود کے زمانہ میں اپنی والدہ، اور بہن کے ساتھ اعلیٰ تعلیم کے لیے دہلی تشریف لائے۔ اور مولانا شمس الدین خوارزمی مستوفی الممالک کے حلقۂ درس میں شامل ہوئے۔ مشہور محدث، شیخ محمد احمد المار یکلی معروف بہ کمال الدین زاہد (م ۶۸۴ھ) سے درس حدیث لیا جو مصنف مشارق الانوار علامہ حسن بن محمد الصغانی کے براہ راست شاگرد تھے۔ انھیں فقہ میں ایک واسطہ سے صاحب ہدایہ علامہ برہان الدین المرغینانی سے تلمذ حاصل تھا۔ آپ نے ان سے مشارق الانوار کا درس لے کر اجازت حدیث حاصل کی۔ (۱) عربی ادب میں حریری کے چالیس مقامے حفظ کیے۔

حضرت محبوب الٰہی بڑے ذہین وفطین تھے۔ اپنی طلاقتِ لسانی اور قوتِ استدلال سے حریف کو زیر کر دیا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ آپ کو مولانا نظام الدین بحّاث اور ''محفل شکن'' کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ مروجہ علوم سے فارغ ہو کر مرشد کی تلاش میں اجودھن پہونچے۔ اس وقت آپ کی عمر ۲۰ سال تھی۔ بابا صاحب کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ شیخ نے دیکھتے ہی یہ شعر پڑھا ؎

اے آتش فراقت دلہا کباب کردہ　　سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردہ

تیری جدائی کی آگ نے کتنے دلوں کو کباب کر دیا ہے اور تیرے اشتیاق کے سیلاب نے کتنی جانوں کو تباہ کر ڈالا ہے۔ گویا شیخ بھی کافی دنوں سے آپ کی آمد کے منتظر تھے۔ بیعت و ارادت سے مشرف فرما کر کچھ دن اپنی صحبت میں رکھا اور عوارف المعارف مؤلفہ شہاب الدین سہروردی کے چھ ابواب اور تمہید ابوشکور سالمی اول سے آخر تک خود پڑھائے۔ ۱۳ رمضان ۶۶۱ھ کو تحریری طور پر بابا صاحب نے آپ کو خلافت نامہ عطا کیا اور لکھا نظام ہمارا نائب اور خلیفہ ہے۔ دینی و دنیوی کام میں ان کی پابندی درحقیقت ہماری تعظیم ہے۔۔۔۔ خلافت نامہ دینے کے بعد تحریر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمھیں علم، عشق اور عقل کی دولت سے سرفراز کیا ہے۔ جس میں یہ تین چیزیں موجود ہوں وہ خلافت شیخ اور مشائخ کا مستحق

(۱) سیر الاولیا۔ مؤلفہ سید محمد بن مبارک کرمانی۔ ص ۱۰۵

ہے۔ پھر فرمایا تم ایسے درخت ہو گے جس کے سایہ میں مخلوق خدا آرام پائے گی۔

بیعت کے بعد تیس برس تک سلطان المشائخ ریاضتوں اور مجاہدوں میں مشغول اور خلق سے لاتعلق رہے۔ پھر اشارۂ غیبی پا کر مسند ارشاد پر بیٹھے اور تیس سال تک رشد و ہدایت کا بازار گرم رکھا جس کے انقلابی اثرات نہ صرف دہلی بلکہ سارے ہندوستان کے اسلامی اور ہندوستانی معاشرہ پر پڑے۔

آپ کی روحانی انقلابی تحریک کا اثر عوام و خواص، رؤسا، وزرا اور سلاطین و امرا سارے لوگوں پر پڑا۔ ساٹھ برس سے زائد آپ دہلی میں مقیم رہے اس طویل مدت میں آپ نے آٹھ بادشاہوں کا زمانہ پایا: ناصر الدین محمود (۱۲۴۶ء-۱۲۶۶ء) غیاث الدین بلبن (۱۲۶۶ء-۱۲۸۷ء) مَعزُ الدین کیقباد (۱۲۸۷ء-۱۲۹۰) جلال الدین خِلجی (۱۲۹۰ء-۱۲۹۶ء) علاؤ الدین خِلجی (۱۲۹۶ء-۱۳۱۶ء) قطب الدین مبارک خلجی (۱۳۱۶ء-۱۳۲۰ء) خسرو خان (۱۳۲۰ء) غیاث الدین تغلق (۱۳۲۰ء-۱۳۲۵ء)۔ ان میں ناصر الدین کے زمانہ میں آپ دہلی تشریف لائے۔ بلبن اور کیقباد کے عہد میں مشغولِ ریاضت رہے۔ جلال الدین خلجی کے عہد میں آپ کی بزرگی کا شہرہ ہوا۔ یہ اور ان کے جانشین علاؤ الدین خلجی آپ سے بے حد عقیدت رکھتے تھے۔ بارہا آپ کی بارگاہ میں نیازمندانہ حاضری دینی چاہا لیکن آپ نے کبھی بھی انھیں آنے کی اجازت نہیں دی۔ پوری زندگی دربار سلطنت اور سلاطین سے دور رہے۔ ان کے غلط رویوں پر تنقید کرتے اور ہمہ دم دور رہ کر ہی ان کی اصلاح کی کوشش فرماتے رہے۔

آپ کی ذات سے مستقل طور پر نظامیہ شاخ کی بنیاد پڑی۔ آپ اور آپ کے بلند ہمت خلفا کے ذریعہ اِرشاد و اِصلاح، اور تزکیہ و تصفیہ کا جو بازار گرم ہوا اس نے اسلامیان ہند کے اخلاق و اطوار پر غیر معمولی اثرات ڈالے۔ لوگوں کے اندر گناہ سے خوف پیدا ہو گیا۔ تقوی اور دینداری میں اضافہ ہوا۔

حضرت سلطان المشائخ وہ پہلے چشتی بزرگ ہیں جنھوں نے بزرگوں کے ملفوظات

اور واقعات واحوال کو قلمبند کرنے اور محفوظ کرنے کی طرف توجہ مبذول کی۔ امیر حسن سجزی نے آپ کے ملفوظات کو ''فوائد الفواد'' کے نام سے جمع کیا۔ یہ پندرہ برسوں ۷۰۷ھ سے لے کر ۷۲۲ھ کے ملفوظات پر مشتمل، انتہائی معتمد کتاب ہے اس کتاب کو خود صاحب ملفوظ نے از اول تا آخر ملاحظہ فرمایا اور بعض مقامات پر تصحیح کی۔

دوسری اہم مستند کتاب سیر الاولیا ہے جو سید محمد بن مبارک علوی کرمانی کی تالیف ہے اور مشائخ چشت بالخصوص حضرت محبوب الٰہی کے حالات پر سب سے مستند کتاب ہے۔ مصنف کرمانی حضرت محبوب الٰہی کے کمسن مرید بھی ہیں۔

اس سے قبل تذکرہ، ملفوظات اور سوانح کی طرف مشائخ چشت نے توجہ نہیں دی اور بہت سے احوال ریکارڈ میں نہیں آسکے۔ حضرت محبوب الٰہی نے شیخ نصیر الدین محمد چراغ دہلوی کو اپنا جانشین بنایا۔ ۱۸ ربیع الآخر ۷۲۵ھ کو طلوع آفتاب کے بعد یہ شمس ولایت غروب ہوگیا۔ نماز جنازہ شیخ الاسلام مولانا رکن الدین ملتانی نبیرۂ شیخ الاسلام زکریا ملتانی سہروردی نے پڑھائی۔ آپ کے خلفا کی فہرست میں مولانا شمس الدین یحییٰ، شیخ حسام الدین ملتانی، مولانا فخر الدین زرّادی، مولانا علاؤ الدین نیلی، مولانا سراج الدین اخی سراج آئینہ ہند، اور مولانا برہان الدین غریب کے اسما قابل ذکر ہیں۔

## حضرت شیخ اخی سراج الدین عثمان، آئینۂ ہند

## (م ۷۵۸ھ)

حضرت سیدنا اخی سراج عثمان قدس سرہ بنگال کے دار الخلافہ لکھنوتی میں پیدا ہوئے اور عنفوان شباب میں ہی دہلی آکر حضرت سیدنا محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی ارادت کا طوق اپنے گلے میں ڈال لیا۔ پیر ومرشد ہی کی خدمت اور ان کے آستانہ کو لازم پکڑا۔ پوری جوانی شیخ کی صحبت اور خدمت میں گزار دی جب کبھی ماں کی ممتا تڑپاتی تو لکھنوتی آکر ملاقات کر لیتے۔ شیخ کے ظل ہمایوں میں رہ کر سلوک ومعرفت کی تمام منزلیں طے کیے۔ شیخ

نے آپ کو آئینۂ ہند کا خطاب عطا کیا۔ پیار سے اخی سراج کہہ کر بلایا کرتے۔ حضرت محبوب الٰہی کے بڑے خاص اور چہیتے مرید تھے۔ آپ کا مصحفِ فضائل، جواہرِ اَخلاق سے معمور تھا۔ جب شیخ اپنے اعلیٰ مریدوں کو خلافت دینے لگے تو آپ کا نام بھی آیا مگر آپ علم ظاہر سے آراستہ نہ تھے اس لیے شیخ نے فرمایا عثمان اس راہ میں سب سے پہلے علم شرط ہے اور یہ علم میں اس درجہ حصہ نہیں رکھتے جو اس کے لیے شرط ہے۔ حسن اتفاق کہ شیخ کے خلفا میں متبحر عالم وفقیہ حضرت مولانا فخر الدین زَرَّادی (م ۷۲۷ھ) حاضر مجلس تھے۔ انھوں نے عرض کیا حضور مجھے موقع دیں میں انھیں چھ ماہ میں کامل عالم بنادوں گا۔ کتب متداولہ کی تدریس شروع فرمائی اور چھ ماہ سے قلیل مدت میں ہی اخی سراج کو متبحر عالم دین بنا دیا۔ آئینۂ ہند نے مولانا رکن الدین اندرپتی سے کافیہ، مفصل، قدوری، اور مجمع البحرین کا درس لیا۔(۱) پھر شیخ نے طالب صادق کو کلاہ درویشی اور خرقۂ خلافت سے نوازا اور بنگال کی ولایت تفویض کی۔ شیخ کے وصال کے بعد بھی تین سال تک آستانۂ شیخ کی جاروب کشی کرتے رہے۔ پھر بنگال کی دھرتی سے آپ کی روحانیت کا آفتاب روشن ہوا اور نظامی میکدہ کے شراب سے بادہ خواران معرفت کو سیراب کرنے لگے۔ آپ سب سے پہلے بزرگ ہیں جنھوں نے بنگال کی دھرتی پر سلسلۂ چشتیہ نظامیہ کی بنیاد رکھی۔ اور جس کا ڈھانچہ شیخ علاؤالحق والدین پنڈوی کے ہاتھوں کھڑا ہوا اور جس پر نقش ونگار سیدنا شیخ نورالحق والدین نور قطب عالم پنڈوی نے بنائے۔

جب آپ کو مرشد نے بنگال کی ولایت تفویض کی تو مرشد کی خدمت میں عرض کیا: حضور! پنڈوہ میں تو ایک بہت بڑے عالم، فاضل، امیر کبیر، صاحب عزت ورسوخ رہتے ہیں جن کے اثر اقتدار سے پورا شہر زیر بار ہے ایسے شخص کے سامنے میری آواز صدا بصحرا ثابت ہوگی۔ شیخ نے فرمایا: جاؤ وہ تمہارا حاشیہ بردار ہوگا۔ اس کا سر غرور تمہاری چوکھٹ پہ جبہہ سا ہوگا اس کا دستِ عظمت تمہارے در کا جاروب کش ہوگا۔

(۱) اخبار الاخیار (فارسی) ص ۹۳۔ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند

اس کا ساغرِ دل تمہاری روحانیت سے لبالب ہوگا۔ اس کا ہیکلِ جسم تمہارے جلالِ عشق کے تیور سے لرزیدہ ہوگا۔

جب آئینۂ ہند لکھنوتی وارد ہوئے، اس وقت سلطان علاؤالحق والدین مبتلائے عوارض تھے۔ زندگی کی خیرات مانگنے بارگاہ آئینۂ ہند میں پہونچے۔ جمال پرانوار پر نگاہ پڑی، دیکھا کہ جبین پرنور سے ولایت کا نور چمک رہا ہے۔ چشمہائے وارفتہ محو نظارہ ہوئیں اور آن واحد میں سوزش عشق نے دنیاوی شوکت وحشمت اور جاہ وجلال کے تاج محل کو خاکستر کر دیا۔ شیخ علاؤالحق پنڈوی کے کائنات وجود میں ایک روحانی انقلاب برپا ہوگیا۔ شیخ کے قدموں پر جبین نیاز خم تھی۔ لکھنوتی میں سب سے پہلے آپ کے دستِ اقدس پر جو ذات مرید ہوئی وہ شیخ علاؤالحق والدین کی ذات تھی۔ ہُمائے بلند پرواز کی تربیت آپ نے بڑے اہتمام سے کی اور ان کو اپنا جانشین منتخب فرمایا۔ سلطان العارفین ہی کے ذریعہ یہ سلسلہ چشتیہ نظامیہ روز افزوں ترقی کرتا رہا۔ وصال کا زمانہ جب قریب آیا تو لکھنوتی میں ایک جگہ منتخب فرما کر اپنے مدفن کے لیے قبر کھدوائی اور اس قبر میں سلطان المشائخ کے کپڑے اور ان سے ملے ہوئے تبرکات دفن کیے اور وصیت فرمائی کہ مجھے اس کے پائینتی میں دفن کیا جائے لہذا وصیت کے مطابق پائینتی میں دفن کیے گئے۔ (۱) ۷۵۸ھ کو واصل بحق ہوئے۔ (۲) سلطان المشائخ کے کپڑوں کی وجہ سے ان کا روضہ قبلۂ حاجات ہے۔

## سلطان العارفین، شیخ علاؤالحق والدین چشتی

## (م ۸۰۰ھ)

قدوۃ الواصلین، برہان الموحدین، راس فحول العلماء الراسخین، شیخ علاؤالحق و

(۱) سیر الاولیا سید محمد بن مبارک کرمانی۔ ص ۴۵۲

(۲) خزینۃ الاصفیا۔ غلام سرور لاہوری۔ ج اول ص ۳۵۸

الدین بن اسعد لاہوری، حضرت اخی سراج آئینۂ ہند کے خلیفۂ اعظم ہیں۔ آپ کی پرورش ناز ونعم کے ساتھ شہزادوں کی طرح ہوئی کیوں کہ آپ کے والد ماجد بنگال کے وزرا میں سے تھے۔ شیخ عبدالرحمٰن چشتی نے مرآۃ الاسرار میں لکھا ہے کہ آپ کا شجرۂ نسب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ بہت بڑے عالم و فاضل اور ذی اثر تھے۔ پورے بنگال میں ان کے علم وفضل کی طوطی بولتی تھی۔ مشائخ ان کے علم کا لوہا مانتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت آئینۂ ہند کو خلافت حاصل ہوئی تو وطن اصلی کی طرف جانا چاہا اور خدمت شیخ میں یہ التماس کیا کہ اس جگہ ایک بڑے عالم وفاضل امیر کبیر رہتے ہیں میرا ان کے ساتھ نباہ کیسے ہوگا؟ تو سلطان المشائخ نے فرمایا غم نہ کر کہ وہ تمھارا خادم ہوگا۔ ''بخدمت وے التماس کرد کہ درانجا شیخ علاؤالدین مردے دانشمند وعالی جاہ است مرا باوی چگونہ بسر آید، فرمود: غم مخور کہ وے خادم تو خواہد بود۔ (۱)

شیخ علاؤالحق کو مریدوں کی تربیت کا بڑا ملکہ حاصل تھا۔ آپ ذرے کو کندن بنا دیا کرتے تھے۔ صاحب مقامات عالیہ، وخوارق عجیبہ وہمت عالیہ تھے۔ ۸۰۰ھ میں پنڈوہ میں وصال فرمایا۔

آپ ہی کے خلیفۂ اعظم حضرت مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی تھے جن کے ذریعہ چشتیہ نظامیہ عرب وعجم تک پھیلا اور آٹھویں صدی ہجری میں چشتیہ نظامیہ کی ایک عظیم شاخ، سلسلہ اشرفیہ کے بانی قرار پائے۔

## تارک السلطنت حضرت سلطان مخدم اشرف جہاں گیر سمنانی

(۷۰۸ھ-۸۰۸ھ)

تیسری صدی ہجری کے وسط میں عظیم سلطنت عباسیہ کا خورشید اقبال روبہ زوال تھا۔ ٹھیک اسی عہد میں ہمسایہ ملک ایران کے اندر صفاریوں کا خاتمہ کر کے ۲۷۲ھ میں ایک

(۱) اخبار الاخیار (فارسی) شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔ ص ۱۴۶۔ کتب خانہ رحیمیہ۔ دیوبند۔

نوزائیدہ سلطنت سامانیہ کی بنیاد آل سامان کے ذریعہ رکھی جارہی تھی جس کا مؤسس ابو ابراہیم اسماعیل بن احمد سامانی (متوفی: ۲۹۵ھ) تھا۔(۱) اسی سلطنت سامانیہ کے بطن سے شاہ ابونصر احمد بن اسمعیل (عہد حکومت ۲۹۵ھ-۳۰۱ھ) کے ذریعہ ریاست ''سمنان'' وجود میں آئی جو عراق وخراسان کے علاقوں پر مشتمل تھی۔ خاندان سامانیہ کے دوسرے بادشاہ احمد بن اسمعیل نے اپنے وزیر سید تاج الدین بہلول کو جن کا شجرۂ نسب دس واسطوں سے حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ تک پہونچتا ہے اور جن کو آل سامان سے نسبتی تعلق بھی تھا عراق وخراسان کی حکومت نیابتاً سپرد کی تھی اور یہ زرخیز صوبے اپنے حدود و اختیار سے خارج کر دیے تھے۔ سید تاج الدین نے شہر سمنان کو اپنا دار الخلافہ بنایا اور شاہان سامانیہ سے حاصل شدہ حکومت کی ازسرنو تنظیم کی۔

صحائف اشرفی میں مجدد سلسلۂ اشرفیہ، شیخ المشائخ سید محمد علی حسین اشرفی میاں (م ۱۳۵۵ھ) نے سید تاج الدین بہلول کا نسب اس طرح بیان کیا ہے۔

''مولانا سلطان سید تاج الدین محمد بہلول شاہ نور بخشی سامانی، ابن حضرت نقیب النقبا سید شمس الدین محمود نور بخشی نبیرۂ سلطان اسماعیل شاہ سامانی، ابن حضرت مولانا سید ابوالمظفر علی اکبر بلبل، بن حضرت مولانا سید محمد مہدی ابن حضرت مولانا سید اکمل الدین مبارز ابن حضرت مولانا سید جمال الدین ابو القاسم ابن حضرت مولانا سید ابی عبد اللہ ابن حضرت مولانا سید حسین شریف ابن حضرت مولانا سید ابو احمد حمزہ ابن حضرت مولانا سید ابوعلی موسی ابن حضرت مولانا سید اسمعیل ثانی ابن حضرت مولانا سید ابوالحسن محمد ابن حضرت مولانا سید اسماعیل اعرج قدس اللہ اسرارھم ابن حضرت سیدنا ومولانا ابی عبد اللہ امام جعفر صادق علی جدہ وعلیہ السلام ابن حضرت مولانا ابو جعفر امام محمد باقر علی جدہ وعلیہ السلام ابن حضرت مولانا ابو محمد علی بن الحسین امام زین العابدین علی جدہ وعلیہ السلام ابن حضرت سیدنا ومولانا ابوعبد اللہ

(۱) تفصیل کے لیے دیکھیے ''اخبار الدول وآثار الاول فی التاریخ، احمد بن یوسف القرمانی، متوفی: ۱۰۱۹ھ/ ۱۶۱۰ء۔ جلد ثانی، ص: ۴۲۳، ذکر دولۃ آل سامان بماوراء النہر وخراسان۔ مطبوعہ: ۱۹۹۲ء۔

امام حسین سید الشہد اعلی جدہ وعلیہ السلام۔"

سلطان تاج الدین محمد بہلول کی چوتھی پشت میں سلطان سید ابراہیم شاہ نور بخشی سامانی قدس سرہ بن سلطان سید عماد الدین نور بخشی بن سلطان سید نظام الدین محمد علی شیر بن سلطان سید ظہیر الدین محمد بن سلطان سید تاج الدین بہلول سلطنت سمنان کے فرمانروا ہوئے۔(۱)

مکتوبات اشرفی، مؤلفہ حضرت سید عبد الرزاق نو العین کے حوالہ سے حضرت اشرفی میاں رقمطراز ہیں۔

"حضرت سلطان السلاطین سید ابراہیم شاہ کے ایام سلطنت رانی میں چند لڑکیاں پیدا ہوئیں مگر بیٹا نہیں ہوا۔ اس کے بعد سلسلۂ پیدائش ۱۰ یا ۱۲ سال تک بند رہا۔ حضرت سلطان السلاطین کو فرزند کی آرزو حد سے زیادہ تھی۔ ہر درویش اور ولی کی طرف متوجہ ہوتے۔ ایک سال اسی فکر و تردد میں گذرا۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک مرد نورانی شکل، صاحب جمال و کمال یعنی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہوئے۔ بادشاہ تعظیم کو کھڑے ہو گئے اور نہایت اعزاز و اکرام اور احترام سے پیشوائی کر کے قدم بوسی سے مشرف ہوئے۔ جب سر قدم مبارک پر رکھا، دل کو بشاشت ہوئی حضرت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہنس کر فرمایا کہ اے فرزند ابراہیم! تم کو متردد دیکھتا ہوں، کیا اولاد کی خواہش رکھتے ہو؟ بادشاہ رونے لگے۔ اور عرض مدعا کیا۔

دو بیٹوں کی بشارت دی اور فرمایا ایک کا نام اشرف اور دوسرے کا نام اعرف محمد رکھنا۔ لیکن پہلا فرزند صاحب سلطنت ظاہری و باطنی ہوگا"(۲)

۷۰۸ھ میں سید اشرف جہاں گیر سمنانی پیدا ہوئے۔

حضرت مخدوم پاک کا سلسلۂ نسب مادری حضرت محبوب یزدانی سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی

(۱) صحائف اشرفی حصہ اول ص ۵۳۔ پہلا صحیفہ، ناشر: ادارہ "فیضان اشرف" سنی دار العلوم محمدیہ، ممبئی ۱۹۹۶ء

(۲) صحائف اشرفی۔ حصہ اول۔ ص ۶۱۔

رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ حضرت بی بی نصیبہ رحمۃ اللہ علیہا سے ملتا ہے۔ اعلیٰ حضرت اشرفی میاں صحائف اشرفی میں لکھتے ہیں:

''اور سلسلۂ نسب مادری حضرت محبوب یزدانی کا حضرت بی بی نصیبہ رحمۃ اللہ علیہا حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہمشیرہ معظمہ سے ملتا ہے۔''(۱)

شیخ ابراہیم سرہندی نے اپنی کتاب سنوات الاتقیا میں لکھا کہ حضرت مخدوم اشرف جہاں گیر کا سلسلۂ نسب مادری حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی خواہر عفیفہ سے ملتا ہے۔ نیز سلسلۂ مادری آپ کی والدہ خدیجہ بیگم کا حضرت سلطان العارفین خواجہ احمد یسوی قدس سرہ (م ۵۶۲ھ/۱۱۶۶ء) مرید وخلیفہ حضرت خواجہ یوسف ہمدانی (م ۵۳۵ھ) سے ملتا ہے۔(۲)

حضرت مخدوم پاک کا نسب مادری سلطان اسماعیل سامانی سے اس طرح ملتا ہے کہ حضرت سید ابوالمظفر علی اکبر بلبل جو نقبائے عراق سے تھے ان کا نکاح دختر نیک اختر سلطان اسمٰعیل سامانی، فرخ زاد بیگم سے ہوا۔ جن سے سید شمس الدین محمود نور بخشی پیدا ہوئے جو مخدوم پاک کے پانچویں دادا ہیں۔ اسی سلطان اسماعیل سامانی کے دو غلام سبکتگین اور الپتگین ہوئے اور سبکتگین کے طالع آزما، بیٹے کا نام غازی ہندوستان، سلطان محمود غزنوی رکھا گیا جن کا دار السلطنت غزنہ تھا اور سترہ بار ہندوستان پر حملہ آور ہوئے۔ بہت سے گروہ کفر کو مشرف باسلام کیا۔ انھیں کے بھانجے سید سالار مسعود غازی ابن سید ساہو سالار علوی نے جہاد کرتے ہوئے بہرائچ میں شہادت پوئی۔

جبھی تو حضرت محبوب یزدانی مخدوم اشرف سمنانی اپنے رسالہ ''اشرف الفوائد'' میں لکھتے ہیں: میرے خاندان کی عظمت اور شان بلند اور شرف کمال یہاں سے تصور کرنا چاہیے کہ محمود غزنوی جیسے بادشاہ، ہمارے بزرگوں کے غلام زادوں نے سلطنت اور بادشاہت

(۱) مرجع سابق ص ۵۴۔

(۱) صحائف اشرفی حصہ اول۔ ص ۵۴۔ وحیات غوث العالم، مؤلفہ سید محمد اشرفی جیلانی، محدث اعظم ہند، ص: ۱۳

کی۔فقیر کا نسب مادری سلطان اسمعیل سے منسوب ہے۔(۱)

تعلیم وتربیت: چار سال چار ماہ چار دن کی عمر میں حضرت مولانا عمادالدین تبریزی نے بسم اللہ خوانی کرائی اور ابجد پڑھائی سات سال کی عمر میں ساتوں قراءات کے ساتھ حفظ قرآن مجید کیا۔ پھر علوم عربیہ واسلامیہ کی تحصیل کی طرف متوجہ ہوئے اور چودہ برس کی عمر میں علوم درسیہ سے فراغت پائی۔ایک سال فن سپہ گری سیکھا۔

تخت نشینی: والد ماجد کا وصال ہوا تو اَعیانِ سلطنت وعمائدینِ مملکت نے آپ کو تخت شاہی پر بٹھایا۔تمام حدود مملکت میں حضرت مخدوم کے نام کا سکہ اور خطبہ جاری ہوا۔ بارہ برس تک سلطنت کو زینت بخشی۔ ہر طرف عدل وانصاف کا شہرہ ہوا۔آپ کا دربار علما وفضلا اور صوفیا سے بھرا رہتا تھا۔طبیعت ابتدا ہی سے فقر ودرویشی کی جانب مائل تھی۔حضرت خواجۂ خضر نے ذکر اسمِ ذات اور پاسِ اَنفاس کے شغل کی تلقین کی۔ دو سال تک انھیں اَشغال میں بسر کیے پھر حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی روحانیت ظاہر ہوئی اور اذکار اویسیہ سے مشرف فرمایا۔ جب ایام سلطنت رانی میں بیس برس کی عمر کو پہونچے اور دوسری روایت میں پچیس برس کو تب رمضان کے عشرۂ اخیرہ میں خواجۂ خضر کی زیارت سے مشرف ہوئے۔انھوں نے فرمایا:

اے اشرف! اگر سلطنت دیدار خدا چاہتے ہو تو اٹھو ہندوستان کی طرف رخ کرو کہ وہاں میرے دوستوں میں سے ایک دوست رہتے ہیں انھیں کے باغ ولایت سے تمھارا گل مقصود ملے گا۔ان کی ولایت لانہایت سے عالم بھرا ہوا ہے اور ان کی عنایت بے غایت کی مِقراض، عالم اور بنی آدم سے گمرہی کو تراش رہی ہے۔گروہ اَخیار، ان کو صاحب قدم کہتے ہیں۔ اوتاد ان کو یحییٰ صادق کہتے ہیں۔ ابدال ان کو عیسیٰ نفس کہتے ہیں۔ اصحاب وجدان و معرفت ان کو شیخ علاؤالحق والدین گنج نبات کہتے ہیں۔۔۔ میں خضر ہوں ان کو خُلقِ محمد کہتا ہوں۔ یہ خوشخبریاں سنا کر وہ غائب ہو گئے۔ جب صبح صادق ہوئی آپ نے کمر ہمت چست باندھی، تاج وتخت اپنے چھوٹے بھائی اعرف محمد کو سونپا اور والدہ ماجدہ رابعہ ثانیہ

(۱) صحائف اشرفی حصہ اول۔ص ۵۶۔۱۹۹۶ء۔ فیضان اشرف، سنی دارالعلوم محمدیہ، ممبئی ۱۹۹۶ء

خدیجہ بیگم رحمۃ اللہ علیہا سے اجازت طلب کی کہ اگر حکم ہوتو میں سلطنت دنیا کو ترک کر کے فقر اختیار کروں اور بادشاہت ملک آخرت کی حاصل کروں۔ حضرت کی والدہ نے فرمایا: اے فرزند جب تم پیدا نہیں ہوئے تھے اس سے پہلے ہمارے جد امجد حضرت سلطان العارفین خواجہ سید احمد یسوی رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں مجھے بشارت دی تھی کہ تمھارے بطن سے آفتاب ولایت کا ظہور ہوگا۔ میں جانتی ہوں اب وہ نسیم رحمت الہی چلی۔ مبارک ہو۔ میں تمہیں خدا کی راہ میں سپرد کر دیتی ہوں اور اپنے حقوق مادری بخش دیتی ہوں۔

**سمنان سے روانگی:** بارہ ہزار لشکر و سپاہ کے ساتھ شوکت شاہانہ و دبدبہ خسروانہ کے ساتھ سمنان سے روانہ ہوئے تین منزل کے بعد سب کو واپس کیا۔ شیخ علاؤالدولہ سمنانی بھی چند منزل حضرت کے ہمراہ چلے انھیں بھی واپس کیا۔ صرف ایک غلام عبید نامی جو ساتھ جانے پر مصر تھے اور جدائی برداشت نہ تھی ساتھ رہ گئے۔ بعض یارانِ مخلص ماوراءالنھر تک پہونچانے آئے۔ آخر ان سب کو رخصت کیا۔ حافظ شیرازی جو حضرت کے رعایا تھے اور شیراز ان کا مسکن تھا انھوں نے آپ کو دیکھ کر یہ شعر پڑھا ؎

شکر شکن شوند ہمہ طوطیان ہند　　کیں قند پارسی کہ بہ بنگالہ می رود

سفر کرتے ہوئے بخارا پہونچے وہاں ایک مجذوب سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے آپ کے سر کو پکڑ کر اپنے سر سے ملا کر اس قدر ہلایا کہ حضرت کو کیفیت پیدا ہوگئی، مجذوب نے سر کو چھوڑا اور پورب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جلد جاؤ۔ سمرقند پہونچے وہاں شیخ الاسلام نے عمدہ ضیافت کی۔ سمرقند تک دو خواص گھوڑوں پر سوار باقی رہ گئے تھے۔ دل میں کہنے لگے فقیروں کو اس سے کیا کام؟ یہی باعث رسوائی ہوتے ہیں۔ خواص کی سواریاں زین کے ساتھ ایک مسکین کو دے دی اور اپنا گھوڑا بھی ایک فقیر کو عطا کیا۔ پیدل چلتے چلتے نڈھال ہو گئے تھے۔ شب کو ایک گاؤں میں نزول کیا اور سو گئے۔ آدھی رات کو آپ کی آنکھ کھلی دونوں خواص سو رہے تھے۔ آپ نے دل میں خیال کیا کہ ان دونوں کی صحبت بھی ترک کر دینی چاہیے تاکہ تجرید کلی حاصل ہو۔

آپ رات ہی میں وہاں سے تنہا نکل گئے اور اوچھ (ملتان) پہونچے جہاں مخدوم جلال الدین بخاری جہانیاں جہاں گشت مسند ارشاد پر جلوہ افروز تھے۔ ایک مدت تک ان کی صحبت میں رہے اور تمام باطنی نعمتوں سے مالا مال ہوئے۔ مخدوم نے فرمایا ایک مدت کے بعد خوشبوے طالب صادق میرے دماغ میں پہونچی اور ایک زمانہ کے بعد گلزار سیادت سے نسیم تازہ چلی۔ مخدوم نے فرمایا جلد پورب کی طرف جاؤ۔ برادرم علاؤ الدین تمھارے مقدم شریف کے منتظر ہیں خبردار کہیں راستہ میں زیادہ نہ ٹھہرنا۔ وہاں سے دہلی پہونچے اور دہلی سے قصبہ سلاؤ نزد بہار شریف وارد ہوئے اور کچھ وقت قیام کیا۔ جب سلاؤ سے بہار شریف کی طرف چلے تو مخدوم الملک شیخ شرف الدین احمد یحیی منیری کے وصال کا وقت تھا۔ وصیت کی کہ خبردار میرے جنازے کی نماز کوئی نہ پڑھائے، کیوں کہ ایک سید صحیح النسب تارک سلطنت، ساتوں قراتوں کا حافظ، چودہ علوم کا عالم عنقریب یہاں آئے گا وہی میری نماز جنازہ پڑھائے گا۔

وصیت کے مطابق آپ نے ہی نماز جنازہ پڑھائی۔ رات بھر مرقد انور پہ مراقبہ کیا۔ شیخ نے اپنے مکتوبات کی تعلیم دی اور کمال محبت سے اپنا خرقۂ خلافت بھی عطا کیا۔ جب صبح ہوئی تو شیخ کے اصحاب نے خرقہ دینے سے انکار کیا۔ آپ نے فرمایا اس میں مبالغہ اور اصرار کی کیا ضرورت ہے شیخ کا خرقہ ان کے مزار پر رکھدو جس کے نصیب میں ہوگا اس کے ہاتھ آئے گا۔ تمام اصحاب نے قبول کیا۔ خرقہ شیخ کے مزار پر رکھ دیا گیا۔ باری باری تمام اصحاب نے اٹھانا چاہا مگر کسی سے نہ اٹھ سکا اخیر میں حضرت نے پھول کی طرح اٹھالیا اور پہن کر وہاں سے روانہ ہوئے۔ آپ پر عجیب حالت پر جوش پیدا ہوئی اور تھوڑی دیر بیٹھ گئے اور برجستہ یہ پڑھا ؎

مرا برسر بود از لطف افسر　　برآمد راست مارا خرقہ در بر

## خدمت مرشد میں حاضری

بہار شریف سے بڑی تیز رفتاری کے ساتھ آپ بنگال کی طرف روانہ ہوئے جہاں

آپ کے مرشد سراپا انتظار بنے ہوئے تھے۔ اور آپ بھی سراپا شوق لقا تھے۔ صحائف اشرفی میں ہے ستر (۷۰) بار حضرت ابو العباس خضر علیہ السلام نے سلطان العارفین کو حضرت مخدوم کے یہاں پہونچنے کی بشارت دی۔ نیز یہ بھی فرمایا: بڑے بڑے مشائخ نے اپنے دامن پھیلا دیے ہیں مگر میں اس شہباز ولایت کو تمھارے پاس لا رہا ہوں بہت توجہ کے ساتھ اس کی تربیت کرنا۔

صحائف اشرفی و حیات غوث العالم میں منقول ہے کہ ایک دن مخدوم علاؤ الدین بعد نماز چاشت آرام فرما رہے تھے کہ یکبارگی خواب سے چونک پڑے۔ بڑے بے تابانہ خانقاہ سے باہر نکل آئے اور فرمانے لگے یار کی خوشبو آ رہی ہے وہ قریب آ پہونچا۔

ز بوے یار خوش حالم چو یعقوب　　مگر آں یوسف ثانی رسیدہ

بشوقِ دیدنِ آں نور دیدہ　　چو اشک از مردمے بیروں دویدہ

اپنی پالکی اور اپنے مرشد حضرت شیخ اخی سراج الدین کی پالکی جو آپ کو ملی تھی، جس کو بنگلہ زبان میں ''سنگھاسن'' کہتے ہیں ساتھ لے کر اپنے اصحاب وحضار کے ساتھ شہر سے ایک کوس باہر آئے۔ آپ کی متابعت میں شہر کے تمام چھوٹے بڑے آدمی پیادہ اور سوار استقبال کے لیے نکلے۔ مالدہ شہر کے کنارے سینبھل کے درخت کے نیچے قیام کیا۔ بالآخر وہ ساعت سعید قریب آئی جب طالب ومطلوب اور مرید ومراد کا فراق وصال میں بدلا۔ مخدوم پاک مسافروں کے ایک قافلہ کے ساتھ وارد ہوئے۔ جب قافلہ کا غبار اٹھتا ہوا دیکھا تو چند قدم اور آگے بڑھے۔ جب طالب صادق کی نگاہ شیخ پر پڑی بے اختیار ہو گئے بے تابانہ دوڑ کر آئے اور شیخ کے قدموں پر سر کو رکھ دیا۔ حضرت مخدوم نے سر کو اٹھایا اور پیار سے دیر تک اپنے سینے سے لگائے رکھا۔ جب قلب مضطر کو کچھ قرار آیا تو ہاتھ پکڑ کر اسی درخت کے نیچے لائے۔

مخدوم کے تمام خلفا نے مصافحہ ومعانقہ کیا۔ اس کے بعد مخدوم کے سامنے دوزانو مؤدب ہو کر بیٹھ گئے۔ اور یہ شعر پڑھا:

چہ خوش باشد کہ بعد از انتظارے　　بہ امیدی رسد امیدواری

حضرت مخدوم نے فرمایا: اے فرزند اشرف جس کے پاس تم پہونچنا چاہتے تھے وہ تمھارے ساتھ تھا ہاں یہ ضرور ہے کہ تم کو آنکھ دیکھتے جدائی کی گھڑیاں کاٹنی پڑیں۔ محبوب یزدانی نے سر جھکا کر جواب دیا۔

توانی زندہ کردن مردۂ را　　کہ جاں در جسم بے جاں بردمیدن
تن بے جاں بہ عیسی دم رسیدہ　　بہ عیسیٰ دم بدم تا دم رسیدن (۱)

حضرت مخدوم اپنے شیخ کی پالکی پر سوار ہوئے اور حضرت محبوب یزدانی کو بہ اصرار کثیر اپنے پالکی پر بٹھایا۔ جب خانقاہِ عالم پناہ کے دروازہ پر پہونچے بے اختیار پالکی سے اتر پڑے اور در مخدومی پر سر رکھ کر برجستہ یہ غزل پڑھی۔

ما بر جناب دولت خود سر نہادہ ایم　　رخت وجود بر سر ایں در کشادہ ایم
ظلمات راہ گرچہ بریدیم عاقبت　　تشنہ بر آب چشمۂ حیواں فتادہ ایم
دارم امید مقصد عالی ز درگہت　　چو در دیار غربت ازیں بہم زیادہ ایم
اشرف مس وجود خود آورد بہر زر　　از دولت حکیم بہ اکسیر دادہ ایم

حضرت مرشد کے آستانہ پر سر رکھے ہوئے یہ اشعار آپ پڑھ رہے تھے اور مخدوم بکمال توجہ سن رہے تھے۔ اس کے بعد مرشد نے آستانہ سے حضرت محبوب یزدانی کا سر اٹھا کر اپنے آغوش میں لے لیا اور سینہ سے لگایا دو جہاں کے مقاصد سے مالا مال کر کے دریائے ناپیدا کنار کر دیا۔ اس کے بعد خانقاہ کے اندر لے گئے اور اپنے پہلو میں بٹھایا۔ دستر خوان لگایا گیا۔ مخدوم نے خود ہاتھ دھلائے اور فرمایا: اے فرزند مقاصد کونین سے ہاتھ دھولو تا کہ خوان وصل ہاتھ آئے۔ حضرت نے بکمال انکسار فرمایا: میں پہلے ہی اپنے آپ سے ہاتھ دھو چکا ہوں اس کے بعد فرش وصال پر بیٹھا ہوں۔ حضرت مخدوم نے اول چار لقمے اپنے دست مبارک سے کھلائے۔ حاضرین کو حیرت تھی کہ اپنے اور بیگانے آج تک کسی کو ایسا سرفراز نہیں فرمایا۔

(۱) صحائف اشرفی، ص: ۸۴، ناشر ادارہ فیضان اشرف، سنی دار العلوم محمدیہ، ممبئی ۳۔ ۱۹۹۶ء۔

سب کھانا کھا چکے تو پان آئے اور سب کو تقسیم کیے گئے۔ مرشد نے پان کی چار گلوریاں علی الاتصال اپنے ہاتھ سے آپ کو کھلائیں۔ پان کھانے کے بعد حضرت مخدوم نے مرید ہونے کا حکم دیا۔ خدام آستانہ نے بہ قاعدۂ مشائخ کلاہ و مقراض (قینچی) لاکر حاضر کیا۔ بیعت سے مشرف کیا اور اپنے سر کا تاج اتار کر آپ کے سر پر رکھا۔ آپ نے فی البدیہ یہ قطعہ پڑھا:

نہادہ تاج دولت بر سرمن　　علاؤ الحق والدین گنج نبات
زہے پیرے کہ ترک از سلطنت داد　　بر آوردہ مرا از چاہ آفات

اس کے بعد حجرۂ خاص کے اندر لے گئے اور کامل ایک پہر تنہائی میں تمام اسرار و انوار سے مالامال کر دیا۔ حضرت مخدوم حجرہ سے باہر نکل آئے اور آپ کو اندر ہی چھوڑا۔ ایک پہر کے بعد حجرہ میں تشریف لے گئے۔ حضرت محبوب یزدانی کو عجیب وغریب حالت میں پایا۔ دست مبارک پکڑے ہوئے حجرہ سے باہر لائے اس وقت محبوب یزدانی کا چہرہ آفتاب کی طرح چمک رہا تھا۔ پھر تبرکات مشائخ اور خرقۂ پاک جو انھیں سلطان المشائخ سے پہونچے تھے، مخدوم اشرف جہاں گیر کو سونپا۔ چار سال کامل شیخ کی صحبت میں رہے۔ الگ الگ وقتوں میں کل مدت ملازمت شیخ ۱۲ سال ہوتی ہے۔

## مخدوم کی سیاحت اور کچھوچھہ میں اقامت

مرشد نے فرمایا: فرزند! اشرف مثل مشہور ہے دو شیر ایک جنگل میں اور دو تلواریں ایک نیام میں نہیں رہ سکتیں۔ اس لیے مناسب یہ ہے کہ تمھارے لیے کوئی جگہ تجویز کروں جہاں تم مسند ارشاد پر بیٹھ کر اپنا فیض جاری کرو۔ ایک شب مخدوم پاک اپنے مرشد کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اسرارِ معارف اور نکاتِ تصوف حضرت شیخ بیان فرما رہے تھے کہ یکبارگی زبان سے نکلا ''فرزند اشرف! اس مقام کو دیکھتے ہو جو تمھاری قبر ہے'' عرض کیا مخدومی پر زیادہ روشن ہے۔

شیخ نے فرمایا: تمھارا مقام ایک مُدوَّر تالاب کے حلقہ میں تل کے نکتہ کی مانند دیکھا

جاتا ہے۔ وہیں کی خاک تمھارے خمیر میں ہے۔

شیخ کے حکم پر آپ سفر کرتے ہوئے ظفر آباد اور وہاں سے جون پور تشریف لائے۔ اس زمانہ مین سلطان ابراہیم شرقی (م ۸۴۶ھ) تخت نشین تھے۔ آپ کی آمد کا شہرہ دور دور تک پھیل گیا۔ عوام وخواص، اکتساب فیض اور دعا کے واسطے حاضر ہونے لگے۔ جونپور کی جامع مسجد میں قیام کیا۔ بادشاہ نے چاہا کہ حضرت کی زیارت کے واسطے حاضر ہو۔

ملک العلما حضرت قاضی شہاب الدین دولت آبادی {م ۸۴۸ھ} نے عرض کیا، میں نے سنا ہے کہ وہ بزرگ سید ولی باکمال عالی حال ہیں۔ پہلے میں شرف قدم بوسی حاصل کروں اس کے بعد آپ تشریف لے جائیں۔ قاضی صاحب اور ان کے ساتھ علما کی جماعت حاضر خدمت ہوئی اور اکتساب فیض کیا۔ دوسرے دن بادشاہ حاضر خدمت ہوا اور شرف پابوسی حاصل کی۔ حضرت کی دعا سے قلعۂ چُنار فتح ہو گیا جس سے بادشاہ بے حد عقیدت مند ہوا۔ اپنے تین صاحبزادوں کو آپ کی غلامی میں پیش کیا۔ قاضی شہاب الدین دولت آبادی نے اپنی تصانیف جلیلہ شیخ کی بارگاہ میں بغرض اِصلاح وقبولیت پیش کیے۔ حضرت مخدوم ان کی قابلیت کی داد دیتے۔ علم نحو میں ان کی کتاب ''ارشاد'' کو بہت پسند کیا۔ علم بیان میں بدیع البیان اور تفسیر میں بحرِ مَوّاج کو دیکھ کر فرمایا قاضی صاحب جامعِ جمیعِ علوم ہیں۔ دوسری آمد میں قاضی صاحب کو خرقۂ خلافت سے نوازا۔ مخدوم پاک نے جونپور سے چل کر موضع گزمینی میں قیام کیا وہاں سے بھڈونڈ تشریف لائے جو نواح کچھوچھہ میں ہے۔ یہاں ملک محمود نے قدم بوسی کی۔ حضرت مخدوم نے ان پر شفقت فرمائی۔ پھر وہاں سے محمود کے ساتھ اس تالاب کی سیر کو نکلے جہاں آپ کی دائمی آرام گاہ بننے والی تھی۔ حلقۂ تالاب کو ملاحظہ فرمانے کے بعد فرمایا: میرے مرشد نے اسی جگہ کے لیے مجھے حکم دیا ہے اس حلقہ کے اندر کون سی اچھی جگہ ہے؟

ملک محمود نے عرض کیا کہ حلقۂ تالاب کے وسط میں ایک جوگی رہتا ہے وہ نہایت پُر فضا ہے لیکن وہ اِستِدراج سے خالی نہیں۔ اگر خدامِ والا اس کا مقابلہ کریں تو اس سے بڑھ کر

کوئی دوسری جگہ نہیں۔ حضرت کی نظر جب اس مقام پر پڑی تو فرمایا ہماری جگہ یہی ہے۔

ایک خادم سے فرمایا کہ جوگی سے کہہ دو کہ یہاں سے نکل جائے۔ اس کے جواب میں جوگی نے کہلا بھیجا مجھے نکالنا آسان نہیں ہے۔ پانچ سو جوگی میرے چیلے ہیں۔ اگر کوئی اپنی قوتِ ولایت سے سب کو نکال دے تو ممکن ہے ورنہ میرا نکلنا مشکل ہے۔ حضرت مخدوم نے جمال الدین رَاوَت کو جو اسی دن مرید ہوئے تھے فرمایا جاؤ جو کچھ جادو اور سحر وہ کرے اس کو رد کرو اور جو کرامت چاہے دکھلاؤ۔ جمال الدین نے کچھ تامُّل کیا۔ حضرت نے فرمایا آگے آؤ۔ آپ پان کھا رہے تھے پان کا اگالدان اپنے ہاتھ سے ان کے منہ میں ڈال دیا۔ پان کھاتے ہی جمال الدین کی حالت کچھ اور ہوگئی، شیرِ دلیر کی طرح قدم آگے بڑھایا۔ جمال الدین کا مقابلہ جوگی سے ہوا۔ جوگی نے اپنی قوتِ سحر اور اِستِدرَاج سے چونٹیوں کو ان کی طرف چھوڑا۔ حضرت جمال الدین نے جب نگاہ کی تو چونٹیاں میدان سے غائب ہوگئیں۔ ایک لحظہ کے بعد جوگی نے شیروں کا لشکر چھوڑا آپ نے فرمایا یہ شیر نیساں شیر یزداں کا کیا مقابلہ کریں گے۔ آخر شیر بھی غائب ہوگئے۔ جوگی نے اپنے سونٹے کو ہوا میں اڑایا آپ نے حضرت مخدوم کے عصا کو ہوا میں اچھالا۔ عصاے موسوی کی طرح جوگی کے سونٹے کو مار کر زمین پر گرادیا۔ جب جوگی نے یہ کرامت دیکھی تو عاجز ہوگیا۔ کہا مجھ کو حضرت کے سامنے لے چلو کہ میں ایمان لاؤں۔ جمال الدین نے ہاتھ پکڑ کر جوگی کو مخدوم کے قدموں پر ڈال دیا۔ آپ نے تلقین کر کے اسلام سے مشرف کیا۔ اس کے پانچ سو چیلے بھی اس کے بعد مسلمان ہوگئے۔ اپنے مذہب کی ساری کتابیں لا کر حضرت کے سامنے جلادی۔ مخدوم پاک نے ان سب سے بڑی ریاضت کروائی اور تالاب کے کنارے ان کی جگہ مقرر کی۔ ان میں بہت سے جوگی ولایت اور درجۂ کمال کو پہونچے۔ حضرت اشرفی میاں فرماتے ہیں:

''اس روز خدا جانے پانچ ہزار یا اس سے زیادہ حضرت کے دست مبارک پر شرفِ اسلام سے مشرف ہوئے۔''(۱)

(۱) صحائف اشرفی حصہ اول ص ۱۰۲۔

حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی لکھتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ جوگی کے اسلام لانے پر اس دن کوئی پانچ ہزار اشخاص مسلمان ہوئے تھے۔(۱)

خزینۃ الاصفیا میں ہے:

''چوں حضرت میر جہاں گیر علیہ الرحمہ از سیر جون پور بمقام کچھوچھہ تشریف بردو در آنجا جوگی کامل با پانصد مرید اہل کمال کہ در ہوا می پریدند سکونت داشت میر جہاں گیر علیہ الرحمہ باوی مقابلہ در پیش آمدہ جوگی انواع انواع تصرفات خود بر آں حضرت جاری کردو آخر عاجز آورد بخدمت حاضر آمدہ زبان بتصدیقِ اسلام بکشادو با مریداں خود مرید گردید۔''(۲)

پھر حضرت مخدوم نے اپنے مریدوں کو یہاں قیام کرنے کا حکم دیا۔ ملک محمود نے خانقاہ کی تعمیر کرائی۔ حضرت نے اس جگہ کا نام روح آباد رکھا، اور تالاب کے آس پاس کی جگہ کا نام کثرت آباد اور حجرۂ خاص کا نام وحدت آباد رکھا۔ حضرت مخدم پاک کے دم قدم سے یہاں اسلام کی اشاعت ہوئی، لوگ جوق در جوق حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے۔

## مخدوم پاک کی تصنیفات

اکابر مشائخ چشت نے عموماً تصنیف وتالیف کی طرف توجہ نہیں کی اس کی وجہ یہ نہیں کہ وہ اس پر قادر نہیں تھے وہ سب اپنے عہد کے ممتاز فقہا و محدثین تھے۔ لیکن ان کی فقہی و علمی شان پر تصوف و روحانیت اور فقر و درویشی غالب تھی اور ان کے پیش نظر مخلوق کی ہدایت، اسلام کی اشاعت اور آشفتہ حال لوگوں کی دستگیری تھی، تیسری وجہ یہ بھی تھی کہ وہ نام ونمود اور شہرت سے بہت دور بھاگتے ان پر حال کا ایسا غلبہ تھا کہ قال کی طرف چنداں توجہ نہیں ہوتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ مشائخ چشت کے ملفوظات واقوال سے زیادہ ان کی علمی و فقہی گوشوں کی طرف توجہ نہیں کی جاسکی۔ ہر دور میں ملفوظات کو محفوظ کیا جاتا رہا۔ مشائخ

(۱) حیات غوث العالم، سید محمد اشرفی، ص:۵۹۔ شیخ الاسلام اکیڈمی، مغلپورہ، حیدر آباد۔

(۲) خزینۃ الاصفیا، ج:اول، ص:۳۷۵، مفتی غلام سرور لاہوری۔

چشت میں سے سب سے زیادہ تصنیفی و تالیفی کارنامہ انجام دینے والی ذات حضرت مخدوم اشرف جہاں گیر کی ہے۔ آپ نے تقریباً دو درجن کتابیں تصنیف فرمائیں۔ آپ کی اکثر و بیشتر کتب سفر میں لکھی گئیں۔ آپ کا کتب خانہ سفر میں آپ کے ساتھ ہوتا تھا۔ پھر مطالعہ بہت وسیع اور حافظہ قوی تھا۔

آپ محققین صوفیا سے تھے۔ بہت سی تصنیفات پر آپ نے علما سے بحثیں کی ہیں۔ اور دلائل و براہین سے ان کو قائل بھی کیا ہے۔

۱) فتاوی اشرفیہ، یہ کتاب تصوف کی باریکیوں پر مشتمل ہے۔ حضرت نور العین کی فرمائش پر لکھی۔

۲) شرح فصوص الحکم یہ محی الدین ابن عربی کی معرکۃ الآرا کتاب کی شرح ہے۔

۳) شرحِ عوارف المعارف، شیخ شہاب الدین سہروردی کی بلند پایہ کتاب کی شرح ہے۔

۴) قواعد القواعد۔ (عربی) مکہ میں قیام کے دوران لکھی۔

۵) اشرف الفوائد گجرات میں تالیف کی۔

۶) بحر الانساب　　۷) بحر الاذکار

۸) بشار الذاکرین　　۹) تنبیہ الاخوان

۱۰) ارشاد الاخوان　　۱۱) حجۃ الذاکرین

۱۲) تفسیر قرآن نور بخشیہ　　۱۳) اوراد اشرفی

۱۴) دیوان اشرف (آپ کی مثنوی کا مجموعہ)　　۱۵) مرآۃ الحقائق

۱۶) رسالہ قبریہ　　۱۷) رسالہ سماع

۱۸) رسالہ وحدت الوجود　　۱۹) رسالہ مناقب صحابہ

۲۰) رسالہ تجویزیہ[۱] (یزید پر لعنت کے جواز میں)

۲۱) لطائف اشرفی (آپ کے ملفوظات و ارشادات کا مجموعہ)

(۱) لطائف اشرفی، حصہ اول، ص: ۱۷، از تعارف مخدوم پاک، مخدوم اشرف اکیڈمی کچھوچھہ شریف۔

درج بالا کتابیں آپ کے رشحات قلم سے وجود میں آئیں لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ ان میں سے اکثر کتابیں دست ضیاع سے محفوظ نہ رہیں۔ چوں کہ بہت سی کتابیں حالت سفر میں لکھی گئیں اس لیے ان کی حفاظت کا اہتمام نہیں ہو سکا اور مریدین وعقیدت مندوں نے تبرک سمجھ کر رکھ لیا۔

## حضرت سید عبدالرزاق نورالعین

حضرت مخدوم پاک کثیر السیاحت بزرگ تھے۔ آپ نے روم، مصر، شام، فلسطین، ایران، عراق، حجاز مقدس سمیت دنیا کے بیشتر خطوں کا متعدد بار دورہ فرمایا۔ جب ایک سفر میں عراق جانا ہوا تو وہاں سے ہوتے ہوئے حامہ شریف نواحِ شام کا سفر کیا۔ یہاں جیلانی خاندان کے کچھ سادات سکونت پذیر تھے وہ آپ کے رشتہ دار بھی تھے اس لیے کچھ دن ٹھہر گئے۔ تاج العراق سید عبدالرزاق بن حضرت غوث الثقلین جیلانی کے دسویں پشت میں سید عبدالغفور جیلانی کے اجداد وہیں آکر آباد ہو چکے تھے۔ ان کے سعادت مند بیٹے سید عبد الرزاق نورالعین کو آپ سے کمال عقیدت پیدا ہو گیا۔ اس وقت ان کی عمر ۱۲ رسال تھی ہر چند لوگوں نے منع کیا لیکن وہ آپ کی مصاحبت وملازمت سے باز نہ آئے۔ یہ صاحبزادے حضرت مخدوم کی خالہ زاد بہن کے بیٹے تھے۔ ان کے والد سید عبدالغفور نے ہمیشہ کے لیے ان کو آپ کی خدمت میں پیش کر دیا اور اپنا حق معاف کیا۔ مخدوم پاک چوں کہ مجرد تھے۔ پوری عمر شادی نہیں فرمائی اس لیے سید عبدالرزاق کو اپنی فرزندی میں قبول فرما کر صوری و معنوی تربیت سے آراستہ کیا اور نورالعین کا خطاب دیا۔ آپ کی عمر ۱۲۰ رسال ہوئی۔ اڑسٹھ سال شیخ کی خدمت میں رہے۔ اور چالیس سال تک بعد وصالِ شیخ، مسند سجادگی کو رونق بخشی۔ انھیں سے اشرفی خانوادہ کی نسل چلی۔

حضرت مخدم اشرف جہاں گیر کو اللہ تعالی نے قطبیت کبریٰ اور منصب غوثیت پر فائز فرمایا۔ جن وانس کو ان کے لیے مسخر کیا۔ بے شمار کرامات ظاہر ہوئیں اور ایک عظیم سلسلۂ

اشرفیہ کی بنیاد پڑی۔ اس خانوادہ میں کوئی دور مجذوب اور صاحب ولایت سے خالی نہیں رہا۔ ہر عہد میں اصحاب معرفت، اور صاحبانِ علم وفضل، تسلسل وتوارث کے ساتھ یہاں پیدا ہوتے رہے۔ ۱۴ رویں صدی ہجری میں اس خانوادہ کے چشم و چراغ، مجدد سلسلۂ اشرفیہ، قطب المشائخ، اعلی حضرت محمد علی حسین اشرفی میاں نے سلسلۂ اشرفیہ کو عالمی سطح پر متعارف کرایا۔ حجاز مقدس، بیت المقدس فلسطین، حامہ شریف (شام)، حمص، عراق، دمشق، حلب، مصر، نیپال اور ہندوستان کے طول وعرض کا دورہ فرما کر ہزاروں مشائخ کو فیضیاب اور لاکھوں انسان کو حلقۂ ارادت میں شامل فرمایا۔

یہ مضمون صحائف اشرفی، مکتوبہ حضرت اشرفی میاں، حیات غوث العالم، مؤلفہ محدث اعظم ہند اور لطائف اشرفی سے ماخوذ ومقتبس ہے۔ تفصیل کے لیے ان کی طرف مراجعت کریں۔ لطائف اشرفی کے بعد صحائف اشرفی خانوادۂ اشرف پر اطلاع کا سب سے معتبر ومستند ماخذ ہے۔

## شیخ المشائخ اعلیٰ حضرت علی حسین اشرفی میاں

(۱۲۶۶ھ۔ ۱۳۵۵ھ)

شیخ المشائخ، قطب عصر، راس الاولیاء، تاج الاصفیا، ہم شبیہ غوث اعظم، حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی جیلانی ابن سید شاہ سعادت علی ابن سید شاہ قلندر بخش کی پیدائش ۲۲ ربیع الآخر ۱۲۶۶ھ بروز دوشنبہ بوقت صبح صادق ہوئی۔ آپ کا سلسلۂ نسب ۱۳ رواسطوں سے حاجی الحرمین سید عبد الرزاق نور العین رحمۃ اللہ علیہ اور ۲۴ رواسطوں سے سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ اس لیے آپ نجیب الطرفین سید ہیں۔ آپ کی کنیت ابو احمد، لقب اعلیٰ حضرت اور تخلص اشرفی ہے۔ مولانا گل محمد خلیل آبادی علیہ الرحمہ نے تسمیہ خوانی کرائی۔

مولانا امانت علی کچھوچھوی، مولانا سلامت اللہ گورکھپوری اور مولانا قلندر بخش

کچھوچھوی سے فارسی وعربی، علوم عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل کی۔ ۱۲۸۲ھ میں اپنے برادر اکبر حضرت سید شاہ اشرف حسین قدس سرہ سے مرید ہوکر تکمیل سلوک کیا اور اجازت وخلافت سے بہرور ہوئے۔ ۱۲۹۳ھ میں پہلا حج کیا اور سرکار کی بارگاہ سے باطنی نعمتیں حاصل کیں۔ ۱۲۹۷ میں منصب سجادگی پر فائز ہوکر مصروف رشد وہدایت ہوئے۔ ۱۳۲۳ھ میں دوسرے اور ۱۳۲۹ھ میں تیسرے حج کی ادائیگی فرمائی اور روضۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضری کے بعد آپ نے مقامات مقدسہ کی حاضری کا طویل سفر کیا اور بیت المقدس، شام ومصر، حامہ شریف، حمص (شام)، کربلائے معلیٰ اور بغداد شریف (عراق) کی زیارت سے شرف یاب اور شاد کام ہوئے۔ آخری حج ۱۳۵۴ھ میں کیا۔ (۱)

مذکورہ بالا دیار وامصار میں صدہا علما ومشائخ داخل سلسلہ ہوئے اور اجازت وخلافت سے سرفراز کیے گئے۔ (۲)

حضرت شیخ المشائخ کے ذریعہ سلسلۂ اشرفیہ عرب وعجم اور شرق تا غرب پھیل گیا۔ حضرت خاتم الاکابر سید شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ (۱۲۰۹ھ۔۱۲۹۶ھ) نے سلسلۂ قادریہ کے ساتھ تمام سلاسل جدیدہ وقدیمہ کی خلافت سے آپ کو نوازا۔ مولانا سید شاہ محمد امیر کابلی نے سلسلۂ قادریہ، منوریہ کی اجازت دی۔ ان کے علاوہ دیگر مشائخ نے بھی آپ کو مجاز وماذون کیا۔

آپ کی ذات حقیقت میں شریعت وطریقت کا مجمع البحرین تھی۔ رخ پُرنور اتنا پُر جمال اور تابندہ تھا کہ دیکھنے والوں نے اس میں جمال غوث اعظم کا نظارہ کیا۔ اسی وجہ سے ہم شبیہ غوث اعظم کہا جاتا ہے۔

مولانا مفتی محمود احمد رفاقتی تحریر فرماتے ہیں:

شہزادۂ سرکار کلاں حضرت مولانا سید اظہار اشرف مدظلہ، کی روایت ہے کہ ایک بار

---

(۱) حیات مخدوم الاولیا، مؤلفہ مولانا شاہ محمود قادری رفاقتی، ص: ۱۹۱، مطبوعہ ۲۰۰۱ء۔

(۲) تذکرہ علمائے اہلسنت۔ مفتی محمود احمد رفاقتی، مظفر پوری، ص: ۱۸۹، مطبوعہ سنی دار الاشاعت علویہ، رضویہ فیصل آباد۔ لاہور۔ ۱۹۹۲ء۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ، حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ کے مزار پاک کے اندر سے فاتحہ پڑھ کر نکل رہے تھے اور فاضل بریلوی امام اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا قادری قدس سرہ بغرض فاتحہ جارہے تھے کہ فاضل بریلوی کی نظر اعلیٰ حضرت پر پڑی، دیکھا تو بالکل ہم شکل محبوب الٰہی تھے، اسی وقت برجستہ یہ شعر کہا۔

اشرفی اے رخت آئینۂ حسن خوباں
اے نظر کردہ و پروردۂ سہ محبوباں

ہزار ہا افراد تو صرف آپ کے حسن خداداد کی زیارت سے حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔(۱)

حق تو یہ ہے کہ سلطان التارکین، غوث العالم، مخدوم اوحدالدین اشرف جہاں گیر سمنانی قدس سرہ (۷۰۷ھ۔ ۸۰۸ھ) اور حضرت نورالعین عبدالرزاق جیلانی حموی قدس سرہ خلیفہ وجانشین حضرت مخدوم سمنان کے بعد سلسلۂ عالیہ اشرفیہ میں آپ جیسا مرجع الخلائق کوئی دوسرے بزرگ نہیں ہوئے۔ آپ کا دربار مخدومی وہ میخانہ تھا جہاں سے قادری، چشتی اور اشرفی جام بھر بھر پلائے جاتے تھے۔ بادہ خواران طریقت کا میلہ لگا رہتا تھا۔ ۱۱ر رجب ۱۳۵۵ھ کو مالک حقیقی سے جا ملے۔

آپ کے لاکھوں مریدیں اور سیکڑوں خلفا میں بڑے بڑے مشائخ اور اکابرین اہلسنت شامل ہیں۔ حضور صدرالافاضل سید نعیم الدین مرادآبادی (۱۳۰۰ھ۔ ۱۳۶۷ھ) مبلغ اسلام علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی، میرٹھی مہاجر مدنی (۱۳۱۰ھ۔ ۱۳۷۴ھ)، حضور حافظ ملت، علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی (۱۳۱۲ھ/ ۱۸۹۴ء۔ ۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء)، رئیس اڑیسہ، حضور مجاہد ملت مولانا شاہ حبیب الرحمٰن عباسی، امین شریعت، مفتی رفاقت حسین اشرفی، امام النحو علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی اور مفتی اعظم پاکستان سید ابو البرکات علیہم الرحمۃ والرضوان جیسی باکمال شخصیات سرفہرست ہیں۔

(۱) تذکرہ علمائے اہلسنت، مفتی محمود احمد رفاقتی مظفرپوری، ص: ۱۹۰، مطبوعہ سنی دارالاشاعت علویہ، رضویہ فیصل آباد۔ ۱۹۹۲ء۔

## کاٹھمنڈو میں حضور اشرفی میاں کا ورود مسعود

نیپال کی سرزمین بالخصوص دار الحکومت کاٹھمنڈو کو یہ شرف حاصل ہے کہ شہزادۂ غوث اعظم، سجادۂ مخدوم سمناں، شیخ المشائخ نے اپنے قدم سے اسے فیضیاب فرمایا ہے۔ کاتب سطور سے نبیرۂ سرکار کلاں، حضرت مولانا سید محمود اشرف اشرفی جیلانی دامت برکاتھم نے فرمایا: کاٹھمنڈو میں آپ کی آمد حضرت مولانا سید یوسف شاہ نقشبندی کشمیری متوفی ۱۲ر رجب ۱۳۵۳ھ، سابق خطیب وامام کشمیری جامع مسجد کے عہد میں ہوئی۔ حضرت کی آمد کا سَن کیا تھا، اس کی تفصیل نہیں معلوم ہوسکی۔ نیپال کی سرزمین پر ہزاروں بندگان خدا نے آپ کے ہاتھ پر توبہ کیا اور داخل سلسلہ ہوئے۔ اس طرح آپ کے ذریعہ نیپال میں سلسلۂ چشتیہ اشرفیہ کا فیضان پہنچا۔

حضور اشرفی میاں کی زندگی کا مفصل مطالعہ کے لیے حیات مخدوم الاولیا کی طرف مراجعت کریں، یہ کتاب ۴۶۸ر صفحات پر مشتمل ہے۔

## محدث اعظم ہند، حضرت علامہ سید محمد اشرفی کچھوچھوی

۱۳۱۱ھ/ ۱۸۹۴ء ---------- ۱۳۸۳ھ/ ۱۹۶۱ء

وحید العصر، فرید الدہر، شمس الافاضل، قدوۃ العلماء الراسخین، محدث اعظم حضرت مولانا الحاج سید شاہ محمد اشرفی ابن مولانا حکیم نذر اشرف، ۱۵ر ذیقعدہ بروز چہار شنبہ ۱۳۱۱ھ کو نماز فجر سے پہلے قصبہ جائس، ضلع رائے بریلی، یوپی میں پیدا ہوئے۔ پرورش و پرداخت نانا جان اعلی حضرت، قطب المشائخ سید اشرفی میاں کی آغوش عاطفت میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم والدہ ماجدہ اور پدر بزرگوار سے حاصل کی۔ درس نظامی کی تعلیم مدرسہ نظامیہ، فرنگی محل، لکھنؤ میں حضرت مولانا شاہ محمد عبد الباری ابن مولانا شاہ عبد الوہاب، تلمیذ حضرت شاہ عبد الباقی فرنگی محلی مدنی (۱۲۹۵ھ-

۱۳۴۴ھ) سے حاصل کی۔ مسلسل آٹھ سال فرنگی محل میں رہ کر تفسیر و حدیث، فقہ و کلام اور معقولات میں یکتائے روزگار ہوئے۔ علمی تشنگی جب اور بڑھی تو یہاں سے فراغت کے بعد علی گڑھ تشریف لائے اور قائد انقلاب، اسیر جنگ آزادی ۱۸۵۷ء حضرت مفتی عنایت احمد کاکوروی کے تلمیذ ارشد حضرت مفتی لطف اللہ صاحب علی گڑھی (۱۲۴۴ھ-۱۲۷۰ھ) کی خدمت میں حاضر ہو کر شرح تجرید اور افق المبین کا درس لیا۔ مزے کی بات تو یہ ہے کہ مفتی لطف اللہ صاحب نے سند فراغت میں آپ کے نام کے ساتھ "علامہ" تحریر فرمایا اور آپ کے علامۃ الدھر ہونے پر مہر توثیق ثبت کردی۔ پیلی بھیت جا کر محدث عصر حضرت علامہ شاہ وصی احمد محدث سورتی (۱۸۳۶ء-۱۹۱۶ء/ ۱۳۳۴ھ) اور مطیع الرسول حضرت مولانا شاہ عبدالمقتدر بدایونی فرزند اکبر تاج الفحول علامہ شاہ عبدالقادر بدایونی سے صحاح ستہ کی تکمیل کی اور محدث اعظم کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ کو فقیہ اسلام، اعلی حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ سے بھی تلمذ کا شرف حاصل ہے۔ آپ نے بارگاہ اعلی حضرت میں فتاوی نویسی کی مشق کی ہے۔

**تدریسی زندگی:** علوم عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل سے فراغت کے بعد آپ نے دہلی کے اندر "مدرسۃ الحدیث" کے نام سے ایک ادارہ قائم فرمایا اور مسلسل ۱۲ سال تک اس میں درس حدیث دیتے رہے۔ جب در مخدوم اشرف کی یاد ستانے لگی تو اسے چھوڑ کر اپنے نانا اشرفی میاں کے قائم کردہ جامعہ اشرفیہ کچھوچھہ میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے۔

**بیعت وارادت:** اپنے نانا جان کے ایما پر اپنے ماموجان عالم ربانی، عارف باللہ حضرت سید احمد اشرف کچھوچھوی ابن اشرفی میاں (۱۲۸۶ھ-۱۳۴۳ھ) کے ہاتھ پر بیعت فرما کر تکمیل سلوک کیا اور درجۂ کمال کو پہونچے۔ ایک عالم آپ سے فیضیاب ہوا۔

عمدۃ المحققین، وسند المؤرخین حضرت مولانا مفتی محمود احمد رفاقتی، مظفر پوری اپنی کتاب تذکرہ علمائے اہلسنت میں حضرت محدث اعظم ہند کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

"تقریباً پانچ ہزار غیر مسلم آپ کے ہاتھوں پر مشرف باسلام ہوئے، لاکھوں افراد نے آپ سے بیعت کی، خطابت میں خاص اثر تھا۔ مجمع پر سکوت رہتا تھا۔ درجنوں کتابیں

تالیفات میں ہیں۔ چار بار حج وزیارت سے مشرف ہوئے۔ آپ اعلی درجہ کے ناظم وناثر تھے، مجموعۂ کلام ''فرش پر عرش'' طبع ہو چکا ہے۔ آپ نے قرآن پاک کا ترجمہ (معارف القرآن) بھی کیا تھا، اس ترجمہ کے ابتدائی حصہ کو ملاحظہ کرنے کے بعد امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا نے آپ سے فرمایا: ''شاہزادے اردو میں قرآن لکھ رہے ہو۔''

تدبر اور اصابت رائے وصف خاص تھا۔ چھوٹے سے چھوٹے کی اتنی دلجوئی اور تعریف فرماتے کہ وہ خوش فہمی میں مبتلا ہو جاتا، علمائے اہلسنت کے درمیان اتحاد کے عظیم علمبردار تھے۔''(۱)

## نیپال میں محدث اعظم ہند کی جلوہ گری

۱۹۵۶ء میں دھرم پور، بھانٹر سر، ضلع سرلاہی، نیپال میں دوروزہ عظیم الشان جلسۂ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم منعقد کیا گیا تھا، جس میں لاکھوں کی تعداد میں فرزندانِ اہلسنت نے شرکت کی۔ اس جلسہ میں سرپرستِ اجلاس کی حیثیت سے حضور محدث اعظم ہند اور شہزادۂ حجۃ الاسلام، حضرت مفسر اعظم ہند علیہما الرحمہ اور مقرر خصوصی کی حیثیت سے سحبان الہند مولانا ابوالوفا فصیحی غازی پوری، مفتی عبدالواجد صاحب دربھنگوی اور مولانا شاہ حمید الرحمٰن قادری پوکھریروی مدعو تھے۔ اس جلسے کے بارے میں حضرت مفتی عبدالواجد صاحب قبلہ تحریر فرماتے ہیں:

''یہ علاقہ کا عظیم اور فقید المثال جلسہ تھا۔ اسٹیج پر علمائے کرام کی نورانی صورتیں جگمگا رہی تھیں۔ درمیان مین تین مُرصّع کرسیاں لگی ہوئی تھیں۔ ایک پر حضور مفسر اعظم ہند، دوسری پر حضور محدث اعظم ہند علیہما الرحمہ جلوہ بار تھے اور درمیانی کرسی خطیب کے لیے مخصوص تھی۔ لاکھوں سے زیادہ سامعین کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا گویا سمندر تھا۔''(۲)

---

(۱) تذکرہ علمائے اہلسنت، مفتی محمود احمد قادری، مطبع علمیہ پریس۔ بار اول۔ کانپور انڈیا ۱۹۷۲ء بار دوم ۱۹۹۲ء۔ سنی دار الاشاعت۔ فیصل آباد۔ لاہور۔

(۲) محبوب الاولیا کا نقش حیات۔ تقدیم، مفتی عبدالواجد صاحب قادری، ص: ۱۳، سرکار مجی اکیڈمی، بستی۔

## نیپال میں محدث اعظم ہند سے کرامت کا ظہور

مولانا ابو الوفا فصیحی غازی پوری کی گمشدہ سوٹ کیس کی بازیافت: اس پورے واقعہ کو میں ایک مستند و معتمد راوی حضرت مفتی عبدالواجد صاحب نیر قادری ہی کے قلم سے پیش کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔ آپ لکھتے ہیں:

''اس جلسہ میں یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ سیتامڑھی اور سُون بَرسا کے درمیان حضرت علامہ ابو الوفا فصیحی غازی پوری کی اٹیچی گم ہو گئی جس میں حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ کے مقدمات کے ضروری کاغذات تھے۔ ان دنوں حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ غازی پور جیل میں قید و بند کی صعوبتیں جھیل رہے تھے اور باہر مقدمات کی سنوائی ہو رہی تھی۔ فصیحی صاحب کو اپنی اٹیچی کی گمشدگی کا علم اس وقت ہوا جب سبھی حضرات مدرسہ فیض الغربا بھانٹر سر پہونچ چکے تھے۔ اور سواریاں واپس ہو کر اپنے اپنے مقامات پر جا چکی تھیں۔ علامہ فصیحی نے اٹیچی کی گمشدگی اور اس میں ضروری کاغذات کے ہونے کا اظہار محدث اعظم ہند سے کیا۔ حضور محدث صاحب قبلہ نے فرمایا: جایئے مفسر اعظم سے دعا کرایئے وہ مستجاب الدعوات ہیں اگر انھوں نے دعا فرما دی تو آپ کا سامان ضرور مل جائے گا۔ جناب فصیحی صاحب غازی پوری حضور مفسر اعظم ہند کی خدمت میں پہونچے اور اپنا مدعا پیش کیا۔ حضور مفسر اعظم نے فرمایا اس کا علاج تو محدث اعظم کے پاس ہے۔ پھر فصیحی صاحب کو ساتھ لے کر محدث اعظم کی قیام گاہ پر تشریف لائے اور کہنے لگے کیوں فصیحی صاحب کو پریشان کیا جا رہا ہے؟ تعویذ لکھ دیجیے تا کہ ان کی کھوئی ہوئی چیز مل جائے۔ حضور محدث اعظم نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ جب آپ کا حکم ہے تو میں تعویذ لکھ دیتا ہوں مگر آپ دعا فرما دیجیے پھر دونوں حضرات گرامی نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی۔ محدث اعظم نے مختصر سی تعویذ لکھ کر ایک شخص کو بلایا اور اسے تعویذ دیتے ہوئے فرمایا اس کو لے کر آپ جایئے اور اَرَرِیا تک مولانا کے بکس کو تلاش کیجیے۔ شاید کہیں مل جائے۔ وہ شخص تعویذ لے کر مدرسہ سے نکلا اور ''اَرَرِیا'' بس اسٹینڈ کی طرف چلا۔ تقریباً ایک کیلو میٹر راستہ طے کرنے کے بعد دیکھا کہ بس کا خلاصی اس اٹیچی کو سر پر

رکھے ہوئے تیزی کے ساتھ چلا آرہا ہے۔ ملاقات ہوئی پوچھ گچھ کے بعد معلوم ہوا کہ خلاصی اٹیچی لے کر مولانا لوگوں کی تلاش میں بھانٹرسر جارہا ہے۔ دونوں آدمی اثناءِ راہ سے لوٹ کر مدرسہ آئے اور اٹیچی فصیحی صاحب کے حوالہ کی گئی۔ فصیحی صاحب نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے فاتحہ پڑھی اور مٹھائی تقسیم کی۔(۱)

اس جلسہ میں مدرسہ فیض الغربا بھانٹرسر کے اندر بیٹھ کر حضرت مولانا ابوالوفا فصیحی نے وہ مشہور زمانہ کلام لکھا۔ جس کا مصرع ہے

وہ ہر عالم کے رحمت ہیں کسی عالم میں رہ جاتے
یہ ان کی مہربانی ہے کہ یہ عالم پسند آیا

پورا کلام رنگ وفا کے نام سے نیچے درج کیا جاتا ہے۔

## رنگ وفا

مدینے کی زمیں پر صبح کا عالم پسند آیا
سکوتِ سبزہ و گل گریۂ شبنم پسند آیا

سر میدان طائف ایک مرد نینوائی کو
محمد مصطفی کا گیسوے پُر خم پسند آیا

وہ ہر عالم کے رحمت ہیں کسی عالم میں رہ جاتے
یہ ان کی مہربانی ہے کہ یہ عالم پسند آیا

بفیض گرمیٔ عشق نبی یہ حال ہے ہمدم
بیابان عرب کا آتشیں موسم پسند آیا

درجاناں پہ کیا گذری دل جاناں نے کیا سمجھا
میری ہستی کو میرا سجدۂ پیہم پسند آیا

حرم والو مبارک ہو جوار قدس میں رہنا
مجھے لیکن دیار رحمت عالم پسند آیا

مرے حال زبوں پر آنکھ ان کی ڈبڈبا اٹھیں
مری تشنہ لبی کو چشمۂ زمزم پسند آیا

جمال گنبد خضری کے جلوے مسکرا اٹھے
نہیں معلوم دیوانوں کا کیا عالم پسند آیا

عرب کے سنگ در پر ہے عجم کی لوح پیشانی
تماشہ دیکھنے والوں کو یہ سنگم پسند آیا

لرزتے ہاتھ میں کعبے کا پردہ آنکھ میں آنسو
نیاز بندگی کو میرا یہ عالم پسند آیا

تصور نے دیار عشق کی منزل پہ پہونچایا
وفا ہم کو یہی رہبر یہی ہمدم پسند آیا

(۱) محبوب الاولیا کا نقش حیات، تقدیم: مفتی عبدالواجد صاحب نیر قادری، ص: ۱۳-۱۴۔

اور پہلی بار اس جلسہ میں حضرت مولانا سعید الرحمٰن راز مظفر پوری نے یہ کلام پڑھ کر محفل میں سماں پیدا کر دیا۔ (بروایت: ڈاکٹر وصی مکرانی واجدی، ملنگواں، سرلاہی)

گذشتہ واقعہ سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ ہمارے بزرگوں کے درمیان آپس میں کس قدر محبت، ایک دوسرے کے مرتبہ کا خیال اور تواضع تھی۔

اگر گمشدہ اٹیچی کی حیرت انگیز طور پر جلدی میں بازیافت کو دونوں بزرگوں کے عظیم تصرف اور کرامت سے تعبیر کیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

مسلمانوں کے انبوہ کثیر نے حضور محدث اعظم ہند سے فیض حاصل کیا۔

**تبلیغی اسفار:** محدث اعظم نے دعوت و تبلیغ اور سلسلۂ اشرفیہ کی توسیع کے لیے ہندوستان کے طول و عرض کا دورہ کیا۔ بیرون ہند: فلسطین، عراق، دمشق، مصر، یمن، نیپال، سیلون (سری لنکا)، رنگون (برما)، ڈھاکہ (بنگلہ دیش)، پشاور، لاہور، کراچی، خیبر ملتان (پاکستان) اور کابل (افغانستان) کا متعدد بار دورہ فرمایا۔ (۱) تا حیات الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کے سرپرست اعلی رہے۔ حضرت شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی میاں اشرفی اور غازی ملت حضرت مولانا سید ہاشمی میاں اشرفی جیلانی آپ ہی کے شہرۂ آفاق فرزند ہیں۔

## نیپال میں جلالۃ العلم حضور حافظِ ملت علیہ الرحمہ کا فیضان

نیپال کی سرزمین، بالخصوص شہر جنک پور، قیامت تک اس پر فخر کرتا رہے گا کہ اس زمین نے قطب الارشاد، استاذ العلما، جلالۃ العلم سرکار حافظِ ملت مولانا شاہ عبد العزیز محدث مراد آبادی ثم مبارک پوری کے قدموں کو چوما ہے۔ حضور حافظِ ملت (۱۳۱۲ھ۔ ۱۳۹۶ھ/ ۱۸۹۴ء۔ ۱۹۷۶ء) مرید و خلیفہ حضور شیخ المشائخ اشرفی میاں و تلمیذ و خلیفہ صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ و بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور برصغیر کی اس عبقری شخصیت کا نام ہے کہ جن کا علمی و روحانی فیض ایشیا، یورپ و افریقہ اور امریکہ میں عام ہو چکا

(۱) اشرف العلما نمبر، محمد میزان الرحمٰن علائی کے مضمون سے ماخوذ۔ فروری مارچ ۲۰۰۸ء۔ ماہنامہ ماہِ نو دہلی۔

ہے۔ نیپال کی سرزمین پر آج جو کچھ علمی جھلک اور چمک دمک دکھائی دیتی ہے وہ ان کے تلامذہ یا تلامذہ کے تلامذہ کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ سطور ذیل میں حضور حافظ ملت کے سفر نیپال کے دو واقعات جو راقم سطور کے علم میں آئے ملاحظہ فرمائیں۔

## حافظ ملت کا پہلا سفر نیپال

معلوم تاریخ کی روشنی میں ۲۰۲۰ بکرم سمبت ۱۹۶۴ء میں جلالۃ العلم، قطب الارشاد حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے نیپال کا پہلا سفر فرمایا۔ پیرو خان (۷۰ رسال) ساکن لائن کواٹر، براٹ نگر، مورنگ (نیپال) اور مولانا حافظ بدر الدجیٰ جامعی اشرفی، موجودہ صدر المدرسین، مدرسہ اشرفیہ اظہار العلوم، براٹ نگر کا مشترکہ بیان ہے کہ مورنگ نیپال کا علاقہ جس میں صنعتی شہر براٹ نگر شہر شامل ہے، عرصۂ دراز سے دیوبندی و تبلیغی جماعت کے نرغہ میں تھا۔ عوام سنی صحیح العقیدہ تھے۔ سنی مدارس اور سنی علمانہ ہونے کے سبب یہاں کے لوگوں کا ایمان متزلزل ہونے لگا تھا۔ وہابی و دیوبندی علما، سنیوں کو بار بار مناظرہ کا چیلنج دے رہے تھے۔ یہ تمام باتیں یہاں کی عوام اہلسنت نے کسی ذریعہ سے حضور حافظ ملت تک پہنچائیں۔ حافظ ملت یہاں کی حالت زار سن کر بڑے فکر مند ہو گئے اور جلد ہی براٹ نگر میں ایک جلسے کا پروگرام تیار کیا۔ آپ نے اپنے ساتھ مناظر اسلام، قائد اہلسنت علامہ ارشد القادری، خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی اور شیخ اعظم سید اظہار اشرف جیلانی علیہم الرحمۃ کو ساتھ لیا اور یہاں جلسہ میں تشریف فرما ہوئے۔ شب میں علمائے اہلسنت نے عقائد اہلسنت کو دلائل و براہین سے واضح اور علمائے دیوبند کا رد بلیغ فرمایا۔ اخیر میں حضور حافظ ملت خطاب کے لیے کرسی پر رونق افروز ہوئے۔ آپ اس وقت جسمانی طور پر نہایت نحیف تھے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ دوران تقریر آپ پر ایسی کیفیت طاری ہوئی اور ایسا جوشیلہ خطاب فرمایا کہ کرسی سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ مجمع پر آپ کی تقریر کا بے حد اثر ہوا۔ لوگوں نے حق اور باطل کو پہچان لیا۔ سنیوں کو تقویت ملی۔ یہ جلسہ مسجد مصطفائیہ کے سامنے واقع اسکول کی فیلڈ میں ہوا تھا۔ لائن کواٹر والی مصطفائیہ مسجد، براٹ نگر میں جمعہ کی نماز قائم فرمائی۔

صبح میں دیوبندی مدرسہ محمودیہ کے صدر المدرسین مولوی قاسم کو ایک خط لکھ کر پیرو خان (باحیات ہیں) کے ہاتھ سے بھیجا اور مطالبہ کیا کہ اگر تم لوگ حق پر ہو تو آؤ مناظرہ کر لو۔ صف اعدا میں ایسی ہلچل مچی کہ کسی مولوی نے اس خط کا جواب دینے کی ہمت نہیں کی۔

یہ تمام معلومات راقم سطور کو مولانا محمد عارف حسین مصباحی بن رحمت حسین ساکن پترابا، ضلع اَرَریا، بہار حالیہ مقیم جوگبنی، براٹ نگر سے موصول ہوئی ہیں۔

## حضور حافظ ملت کا دوسرا سفر نیپال

۱۲، ۱۳ر مارچ ۱۹۷۳ء میں جنک پور کی سرزمین پر ہونے والی دوروزہ عظیم الشان سرکار مدینہ کانفرنس میں شرکت کے لیے تشریف لے گئے۔ اور اپنے ارشادات عالیہ سے باشندگان نیپال کو فیضیاب کیا۔ آپ کا یہ سفر آپ کے ایک ممتاز تلمیذ شیر نیپال، مفتی محمد جیش برکاتی صاحب کی دعوت پر ہوا تھا۔ اس میں آپ کے ساتھ حضور سید العلما اور مولانا مظفر حسین کچھوچھوی وغیرہم بھی مدعو تھے۔

## حضور حافظ ملت کے اخلاص وتواضع کا حیرت انگیز واقعہ

جنک پور نیپال کے اس جلسہ میں حضور حافظ ملت کی زندگی کا ایک عبرت آموز واقعہ جو سرتا پا اخلاص ومحبت اور کسر نفسی کی روشن مثال ہے، ایک چشم دید عالم وفقیہ، مفتیٔ اعظم بالینڈ حضرت علامہ مفتی عبدالواجد صاحب نیرؔ قادری کے قلم سے ملاحظہ کریں۔ اس واقعہ کو انھوں نے حضور حافظ ملت کے وصال کی خبر پاکر بریلی شریف میں حضور مفتی اعظم ہند سے بیان کیا تھا۔ وہ لکھتے ہیں:

حضور! حافظ ملت علیہ الرحمہ کے اخلاص وکسر نفسی کو یوں تو میں نے بارہا بہت قریب سے دیکھا ہے، مگر جنک پور نیپال کے جلسہ میں جس کسر نفسی کا برملا اظہار ہوا ہے وہ میری آنکھوں سے اوجھل نہیں ہوتا ہے۔ حضور مفتیٔ اعظم نے میری طرف دیکھا تو میں عرض کرنے لگا۔

جنک پور نیپال کے مشہور شہروں میں سے ایک سرحدی شہر ہے جہاں اہلسنت کا ایک

ادارہ مولانا محمد جیش برکاتی کے زیر انتظام چل رہا ہے۔ وہاں کئی بار جلسے ہوئے۔ ایک جلسہ میں حضور سید العلما، حضور حافظ ملت اور مولانا سید مظفر حسین کچھوچھوی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہم تشریف فرما تھے۔ اسٹیج سکریٹری اور اناؤنسر کی حیثیت سے میں اپنے بزرگوں کا تعارف کرا رہا تھا۔ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ اسٹیج پر پہلے جلوہ بار ہو چکے تھے لہذا ان کی تقریر کا میں نے اعلان کر دیا۔ کم وبیش ڈیڑھ دو لاکھ کا جم غفیر تھا۔

حضور حافظ ملت خطبۂ مسنونہ میں مصروف تھے کہ اسی اثنا میں حضور سید العلما اسٹیج پر جلوہ فرما ہو گئے اور حضور حافظ ملت سے فرمانے لگے حضور! آپ بڑے ہیں، پہلے میری تقریر ہو جانے دیجیے پھر آپ تقریر فرمایئے۔ میں آخر تک آپ کی تقریر سے مستفیض ہونا چاہتا ہوں۔

حضور سید العلما کی باتیں سن کر حضور حافظ ملت نے خطبۂ تقریر موقوف فرما دیا اور سید العلما کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا:

حضور! میں آپ کے ادنیٰ غلاموں میں سے ہوں، لیکن آقا کا حکم سر آنکھوں پر۔ آیئے اور اپنی تقریر پر تنویر سے مجھ جیسے ناکاروں کو نوازیے۔ مولانا حافظ جیش محمد صدیقی اور مولانا محبوب رضا روشن القادری نے حضور سید العلما کو سہارا دیا اور منبر تقریر پر بٹھا دیا اور حضور حافظ ملت آپ کی کرسی کے پایہ سے لگ کر اس طرح مؤدب بیٹھ گئے جیسے کوئی ہونہار شاگرد استاذ کے سامنے دوزانوں بیٹھتا ہے اور ہر لحہ جی حضور، جی حضور فرمانے لگے۔

حضور سید العلما علیہ الرحمۃ والرضوان نے خطبۂ مسنونہ کے بعد تمہید تقریر کے طور پر حضور حافظ ملت کی اجمیری زندگی پر روشنی ڈالی اور درمیان گفتگو فرمایا:

یہی وہ حافظ ملت ہیں جنھوں نے طالب علمی کے دور میں نہ صرف مجھے کتب متداولہ کی تکرار کرائی بلکہ میری گوشمالی فرما کر مجھے علم وفن کے سانچے میں ڈھالا۔

سید العلما علیہ الرحمہ کی اس گفتگو کا اثر اسٹیج پر بیٹھے ہوئے علما پر ایسا ہوا کہ بعض حضرات چیخیں مار کر رونے لگے۔ خود حضور حافظ ملت کا رومال آنسوؤں سے تر ہو گیا اور دونوں گھٹنوں پر کھڑے ہو کر دونوں ہاتھ جوڑے ہوئے حضور سید العلما سے بار بار معذرت

طلب ہو رہے تھے۔

اس جاں گسل منظر کو اسٹیج کے قریب ہزاروں سامعین نے دیکھا اور ان دونوں حضرات کے آپسی خلوص ومحبت پر قربان ہونے لگے۔(۱)

علم کا دریا پیار کا ساغر ناز کرے جن پہ اخلاق
پیکر شفقت معمار ملت، فیض مجسم زندہ باد
جس نے پیدا کیے کتنے لعل وگہر
حافظ دین وملت پہ لاکھوں سلام

ملک نیپال میں حضور حافظ ملت سے براہ راست فیض پانے والے علما کی کثیر تعداد موجود ہے جنھوں نے اس کفرستان میں شمع اسلام کو فروزاں کیا۔ سنیت کے استحکام میں جن کی مساعیٔ جمیلہ کبھی بھی فراموش نہیں کی جاسکتیں۔ چند نمایاں نام یہ ہیں۔ ۱-شیر نیپال مفتی محمد جیش برکاتی، سابق شیخ الحدیث الجامعۃ الحنفیۃ الغوثیہ، جنک پور، فخر نیپال مفتی محمد اسرائیل مصباحی رضوی، صدر المدرسین الجامعۃ القادریہ مصباح المسلمین، علی پٹی، مفتی عبد الغفار ثاقب مصباحی، قاضی ادارۂ شرعیہ دربھنگہ کمشنری، اشرف العلما، مفتی محمد اشرف القادری النوری قدس سرہ۔ بانی امانت شرعیہ، نیپال، مفتی محمد امین الدین مصباحی، قدس سرہ سابق صدر المدرسین، مدرسہ حنفیہ اشرفیہ، لہان، مصلح امت، مفتی محمد مصلح الدین قادری شیخ الحدیث مدرسہ حبیبیہ اسلامیہ، لعل گوپال گنج، الہ آباد۔

(۱) جہان مفتی اعظم ہند، ص: ۵۳، ناشر: رضا اکیڈمی، ممبئی ۲۰۰۷۔ مضمون نگار: مفتی عبد الواجد بالینڈ۔

# مخدوم المشائخ، سرکار کلاں، سید مختار اشرف جیلانی قدس سرہ

(۱۳۳۳ھ۔ ۱۹۱۴ء/ ۲۱ر نومبر ۱۹۹۶ء)

مخدوم المشائخ، قدوۃ العارفین، زبدۃ السالکین، سرکار کلاں، حضرت مولانا سید محمد مختار اشرف ابن حضرت مولانا سید شاہ احمد اشرف (۱۲۸۶ھ۔ ۱۳۴۳ھ) ابن حضرت قطب المشائخ، اعلیٰ حضرت علی حسین اشرفی رحمہم اللہ ایک جامع شریعت وطریقت مرشد تھے۔ آپ کی ولادت ۱۳۳۳ھ میں ہوئی۔ کچھوچھہ شریف میں مولانا عماد الدین سنبھلی سے میزان سے شرح وقایہ تک پڑھا اور مفتی عبد الرشید فتح پوری سے مختلف علوم وفنون کا درس لیا۔ جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں حضور صدر الافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ سے تفسیر وحدیث کی تکمیل کی۔ جد امجد اشرفی میاں سے مرید ہو کر سلوک کی منزلیں طے کیے۔

آپ کی پیدائش کے چھٹے دن ہی چھٹی شریف کے موقع پر جد امجد نے اشرفی تاج آپ کے سر پر رکھ کر اپنی سجادگی وسجادہ نشینی آپ کے ذمہ کرنے کا اشارہ کر دیا۔ خاندانی رسم کے مطابق آپ کے ہاتھ میں قلم، عصا اور سر پر تاج اشرفی اور کلاہ اقدس رکھی گئی جبکہ آپ کے والد محترم اس وقت موجود تھے۔ اس واقعہ کے بعد والد گرامی سید احمد اشرف ملول خاطر رہنے لگے۔ آپ کی یہ حالت دیکھ کر حضور اشرفی میاں نے قریب بلایا اور تسلی دی اور فرمایا:

''اے نور نظر عصاے پیرم! میں نے اپنی مرضی سے نہیں کیا ہے یہ سب اشارۂ غیبی سے کیا گیا ہے تم خاطر جمع رکھو۔''

چنانچہ آپ کے والد بزرگوار کا جلد ہی انتقال ہو گیا۔ اور آپ کی پرورش و پرداخت مکمل طور پر جد امجد کے آغوش میں ہوئی۔ ۲۵ر جمادی الاولی ۱۳۴۷ھ میں باضابطہ ان کو اپنا جانشین وخلیفہ مقرر فرمایا۔

حضور سرکار کلاں دنیاے ولایت کے بادشاہ اور بحر حقیقت کے غوص تھے۔ سلسلۂ اشرفیہ کا فیضان آپ کے ذریعہ عرب وعجم میں عام ہوا۔ آپ کثیر الاسفار بزرگوں میں سے ہیں۔ بہت ہی حسین وجمیل اور بارعب تھے۔ آپ کے لمعات جبین سے تاریکی کافور ہو جاتی تھی۔ محفل مشائخ میں شمع انجمن کی طرح ہوتے۔ صاحب کشف وکرامت جذب وحال اور تمکین وتصرف تھے۔ آپ کے بعض احوال کا غائرانہ مطالعہ اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ آپ مقام قطبیت پر فائز تھے۔ آپ کی ولایت پر مشائخ عصر کا اتفاق ہے۔ خود حضور سید اشرفی میاں کا یہ قول کافی ہے: ''میرا یہ پوتا ولی ہوگا۔'' (۱)

## ذوالفقار علی بھٹو کا ظلم وستم اور اس کی پھانسی

حاجی عبد اللطیف کا بیان ہے کہ حضرت سرکار کلاں کا قیام لاہور میں آصف بھائی کے مکان پر تھا۔ ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت تھی، اہلسنت پر ظلم ڈھایا جارہا تھا اور انھیں چن چن کر تختۂ دار پر چڑھایا جارہا تھا اور بہت سے علما کو گرفتار کیا گیا تھا تاکہ کل انھیں پھانسی دی جاسکے۔ علما کی ایک جماعت حضرت سرکار کلاں کی خدمت میں پہنچی اور سارا ماجرہ پیش کردیا اور عرض کیا کل جن علما کو پھانسی ہونی ہے وہ اہلسنت کے بہت جید علما ہیں۔ سرکار کلاں فوراً اٹھے اور فرمایا: مجھے داتا دربار جانا ہے۔ رات ہی میں آپ داتا گنج بخش لاہوری علیہ الرحمہ کے مرقد انور پر تشریف لائے۔ احباب کو باہر روک دیا۔ یکہ وتنہا اندر گئے اور تمام دروازوں کو بند فرما کر کئی گھنٹے حاضر رہنے کے بعد باہر تشریف لائے اور فرمایا چلو اب آرام کرو، کام ہوگیا ہے۔ صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ پاکستانی فوج نے بغاوت کردی۔ اس کے بعد ہی ذوالفقار علی بھٹو کو بھی تختۂ دار پر چڑھادیا گیا۔ (۲)

اس واقعہ سے آپ کے حیرت انگیز تصرف اور عزل ونصب کے اختیار کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

(۱) حیات مخدوم الاولیاء، مؤلفہ مولانا محمود احمد رفاقتی مظفر پوری، ص: ۴۵۶، باب ۱۶۔ ۲۰۰۱ء

(۲) شیخ اعظم۔ ص: ۸۶، مضمون نگار، مولانا جابر احمد اشرفی، ناشر: جمعیۃ الاشرف اسٹوڈنٹس مومنٹ، کچھوچھہ شریف، ۲۰۱۲ء۔

## سرکارکلاں کا دورۂ نیپال:

نبیرۂ سرکارکلاں، محمود المشائخ سید شاہ محمود اشرف جیلانی سجادہ نشین خانقاہ عالیہ اشرفیہ حسینیہ کچھوچھہ مقدسہ نے راقم الحروف سے بیان فرمایا کہ حضور اشرفی میاں کے بعد سرکارکلاں نے بھی نیپال کا دورہ فرمایا: کاٹھمنڈو، پوکھرا، بھیرہواں وغیرہ علاقوں میں آپ نے متعدد بار تبلیغی واصلاحی دورے فرما کر سنیت کو مضبوط کیا ہے، بے شمار لوگ داخل سلسلہ ہوئے۔

## غازی اسلام، فاتح امرڈوبھا سید اکمل اشرف اشرفی

خانوادۂ اشرفیہ کے بطل جلیل، مجذوب وقت، قطب عالم جہاں گیر ثانی کے سجادہ نشین حضرت سید شاہ محمد اکمل حسین اشرفی جیلانی سجادہ نشین آستانہ اشرفیہ جہانگیریہ (ولادت ۲/ جولائی ۱۹۲۳ء وفات ۱۸/ شعبان ۱۳۹۴ھ/ ۶/ ستمبر ۱۹۷۴ء)۔ چمنستان اشرفی جہانگیری کے وہ پھول ہیں جن کی خوشبو سے ایک عالم معطر ہے آپ پر ہمیشہ جذب ومستی اور حال کی کیفیت طاری رہتی، آپ کی زبان زبانِ سیف تھی۔ جو کہہ دیا وہ پورا ہو کر رہا۔ آپ چودھویں پشت میں قطب عالم مخدوم سید شاہ جہاں گیر ثانی کی اولاد ہیں جو مخدوم شاہ ثانی حاجی الحرمین سید عبدالرزاق نورالعین رحمۃ اللہ علیہ کے لکڑ پوتے ہیں۔ مخدوم شاہ ثانی کی اولاد کی خصوصیت یہ ہے کہ اس خاندان میں ہر دور میں مجاذیب وسالکین رہے ہیں کوئی عہد مجذوب سے خالی نہیں رہا ہے آج تک یہ سلسلہ چل رہا ہے۔

۱۸/اپریل ۱۹۵۰ء کا واقعہ ہے کہ امرڈوبھا ضلع بستی سے کفار ومشرکین نے مسلمانوں کا صفایا کرنے کا پلان بنالیا۔ مسلمان بے سروسامانی اور بے کسی کے عالم میں تھے۔ ان کا کوئی قائد نہ تھا جو اس مصیبت سے انھیں نجات دلا سکے، حضور مخدوم سمنانی نے خواب میں حضرت غازی اسلام کو حکم دیا کہ بیٹے اٹھو تمہاری ضرورت امرڈوبھا میں ہے وہاں جاؤ تمہیں کفار سے جہاد کرنا ہے۔ حضرت وہاں تشریف لے گئے بمشکل تین سو مسلمان جمع ہو سکے۔ بہت سے مسلمان وطن چھوڑ کر جا چکے تھے۔ ہزاروں کفار ومشرکین کے لشکر سے

حضرت نے تین سو مجاہدین کے ساتھ جہاد فرمایا، اور بدر کی تاریخ ہندوستان میں حسینی شہزادے نے دہرادی۔ رجال الغیب سفید براق گھوڑوں پر سوار ہاتھوں میں شمشیر برہنہ لیے نمودار ہوئے اور کافروں کی گردنیں خود بخود کٹنے لگیں۔ اس ہنگامۂ محشر میں ایک گھنٹہ تک حضرت غازی اسلام نے شمشیر زنی کا مظاہرہ فرمایا اور لاشوں کے انبار لگادیے، آپ کا پورا جسم اور شمشیر خون سے سرخ ہو چکا تھا۔ (۱)

مورخہ ۳۰ رمحرم الحرام ۱۴۳۷ھ کو عرس مخدومی کے موقع پر جانشین اکمل العلماء حضرت مولانا سید شاہ اجمل حسین اشرفی جیلانی سجادہ نشین آستانہ اشرفیہ جہانگیریہ کچھوچھہ شریف سے شرفِ ملاقات حاصل ہوا، اور نیپال میں حضرت کے ورود کے تعلق سے گفتگو ہوئی تو انہوں نے فرمایا:

میرے والد گرامی حضور غازی اسلام فاتح امرڈو بھا نے بہت پہلے بھیر ہواں اور لمبنی کے علاقوں کا تبلیغی دورہ فرمایا تھا، ان کے وصال کے بعد ۱۹۷۶ء سے میں بھی دورہ کر رہا ہوں، کاٹھمنڈو، پوکھرا، نارائن گھاٹ، مغلن لمبنی، بڑھنی اور بٹول وغیرہ میں میرے اور والد ماجد کے ہزاروں مرید ہیں۔ بھیر ہواں سے متصل بھلواری کے مقام پر میرے صاحبزادے سید مولانا اشرف صاحب نے خانقاہ اشرفیہ کی تعمیر کی ہے۔ اور وہاں سے مسلسل سلسلے کی اشاعت کا کام جاری ہے۔

حضرت اجمل العلما، خود درویش صفت بزرگ ہیں۔ فقر و درویشی، زہد و ورع کے ساتھ ایک جامع شیخ طریقت اور مستند و متبحر عالم دین ہیں بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔ جن میں گلہائے مشکوۃ، قطب عالم جہاں گیر ثانی، حرمین شریفین اور نجدی، تجلیات حرم، حج و زیارت اور رسول اعظم ﷺ اغیار کی نظر میں قابل ذکر ہیں۔ مذکور الصدر تمام کتابیں حضرت اجمل العلماء نے راقم الحروف کو بطور تحفہ عنایت کیں۔ فجزاهم الله خير الجزاء

(۱) قطب عالم، جہاں گیر ثانی۔ از سید اجمل حسین کچھوچھوی، ص: ۳۶۔۴۷

## شیخ اعظم حضرت مولانا سید اظہار اشرف جیلانی کچھوچھوی قدس سرہ

نبیرۂ اشرفی میاں، مخدوم العلما، ابو المحمود، شیخ اعظم، حضرت مولانا سید شاہ اظہار اشرف اشرفی جیلانی قدس سرہ کی ولادت ۶ رمحرم ۱۳۵۵ھ مطابق ۲ رمارچ ۱۹۳۶ء کو کچھوچھہ مقدسہ میں ہوئی۔

چار سال چار ماہ چار دن کی عمر میں والد ماجد، نانا جان سید مصطفی اشرف اور پھوپھا حضور محدث اعظم ہند کی موجودگی میں تسمیہ خوانی ہوئی۔ جد امجد نے اظہار اشرف نام رکھا اور فرمایا: اس سے فیضان اشرف کا اظہار ہوگا۔ ابتدائی تعلیم کچھوچھہ شریف میں حاصل کی اور اعلیٰ تعلیم کے لیے مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور میں داخل ہوئے اور ۱۹۵۷ء میں مروجہ علوم وفنون کی تحصیل سے فارغ ہوئے۔

آپ کے اساتذہ میں حضور حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی حضرت مولانا عبد الرؤف بلیاوی، مفتی حبیب اللہ اشرفی نعیمی کے اسماء سرفہرست ہیں۔

فراغت کے بعد آپ نے جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں مسند تدریس کو رونق بخشی۔ پھر تدریس سے کنارہ کش ہوکر تصوف وسلوک کی طرف مائل ہوئے، والد ماجد سے بیعت ہوکر تکمیل سلوک کی۔ ۲۵ رشعبان ۱۴۱۷ھ/ ۲ رجنوری ۱۹۹۷ء کو عرس چہلم کے موقع پر آپ کو منصب سجادگی پر بٹھایا گیا۔

آپ اپنے والد ماجد اور اسلاف کے سچے جانشین ثابت ہوئے۔ آپ کے عہد میں خانقاہ اشرفیہ نے تعلیمی، تعمیری، اشاعتی اور توسیع سلسلہ کے اعتبار سے بے پناہ ترقی کی۔ جامع اشرف کے نام سے عظیم ادارہ قائم فرمایا۔ مختار اشرف لائبریری قائم کی اور رشد وہدایت کے لیے ہند، نیپال، بنگلہ دیش، پاکستان اور یورپ وایشیا کے بہت سے ممالک کا سفر کیا۔

آپ کی خدمات کی تفصیل ''شیخ اعظم'' نام کی کتاب میں مسطور ہے۔ قارئین وہاں ملاحظہ کریں۔ یہاں ہم سردست خطۂ نیپال میں شیخ اعظم کی خدمات پیش کرنا چاہتے ہیں۔

# نیپال میں شیخ اعظم کی خدمات

نیپال میں ۲۰۲۰ بکرم سمبت مطابق ۱۹۶۴ء سے ۲۰۱۰ء تک آپ کے دورے کی تاریخ ملتی ہے سب سے پہلی بار آپ نے ۱۹۶۴ء میں اپنے استاذ گرامی حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے ہمراہ مشرقی نیپال کے شہر براٹ نگر کا دورہ فرمایا۔ اس وقت آپ نوجوان خطیب تھے۔ آپ کے پر مغز خطاب سے لوگوں کے قلوب واذہان میں انقلاب برپا ہو جاتا تھا۔ علمی، روحانی اور شخصی وجاہت کے ساتھ ہی آپ کا خطاب بھی بہت دلنشیں ہوا کرتا تھا۔ اس پروگرام کا سبب یہ ہوا کہ یہ علاقہ عرصہ سے بدمذہبوں کے نرغہ میں تھا۔ سنی علما کی آمد کی کمی اور دینی مدرسہ نہ ہونے کے سبب عوام کو سنی اور غیر سنی کا فرق معلوم نہ تھا۔ بد مذہب مولوی سنیوں کو بدمذہبیت کی طرف لا رہے تھے۔ اسی کشمکش کے عالم میں لائن کوارٹر براٹ نگر، نیپال کے سنی عوام نے حضور حافظ ملت کو یہاں آنے کی دعوت دی اور جلسہ کا اہتمام کیا۔ اس جلسہ میں مقرر خصوصی کی حیثیت سے قائد اہلسنت علامہ ارشد القادری اور پاسبان ملت، علامہ مشتاق احمد نظامی اور نوجوان خطیب حضرت شیخ اعظم رحمہم اللہ موجود تھے۔ رات بھر علمائے اہلسنت کی تقریریں ہوئیں اور حق وباطل کا فرق واضح کیا گیا۔ دوسری بار آپ کی آمد اسی علاقہ رانی ۲۲ براٹ نگر میں ۱۹۷۶ء میں سنی جماعت کمیٹی کے زیر اہتمام ہونے والے جلسہ میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے ہوئی۔ اس وقت یہاں کوئی سنی مدرسہ نہ تھا۔ لوگوں پر حق وباطل کا فرق واضح نہ تھا۔ آپ کی تعلیم وتلقین اور نصیحت سے یہاں بیداری آئی اور آپ کے چہرۂ پرنور کو دیکھ کر بہت سے لوگ سلسلہ میں داخل بھی ہوئے۔ یہاں کی سنیت کے مستقبل کو محفوظ کرنے کے لیے آپ نے اپنے مریدوں کو ایک مدرسہ قائم کرنے کی ترغیب دی۔ ایک عقیدت مند کے دروازے پر بشکل مکتب ایک مدرسہ قائم ہو گیا۔ مولانا عطاء المعین اشرفی جامعی سابق استاذ ومفتی مدرسہ اشرفیہ، اظہار العلوم رانی براٹ نگر لکھتے ہیں:

''۱۹۸۲ء میں تیسری بار حضور شیخ اعظم مناظرہ کے لیے تشریف لائے۔ اس موقع

سے آپ کے ساتھ رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کے علاوہ دیگر علماء بھی تشریف لائے۔ آمنے سامنے دو اسٹیج بنائے گئے لیکن دیوبندیوں نے راہ فرار اختیار کی اور مناظرہ نہیں ہو پایا۔ سنیوں نے کامیاب جلسہ کیا، جس سے متاثر ہو کر کافی تعداد میں لوگ مذہب حق کی طرف پلٹنے لگے۔''(۱)

اس مناظرہ کی تفصیل راقم الحروف کو دیگر ذرائع سے بھی معلوم ہوئی ہے۔

سنی علما عشاء کے بعد ہی اسٹیج پر آ گئے۔ دیوبندی اسٹیج خالی رہا۔ دیوبندی مولویوں پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ وہ صبح تک اسٹیج پر آنے کی جرأت نہیں کر سکے۔ بالآخر سنیوں نے جشن فتح منایا اور اسی میدان میں نماز فجر ادا کی گئی۔ اس موقع پر بڑی تعداد میں لوگ سنیت اور سلسلۂ اشرفیہ میں داخل ہوئے اور اسی دن سے یہاں کی سنیت نکھر گئی۔ بلاشبہ یہ شیخ اعظم کا بہت بڑا احسان ہے کہ آپ نے اس علاقہ کا دورہ فرما کر بروقت سنیوں کی رہنمائی کی اور وہابیت کی زد میں آنے سے بچا لیا۔

پانچویں بار آپ کی آمد دسمبر ۱۹۸۸ء میں طویل مدت کے بعد ہوئی۔ پھر مدرسہ کے گراؤنڈ میں ایک عظیم جلسہ ہوا۔ بہت سے لوگ تائب و مرید ہوئے۔ ۱۹۸۸ء میں حضرت حکیم سید شاہ قطب الدین اشرف اشرفی جیلانی نے بھی اس علاقہ کا دورہ فرما کر سنیت کو مستحکم کیا۔

چھٹی اور آخری بار ۲۰۱۰ء میں شیخ اعظم یہاں تشریف لائے اور ایک جلسہ سے ناصحانہ خطاب کیا۔ مدرسہ کا نظم و نسق اور کارناموں کو دیکھ کر مسرت کا اظہار فرمایا۔ اسی سفر میں ۲۴ رذوالحجہ ۱۴۳۱ھ مطابق ۱۳ ردسمبر ۲۰۱۰ء کو تعلیم نسواں کے لیے انڈین ساڑھے سات بیگھہ وسیع و عریض آراضی پر ''جامعۃ الزہراء'' کا سنگ بنیاد رکھا اور ترقی کے لیے دعا فرمائی۔(۲)

---

(۱) شیخ اعظم، ص: ۴۱۹، ناشر: جمعیۃ الاشرف اسٹوڈنٹس مؤمنٹ، جامع اشرف، کچھوچھہ، ۲۰۱۲ء۔

(۲) مرجع سابق، ص: ۴۲۰۔

## مدرسہ اشرفیہ اظہار العلوم کا قیام

آپ کا تیسرا سفر غالباً ۱۹۷۸ء میں ہوا۔ اس بار بھی ایک عظیم الشان جلسہ کا اہتمام ہوا اور کثیر تعداد میں لوگ داخل سلسلہ ہوئے اسی سفر میں آپ نے رانی ۲۲ براٹ نگر میں ایک وسیع وعریض رقبہ پر مدرسہ اشرفیہ اظہار العلوم کی بنیاد رکھی اور ادارہ روز افزوں آپ کی سرپرستی میں ترقی کرتا رہا۔

## نیپال میں شیخ اعظم کا مناظرہ

۱۹۸۲ء میں چوتھی بار حضرت شیخ اعظم اور قائد اہلسنت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ بحیثیت مناظر یہاں تشریف لائے۔ حضرت شیخ اعظم نے براٹ نگر کے علاوہ کاٹھمنڈو، پوکھرا، بھیرہواں وغیرہ علاقوں کا بھی دورہ فرمایا ہے۔ جہاں اب بھی آپ کے ہزار ہا مریدین پائے جاتے ہیں۔

## لہان میں شیخ اعظم کی آمد

مولانا احمد رضا ثقافی صاحب پرنسپل مدرسہ حنفیہ اشرفیہ نے لہان کے مقامی لوگوں سے تحقیق کر کے راقم سطور سے بیان کیا کہ ۱۹۹۵ء میں جب کہ یہاں مولانا شکیل احمد صاحب مدرسہ حنفیہ اشرفیہ لہان کے صدر المدرسین تھے شیخ اعظم سید اظہار اشرف اشرفی جیلانی یہاں تشریف لائے۔

## قائد ملت، محمود المشائخ سید محمود اشرف جیلانی کا دورۂ نیپال

خانوادۂ اشرفیہ کے چشم وچراغ، سجادۂ مخدوم سمناں قائد ملت، محمود المشائخ حضرت الحاج مولانا سید محمود اشرف اشرفی جیلانی ابن حضرت شیخ اعظم ابن حضرت سرکار کلاں موجودہ صاحب سجادہ خانقاہ اشرفیہ حسینیہ سرکار کلاں کچھوچھہ شریف (ولادت ۷/ جولائی ۱۹۶۴ء) نے بھی اپنے کثیر تبلیغی واصلاحی دوروں سے نیپال کو فیضیاب کیا ہے۔ اپنے

اسلاف کی سنت پر عمل کرتے ہوئے آپ نے بھی نیپال میں دعوتی واصلاحی دوروں کا سلسلہ جاری رکھا۔ حضرت شیخ اعظم کی حیات میں ہی آپ یہاں بارہا تشریف لائے۔ بعد وفات بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ کاٹھمنڈو، پوکھرا، لمبنی، بٹول، بھیرہواں، بڑھنی، کاکر بھٹا سمیت بہت سے شہر و دیہات کو اشرفی فیضان سے سیراب کیا۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ ان کے ہاتھوں پر داخل سلسلہ ہو چکے ہیں۔(۱) حضرت قائد ملت کی ذات اس وقت پورے عالم اسلام کے لیے نعمت سے کم نہیں۔ آپ کی ذات تن تنہا ایک انجمن ہے۔ اہلسنت و جماعت کی شیرازہ بندی، جماعت کا داخلی و خارجی استحکام، سلسلۂ اشرفیہ کی توسیع، جامع اشرف کی ترقی اور وابستگان سلسلہ وعقیدت مندوں کی دلجوئی اور خیر خواہی کے لیے ہمہ دم مصروف سفر رہتے ہیں۔ کبھی ہند، کبھی بنگلہ دیش کبھی نیپال اور کبھی بلاد یورپ وافریقہ اور ایشیا کے دورے پر ہوتے ہیں۔ پوری دنیا کے میں اس وقت لاکھوں افراد آپ کے دامن سے وابستہ ہیں۔ اتنی کم عمری میں جو مقبولیت اللہ نے آپ کو دی ہے بہت کم مشائخ کو نصیب ہوتی ہے۔ آپ ایک عہد ساز انسان، دور اندیش مفکر، ملت اسلامیہ کے پرزور مبلغ، دقیقہ سنج ونکتہ رس خطیب، غیر معمولی منتظم، راسخ العلم عالم دین اور جامع سلاسل شیخ طریقت ہیں۔ بنگلہ دیش میں تقریباً ہر سال آپ کا دورہ ہوتا ہے وہاں آپ کے ہزاروں مریدین ہیں۔ راقم الحروف کو دہلی میں متعدد بار شرف نیاز حاصل ہوا۔ ان کی عالی ظرفی اور علم دوستی سے بے حد متاثر ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان کے سایۂ عاطفت کو تادیر قائم رکھے۔

---

(۱) حضور اشرفی میاں، سرکار کلاں، شیخ اعظم اور قائد ملت کے تعلق سے جو باتیں تحریر کی گئیں ہیں وہ راقم الحروف نے براہ راست حضرت سید محمود اشرف اشرفی جیلانی دام ظلہ العالی سے مورخہ ۲۹ محرم ۱۴۳۷ھ مطابق ۱۲ نومبر ۲۰۱۵ء کو خانقاہ اشرفیہ حسینیہ، کچھوچھہ شریف میں ہوئی۔ ایک ملاقات میں استفسار کے بعد تحریر کی ہے۔

# سلسلۂ قادریہ برکاتیہ ----- مختصر تعارف

متحدہ ہندوستان میں سلسلۂ قادریہ کی اشاعت جس عظیم خانوادہ اور خانقاہ کے ذریعہ ہوئی، وہ سلطان العاشقین، حضور صاحب البرکات، قطب عالم، سید شاہ برکت اللہ واسطی بلگرامی مارہروی قدس سرہ کا روحانی خانوادہ اور ان کی قائم کردہ خانقاہ برکاتیہ ہے۔

حضرت سلطان العاشقین سید شاہ برکت اللہ قادری کی ولادت ۲۶ر جمادی الآخرہ ۱۰۷۰ھ مطابق ۱۶۶۰ء کو پورب کے مشہور مردم خیز قصبہ بلگرام میں ہوئی اور وصال شب عاشورہ محرم الحرام ۱۱۴۲ھ مطابق ۱۷۲۹ء کو مارہرہ میں ہوا۔ آپ حضرت سیدنا زید شہید بن حضرت امام زین العابدین بن سید الشہداء امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی نسل سے ہیں۔ آپ کے جد اعلیٰ سید میر محمد صغریٰ بلگرامی (ولادت: ۵۶۴ھ، وفات: شعبان ۶۴۵ھ) قدس سرہ مرید وخلیفہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی چشتی علیہ الرحمہ نے بلگرام کو فتح کیا اور اپنی اولاد کے ساتھ سکونت پذیر ہوئے۔ بلگرام ضلع ہردوئی سے اسی خانوادہ کے بطل جلیل میر سید عبد الجلیل بلگرامی (۹۷۲ھ۔۱۰۵۷ھ/۱۶۰۸ء) ابن سید عبد الواحد بلگرامی صاحب سبع سنابل شریف (۹۰۹ھ۔۱۰۱۷ھ) نے حالت جذب ومستی میں بلگرام کو خیر آباد کہہ کر مارہرہ نام کی بستی میں سکونت اختیار کی اور مسلسل اکتالیس سال تک رشد وہدایت، تبلیغ اسلام اور خدمت خلق کا فریضہ انجام دیا۔ مارہرہ میں خانقاہ کی تعمیر کی۔ آپ کی بلگرامی زوجہ سے چار فرزند ہوئے، ان میں ایک صاحبزادے کا نام سید شاہ اویس بلگرامی ہے۔ انھیں کے صاحبزادے حضور صاحب البرکات سید شاہ برکت اللہ بلگرامی ثم مارہروی ہیں۔

پروفیسر محمد ایوب قادری (پاکستان) نے سبع سنابل شریف کے مقدمہ میں ایک اقتباس نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

"میر بلگرامی کے فرزند میر عبد الجلیل (م ۱۰۵۷ھ) نے مارہرہ میں سکونت اختیار

کر کے اس قصبہ کو رشد وہدایت کا مرکز بنا دیا اور کم وبیش چار سو سال سے اس خانوادہ میں سلسلۂ بیعت وارشاد جاری ہے اور نامور صوفیہ ومشائخ اور اصحاب علم وفضل پیدا ہوئے ہیں۔(۱)

حضور صاحب البرکات اباً عن جدٍ چشتی تھے، مگر سلسلۂ چشتیہ کے ساتھ انھیں قادریہ، نقشبندیہ، سہروردیہ اور مداریہ سلاسل کی اجازت وخلافت بھی حاصل تھی۔ آپ کو اپنے والد ماجد سے سلسلۂ چشتیہ قدیم (آبائی) سلسلۂ قادریہ قدیم (آبائی) سلسلۂ سہروردیہ قدیم (آبائی) کی اجازت وخلافت حاصل تھی۔

والد ماجد کی حیات تک بلگرام ہی میں رہے۔ والد ماجد کی وفات ۲۰/رجب ۱۰۹۷ھ کے بعد آپ کالپی شریف ضلع جالون تشریف لے گئے۔ وہاں مشہور زمانہ بزرگ، سید شاہ فضل اللہ قادری مسند رشد وہدایت پر جلوہ افروز تھے، ان کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنی روحانی تشنگی بجھائی اور سید شاہ فضل اللہ کالپوی (وصال ۱۱۱۱ھ) سے اجازت وخلافت، سلاسل عالیہ قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ، نقشبندیہ، ابو العلائیہ اور مداریہ بدیعیہ حاصل کی اور صاحب البرکات کا خطاب پایا(۲) آپ کے سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ جس وقت حضرت صاحب البرکات کالپی شریف پہنچے سید شاہ فضل اللہ قادری قدس سرہ نے کھڑے ہو کر آپ کا استقبال کیا اور تین بار معانقہ فرمایا۔ اور یہ تاریخی جملہ ارشاد فرمایا:

"دریا بہ دریا پیوست"(۳)

ان تین معانقوں میں محبت ومعرفت کا جو جام پلایا اس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔

چونکہ حضرت صاحب البرکات پر نسبت قادریت غالب تھی اور سرکار غوثیت مآب سے جنون کی حد تک عشق تھا یہی وجہ ہے کہ آپ نے سلسلۂ قادریہ ہی میں بیعت کا سلسلہ جاری فرمایا۔

---

(۱) مقدمہ سبع سنابل: میر عبد الواحد بلگرامی، ص: ۱۳۔

(۲) سیدین نمبر ماہنامہ اشرفیہ، ص: ۱۹۸، مضمون حضرت سید محمد امین میاں قادری برکاتی۔

(۳) تذکرہ مشائخ مارہرہ۔ ڈاکٹر احمد مجتبیٰ صدیقی۔ ص: ۱۷۔ البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ۔

مارہرہ شریف میں سلسلۂ قادریہ جدیدہ کالپی شریف سے پہنچا ہے۔ اور پھر مارہرہ سے بدایوں شریف اور بریلی شریف تک پہنچا۔ سلسلۂ قادریہ برکاتیہ ہی کی اہم شاخ سلسلۂ قادریہ رضویہ ہے۔ متحدہ ہندوستان کی اکثر خانقاہوں میں سلسلۂ قادریہ، مارہرہ شریف سے ہی پہنچا ہے۔ یہ وہ باعظمت خانقاہ ہے جہاں شاہان مغل حضرت اورنگ زیب عالم گیر سے لے کر محمد شاہ تک نیاز نامے بھیجا کرتے تھے۔ یہ وہ برکاتی میخانہ ہے جہاں سے بغدادی جام بھر بھر کر پلائے جاتے ہیں۔ یہ وہ روحانی خانقاہ ہے جہاں ایک گنبد کے نیچے سات اقطاب آرام فرما رہے ہیں۔ یہی وہ مقدس آستانہ ہے جس کی غلامی عمر بھر زبدۃ العارفین، تاج المتوکلین علامہ شاہ عین الحق عبدالمجید بدایونی کرتے رہے۔ یہی وہ روحانی بارگاہ ہے جس نے علامہ شاہ فضل رسول بدایونی کو سیف اللہ المسلول بنا دیا۔ تاج المتکلمین، شمس العارفین علامہ شاہ عبدالقادر بدایونی قدس سرہ کو تاج الفحول بنا دیا۔ مجدد اعظم مولانا شاہ احمد رضا قادری برکاتی کو اعلیٰ حضرت، عاشق رسول اور امام اہلسنت بنا دیا۔ جس در کی غلامی اور جاروب کشی پر اعلیٰ حضرت تاعمر فخر کرتے رہے اسی مقدس اور باعظمت خانقاہ کے فرد فرید اور بطل جلیل کا نام سید آل مصطفیٰ برکاتی مارہروی ہے۔

## حضور سید العلما سید شاہ آل مصطفیٰ قادری برکاتی

(۱۳۳۳ھ/ ۱۹۱۵ء۔ ۱۳۹۴ھ/ ۱۹۷۴ء)

حضور سید العلما کا پورا نام آل مصطفیٰ اولادِ حیدر ہے اور عرفی نام سید میاں اور لقب سید العلما ہے۔ آپ کی ولادت ۲۵ رجب المرجب ۱۳۳۳ھ چہار شنبہ کی رات میں مارہرہ مطہرہ میں ہوئی۔ والد کا نام سید حیات النبی آل عبا بشیر حیدر تھا اور نانا کا نام مجدد برکاتیت حضرت مولانا سید ابو القاسم اسماعیل حسن رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ آپ کی پرورش و پرداخت نانا جان کے آغوش عاطفت میں ہوئی۔ چار سال چار ماہ چار دن کی عمر میں تسمیہ خوانی کا جشن پورے اہتمام سے کیا گیا اور حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست

مبارک سے لکھے ہوئے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے حضور سید میاں کو علم کا پہلا جام بغدادی، میخانہ سے پلایا گیا۔ سات آٹھ سال کی عمر میں حفظِ قرآن کی تکمیل فرمائی۔

نانا جان اور خال محترم سید شاہ اولادِ رسول محمد میاں مارہری قدس سرہ سے علوم درسیہ مروجہ کا اکتساب کیا۔ تفسیر، حدیث، منطق، علم کلام، صرف ونحو اور بلاغت میں کمال پیدا کیا۔ پھر منتہی کتابوں کی تعلیم کے لیے حضور صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں جامعہ معینیہ اجمیر مقدس تشریف لے گئے اور معقول ومنقول دونوں میں تبحر پیدا کیا۔ مولوی، عالم کی سند پنجاب بورڈ سے حاصل کی۔ طبیہ کالج علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے ادویۂ ہندیہ ویونانی اور عمل جراحی میں ڈی آئی ایم ایس کا ڈپلو مالیا۔ اس کے بعد نانا جان نے اپنے نواسے کو مکمل تیرہ سال تک خانقاہی تربیت عطا فرمائی۔ اپنی بیعت کے ساتھ خلافت واجازت سے بھی نوازا۔ نانا کے وصال کے بعد حضور تاج العلما نے روحانی تربیت کی اور اپنی تمام اجازت وخلافت انھیں عطا کی۔ (۱)

آپ کی ذات مرجع علما تھی، کیوں کہ آپ شریعت وطریقت کے مجمع البحرین تھے۔ سالکین وطالبین، علما، فقہا اور عوام سب آپ سے مستفیض ہوتے تھے۔

جنک پور، نیپال کے جلسہ میں حضور سید العلما کی آمد

۱۲-۱۳/مارچ/ ۱۳۹۴ھ/ ۱۹۷۳ء میں جنک پور، نیپال کے ایک جلسہ میں حضور حافظ ملت اور حضور سید العلما کی زندگی کا ایک عبرت آموز واقعہ جو سرتا پا اخلاص ومحبت اور کسر نفسی کی روشن مثال ہے۔ ایک چشم دید عالم وفقیہ مفتی اعظم ہالینڈ، حضرت مفتی عبد الواجد صاحب نیرؔ قادری کے قلم سے ملاحظہ کریں۔ اس واقعہ کو انھوں نے حضور حافظ ملت کے وصال کی خبر پاکر بریلی شریف میں حضور مفتی اعظم ہند سے بیان کیا تھا۔ وہ لکھتے ہیں:

حضور! حافظ ملت علیہ الرحمہ کے اخلاص وکسر نفسی کو یوں تو میں نے بارہا بہت قریب سے

---

(۱) سیدین نمبر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور ۲۰۰۲ء۔ حضور سید آل رسول حسنین میاں نظمی کے مضمون سے ماخوذ ہے۔ ص: ۴۷۲-۴۷۴۔

دیکھا ہے، مگر جنک پور نیپال کے جلسہ میں جس کسر نفسی کا برملا اظہار ہوا ہے وہ میری آنکھوں سے اوجھل نہیں ہوتا ہے۔ حضور مفتیٔ اعظم نے میری طرف دیکھا تو میں عرض کرنے لگا۔

جنک پور، نیپال کے مشہور شہروں میں سے ایک سرحدی شہر ہے جہاں اہلسنت کا ایک ادارہ مولانا جیش محمد برکاتی کے زیر انتظام چل رہا ہے۔ وہاں کئی بار جلسے ہوئے۔ ایک جلسہ میں حضور سید العلما، حضور حافظ ملت اور مولانا سید مظفر حسین کچھوچھوی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہم تشریف فرما تھے۔ اسٹیج سکریٹری اور اناؤنسر کی حیثیت سے میں اپنے بزرگوں کا تعارف کرا رہا تھا۔ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ اسٹیج پر پہلے جلوہ بار ہو چکے تھے لہذا ان کی تقریر کا میں نے اعلان کر دیا، کم وبیش ڈیڑھ دو لاکھ کا جم غفیر تھا۔

حضور حافظ ملت خطبۂ مسنونہ میں مصروف تھے کہ اسی اثنا میں حضور سید العلما اسٹیج پر جلوہ فرما ہو گئے اور حضور حافظ ملت سے فرمانے لگے حضور! آپ بڑے ہیں، پہلے میری تقریر ہو جانے دیجیے پھر آپ تقریر فرمائیے۔ میں آخر تک آپ کی تقریر سے مستفیض ہونا چاہتا ہوں۔

حضور سید العلما کی باتیں سن کر حضور حافظ ملت نے خطبۂ تقریر موقوف فرما دیا اور سید العلما کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا:

حضور! میں آپ کے ادنیٰ غلاموں میں سے ہوں، لیکن آقا کا حکم سر آنکھوں پر۔ آیئے اور اپنی تقریر پُر تنویر سے مجھ جیسے ناکاروں کو نوازیے۔ مولانا حافظ جیش محمد صدیقی اور مولانا محبوب رضا روشن القادری نے حضور سید العلما کو سہارا دیا اور منبر تقریر پر بٹھا دیا اور حضور حافظ ملت آپ کی کرسی کے پایہ سے لگ کر اس طرح مؤدب بیٹھ گئے جیسے کوئی ہونہار شاگرد استاذ کے سامنے دوزانو بیٹھتا ہے اور ہر لمحہ جی حضور، جی حضور فرمانے لگے۔

حضور سید العلما علیہ الرحمۃ والرضوان نے خطبۂ مسنونہ کے بعد تمہید تقریر کے طور پر حضور حافظ ملت کی اجمیری زندگی پر روشنی ڈالی اور درمیان گفتگو فرمایا:

یہی وہ حافظ ملت ہیں جنھوں نے طالب علمی کے دور میں نہ صرف مجھے کتب مُتَدَاوَلہ کی تکرار کرائی بلکہ میری گوشمالی فرما کر مجھے علم وفن کے سانچے میں ڈھالا۔

سید العلما علیہ الرحمہ کی اس گفتگو کا اثر اسٹیج پر بیٹھے ہوئے علما پر ایسا ہوا کہ بعض حضرات چیخیں مار کر رونے لگے۔ خود حضور حافظ ملت کا رومال آنسوؤں سے تر ہو گیا اور دو نوں گھٹنوں پر کھڑے ہو کر دونوں ہاتھ جوڑے ہوئے حضور سید العلما سے بار بار معذرت طلب ہو رہے تھے۔

اس جاں گسل منظر کو اسٹیج کے قریب ہزاروں سامعین نے دیکھا اور ان دونوں حضرات کے آپسی خلوص و محبت پر قربان ہونے لگے۔(۱)

اس دو روزہ جلسہ میں پہلی شب کی صدارت حضور سید العلما نے کی جبکہ دوسری شب کی صدارت نبیرۂ سرکار مجبی، محبوب الاولیا حضرت مولانا حمید الرحمٰن قادری رحمانی پوکھریروی علیہما الرحمہ نے فرمائی۔(۲) اس موقع پر حضرت شیر نیپال، میرے والد ماجد مولانا محمد عیسیٰ برکاتی اور میرے خسر محترم الحاج محمد رفیق برکاتی (لوکہا) اور سیکڑوں عوام وخواص، حضرت سید العلما کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ اس طرح براہ راست خانقاہ برکاتیہ کا فیضان نیپال کی سرزمین پر عام و تام ہوا۔

## حضرت سید حامد حسین زیدی برکاتی مارہروی ثم خیر آبادی

سلسلۂ قادریہ برکاتیہ کی انتہائی عظیم المرتبت شخصیت، درویش صفت بزرگ سید شاہ حامد حسین زیدی مارہروی ثم خیر آبادی (ولادت ۵/ مارچ ۱۹۳۸ء) ہیں۔ آپ حضرت سید شاہ سعادت علی کے بیٹے اور حضور سید شاہ ظہور حیدر برکاتی مارہروی قدس سرہما کے پوتے اور شیخ المشائخ حضور سید شاہ حبیب احمد واسطی قدس سرہ مسولی شریف کے مرید و خلیفہ ہیں۔(۳) آپ کافی عرصہ سے ممبئی میں مقیم ہیں۔ وطن مالوف خیر آباد ہے۔ رشتہ میں حضور سید شاہ

(۱) جہان مفتیٔ اعظم ہند، ص: ۹۵۳، ناشر رضا اکیڈمی، ممبئی۔ مضمون نگار: مفتی عبد الواجد قادری، مفتی اعظم ہالینڈ، مطبوعہ ۲۰۰۷ء۔

(۲) محبوب الاولیاء کا نقش حیات، ص: ۱۱۶۔

(۳) (حضرت سید شاہ حبیب واسطی، جانشین فاتح بلگرام حضور سید شاہ محمد اویس مصطفیٰ قادری برکاتی دامت برکاتہم العالیہ سجادہ نشین خانقاہ صغرویہ بلگرام کے حقیقی نانا ہیں)

محمد امین میاں صاحب قبلہ قادری برکاتی دامت برکاتہم القدسیہ کے چچا ہیں ۱۳/اپریل ۲۰۰۷ء کو راقم الحروف کی دعوت پر دارالعلوم نوری برکاتی کے جلسۂ دستار بندی میں جنک پور تشریف لائے۔ مہوا میں جلسہ کی سرپرستی فرمائی ۱۰/دن تک اس غریب کے غریب خانہ پر حضرت نے جنک پور میں قیام فرما کر شرف بخشا اور اپنے ارشادات و فیوض روحانی سے نیپال کو مالا مال فرمایا۔ طبیعت میں انتہائی سادگی، تکلف و تصنع سے کوسوں دور، حد درجہ استغنا۔ ممبئی میں قیام کے دوران ''ورلی'' میں حضرت سے شرف نیاز حاصل کیا اور غایت درجہ لطف و کرم فرمایا۔ جنک پور میں بہت سے لوگ حضرت کے ہاتھوں پر داخل سلسلہ ہوئے میری دادی جان نوراللہ ضریحھا بھی حضرت کی مریدہ تھیں۔ اس دورہ میں ہنسپور، ملہنیا نامی گاؤں میں بھی آپ تشریف لے گئے۔ یہ سنی صحیح العقیدہ مسلمانوں کی بستی ہے اور بڑی تعداد میں مسلمان مرد وزن داخل سلسلۂ برکاتیہ ہوئے۔ یہ ہمارا ننیہال بھی ہے اور ضلع دھنوشا کے ماتحت ہے۔ نیپال کے دیگر علاقوں میں بھی سلسلۂ قادریہ برکاتیہ کی اشاعت کے سلسلے میں آپ نے دورہ فرمایا۔ چنانچہ ۱۹۶۵ء میں پوکھرا، ۱۹۸۴ء میں جوگبنی اور بڑھنی کے علاقوں کا دورہ فرما کر گم گشتگان راہ کی رشد و ہدایت کا فریضہ انجام دیا۔ خیرآباد ضلع سیتامڑھی میں آپ نے بہت بڑا تعلیمی ادارہ قائم فرمایا ہے جو وسیع و عریض رقبہ پر پھیلا ہوا ہے۔

## حضرت سید شاہ آل رسول حسنین میاں نظمی برکاتی قدس سرہ کی آمد

چشم و چراغ خاندان برکات، شہزادۂ حضور سید العلماء، حسان العصر، سید آل رسول حسنین میاں نظمی قادری برکاتی قدس سرہ (ولادت ۶/رمضان المبارک ۱۳۶۵ھ مطابق ۴/اگست ۱۹۴۶ء، وفات یکم محرم الحرام ۱۴۳۵ھ/ ۶/نومبر ۲۰۱۳ء) عالمی شہرت یافتہ مصنف، نابغۂ عصر شاعر، علوم اسلامیہ و عصریہ کے بلند پایہ عالم و فاضل اور ممتاز صوفی بزرگ تھے۔ اردو، فارسی، عربی، سنسکرت، ہندی، برج ہندی، مراٹھی اور انگریزی زبانوں پر انھیں عبور حاصل تھا۔ آپ کا پدری نسب ۲۴/واسطوں سے اور مادری نسب ۲۳/واسطوں سے

فاتح بلگرام حضرت میر سید محمد صغریٰ بلگرامی قدس سرہ (م ۶۴۵ھ) تک پہنچتا ہے۔ حضرت میر سید محمد صغریٰ رحمۃ اللہ علیہ زیدی سادات سے ہیں۔ حضرت نظمی میاں کے دادا حضرت سید بشیر آل عبا زیدی قادری حضرت خاتم الاکابر سید شاہ آل رسول احمدی کے خلیفہ، سید شاہ حسین حیدر قادری کے صاحبزادے اور مجدد برکاتیت سیدنا ابو القاسم اسمعیل حسن شاہ قدست اسرارھم کے داماد اور خلیفہ ہیں(۱) حضرت میر صغری رحمۃ اللہ علیہ کے دو صاحبزادے ہوئے: میر سید سالار اور سید عمر۔ حضرت سید سالار کی نسل سے آپ کے اجداد ہیں اور سید عمر کی نسل سے حضور صاحب البرکات سید شاہ برکت اللہ مارہروی قدس سرہ ہیں، جن سے سلسلۂ برکاتیہ کی ابتدا ہوئی۔

سید نظمی میاں کی ابتدائی تعلیم، درجہ پنجم تک ممبئی میں اور ثانوی تعلیم مارہرہ میں ہوئی۔ بی۔ اے۔ اور ایم۔ اے۔ (اسلامیات) جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی سے مکمل کیا۔ ایم۔ اے انگریزی زبان وادب کے پہلے سال میں یونین پبلک سروسز کمیشن (U.P.S.C.) کے مقابلہ جاتی امتحان میں حصہ لیا اور اچھی کامیابی حاصل کی، جس کے بعد سینٹرل انفارمیشن (C.I.S.) کے لیے انتخاب ہوا۔ اور پہلی پوسٹنگ دہلی میں پریس انفارمیشن بیورو (P.I.B.) میں اسسٹینٹ جنرلسٹ کے طور پر ہوئی، پھر آل انڈیا ریڈیو کے سینیر کراس پاؤنڈنٹ کے عہدہ پر فائز ہوئے اور اخیر میں F.D. کے سینیر کمینٹری رائٹر کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ چونکہ طبیعت فطری طور پر ابتدا سے ہی تصوف وروحانیت کی جانب مائل تھی اس لیے جلد ہی آپ نے ان ذمہ داریوں سے استعفا دے دیا اور رشد وہدایت خلق میں مصروف ہو گئے۔ آپ کا شاہکار کارنامہ، کنز الایمان اور خزائن العرفان کا ہندی ترجمہ "کلام الرحمٰن" ہے۔ دو درجن سے زائد کتابیں آپ کے خامۂ زرنگار سے وجود میں آئیں۔

چند مطبوعہ کتب کے نام حسب ذیل ہیں:

---

(۱) ملخصاً اہلسنت کی آواز ۱۹۹۹ء، ص: ۲۵۸، خانقاہ برکاتیہ، مارہرہ شریف۔

(۱) کیا آپ جانتے ہیں؟ (۲) مصطفیٰ سے مصطفیٰ رضا تک (۳) مصطفیٰ سے آل مصطفیٰ تک (۴) مصطفیٰ سے حیدر حسن تک (۵) نظم الٰہی (انگریزی تفسیر) (۶) سبع سنابل شریف پر مداری اعتراضات کے برکاتی جوابات (۷) علم غیب رسول صلی اللہ علیہ وسلم (۸) قرآنی نماز بمقابلہ مائکروفونی نماز (۹) نوازش مصطفیٰ (۱۰) عرفان مصطفیٰ (۱۱) تنویر مصطفیٰ (۱۲) مدائح مصطفیٰ (۱۳) اسرار خاندان مصطفیٰ (۱۴) شان نعت مصطفیٰ (۱۵) مصطفیٰ جان رحمت (۱۶) کلام الرحمٰن (ترجمہ کنز الایمان وخزائن العرفان ہندی)(۱)

سید نظمی میاں ایک عظیم نعت گو شاعر تھے۔ آپ نے امام اہلسنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی نعتیہ زمین پر خوب طبع آزمائی کی ہے۔ مشہور زمانہ کلام

"رفعت مصطفائی پر عرش کی عقل دنگ ہے"
ان کی ہر ایک ادا میں کیا محبوبیت کا رنگ ہے
آغاز سے اخیر تک قرآں ہے نعت مصطفیٰ
محبوب کے بیان کا کیسا انوکھا ڈھنگ ہے

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ کی نعتیہ زمین پر لکھا گیا شاہکار کلام ہے۔

## نیپال میں تشریف آوری

جلسۂ برکات النبی صلی اللہ علیہ وسلم منعقدہ بتاریخ ۹/۱۰/جمادی الآخرہ ۱۴۳۴ھ مطابق ۲۰/۲۱/اپریل ۲۰۱۳ء میں سرپرست اجلاس کی حیثیت سے حضرت شیر نیپال مفتی جیش محمد برکاتی دام مجدہ کی دعوت پر لُبنہ کی سرزمین پر تشریف لائے اور اپنے ناصحانہ گفتگو سے اہل نیپال کو شاد کام کیا۔ ہزاروں مسلمانوں کو براہ راست برکاتی فیضان سے نہال ہونے کا موقع ملا۔

(۱) سیدین نمبر، ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور، ص: ۷۲، ۲۰۰۲ء۔

## گل گلزار برکاتیت حضرت سید شاہ محمد امین میاں قادری برکاتی

خانقاہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ، یوپی، کے موجودہ صاحب سجادہ کا نام حضرت سید شاہ پروفیسر محمد امین میاں قادری برکاتی ہے۔ آپ عظیم باپ کے عظیم بیٹے ہیں۔ آپ کی ولادت ۱۵/اگست ۱۹۵۲ء کو مارہرہ مطہرہ میں ہوئی۔ ترجمان خانوادۂ برکات، حضور تاج العلما سید اولاد رسول محمد میاں قادری قدس سرہ کے سایۂ عاطفت میں پروان چڑھے۔ والد گرامی حضور احسن العلما، سید مصطفیٰ حیدر حسن نے خانقاہی ماحول میں تربیت فرمائی اور دینی علوم کے ساتھ عصری علوم سے بھی حظ وافر حاصل کیا۔ آپ کے برادر گرامی شرف ملت حضرت سید محمد اشرف برکاتی رقمطراز ہیں:

حضرت امین میاں نے درگاہ معلّٰی کے مدرسہ قاسم العلوم سے تعلیم کی ابتدا کی، منشی سعد الدین صاحب نے اردو پڑھائی۔ قرآن عظیم، والد ماجد اور حافظ عبد الرحمٰن عرف حافظ کلو صاحب سے پڑھا، دس پارے حفظ کیے۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے فرسٹ ڈویژن کے ساتھ ایم اے کیا اور وہیں سے میر تقی میر پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ ایم اے کا رزلٹ نکلنے سے پہلے شعبۂ اردو مسلم یونیورسٹی میں بحیثیت لکچرر تقرر ہوا۔ بعد میں کچھ اساتذہ کی اقربا پروری سے بیزار ہو کر سینٹ جانس کالج آگرہ میں لگ بھگ ۸ برس درس وتدریس میں گزارے بعدہ براہ راست (مسلم یونیورسٹی میں) ریڈر کے عہدہ پر تقرر ہوا۔ (۱)

### بیعت وخلافت

حضرت امین ملت کو بیعت وخلافت، حضرت تاج العلماء سید محمد میاں مارہروی برکاتی قدس سرہ سے حاصل ہے۔ ۱۹۵۶ء میں حضور احسن العلماء نے اپنی جانشینی کے دن تمام سلاسل کی اجازت سے سرفراز کیا اور عرس رضوی کے موقع پر حضور مفتی اعظم ہند نے ایک ہی دن میں تین بار اجازت وخلافت عطا فرمائی اور لاکھوں کے مجمع میں ارشاد فرمایا جو کچھ ملا مجھے سرکار مارہرہ مطہرہ سے ملا۔ وہی سب کا سب آپ کو پیش کر رہا ہوں۔

(۱) سیدین نمبر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور، ص: ۷۷۔۷۸، ۲۰۰۲ء

## قلمی کاوش

حضرت امین ملت جہاں ایک بلند خیال مفکر، دور اندیش قائد، عہد ساز شخصیت، روحانی مربی اور شیخ ہیں وہیں آپ بلند پایہ محقق، نازک خیال ادیب اور کثیر التصانیف بزرگ بھی ہیں۔ حضرت امین ملت نے مختلف موضوعات پر تحقیق وتصنیف وتالیف اور ترجمہ کا کام انجام دیا ہے۔ آپ کی چند اہم قلمی کاوشیں حسب ذیل ہیں۔

(۱) شاہ برکت اللہ۔ حیات وخدمات۔

(۲) سراج العوارف فی الوصایا والمعارف، سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں قدس سرہ (فارسی سے اردو ترجمہ)

(۳) میر تقی میر۔ تحقیقی مقالہ اور ان کے مختلف دواوین کی تدوین (پی ایچ ڈی کی تحسیس)

(۴) چہار انواع　　(حضرت صاحب البرکات کی کتاب کا اردو ترجمہ وپیش کش)

(۵) آداب السالکین　　(حضرت اچھے میاں کی کتاب کا ترجمہ وپیش کش)

(۶) ادب، ادیب اور اصناف　　(مختلف ادیبوں اور اصناف سخن پر مضامین کا مجموعہ)

(۷) قائم چاند پوری حالات اور کارنامے

(۸) شاہ حقانی۔ اردو ترجمہ وتفسیر قرآن　　(ایک تنقیدی وتحقیقی جائزہ)

برکات ثانی سید شاہ محمد حقانی قادری مارہروی کے اردو ترجمہ وتفسیر قرآن جو ۱۲۰۶ھ میں مکمل ہوا ہے۔ ۵۹۸ صفحات پر مشتمل یہ تحقیقی مقالہ حضرت امین ملت کا عظیم تصنیفی شاہ کار ہے۔(۱)

## حضور امین ملت اور نیپال میں سلسلۂ برکاتیہ

یوں تو آپ کے تایا جان حضور سید العلماء اور والد ماجد حضور احسن العلماء کے ذریعہ یہ سلسلہ خوب فروغ پایا اور متحدہ ہندوستان کے علاوہ دیگر ملکوں میں بھی پہنچا لیکن عالمی

(۱) سیدین نمبر، ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور، ص: ۷۹، مطبوعہ ۲۰۰۲ء۔

سطح پر اس سلسلے کی جو نمائندگی آپ کے ذریعہ ہوئی وہ کسی بھی عہد میں کسی بزرگ کے ذریعہ نہ ہو سکی۔ حضرت امین ملت کے ذریعہ یہ سلسلہ ایشیا کے درجنوں ممالک سے ہوتے ہوئے افریقہ، آسٹریلیا اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ جیسے براعظموں کے درجنوں ممالک میں پھل اور پھول رہا ہے۔ حضرت کے کثیر اسفار نے سلسلۂ برکاتیہ کی توسیع میں چار چاند لگا دیے ہیں، جہاں آپ نے دور دراز خطوں کا سفر فرمایا وہیں پڑوسی ملک نیپال کو محروم نہیں فرمایا، بلکہ اپنے مختلف دوروں سے سلسلۂ برکاتیہ اور سنیت کو استحکام عطا فرمایا۔ آپ کے توسط سے نیپال کے دارالحکومت کاٹھمنڈو میں اہل سنت و جماعت کا عظیم تعلیمی مرکز "جامعہ غوثیہ احسن البرکات، نیا بازار، ۲۰۰۲ء میں وجود میں آیا۔ یہ چار منزلہ فلک بوس عمارت قلب شہر میں کروڑوں روپے کی لاگت سے تعمیر کی گئی اور آپ کے ایک جانثار محب و معتقد الحاج رفیق احمد پردیسی، دبئی نے آپ کے حکم پر اس کا مالی بار اپنے کاندھوں پر لیا۔ یقیناً وادیِ کاٹھمنڈو، نیپال میں یہ آپ کا عظیم کارنامہ ہے۔

## انٹرنیشنل شاہ برکت اللہ کانفرنس میں شرکت

۱۲، ۱۳/ مارچ ۲۰۱۵ء ۲۰/ ۲۱/ جمادی الاولی کو جامعہ اسلامیہ احسن البرکات، کپل وستو، نیپال کے زیر اہتمام دو روزہ انٹرنیشنل شاہ برکت اللہ کانفرنس کی سرپرستی فرمانے کے لیے آپ بذریعہ طیارہ دہلی سے کاٹھمنڈو تشریف لائے۔ کاٹھمنڈو کے کشمیری سادات اور مسلمانان نیپال نے پرزور استقبال کیا۔ کاٹھمنڈو سے بذریعہ بس "تولہواں" کپل وستو تشریف لائے۔ ۱۲/ مارچ کو کانفرنس میں خصوصی خطاب ہوا اور ہزاروں مرد وزن سلسلۂ عالیہ برکاتیہ میں داخل ہوئے۔ ۱۳/ مارچ کو منعقد ہونے والی کانفرنس میں حضرت امین ملت کا آخری خطاب ہوا، جس میں آپ نے نیپال سے خصوصی محبت کا اظہار فرمایا اور مسلمانان نیپال کو تعلیم کے میدان میں آگے بڑھنے پر زور دیا۔ اس کانفرنس اور جامعہ اسلامیہ احسن البرکات کے بانی و منتظم اعلیٰ مولانا نور محمد خالد مصباحی زید مجدہ تھے۔

آپ نیپال میں اہلسنت و جماعت کے ایک متحرک وفعال اور تعمیری مزاج رکھنے والے عالم دین ہیں۔ان کی طرف مخاطب ہوکر حضرت امین ملت نے فرمایا:

ان شاء اللہ مولانا نور محمد خالد برکاتی جب مجھے نیپال بلائیں گے میں تشریف لاؤں گا۔(بروایت مولانا نور محمد خالد مصباحی)

راقم سطور کو تحقیق سے معلوم نہیں کہ حضور امین ملت نے کتنی بار نیپال کا دورہ فرمایا ہے، البتہ ۲۰۱۶ء میں عرس حافظ ملت کے موقع پر حضرت سے میں نے استفسار کیا تو آپ نے فرمایا نیپال میں متعدد بار میرا دورہ ہوا ہے۔

امین ملت کے دورۂ نیپال کی رپورٹ جناب محمد اکبر قادری برکاتی، اکاؤنٹ آفیسر، البرکات ایجوکیشنل سوسائٹی، علی گڑھ نے سالنامہ اہلسنت کی آواز ۲۰۱۵ء میں اس طرح شائع کیا ہے:

## ۱۲/ ۱۳/ مارچ ۲۰۱۵ء کو تولہواں (نیپال) کا دورہ

حضور امین ملت دام ظلہ ۱۲/ مارچ کو "صوفی سید شاہ برکت اللہ انٹرنیشنل کانفرنس" میں شریک ہونے کے لیے نیپال تشریف لے گئے۔ ۱۱/ مارچ کی شام کو دلی پہنچے اور جناب حسنین برکاتی کے گھر قیام فرمایا۔ صبح کو دلی ایر پورٹ سے ہوائی جہاز کے ذریعہ کاٹھمنڈو پہنچے۔ کاٹھمنڈو میں سب سے مشہور ایورسٹ ہوٹل میں ایک رات قیام کرنے کے بعد دوسرے دن صبح کو کپل وستو کے لیے روانہ ہونا تھا۔ وہیں پر دیگر مہمان جو دیگر ممالک سے تشریف لانے والے تھے وہ بھی آ گئے۔ کراچی پاکستان سے حاجی محمد رفیق صاحب پردیسی اور ڈاکٹر سید اشرف جمال، (U.S.A.) سے جناب سید عبد اللہ الفوال، مکہ مکرمہ سے سید محمود محمد عبد اللہ صاحب وغیرہم۔ پاکستان سے مشہور نعت خواں عبد الرزاق صاحب اور ان کے بھائی اور حضرت کے ساتھ یہ راقم الحروف اس طرح یہ نورانی قافلہ بذریعہ A.C. بس، پہاڑ کا راستہ طے کرتے ہوئے نعت ومنقبت پڑھتے ہوئے ظہر وعصر اور مغرب کو

باجماعت راستہ میں ادا کرتے ہوئے اور قدرت کے خوب صورت مناظر کا نظارہ کرتے ہوئے تولہواں ضلع کپل وستو کے مشہور ادارہ "جامعہ اسلامیہ احسن البرکات" تشریف لائے، جہاں پر پہلے سے موجود علما و مشائخ اور عام مسلمانوں نے آپ کا پُر جوش استقبال کیا۔ پھر عقیدت مندوں کی جھرمٹ میں اپنی قیام گاہ پر تشریف لائے وہاں بھی گھنٹوں ملاقات کا سلسلہ جاری رہا۔ عشا کی نماز کے بعد کانفرنس شروع ہوئی۔ دیر رات تک مقامی و بیرونی علمائے کرام کے بیانات ہوتے رہے۔ آخر میں حضرت کا خطاب ہوا۔ آپ نے تصوف اور صوفیائے کرام کی خدمات کے حوالے سے بہت ہی بصیرت افروز خطاب کیا۔ آپ نے فرمایا کہ صوفیہ کرام کی زندگی کا ایک خاص مقصد تھا، اللہ کے بندوں کی اصلاح اور ان کی خدمت۔ وہ اپنے اس مقصد میں اس قدر مخلص تھے کہ نہ کسی کی تعریف سے انھیں کوئی سروکار تھا اور نہ ہی کسی کے طعنوں سے ڈر۔ ہم جب تک اپنے اندر یہ جذبہ پیدا نہ کرلیں، تب تک دین کی صحیح خدمت نہیں ہوسکتی۔

پروگرام صلوٰۃ وسلام اور آپ کی رقت آمیز دعاؤں پر ختم ہوا۔ پروگرام کے بعد کافی دیر تک ملنے والوں کی بھیڑ لگی رہی۔ بعد نماز فجر آپ نے تھوڑی دیر آرام فرمایا اور پھر ہوائی جہاز سے گھر واپس آگئے۔(۱)

اس سے قبل ۲۷/اپریل ۲۰۱۰ء کو جامعہ اسلامیہ احسن البرکات، کپل وستو کے زیر اہتمام انٹرنیشنل میلاد کانفرنس میں شرکت کے لیے نمونۂ سلف حضرت رفیق ملت، سید شاہ نجیب حیدر قادری برکاتی نائب سجادہ، آستانہ عالیہ مارہرہ شریف، برادر اصغر حضرت امین ملت دام ظلہ بھی مولانا خالد مصباحی کی دعوت پر تشریف لا چکے ہیں۔

آپ بذریعہ جہاز دہلی سے کاٹھمنڈو تشریف لائے اور کاٹھمنڈو سے بذریعہ طیارہ بھیرہواں، پھر وہاں سے بذریعہ کار تولہواں، کپل وستو تشریف لائے۔ ۲۷/اپریل کو

(۱) سالنامہ اہلسنت کی آواز ۲۰۱۵ء۔ ص: ۳۰۲، محرم ۱۴۳۷/نومبر ۲۰۱۵۔ دار الاشاعت برکاتی، خانقاہ برکاتیہ، بڑی سرکار، مارہرہ شریف۔

۱۱ر بجے شب میں خصوصی خطاب فرمایا۔

۲۸ر اپریل کو آپ کاٹھمنڈو تشریف لائے اور کشمیری جامع مسجد کاٹھمنڈو میں حضرت کا نورانی وعرفانی بیان ہوا۔ آپ نے مسلمانان نیپال کو اپنے بزرگوں کے طریقے پر قائم رہنے کی تلقین فرمائی۔

حضرت امین ملت، کثیر الجہات شخصیت ہیں ان کی خدمات میں اتنا تنوع ہے کہ ان سب کا استقصا کسی پی ایچ ڈی کے رسالہ کا متقاضی ہے۔ آپ کے کارناموں میں سے ایک عظیم کارنامہ جامعۃ البرکات، علی گڑھ کا قیام ہے۔ اعلیٰ سطحی عصری تعلیم (بی ایڈ، ایم ایڈ اور ایم بی اے وغیرہ) کے لیے آپ نے ایک عظیم دانش گاہ کی بنیاد ڈالی ہے، جو قلب شہر میں بہت بڑے رقبہ پر پھیلا ہوا ہے اور دیکھنے میں عظیم یونیورسٹی معلوم ہوتی ہے۔ اس کی عمارتیں اتنی دلکش اور دیدہ زیب ہیں کہ دیکھنے والوں کو دعوت نظارہ دیتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی علمی، فکری، تعمیری دعوتی اور روحانی خدمات سے متاثر ہو کر امریکہ کی جارج ٹاؤن یونیورسٹی (Gerge Town University U.S.A.) نے ۲۰۰۹ء میں دنیا کی پانچ سو بااثر شخصیات کی فہرست میں آپ کا نام ۴۴ویں مقام پر شامل کیا یہ سروے رپورٹ بذات خود بہت اہمیت کی حامل ہے۔ (۱)

آپ کی شخصیت دنیا کی ان شہرتوں اور اعزازات سے کہیں بلند تر ہے۔ نہ کبھی ان چیزوں کو خاطر میں لاتے ہیں۔

راقم سطور کو کئی بار حضرت ممدوح سے مختلف پیچیدہ مسائل پر تفصیلی واجمالی گفتگو کا شرف حاصل ہے۔ تمام مواقع پر یہ محسوس ہوا کہ آپ کے اندر خوردہ نوازی اور علم پروری کا جذبہ بدرجۂ اتم موجود ہے۔ دوران گفتگو کبھی بھی اپنی پروقار شخصیت کو حائل نہیں ہونے دیتے ہیں۔ ایک بار ذاکر نگر، دہلی میں جناب حسنین برکاتی، جنرل سکریٹری جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء، نئی دہلی کے مکان پر راقم سطور سے پون گھنٹہ گفتگو فرمائی۔ جماعت اہلسنت اور

(۱) تذکرہ مشائخ مارہرہ، ص: ۱۰۱، ڈاکٹر احمد مجتبیٰ صدیقی، استاد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی۔

مدارس اسلامیہ کے دو اہم پیچیدہ مسائل تھے جن کے تعلق سے میں اظہار خیال کر رہا تھا اور حضرت سے عرض کر رہا تھا کہ اس کا حل کیسے ممکن ہے۔ حضور عالی نے بڑی شفقت و محبت سے تسلی بخش جواب مرحمت فرمایا۔ اس وقت آپ بغداد مقدسہ کے لیے عازم سفر تھے اس لیے فرمایا: بغداد شریف سے واپس آنے کے بعد ان شاء اللہ پھر ملاقات ہوگی۔

## شیر نیپال مفتی جیش محمد برکاتی۔ جنک پور، نیپال

شیر نیپال حضرت مولانا مفتی جیش محمد برکاتی ابن محمد ہاشم دام ظلہ العالی، نیپال کی ایک عظیم علمی، مذہبی اور روحانی شخصیت ہیں، جن کی خدمات دینی کا دائرہ، نصف صدی کو محیط ہے۔

اہلسنت کی آواز، ۲۰۱۴ء، خصوصی شمارہ "خلفائے خاندان برکات" میں درج مولانا اقبال احمد نوری، استاذ جامعہ احسن البرکات، مارہرہ شریف کی تحریر کے مطابق آپ کی ولادت ۲۵ر صفر ۱۳۶۲ھ/ ۵ر مارچ ۱۹۴۳ء کو بروز جمعہ ہوئی اور تذکرۂ علمائے اہلسنت سیتامڑھی مطبوعہ ۲۰۱۳ء کے مطابق آپ کی ولادت ۸ر ربیع النور ۱۳۶۸ھ۔ ۱۹۴۷ء شب جمعہ کو موضع بھنگاؤں، آپ کے نانیہال میں ہوئی اور نام جیش محمد رکھا گیا۔ ابتدائی تعلیم اپنے چچا مولانا جمشید صاحب سے حاصل کی۔ حفظ کی تعلیم، مدرسہ مصباح المسلمین علی پٹی اور مدرسہ اشرف العلوم کہنواں میں حاصل کی۔ تکمیل حفظ کے بعد اردو، ہندی وغیرہ کی تعلیم مدرسہ قادریہ لہنہ میں حاصل کی۔

متوسطات کی تعلیم کے لیے صوبۂ بہار کی مرکزی درسگاہ، دار العلوم علیمیہ دامودر پور، ضلع مظفر پور میں داخلہ لیا اور درجہ ثانیہ سے خامسہ تک کی کتابیں مؤقر اساتذہ سے پڑھیں۔

تذکرہ علمائے اہلسنت سیتامڑھی کے مطابق ۱۳۸۴ھ/ ۱۹۶۳ء میں ہندوستان کی اعلی درسگاہ جامعہ رضویہ منظر اسلام، بریلی شریف میں داخلہ لیا اور ایک سال رہ کر عالمیت کی تکمیل کی۔ بعض مخلص اساتذہ کے مشورہ پر ۱۳۸۵ھ/ ۱۹۶۴ء میں ہند کی عالمی شہرت یافتہ درسگاہ، مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم (موجودہ نام الجامعۃ الاشرفیہ) مبارک پور میں داخل ہوئے اور دو سال رہ کر ۱۰ر شعبان ۱۳۸۷ھ/ ۱۹۶۵ء میں دستار فضیلت سے سرفراز کیے گئے۔

تذکرہ علماے اہلسنت سیتامڑھی میں سنین کے اندراج میں کافی غلطیاں در آئی ہیں جن کی اِصلاح کی ضرورت ہے۔

## اساتذۂ کرام:

جن اساتذۂ کرام کی بارگاہ میں آپ نے اکتساب علم کیا ان کے اسما حسب ذیل ہیں:

۱۔ جلالۃ العلم، استاذ العلما، حضور حافظ ملت، علامہ شاہ عبد العزیز، محدث مراد آبادی قدس سرہ (۱۳۱۲ھ/ ۱۸۹۴ء۔ ۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء)

۲۔ جامع معقول ومنقول، حضرت علامہ عبد الرؤف بلیاوی قدس سرہ، نائب شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ (مبارک پور)

(۱۹۱۲ء۔ ۱۳ر شوال ۱۳۹۱ھ/ ۲ر دسمبر ۱۹۷۱ء)

۳۔ بحر العلوم، حضرت مفتی عبد المنان اعظمی قدس سرہ (۱۳۴۴ھ۔ ۱۴۳۴ھ)

۴۔ اشرف العلما، حضرت مولانا سید حامد اشرف جیلانی کچھوچھوی قدس سرہ

(ولادت: ۱۳۴۹ھ/ یکم، جولائی ۱۹۳۰ء۔ ۱۸ر صفر ۱۴۲۵ھ/ ۹ر اپریل ۲۰۰۴ء)

۵۔ حضرت مفتی محمد جہانگیر، فتح پوری قدس سرہ، شیخ الحدیث منظر اسلام (بریلی شریف)

۶۔ حضرت مولانا محمد کاظم علی بستوی، قدس سرہ، سابق شیخ الحدیث دار العلوم علیمیہ (دامودر پور، مظفر پور)

۷۔ حضرت مولانا قاری محمد ظہیر الدین اعظمی (مظفر پور)

۸۔ حضرت مولانا محمد شفیق احمد (گورکھپور)

۹۔ حضرت مولانا جمشید علی (لہنہ، نیپال)

## تدریسی خدمات

نصف صدی تک آپ نے بساطِ درس وتدریس کو آراستہ اور مجالسِ ارشاد وتلقین کو گرم رکھا اور سینکڑوں علما نے آپ کی درسگاہ سے اکتساب فیض کیا۔ آپ کی پہلی تقرری دار العلوم علیمیہ دامودر پور، مظفر پور میں صدر المدرسین کے منصب پر ہوئی۔ ایک سال بعد

مدرسہ اصلاح المسلمین، جنک پور کے اراکین کے پیہم اِصرار پر صدر المدرسین کی جگہ پر تشریف لائے اور مدرسہ کے معیار تعلیم کو بام عروج تک پہنچانے میں سرگرم رول ادا کیا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ دور اول میں یہ ادارہ اپنے تعلیمی اَقدار اور معیار کے لحاظ سے صوبۂ اتر پردیش کے بہت سے ممتاز اداروں کا ہم پلہ تھا۔ آج سے ۳۰۔۴۰ سال قبل یہاں طلبہ کی اتنی بھیڑ ہوتی کہ رہنے کے لیے جگہ کی گنجائش باقی نہ رہتی اور مجبوراً انھیں واپس کرنا پڑتا۔ آج سے ۲۵-۳۰ سال قبل دوسو تک طلبہ یہاں دار الاقامہ میں رہا کرتے تھے۔ لائق وفائق مدرسین، درس وتدریس پر مامور تھے۔ تعلیم درجۂ فضیلت تک ہوتی تھی۔ اس زمانہ میں اس ادارہ نے بڑے بڑے نامور اہل علم پیدا کیے اور خطۂ نیپال سے جہالت کو دور کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا۔ بعد میں ادارہ روبہ زوال ہوا۔ تعلیمی انحطاط آیا اور اب تو اس کی حالت قابل رحم ہے۔

۱۰ رشوال ۱۳۸۸ھ سے ۱۳۳۵ھ تک الجامعۃ الحنفیہ میں درس وتدریس اور فتاوی نویسی کی خدمات انجام دیتے رہے۔ اب مستقل طور پر اپنے وطن مالوف، لوہنہ آچکے ہیں۔

## چند ممتاز تلامذہ

۱۔ مولانا مفتی عبد الحفیظ مصباحی قدس سرہ سابق قاضی، ضلع مدھوبنی (بہار)

۲۔ خطیب شہیر، مولانا محمد حسین ابو الحقانی صاحب لوکہا بازار، مدھوبنی، مہتمم مدرسہ تنظیم المسلمین (لوکہا)

۳۔ مولانا محمد عیسیٰ برکاتی، مہتمم دار العلوم نوری برکاتی، وکلیہ فاطمۃ الزہراء (جنک پور)

۴۔ مولانا الحاج احمد حسین برکاتی، سابق نائب شیخ الحدیث، جامعہ حنفیہ غوثیہ (جنک پور)

۵۔ مولانا مفتی مجیب الرحمٰن صاحب سابق صدر المدرسین مدرسہ رضاء العلوم (کہنواں، سیتامڑھی)

۶۔ قاضیٔ نیپال، مفتی محمد عثمان برکاتی مصباحی، مہتمم دار العلوم فیضان مدینہ (جنک پور)

۷۔ مولانا محمد اظہار عالم صاحب مہتمم، دار العلوم غوثیہ (بھیموا ں، سیتامڑھی)

## بیعت وارادت:

۱۳۹۴ھ/ ۱۹۷۳ء میں حضور سید العلما، سید آل مصطفی برکاتی مارہروی قدس سرہ کے دست اقدس پر جنک پور میں سلسلۂ قادریہ برکاتیہ میں بیعت کی۔ خانقاہ برکاتیہ اور حضور سید العلما سے آپ کی وابستگی ۱۹۷۰ء میں ہوئی۔

## خلافت واجازت:

آپ کو جن مشائخ سے اجازت وخلافت حاصل ہے، ان کے اسماء حسب ذیل ہیں:

۱۔ سید العلما حضرت سید شاہ آل مصطفی برکاتی قدس سرہ
(۱۳۳۳ھ/ ۱۹۱۵ء۔ ۱۳۹۴ھ/ ۱۹۷۴ء) مارہرہ شریف۔

۲۔ احسن العلما، حضرت سید شاہ مصطفی حیدر حسن علیہ الرحمہ
(ولادت: ۱۳۴۵ھ، وفات: ۱۹۹۵ء) مارہرہ شریف۔

۳۔ حضرت مولانا سید آل رسول حسنین میاں نظمی قدس سرہ
(۱۳۶۵ھ۔ ۱۴۳۵ھ) مارہرہ شریف۔

۴۔ شہزادۂ قطب مدینہ حضرت مولانا ڈاکٹر فضل الرحمٰن الانصاری (مدینہ شریف)

۵۔ تاج الشریعہ، علامہ شاہ اختر رضا قادری ازہری (بریلی شریف)

۶۔ حضرت مولانا الحاج مفتی سید عارف میاں صاحب قبلہ سابق شیخ الحدیث منظر الاسلام (بریلی شریف)

۷۔ حضرت مولانا سید احمد علی رضوی (اجمیر شریف)

## تاسیس مدارس ومساجد

آپ نے ملک نیپال اور شمالی بہار کے طول وعرض میں حسب ضرورت کئی مدرسے قائم کیے اور متعدد مدرسوں کا سنگ بنیاد رکھا۔ ان مدرسوں کے نام اس طرح ہیں:

۱۔ الجامعۃ البرکات، نارائن گھاٹ (نیپال)

۲۔ مدرسہ تنظیم المسلمین، لوکہا، مدھوبنی (بہار)

۳۔مدرسہ حنفیہ اشرفیہ، لہان (نیپال)

۴۔مدرسہ برکات العلوم، جے نگر، مدھوبنی (بہار)

۵۔مدرسہ برکاتیہ، جیش ملت، بہرہ، مدھوبنی (بہار)

اسی طرح متعدد مساجد کی بنیاد رکھی۔

**حج وزیارت:** آپ نے پہلا حج ۱۴۱۳ھ/ ۱۹۹۳ء میں کیا۔

## ردّ بدمذہباں اور مناظرہ

یہ آپ کا ایسا وصف خاص ہے جس میں آپ اپنے اقران سے ممتاز نظر آتے ہیں۔ اِحقاق حق اور اِبطال باطل کے لیے آپ بدمذہبوں سے برسر پیکار رہے اور اپنی تقریر وتحریر کے ذریعہ عوام اہلسنت کو بدمذہب اور گمراہ جماعتوں سے علیحدہ رہنے کی پرزور تبلیغ فرمائی۔

اس سلسلے میں آپ نے اپنی زندگی میں متعدد مناظرے بھی کیے۔

**مناظرہ:** سمیرہ، ضلع مظفر پور، بہار میں بعنوان "اقامت میں کس وقت کھڑے ہوں" مولوی مطیع الرحمٰن دیوبندی سے کیا۔ اس میں سنیوں کی فتح ہوئی اور وہابیوں نے اپنے ہی مناظر کی جوتے چپل سے تواضع کی۔

**مناظرہ:** جنک پور، دھنوشہ، نیپال میں ہوا۔ وہابیوں نے آپ سے چیلنج مناظرہ کیا اور تاریخ طے کی گئی۔ وہابیوں کی طرف سے مولوی شمس الحق سلفی بلکٹوی کو مناظر منتخب کیا گیا، جبکہ سنیوں کی نمائندگی آپ نے کی۔ اس میں سنیوں کو فتح حاصل ہوئی۔ اس کے بعد شہر جنک پور میں بہت سے وہابی، سنی ہو گئے۔

## ملکی وغیر ملکی اسفار

دعوت وتبلیغ اور سلسلۂ برکاتیہ کی نشر واشاعت کے لیے آپ نے ملک کے طول وعرض کا دورہ کیا اور سلسلۂ برکاتیہ کو فروغ دیا۔ اسی طرح نیپال، ہندو پاک اور مصر کی متعدد کانفرنسوں میں شرکت کی اور سیمیناروں میں مقالات پیش کیے۔

## تصنیفی خدمات

قرطاس وقلم سے بھی آپ کا گہرا تعلق رہا۔ ملک وبیرون ملک سے آنے والے سوالات کے جوابات دینے کے لیے سیکڑوں فتاوی لکھے۔ آپ کی اہم قلمی یادگار فتاوی برکات ہے جو دو جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔ اس کے علاوہ شان مصطفی، احسن الکلام، بد مذہبوں کے پیچھے نماز کا حکم، تحفۂ برکات قابل ذکر ہیں۔

## خانقاہ برکات کا قیام

تقریباً ۱۵ سال قبل آپ نے اپنے وطن مالوف، لوہنہ میں "خانقاہ برکات" کے نام سے ایک وسیع وعریض زمین پر عظیم پرشکوہ عمارت کی بنیاد رکھی، جو وسیع رقبۂ زمین پر پھیلی ہوئی ہے۔ اس میں ہر سال ۲۰/۲۱ اپریل کو جلسۂ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انعقاد ہوتا ہے۔ مریدین ومتوسلین مذکورہ تاریخ میں نیازمندانہ حاضری دیتے ہیں۔

### نوٹ:

اس مضمون کی تیاری میں تذکرہ علمائے اہلسنت سیتامڑھی ۲۰۱۳ء مؤلفہ مولانا محمد الیاس مصباحی صاحب سے خاطر خواہ استفادہ کیا گیا اور انھوں نے "حیات شیر نیپال" مؤلفہ محمد عرفان رضا خان برکاتی سے۔ سالنامہ اہلسنت کی آواز ۲۰۱۴ء "خلفائے خاندان برکات" بھی پیش نظر رہی ہے۔ بہت سے مقامات پر تاریخی مآخذ ومراجع کی عدم دستیابی کے سبب نہایت اختصار سے کام لیا گیا ہے۔

## فخر نیپال، مفتی محمد اسرائیل مصباحی رضوی

حضرت مولانا مفتی محمد اسرائیل رضوی مصباحی ملقب بہ فخر نیپال ابن حاجی عبدالرحیم ابن حاجی برکت اللہ ملک نیپال کی ایک علمی اور قابل قدر شخصیت ہیں۔ نیپال کے ترائی خطہ میں ان کی خدمات لائق ستائش ہیں۔ ضلع مہوتری کی مردم خیز بستی "بھمرَ پورہ" میں ۱۹۴۸ء

میں آپ کی ولادت ہوئی۔ ''بھمر پورہ'' اس وقت اس دیار کی کثیر مسلم آبادی والی خوش حال سنی مسلمانوں کی بستی ہے جہاں ۵۰۰۰ ہزار سے زائد مسلمان رہتے ہیں اور ۵۰۰ گھروں کی آبادی ہے۔ ایک بڑا دینی ادارہ الجامعۃ الرضویہ، اصلاح المسلمین یہاں اعلی معیارِ تعلیم کے ساتھ چل رہا ہے۔ مفتی صاحب کا بیان ہے کہ غالبا ان کے پردادا ضلع سیتامڑھی میں واقع ''نان پور'' نام کی بستی کے قریب نیاٹولہ سے منتقل ہوکر نیپال کے بھمر پورہ میں آباد ہوئے۔ مفتی صاحب کا گھرانہ ابتدا ہی سے دینی تھا، ۱۹۵۹ء میں ان کے جدّ کریم حاجی برکت اللہ مرحوم نے بھمر پورہ میں ایک پختہ مسجد کی تعمیر کا سلسلہ شروع کیا۔ اس عمل سے وہاں کے برہمن اور راجپوت سخت برہم ہوئے اور ہزاروں کی تعداد میں بلوائیوں کو بلا کر یہاں کی مسلم آبادی پر یلغار کردی اور مسلمانوں کو خوب لوٹا، زیر تعمیر مسجد کو شہید کردیا۔ جب آپ کے جد کریم نے مزاحمت کی تو ان کو بلوائیوں نے خوب زدوکوب کیا علاقہ کا مشہور راجپوت پہلوان بڈول سنگھ نے اپنے جوتوں سے روند کر آپ کو شہید کردیا۔ إنا لله و إنا إليه راجعون. اس ایک واقعہ سے اس ملک میں اسلام مخالف ذہنیت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

عربی و فارسی کی ابتدائی تعلیم شرح جامی تک قدیم درسگاہ '' مدرسہ مصباح المسلمین''، علی پٹی میں ہوئی۔ ۱۳۸۶ھ میں اپنے استاذ گرامی حضرت مفتی محمد کلیم الدین ابراہیمی رضوی قدس سرہ کے حکم پر دارالعلوم اشرفیہ مصباح العلوم، مبارک پور میں داخلہ لیا۔ جلالۃ العلم، حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ سے تفسیر جلالین اور بخاری شریف کا درس لیا، نائب شیخ الحدیث علامہ حافظ عبد الرؤف بلیاوی قدس سرہ سے مدارک التنزیل، بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی قدس سرہ سے مشکوۃ شریف۔ ادیب شہیر مولانا شفیع احمد مبارکپوری قدس سرہ سے دیوان متنبی اور مولانا ظفر ادیبی سے شرح جامی پڑھی۔ مکمل چار سال اس با فیض چمن میں رہ کر ۱۳۹۰ھ/ ۱۹۷۰ء میں فارغ التحصیل ہوئے۔

فراغت کے سال ہی حضور حافظ ملت کے حکم پر کشمیر تشریف لے گئے۔ ۱۹۷۱ء سے ۱۹۷۸ء تک مدرسہ قادریہ مصباح المسلمین علی پٹی میں بحیثیت نائب صدر المدرسین اور

۱۹۷۸ء سے تا حال صدر المدرسین کی حیثیت سے خدمت انجام دیتے چلے آرہے ہیں۔

آپ نے عہد شباب میں کئی قابل فخر کارنامے انجام دیے۔

۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء میں آپ کی قیادت میں عظیم الشان اجلاس بنام ''تاجدار مدینہ کانفرنس'' علی پٹی میں منعقد ہوا۔ جس میں ہندو نیپال کے اکابر علماو مشائخ نے شرکت فرمائی۔

بالخصوص، فاتح انگلینڈ، علامہ ارشد القادری، فاتح افریقہ، محدث کبیر، علامہ ضیاء المصطفی قادری، بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی، شیر نیپال مفتی جیش محمد برکاتی وغیرہم۔ اسی اجلاس میں قائد اہلسنت، علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ نے آپ کو ''فخر نیپال'' کے خطاب سے ملقب فرمایا تھا جس کی تائید موجودہ علما نے کی تھی۔

قائد اہلسنت کی صدارت میں علماے نیپال کے اتفاق رائے سے ''آل نیپال تنظیم المدارس'' کا قیام عمل میں آیا اس کے پہلے جنرل سکریٹری آپ منتخب کیے گئے۔

تصانیف:

(۱) گلشن علم وادب۔ مطبوعہ ۱۴۰۰ھ

(۲) اجماع اور قیاس کی شرعی حیثیت۔ مطبوعہ ۲۰۰۳ء/ ۱۴۲۳ھ

(۳) مشکل کشا۔ یہ کتاب غیر مقلدین کے جواب میں غیر اللہ کے مشکل کشا ہونے کے ثبوت میں لکھی گئی ہے۔ یہ کتاب ۱۴۲۴ھ میں چھپی ہے۔

(۴) آثار وتبرکات کی شرعی حیثیت۔ مطبوعہ ۲۰۱۴ء

(۵) احقاق حق وابطال باطل۔ غیر مطبوعہ

(۶) مزارات پر عورتوں کی حاضری۔ غیر مطبوعہ

(۷) فتاوی فخر نیپال، ایک جلد۔ تخریج وترتیب کا کام جاری ہے۔

بیعت وارادت:

۱۳۸۹ھ/ ۱۹۶۸ء میں بہار صوبائی سنی کانفرنس، سیوان کے موقع پر حضور مفتی اعظم ہند کے دست اقدس پر بیعت ہوئے۔

## اجازت وخلافت:

مفتی صاحب نے راقم سطور سے اجازت وخلافت کے حصول کا واقعہ اس طرح بیان فرمایا۔

۱۴۰۹ھ میں حضرت مولانا مفتی عبد المنان کلیمی کے ساتھ میں بدایوں شریف حاضر ہوا۔ کلیمی صاحب نے کہا چلیے مارہرہ شریف قریب ہے وہاں بھی حاضری دے دیتے ہیں۔ ہم لوگ خانقاہ میں پہونچے۔ وارث پنجتن حضرت سید شاہ یحیی حسن میاں قادری برکاتی خانقاہ میں تشریف فرما تھے۔ سلام ودعا کے بعد حضرت نے سر کو جھکا لیا۔ پھر کچھ دیر بعد سر کو اٹھا کر مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا: اچھا آپ آ گئے۔ آپ کی امانت یہاں رکھی ہوئی ہے اسے لے کر جایئے گا پھر آپ نے مجھے اپنی خلافت واجازت عطا فرمائی اور فرمایا: جب تک یہاں بزرگوں کی طرف سے اشارہ نہیں ہوتا خلافت نہیں دی جاتی۔ پھر جب وارث پنجتن صبح طیبہ کانفرنس، بھمرہ منعقدہ ۲۰-۱۹ مارچ ۱۹۹۶ء میں تشریف لائے تو اس موقع پر مجمع عام وخاص میں دستار بندی فرما کر خلافت واجازت کا اعلان فرمایا۔

غالباً اس کے بعد ہی سے آپ سلسلۂ برکاتیہ کی نشر واشاعت کی طرف متوجہ ہوئے۔

دھنوشا، مہوتری، مدھوبنی اور دربھنگہ کے اضلاع میں آپ کے مریدین کی تعداد ۳۰۰ کے قریب ہے۔ ۱۷ علما کو اب تک آپ نے خلافت واجازت دی ہے۔

وارث پنجتن سے قبل خانوادہ رضویہ کے ایک عالم دین مولانا توصیف رضا قادری رضوی شہزادۂ ریحان ملت نے بھی آپ کو سلسلۂ رضویہ کی اجازت عطا کی ہے۔

آپ کی چھ صاحبزادیاں اور ایک صاحبزادہ مولانا فضل یزدانی امجدی ہیں جو نیک سرشت اور باصلاحیت عالم دین ہیں۔

# شیخ قادریت، حضرت خواجہ محمد ظہیر عالم قادری برکاتی کی آمد

حضرت مولانا شاہ محمد ظہیر عالم قادری برکاتی، زیب مسند ارشاد، خانقاہ عالیہ قادریہ، قادری نگر، چاند پور، ضلع مراد آباد، بانی تحریک راہ سلوک انٹرنیشنل، سلسلۂ قادریہ چشتیہ، صابریہ کے وہ عظیم بزرگ ہیں جن کے ہاتھوں پر اب تک ایک لاکھ سے زیادہ لوگوں نے اپنے گناہوں سے توبہ کی۔ ہزاروں بدمذہب، عقائد باطلہ سے توبہ کر کے اہل سنت و جماعت میں داخل ہوئے اور ۸۰۰ سے زیادہ غیر مسلموں نے نورِ ایمان اور شعاعِ توحید سے اپنے قلوب کو روشن کیا ہے، جن کی نگاہِ ولایت نے بہت سے سیاہ قلب لوگوں کو شراب معرفت پلا کر صاحب جذب وحال اور سالک وعارف بنا دیا ہے۔

حضرت خواجہ ظہیر العالم، نبیرۂ حضرت سید نا محمد قاضی حمید الدین بخاری، ناگوری دہلوی (استاذ گرامی حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمہ) حضرت شیخ طریقت، صوفیٔ باصفا رئیس احمد قادری چشتی برکاتی دہلوی، خلیفہ ومرید ذاکر خاندان برکات حضرت مفتی شاہ مظفر احمد داتا گنجوی بدایونی ولادت ۳۱رمئی ۱۹۳۲ء وفات ۲۷رذی الحجہ ۱۴۲۷ھ مرید وخلیفہ حضرت تاج العلما سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی مارہروی علیہ الرحمہ۔ (۱) وخلیفہ حضرت سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن برکاتی مارہروی (وفات ۱۴۱۶ھ) وسید ناسرکار مفتی اعظم ہند بریلی شریف (۱۳۱۰ھ۔ ۱۴۰۲ھ) کے پہلے مرید اور پہلے خلیفہ ہیں۔ حضرت خواجہ ظہیر عالم قادری کو اپنے مرشد گرامی سے ۲۷ قدیم وجدید سلسلوں میں اجازت وخلافت حاصل ہے۔ صاحب جذب وحال وتمکین وتصرف ہیں۔ قادریت و صابریت کا رنگ غالب ہے۔ قادریہ اور چشتیہ دونوں میں بیعت فرماتے ہیں۔

آپ نے خانقاہی نظام کے احیاء، تصوف وروحانیت کو فروغ دینے اور سالکین راہ طریقت کو تزکیۂ نفس وتصفیۂ قلب کے مراحل سے گذارنے کے لیے ۲۰۱۱ء میں تحریک راہِ

(۱) اہل سنت کی آواز نومبر ۲۰۱۴ء ص، ۳۳۳، خلفائے خاندان برکات۔

سلوک قائم کی ہے۔ جس کے تحت پچاس سے زائد مقامات پر خانقاہی نظام کے ذریعہ حلقۂ ذکر وفکر، مراقبہ، مجاہدہ اور خدمتِ خلق کا سلسلہ جاری ہے۔ طالبین وسالکین کی ان کی طلب کے مطابق آپ تربیت فرماتے ہیں اور تربیت کے بعد اجازت عطا فرما کر مختلف علاقوں اور ملکوں میں تبلیغ وارشاد کے لیے بھیج دیتے ہیں۔ درجہ ذیل مقامات پر آپ کی تحریک منفرد انداز میں کام کر رہی ہے۔

چاند پور ضلع مراد آباد، بھوجپور، کانپور، چکیا مظفر پور، ٹاٹا نگر جمشید پور، دھنباد، ہری ہر کرناٹک، ممبئی، ناسک، بیکانیر راجستھان، گوالیر مدھ پردیش، الہ آباد، اڑیسہ، اترا کھنڈ، غازی آباد، دہلی، کلیر شریف، اجمیر شریف، گوہاٹی آسام، گوا، ناگپور، کپٹول، کاٹھمنڈو، نیپال، ماریشش، افریقہ، قطر، سعودیہ عربیہ، مدینہ شریف، سری لنکا، وغیرہ مقامات پر بہت تیزی کے ساتھ یہ تحریک کام کر رہی ہے۔

آپ کی خانقاہ، درِ مخدوم صابر کی طرح طالبین وسالکین کے علاوہ لاکھوں دردمندوں، آفت کے ماروں، بیماروں اور بے کسوں کے لیے روحانی شفاخانہ اور آسرا ہے کہ جس کی فضا میں آجانے کے بعد شیاطینِ انس وجن، سحر وآسیب خود بخود جلنا شروع ہو جاتے ہیں اور مریض صحت یاب ہو جاتا ہے۔ نہ یہاں کوئی تعویذ دی جاتی ہے نہ جھاڑ پھونک کی جاتی ہے۔ بلکہ فیضانِ سرکار غوث پاک سے ہی یہاں کام بنتا ہے۔

## کاٹھمنڈو میں حضرت کا ورود

مورخہ ۱۶ راگست ۲۰۱۴ء بروز شنبہ اندرا گاندھی انٹرنیشنل ایر پورٹ نئی دہلی سے بذریعہ طیارہ ساڑھے ۱۰ ربجے دن میں کاٹھمنڈو ایر پورٹ پر اترے اور وہاں سے بذریعہ کار ضیاء الدین بھائی کے یہاں پہونچے۔ دوپہر کے کھانے کے بعد آرام کیا گیا۔ شام میں ضیاء الدین بھائی کے اہل خانہ اور بہت سے مرد وخواتین حضرت کے ہاتھوں پر داخلِ سلسلۂ قادریہ ہوئے۔

یہ نیپال میں حضرت کی پہلی بار آمد تھی۔ اس پورے سفر میں راقم الحروف ہی تنہا حضرت کے خادم کی حیثیت سے ساتھ تھا اس لیے سفر کے ایک ایک جزئیات کو بغور نوٹ کرتا

رہا ۱۷/ اگست کو جنک پور کے لیے ہمیں ڈومسٹک فلائٹ پکڑنی تھی۔ ایر پورٹ جانے سے پہلے حضرت نے نیپال کے دو عظیم المرتبت بزرگ حضرت صوفی سید شاہ غیاث الدین کشمیری اور شہنشاہ نیپال خواجہ مسکین شاہ کشمیری رضی اللہ عنہما کی بارگاہوں میں حاضری دی اور فاتحہ خوانی فرمائی۔ کشمیری جامع مسجد کی زیارت کی۔ ہمارے دیرینہ کرم فرما جید عالم دین، حضرت مولانا مفتی محمد شوکت علی صاحب، سابق امام وخطیب کشمیری جامع مسجد کاٹھمنڈو نے پرتپاک خیر مقدم کے ساتھ پرتکلف ناشتہ کا بھی اہتمام فرمایا۔ مختصر گفتگو ہوئی۔ بعجلت تمام ایر پورٹ کے لیے روانہ ہوئے۔ ڈیڑھ بجے ہم لوگ جنک پور پہونچے وہاں حضرت کے استقبال کے لیے غلامان مصطفیٰ کی ایک بھیڑ موجود تھی۔ پھولوں اور نعرۂ تکبیر و رسالت کی پرکیف چھاؤں میں حضرت کا استقبال کیا گیا۔ لوگ حیران وششدر تھے کہ یہ کون ہیں جن کی تعظیم میں لوگوں کی پلکیں بچھی ہوئی ہیں۔

## کپٹول میں ورود مسعود

چند ساعت کے لیے جنک پور میں حضرت کا قیام ہوا اس کے بعد نیپال کی ایک تاریخی وعلمی سرزمین ''کپٹول'' میں بعد نماز مغرب حضرت کا ورود مسعود ہوا۔ کیا مسلم کیا ہندو پورا کا پورا گاؤں ہی استقبال کے لیے امنڈ پڑا۔ تکبیر و رسالت کی گونج میں حضرت کا شاہانہ استقبال کیا گیا۔ مدرسہ منظر اسلام کپٹول میں حضرت کو استقبالیہ پیش کیا گیا۔ پورا کپٹول ہفتوں سے حضرت کی دید کا منتظر اور آنکھیں فرش راہ کیے ہوا تھا۔

قادری دولہا کی آمد کیا ہوئی کہ اطراف واکناف سے عقیدت کیشوں اور حاجت مندوں کی بھیڑ حضرت کی زیارت کے لیے جمع ہونے لگی۔ مسجد میں صبح وشام حلقۂ ذکر ہونے لگا۔ مجالس وعظ وارشاد آراستہ ہونے لگیں۔ جوق در جوق لوگ سلسلۂ قادریہ میں داخل ہوتے رہے۔ لوگوں کے ٹھہرنے کے لیے جب جگہ تنگ پڑ گئی تو شامیانہ لگایا گیا۔ ہندو، مسلم سبھی، حضرت کی ایک جھلک دیکھنے اور دعا لینے کے لیے چہار جانب سے آنے لگے۔ حضرت سب کو اللہ سے محبت کا راستہ بتاتے۔ توحید کا سبق پڑھاتے۔ غیر مسلم

بھائیوں کے سامنے اسلام کا تعارف اس طرح پیش فرماتے کہ انھیں محسوس ہونے لگتا کہ اسلام تو ہمارے ضمیر کی آواز ہے اور اسلام ہی کو سناتن دھرم کہا جاتا ہے۔ اسلام ہی دین فطرت ہے۔ ہمارے عقائد اور مسلمانوں کے عقائد میں بہت زیادہ اختلاف نہیں ہے اگر درمیان سے شرک کو ہٹا دیا جائے اور توحید و رسالت کو تسلیم کرلیا جائے تو ہم دونوں ایک ہوسکتے ہیں۔ ہمارے علاقہ کے بڑے بڑے پنڈت بھی حضرت سے ملنے کے لیے پہونچے اور ان کے ذہنوں میں جو سوالات تھے پیش کیے۔ حضرت کی مجلس سے اٹھنے کے بعد غیر مسلم بھائیوں کا تاثر یہ ہوتا کہ یہ تو بہت عظیم انسان ہیں۔ ان کو آپ لوگ ہر سال بلایا کیجیے۔ دراصل اسلام کی صحیح تعبیر و تشریح صوفیائے کرام کے ذریعہ ہی ہر دور میں ہوتی رہی۔ ظاہر بیں علما سے خلق زیادہ قریب نہ ہوسکی، علمائے ظواہر کے پاس صرف نظریات اور تھیوریاں تھیں جن کو وہ تحریر و تقریر کے ذریعہ بیان کرتے اور صوفیائے کرام ان نظریات کا عملی نمونہ ان کے سامنے پیش کردیتے تھے جس کی وجہ سے اس کا اثر براہِ راست قلب پر پڑتا تھا۔ قلب میں تاثیر ذہن و دماغ میں تاثیر سے بدرجہاں قوی ہے۔

## کپٹول کے مسلمانوں کی غیرت ایمانی جاگ اٹھی

حضرت کے قدم پڑتے ہی کپٹول میں عید و بقرعید جیسی خوشی کی لہر دوڑ گئی، مرد و زن بوڑھے اور بچے بھی کیف و سرور میں ڈوب گئے۔ آنے والے زائرین و مہمان کا خندہ پیشانی سے استقبال کرتے اور قیام و طعام کا انتظام کرتے۔ کپٹول کی تاریخ میں پہلی بار ایسی روحانی، ایمانی اور اجتماعی فضا دیکھی گئی۔ مسجد میں نمازیوں کی تعداد پانچوں وقت میں اتنی زیادہ بڑھی کہ مسجد تنگ پڑ گئی۔ جمعہ سے زیادہ لوگ پنج وقتی نمازوں میں شریک ہونے لگے ۔۷۰۔۸۰/افراد پر ایک جماعت مشتمل ہوتی پھر دوسری جماعت کرائی جاتی۔

حضرت کی نگاہ فیض کا یہ اثر ہوا کہ وہ لوگ جو جمعہ تک کی نماز میں حاضر نہیں ہوتے تھے۔ پانچوں وقت کے نمازی بن گئے۔ سینکڑوں بے داڑھیوں نے داڑھی رکھ لی۔ راقم

الحروف اپنے مشاہدات کی بنیاد پر کہہ سکتا ہے کہ ۹۹٪ فیصد مرد اور بچے نمازی بن گئے تھے۔ نمازِ فجر کے بعد حلقۂ ذکر، نماز مغرب کے بعد مجلس وعظ وارشاد مسجد ہی میں منعقد ہوتی اور لوگوں کی اصلاح اور ان کا تزکیۂ نفس وتصفیہ قلب فرماتے۔

علمائے نیپال کے ساتھ علمی نشستیں ہوتیں۔ نیپال میں تبلیغ اسلام اور ترویج مسلک اہلسنت کے حوالے سے گفتگو ہوتی۔ عم مکرم، قاضی نیپال، حضرت مفتی محمد عثمان برکاتی (کپٹول) کے ساتھ بھی کئی نشستیں ہوئیں۔ اور ۲۴ / اگست ۲۰۱۴ء کی آخری الوداعی اجلاس میں ڈیڑھ گھنٹہ روح افزا ایمانی بیان کے بعد والد گرامی مجاہد اہل سنت حضرت مولانا شاہ محمد عیسیٰ برکاتی اور قاضیٔ نیپال حضرت عم مکرم صاحب دونوں بھائیوں کی دستار بندی فرما کر پورے ملک نیپال کے لیے تحریک راہ سلوک کا سرپرست اور راقم الحروف کو تحریک راہ سلوک نیپال کا امیر نامزد فرمایا۔

یہ حضرت کی کرم نوازی تھی ورنہ میں ہرگز اس لائق نہیں کہ اتنی عظیم روحانی تحریک کی قیادت ہمارے حوالے کی جائے۔

کپٹول میں ۱۷ / اگست سے ۲۰ / اگست تک مسلسل چار دن قیام رہا اس دوران تقریباً ۲ ہزار لوگوں نے جس میں مرد وزن اور بچے بھی شامل ہیں، آپ کے ہاتھ پر سلسلہ قادریہ میں بیعت کی۔

علماء میں حضرت مولانا ابراہیم رضوی قادری (کپٹول)، مولانا محمد قمر عالم صاحب قادری جدوکہا امام وخطیب مسجد کپٹول، مولانا محمد عطاؤ الرحمن (پوکھر بھنڈا)، مولانا فرمود عالم صاحب کھریانی، مولانا محمد اسلم صاحب قادری کھریانی وغیرہ سلسلۂ قادریہ میں بیعت و طالب ہوئے۔

لوگوں کی شدید خواہش و اصرار پر دیگر قریوں کا بھی پروگرام بنایا گیا۔ چنانچہ ۲۱ / اگست بروز جمعرات شب میں ہنسپور میں قیام رہا۔ یہاں لگ بھگ چار سو لوگ داخل سلسلہ ہوئے ۲۲ / اگست کو جمعہ کی نماز کپٹول میں ادا کی گئی۔ بعد نماز جمعہ پوکھر بھنڈا میں

حضرت کے مرید خاص مولانا عطاؤ الرحمن کے گھر پر قیام ہوا۔ بے شمار لوگ اکتساب فیض کے لیے امنڈ پڑے سب کو حضرت نے داخلِ سلسلہ فرمایا اور نماز عشاء کے بعد چکّر کے لیے روانہ ہوئے یہاں جناب الحاج عبد الرزاق برکاتی کے یہاں بتقریب شادی دختر نیک اختر محفل میلاد تھی۔ حضرت کا روحانی خطاب ہوا اور رات ہی میں کپٹول واپسی ہوئی۔

۲۳ راگست بروز سنیچر کپٹول سے متصل دیوری اسٹیشن محلہ کے مکتب میں ایک گھنٹہ کے لیے حضرت کی آمد ہوئی۔ لوگ داخلِ سلسلہ ہوئے اور کھانا تناول فرما کر مہوا کے لیے روانہ ہوئے۔ مہوا میں ہمارے چچا جناب محمد جاسم صاحب کے گھر پر حضرت کا قیام ہوا اور سبھی اہل خانہ داخلِ سلسلہ ہوئے، اس کے بعد ایک وسیع و عریض صحن میں حضرت کے بیٹھنے کا انتظام کیا گیا۔ یہاں مرد و عورت کا کثیر ازدحام تھا۔ سیکڑوں لوگ یہاں بھی مرید ہوئے، بیماروں اور پریشان لوگوں کے لیے دعا کی گئی۔

دوپہر سے شام تک حضرت نے یہاں قیام فرمایا اور اپنے فیض سے تشنہ کاموں کو سیراب کیا عصر کے بعد دار العلوم نوری برکاتی جنک پور میں حضرت کا ورود مسعود ہوا بہت سے لوگ داخل سلسلہ ہوئے پھر راقم کے غریب خانہ پر تشریف لائے۔ کلیۃ فاطمۃ الزہرا کی تمام طالبات داخلِ سلسلۂ قادریہ ہوئیں۔ ۲۳ راگست کی شب میں ہمارا قافلہ مہیند رنگر قصبہ کے لیے روانہ ہوا یہ جنک پور کے نواح میں ۱۵ رکلومیٹر دوری پر ایک زرخیز قصبہ ہے۔ یہاں پہلے ہی سے مسلم اور ہندو بڑی تعداد میں ایک اسکول کے اندر جمع تھے۔ مسلمانوں کو حضرت نے مرید کیا اور تمام لوگوں کے لیے دعا فرمائی۔ یہاں بھی لوگوں کی تعداد ایک ہزار کے قریب تھی۔

مہیند رنگر میں رات کا کھانا تناول کر کے ہم لوگ جنک پور آ گئے اور راقم الحروف کے غریب خانہ پر حضرت نے آرام فرمایا۔ صبح ہوتے ہی بذریعہ کار حضرت کا قافلہ، کھریانی کو روانہ ہوا۔ وہاں ۳ گھنٹے حضرت کا قیام رہا مولانا محمد اسلم سالک قادری کے غریب خانہ پر حضرت تشریف لے گئے اور ان کے اہل خانہ حضرت کے ہاتھوں پر داخلِ سلسلہ ہوئے۔

مولانا محمد فرمود کے یہاں ناشتہ کا اہتمام ہوا۔ مولانا فرمود عالم کے سر پر دستار بندی فرما کر ذکر و وظیفہ قادریہ کی اجازت دی۔

## ۲۴ راگست ۲۰۱۴ء کو کپٹول سے واپسی اور الوداعی نشست

عالی جناب محمد نعیم الدین قادری، محمد شہید قادری، محمد شمیم قادری ارکانِ مجلسِ منتظمہ بسلسلہ قدوم حضرت ممدوح۔ و دیگر معززین محلہ کے سروں پہ عمامہ باندھا گیا۔ یہاں یہ وضاحت ضرور ہے کہ حضرت کی یہ آمد پورے محلہ کی دعوت پر ہوئی تھی اور تمام مسلمانوں نے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا اور حضرت کے ساتھ آنے والے تمام سالکین اور حضرت کی خدمت میں کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ ان میں اول الذکر تین حضرات کی کاوشیں لائق ذکر ہیں۔ ان تینوں نے حضرت کے دورہ کو کامیاب بنانے اور انتظام و انصرام کے لیے رات دن ایک کر دیے تھے۔ اور بہت ہی نظم و ضبط کے ساتھ سارا کام پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

عالی جناب محمد شفیق قادری ابن نور محمد صاحب کپٹول کی خدمات بھی لائق ستائش ہیں۔ اس ۹ روزہ حضرت کے دورہ میں اپنی فورویلر گاڑی سے حضرت کو ہر جگہ لانے اور لے جانے کی رضا کارانہ وفادارانہ خدمت انھوں نے انجام دی۔ گاڑی کو خود ڈرائیو کیا۔ ایر پورٹ جنک پور سے جۓ نگر ریلوے اسٹیشن تک سفر و حضر میں وہ حضرت کے ساتھ رہے۔ ان کے گھر کے سارے لوگ حضرت کے مرید ہوئے۔

۲۵ راگست دوشنبہ کا دن قادری نگر کپٹول کے مسلمانوں کے لیے بڑا صبر آزما اور تکلیف دہ رہا کہ آفتاب قادریت، ماہتاب چشتیت کامل دس دنوں تک شعاع قادریت اور ضیاء چشتیت بکھیر کر ہم سے روپوش ہو رہا تھا۔ لوگوں کی نگاہیں آبدیدہ، سر خمیدہ، دل افسردہ تھے۔ ایسا لگ رہا تھا کہ کوئی سرپرست اپنے اہل خانہ کو چھوڑ کر پردیس جا رہا ہے۔ کیونکہ نیپال والوں کو حضرت نے اتنی محبتیں اور شفقتیں عطا کیں کہ ان کو لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔

۱۰ ربجے دن حضرت پیر طریقت کا قافلہ سب کو الوداع کہتے ہوئے مراد آباد کے

لیے روانہ ہوا۔ اہل محبت وعقیدت کپٹول سے جو کچھ ہو سکا حضرت کی خدمت میں نذر عقیدت پیش کیا۔ لیکن ایک ایسا نادر و نایاب تحفہ حضرت کو پیش کیا گیا جس کو تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

## تحفۂ موے مبارک

قادری نگر کپٹول کو یہ فخر وشرف حاصل ہے کہ اس بستی میں آقائے دو جہاں، راحتِ قلب وجان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک ۲۰ رسالوں سے مشام جاں کو معطر اور ایمان کو منور کر رہا ہے۔ ہر سال یہاں کے مسلمان ماہ ربیع الاول میں اس کی زیارت سے شاد کام ہوتے ہیں۔ قابل مبارک باد ہیں مولانا محمد ابراہیم قادری کپٹولوی زید مجدہ جنھوں نے گجرات کی سرزمین سے اس عظیم تبرک کو حاصل کیا اور اہل کپٹول ہی نہیں بلکہ پورے خطۂ نیپال کے لیے سرمۂ چشم بنا دیا۔

حضور پیر طریقت کو دو موئے مبارک پیش کیے گئے۔ کپٹول والوں نے عرض کیا حضور ہمارے پاس اس سے زیادہ کوئی قیمتی تحفہ نہیں ہے، جسے پیش کر سکیں۔ حضرت کے ہمراہ جو لوگ مراد آباد وغیرہ سے تشریف لائے ان کا نام ذکر کر دینا ضروری ہے۔

(۱) حضرت سالک سید محمد اعجاز قادری کان پور، حضرت کے سب سے زیادہ فیض یافتہ بزرگ ہیں۔ ہزاروں مسلمانوں اور ایک لاکھ سے زائد غیر مسلموں نے ان سے فیض پایا ہے۔ صاحب جذب وحال اور صدق وصفا ہیں۔ اکثر سفر میں حضرت کے ساتھ رہتے ہیں۔ ان کی دعوت وتبلیغ کا علاقہ کانپور، جھارکھنڈ، اڑیسہ، بہار، اور دہلی ہے۔

(۲) حضرت مولانا سالک خالد رضا قادری۔ یہ بھی حضرت کے فیض یافتہ ہیں۔ بلند ہمت صاحب زہد وورع اور صاحب جذب وحال ہیں۔ اکثر سفر میں حضرت کے ہم رکاب رہتے ہیں۔ راجستھان اور ممبئی کا علاقہ ان کی تبلیغ کا میدان ہے۔

(۳) عالی جناب سالک انور احمد قادری غازی آباد، کھوڑہ۔ صاحب کشف سالک ہیں ان کی تبلیغ کا میدان دہلی اور غازی آباد کا علاقہ ہے۔

(۴) عالی جناب کبیر الدین قادری غازی آباد، کھوڑہ۔ یہ صاحب کشف سالک ہیں۔ آبائی وطن سکندر آباد، یوپی ہے۔ غیر مسلم سنگھ خاندان میں پیدا ہوئے۔ پیدائشی نام اوم ویر سنگھ تھا۔ ۲۰۱۳ء میں حضور مخدوم گرامی سے پہلی ملاقات ہوئی۔ حضرت نے ایسی توجہ فرمائی کہ دلوں میں روحانی انقلاب آ گیا اور ہمیشہ کے لیے اسلام کے اسیر بن کر رہ گئے۔ سلسلۂ چشتیہ کے عظیم بزرگ، حضرت سید عظیم الدین چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، پیر والی مسجد، حیات نگر، کھوڑہ کالونی غازی آباد سے ان کو بے حد عشق تھا، جس کے سبب اللہ نے انھیں شیخ کامل سے ملا دیا۔ ان کی تبلیغ کا علاقہ مبارک پور، یوپی ہے۔

(۵) عالی جناب حافظ و قاری انصار احمد صاحب، بریلی شریف۔

جے نگر سے بذریعہ غریب رتھ اکسپریس حضرت دہلی کے لیے عازم سفر ہوئے۔

## ٹرین رک گئی

یوں تو بے شمار کرامتوں کا ظہور حضرت ظہیر عالم قادری کی ذات سے ہوتا رہتا ہے مثلاً نابیناؤں کی بینائی کا واپس آ جانا، گونگے کا بولنا، کینسر زدہ، کڈنی فیلیر، سحر و آسیب زدہ کا حضرت کے فیضِ توجہ سے لمحوں میں تندرست ہو جانا۔ لیکن اس سفر کا ایک اہم واقعہ یہ ہے:

جناب محمد شفیق بن نور محمد صاحب کپٹول، نیپالی کرنسی کو انڈین کرنسی میں تبدیل کرانے گئے ہوئے تھے۔ جب واپس آئے تو دیکھا ٹرین کھل چکی ہے۔ یہ پلیٹ فارم پر دوڑتے رہے اور مایوس ہو گئے۔ اچانک ٹرین ٹھہر گئی انھوں نے دوڑ کر حضرت کے مرید مولانا خالد رضا کے ہاتھ میں پیسے دیئے ادھر ٹرین دوبارہ چل پڑی۔ اس کرامت کو راقم الحروف نے بھی اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ یقیناً حضرت کے تصرف ہی سے وہ ٹرین رکی تھی۔

# حضرت مولانا حافظ زاہد حسین قادری مجیبی

## اور نیپال میں ان کی خدمات

۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۴ء- ۴ محرم الحرام ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء

استاذ العلما والحفاظ حضرت مولانا حافظ زاہد حسین قادری مجیبی ابن محمد رمضان علی ابن محمد بدر علی ابن محمد رجب علی بن محمد قلندر علی بن محمد مظاہر (غفر اللہ لھم) ۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۴ء کو ضلع مہوتری، نیپال کی ایک مردم خیز بستی ''علی پٹی'' میں پیدا ہوئے۔ آپ کے پردادا محمد رجب علی موضع ''کڑوا کردولی''، ضلع دربھنگہ، بہار سے ترکِ سکونت کر کے علی پٹی میں مقیم ہوئے۔ غالباً اس بستی کا نام آپ ہی کے پردادا کی نسبت سے علی پٹی مشہور ہوا۔

ابتدائی تعلیم و تربیت مکتب میں حاصل کی۔ ابتدائی اساتذہ کے نام معلوم نہیں ہو سکے۔ شعور کی حالت کو پہونچے تو والد ماجد نے آپ کو دینی تعلیم کی تحصیل کے لیے صوبۂ بہار کی مشہور اور بافیض درسگاہ ''مدرسہ فیض الغرباء'' آرہ بھیج دیا جہاں آپ نے ابتدائی عربی سے لے کر درجۂ فضیلت تک کی تعلیم حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ کی صف میں حضرت مولانا عبد الغفور آروی شیخ الحدیث فی زمانہ، جامع معقول و منقول مفتی محمد ابراہیم آروی اور مولانا محمد اسماعیل آروی رحمھم اللہ کے اسما قابل ذکر ہیں۔ ۱۳۵۰ھ/ ۱۹۳۰ء میں درسیات کی تحصیل سے فراغت حاصل کی۔ راقم سطور سے مفتی محمد عثمان رضوی بیلاوی اور ان سے حضرت مولانا سید الزماں حمدوی پوکھریروی (م ۱۹۹۶ء) نے بیان کیا کہ حضور محدث اعظم ہند کچھوچھوی سید محمد اشرفی جیلانی (۱۳۱۱ھ- ۱۳۸۳ھ) ملک العلما، علامہ ظفر الدین بہاری، مصنف صحیح البہاری (۱۳۰۳ھ- ۱۳۸۲ھ) خلفاے اعلی حضرت اور سراج الاصفیاء حضرت صوفی شاہ محمد تیغ علی قادری آبادانی (۱۳۰۰ھ- ۱۳۷۸ھ) قدست اسرارھم کے ہاتھوں آپ دستار فضیلت سے نوازے گئے۔

## احوال واوصاف:

کاتب سطور نے ان کا زمانہ تو نہیں پایا تاہم ان کے تلامذہ اور عقیدت مندوں نے ان کے جو احوال واوصاف کتابوں میں تحریر کیے ان کے مطالعہ سے عیاں ہے کہ آپ ملک نیپال کے قدیم، صاحب ورع وتقوی عالم دین تھے۔ ریاضت ومجاہدہ کے خوگر اور عابد شب زندہ دار تھے۔ بروایت حضرت مولانا حنیف قادری، کنٹیاوی آپ زمانۂ طالب علمی ہی سے نماز تہجد کے پابند تھے۔ تصوف وسلوک سے بھی آپ کو خاص شغف تھا۔

ترائی نیپال میں علم دین کی اشاعت کا غیر معمولی کارنامہ آپ نے انجام دیا۔ جہالت وگمرہی، مشرکانہ رسوم وبدعات کے خلاف عملی جہاد کیا اور گم گشتہ راہوں کو اسلام سے قریب کیا۔ ان کا سب سے اہم کارنامہ مدرسہ اصلاح المسلمین موجودہ نام دارالعلوم قادریہ مصباح المسلمین کی تاسیس وقیام اور یہاں سے رجال علم وفضل کی ایک فوج تیار کرنا ہے۔

## مدرسہ اصلاح المسلمین، علی پٹی کا قیام:

حافظ صاحب کے نمایاں کارناموں میں سب سے اہم کارنامہ مدرسہ اصلاح المسلمین کی داغ بیل ڈال کر اسے عروج وارتقا کی منزل تک پہونچانا ہے۔

۱۹۳۰ء میں تحصیل علم سے فراغت پاکر وطن واپس ہوئے ان کے ساتھ فارغ ہونے والوں میں علی پٹی کی دوسری قابل ذکر شخصیت مولانا نجم الہدی قادری کی تھی ان دونوں حضرات نے جب اس خطہ کی علمی پسماندگی، جہالت وناخواندگی اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی بے راہ روی کا ادراک کیا تو ان کے دل تڑپ اٹھے اور جلد ہی ایک دینی ادارہ کے قیام کی تحریک شروع کردی بالآخر دونوں حضرات کی کوششیں بارآور ہوئیں اور کچھ ایسے مخیرین اور اصحاب ثروت اس دعوت پر لبیک کہتے ہوئے متوجہ ہوئے جن کے اخلاص وایثار نے دارالعلوم کے خواب کو شرمندۂ تعبیر کرنے میں کلیدی رول ادا کیا۔

مؤلف گلشن علم وادب مفتی محمد اسرائیل رضوی دارالعلوم ہذا کے قیام اور اس کے بانیان پر روشنی ڈالتے ہوئے رقمطراز ہیں:

وہ قابل قدر ومتدین حضرات یہ ہیں جنھوں نے دارالعلوم کی خشت اول رکھی اور بانیان ادارہ کے زریں لقب سے مشہور ہوئے۔

(۱) حضرت مولانا زاہد حسین صاحب علی پٹی

(۲) حضرت مولانا نجم الہدی صاحب علی پٹی

(۳) جناب حاجی رحمت اللہ صاحب جلیشور

(۴) جناب حاجی نعمت اللہ صاحب علی پٹی

(۵) جناب حاجی برکت اللہ صاحب بھمر پورہ

(۶) جناب حاجی محمد عرف لوٹن صاحب لادوبیلا

بالآخر غیور ونیک دل مسلمانوں کے اس مختصر قافلہ نے اصحاب اطراف وجوانب کی امداد وتعاون سے ۱۳۵۱ھ میں اس دارالعلوم کا سنگ بنیاد رکھا اور بالاتفاق اس ادارہ کا نام ''مصباح المسلمین'' قرار پایا۔(۱)

## بیعت وارادت:

شیخ طریقت حضرت مولانا سید شاہ محی الدین قادری جعفری (م ۱۳۶۶ھ) ابن حضرت والد درجت سید شاہ مولانا سید شاہ بدر الدین جعفری، زینبی (متوفی ۱۳۴۳ھ) سجادہ نشین خانقاہ قادریہ مجیبیہ، پھلواری شریف سے نسبت بیعت وارادت حاصل کی۔(۲)

حضرت سید شاہ محی الدین قادری علیہ الرحمہ امام احمد رضا قادری قدس سرہ کے معاصر اور ان کے مسلک کے مؤید ومُشید تھے۔ ردِّ ندوہ کے موقع پر ندوۃ العلما جس کی بنیاد مدرسہ فیض عام کانپور کے سالانہ جلسۂ دستار بندی کے موقع پر ۱۳۱۱ھ میں رکھی گئی تھی سے

(۱) گلشن علم وادب، مؤلفہ مولانا محمد اسرائیل رضوی، ص: ۱۷-۱۸۔

(۲) آئینہ حق نما، مؤلفہ مفتی محمد عثمان رضوی، ص: ۱۵۔

علیحدگی اختیار کرنے والے مشائخ میں آپ کا نام سرفہرست ہے۔ علامہ ظفر الدین قادری فاضل بہاری نے حیات اعلی حضرت کی پہلی جلد میں ۴۵ ویں نمبر پہ آپ کا ذکر کیا ہے۔

## مقدمہ حافظ زاہد حسین قادری پر ایک اجمالی نظر:

حافظ صاحب کی شخصیت، دینی علمی اور تبلیغی خدمات کے اعتبار سے اس خطہ کے لیے غیر معمولی حیثیت کی حامل ہے تاہم ان تمام کارناموں کے باوجود گذشتہ تین دہائیوں سے قدیم اور معاصر علما کے درمیان متنازع اور موضوع بحث رہی ہے۔ اس تنازع کی اصل وجہ ان کے وہ دو خطوط تھے جو ۱۳۹۴ھ/ ۱۹۷۳ء میں جنک پور کی سرزمین پر منعقدہ اجلاس کے بعد انھوں نے خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف کے دو ذمہ داروں مولانا شاہ عماد الدین مجیبی اور مولانا شاہ رضوان اللہ مجیبی ابن سید شاہ امان اللہ مجیبی کے نام تحریر کیے تھے۔ جن کا حاصل یہ تھا کہ دوسرے سلسلہ کے لوگ باہر جا کر تبلیغ کرتے ہیں۔ ان کے سلسلے کی اشاعت ہو رہی ہے اور آپ لوگوں کو کوئی فکر نہیں۔ آپ کے سلسلے کے لوگ بیعت توڑ توڑ کر دوسرے سلسلے میں جا رہے ہیں۔ شاہ عماد الدین کے نام مکتوب خط میں یہ عبارت بھی تھی:

''آپ سے چند بار عرض کیا کہ وہ رسالہ جس میں علماے محتاطین انھیں کافر کہنے سے پرہیز کرتے ہیں، وہ رسالہ یا اس کا پتہ مانگا، یہ بھی نہ بتلا سکے تو اور کیا کیا جائے۔''

یہ خطوط کسی طرح مولانا جیش محمد صاحب کے ہاتھ لگ گئے اور ان کو پڑھنے کے بعد مولانا جیش محمد صاحب کو حافظ زاہد حسین قادری کی سنیت میں شک ہوا۔ انھوں نے لوگوں سے اس کا تذکرہ کیا۔ بات بڑھتی گئی یہاں تک کہ حافظ صاحب کی بدعقیدگی کا چرچا ہونے لگا۔ دوسری طرف سنی علما و عوام میں حافظ صاحب کے حامیوں کا ایک گروپ بھی سرگرم ہو گیا جو یہ کہتا کہ وہ سنی صحیح العقیدہ ہیں۔ ۱۴۰۴ھ میں حامیان حافظ زاہد حسین نے ان سے ایک تحریر بھی لی جس میں انھوں نے حسام الحرمین کی تصدیق کرتے ہوئے ان چار علماے دیوبند کی تکفیر کی جن پر علماے حرمین طیبین نے کفر کلامی کا حکم صادر فرمایا ہے۔ نیز ان کے کفر میں شک کرنے والوں کو بھی کافر کہا۔

بات یہیں تک ختم ہوجاتی تو مسئلہ حل ہوجاتا۔ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ مولانا جیش محمد صاحب اوران کے ہمنوالوگوں نے حافظ صاحب کے سلسلے میں شدت اختیار کرتے ہوئے کفر کلامی کا حکم صادر کیا۔ جبکہ حامیوں نے ان کے سنی صحیح العقیدہ ہونے کی گواہی دی ان مخالفین وموافقین کے درمیان نزاع نے اتنا طول پکڑا کہ اس خطے کی صورت حال سنگین ہوئی۔ باہم مقاطعہ کی نوبت آ گئی۔ بالآخر تصفیہ کے لیے فریقین نے جانشین مفتیٔ اعظم ہند، حضرت تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خان قادری ازہری، بریلی شریف کی طرف رجوع کیا۔ انھوں نے مسئلہ کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے تین رکنی فیصل بورڈ تشکیل دیا جس کے ارکان درج ذیل اشخاص تھے:

(۱) محدث کبیر، علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری

(۲) مناظر اہلسنت، مفتی مطیع الرحمن رضوی

(۳) خیر الاذکیا، علامہ محمد احمد مصباحی

طرفین کے نمائندوں نے یہ حلف نامہ لکھا کہ یہ حضرات جو فیصلہ کردیں گے وہ ہمارے لیے قابل قبول ہوگا۔

۱۰/ جمادی الاولی ۱۴۱۷ھ کو اس مقدمہ کی پہلی نشست جامعہ اشرفیہ، مبارکپور میں رکھی گئی۔ ۳/ جمادی الآخرہ ۱۴۱۷ھ/ ۱۷/ اکتوبر ۱۹۹۶ء کو فیصل بورڈ کی دوسری نشست غوث منزل مظفر پور میں رکھی گئی اور ۵/ جمادی الآخرہ تک اس مسئلہ پر غور وخوض کیا جاتا رہا۔ فریقین کے دلائل و بیانات پر جرح وقدح کا سلسلہ جاری رہا اور بیانات قلم بند ہوتے رہے۔ مظفر پور سے واپسی میں ایک دن ادارۂ شرعیہ پٹنہ میں اسی مسئلہ پر غور وفکر کے لیے ارکان فیصل بورڈ کی نشست رہی پھر یکم ودو ربیع الآخر ۱۴۱۸ھ کو جامعہ اشرفیہ مبارکپور میں متعدد نشستیں ہوئیں یہاں تک کہ بحث وتنقیح کے بعد یہ فیصلہ رقم ہوا۔ ''مذکورہ جملہ تفصیلات کی روشنی میں ''فیصل بورڈ'' اس نتیجہ پر پہونچا کہ مشتبہ ومتہم حافظ زاہد حسین مذکور ہرگز اس قابل نہیں کہ ان کو اہل سنت کا مقتدا وپیشوا مانا جائے۔ اوران کا عرس کیا جائے۔ اسی طرح مسئلۂ تکفیر کی نزاکت اوراس

کے طویل الذیل جزئیات و مباحث پر نظر کرتے ہوئے اور "الاسلام یَعْلو ولا یُعلی" کو سامنے رکھتے ہوئے اس کی بھی اجازت نہیں دی جاسکتی کہ ثبوت غیر قطعی کو قطعی مان کر ان کی تکفیر کی جائے، اور ان کو سنی جاننے ماننے والے افراد کو بھی انھیں کے زمرے میں شمار کیا جائے اور ان کے ساتھ بھی وہی سلوک روا رکھا جائے۔ واللہ تعالیٰ اَعلم۔"

ضیاء المصطفیٰ قادری　　فقیر محمد مطیع الرحمٰن غفرلہ　　محمد احمد مصباحی

مؤرخہ ۳ر ربیع الآخر ۱۴۱۸ھ　　۳ر ربیع الآخر ۱۴۱۸ھ-۸ر اگست ۹۷ء

ذلك كذالك إني مصدق لذلك. فیصلہ مندرجہ بالا فقیر نے بغور سنا فقیر اس کی تصدیق و تائید کرتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اَعلم۔

فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری غفرلہ

۴ر ربیع الآخر ۱۴۱۸ھ

آل مصطفیٰ مصباحی

نقل مطابق اصل محمد احمد مصباحی　　۲ر جمادی الاولیٰ ۱۴۱۸ھ (۱)

راقم سطور اس مسئلہ پر اپنی طرف سے کوئی تبصرہ نہیں کرنا چاہتا، نہ اپنے ان بزرگوں کے موقف سے انحراف کرتے ہوئے اپنا الگ کوئی موقف رکھتا ہے۔

ارباب بصیرت کو کھلے دماغ سے اس مسئلہ پر غور و فکر کرنے کا پورا حق حاصل ہے۔ راقم سطور نے ایک مؤرخ کی حیثیت سے ان کی شخصیت کے دونوں پہلوؤں کو آپ کے سامنے رکھ دیا ہے۔

حافظ صاحب کی زندگی اور اس مقدمہ کی حقیقت کو بالتفصیل سمجھنے کے لیے آئینہ حق نما مؤلفہ مفتی محمد عثمان رضوی اور حیات زاہد ملت مؤلفہ مولانا عطاء النبی مصباحی کا مطالعہ کریں۔

(۱) مذکورہ بالا تفصیلات کے لیے دیکھیے "آئینہ حق نما" مؤلفہ مفتی محمد عثمان رضوی بیلاوی، ناشر: زاہد ملت ٹرسٹ بلی پٹی، مطبوعہ ۲۰۱۵ء۔ یہ پوری بحث مذکورہ کتاب سے لی گئی ہے۔

# نیپال میں سلسلۂ قادریہ، رضویہ، نوریہ کا فیضان

## شہزادۂ اعلیٰ حضرت، حضور مفتیٔ اعظم ہند کا سفر نیپال

جگر گوشۂ فقیہِ اسلام، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی (۱۲۷۲ھ۔ ۱۳۴۰ھ) قطب عالم حضور مفتیٔ اعظم ہند آل الرحمٰن محمد ابوالبرکات محی الدین جیلانی علیہ الرحمہ (ولادت: ۲۲ر ذوالحجہ ۱۳۱۰ھ/ ۷ر جون ۱۸۹۳ء بروز جمعہ بوقت صبح صادق، بمقام محلہ سوداگران، بریلی شریف (وصال: ۱۴ر محرم الحرام ۱۴۰۲ھ۔ ۱۲ر نومبر ۱۹۸۱ء) کی وہ بابرکت ذات ہے جو متحدہ ہندوستان میں محتاج تعارف نہیں۔ آپ کے فیض کا دریا عرب وعجم میں رواں دواں ہے۔ مجددِ اسلام، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد آپ ہی کی ذات تمام علمائے اہلسنت، فقہائے عظام، مفتیان اسلام، زہاد وعباد وصلحا اور عوام کی مرجع وماوی قرار پائی۔ لاکھوں گم گشتگان راہ اور طالبین ہدایت کو آپ کی نگاہ ولایت نے خدا رسیدہ بنا دیا۔ ولایت ومعرفت کے اس اونچے مقام پر فائز تھے جسے اصطلاح صوفیہ میں قُطبِ عالم کہا جاتا ہے۔ یہ قطبوں کا سردار اور پوری دنیا میں بیک وقت ایک ہی ہوتا ہے۔ سارے اَقطاب واَوتاد واَفراد اور اَبدال واَولیاء اسی کے واسطے سے فیض پاتے ہیں۔ جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کے مرشدِ برحق، قُدوۃُ العارفین، قُطب الاقطاب حضرت سید شاہ ابوالحسن احمد نوری مارہروی قدس سرہ (م ۱۱ر رجب ۱۳۲۴ھ۔ ۳۱ر اگست ۱۹۰۶ء) نے مارہرہ شریف میں فجر کی نماز سے پہلے امام اہلسنت اعلیٰ حضرت کو نومولود کی ولادت کی مبارک بادی پیش کی اور بعد نماز فجر اعلیٰ حضرت سے فرمایا:

مولانا صاحب! آپ اس بچے کے ولی ہیں۔ اگر اجازت دیں تو میں نومولود کو داخل سلسلہ کرلوں۔

امام احمد رضا قدس سرہ نے عرض کیا:

حضور غلام زادہ ہے۔ اسے داخل سلسلہ فرلیا جائے۔ سید المشائخ حضور نوری میاں نے مصلی ہی پر بیٹھے بیٹھے مفتیٔ اعظم ہند کو غائبانہ داخلِ سلسلہ فرمالیا اور اپنا عمامہ وجبہ عطا فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

میری یہ امانت آپ کے سپرد ہے جب وہ بچہ اس امانت کا متحمل ہو جائے تو اسے دے دیں۔ مجھے خواب میں اس کا نام آلِ الرحمٰن بتایا گیا ہے۔ مجھے اس بچے کو دیکھنے کی تمنا ہے۔ وہ بڑا ہی فیروز بخت اور مبارک بچہ ہے میں پہلی فرصت میں بریلی آکر آپ کے بیٹے کی روحانی امانتیں اس کے سپرد کردوں گا۔

## بیعت وخلافت:

اس انکشاف کے بعد آپ چھ ماہ بعد بریلی شریف تشریف لائے اور ۲۵ر جمادی الثانی ۱۳۱۱ھ چھ ماہ تین یوم کی عمر میں حضور نوری میاں نے اپنی انگشتِ شہادت، حضور مفتیٔ اعظم کے دہن مبارک میں ڈالی۔ مفتیٔ اعظم شیر مادر کی طرح چوسنے لگے، پھر حضور نوری میاں نے بالمشافہ داخل سلسلہ فرمایا اور تمام سلاسل کی اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔

بیعت کرتے وقت آپ نے ارشاد فرمایا:

یہ بچہ دین وملت کی بڑی خدمت کرے گا اور مخلوق خدا کو اس کی ذات سے بہت فیض پہنچے گا۔ یہ بچہ ولی ہے۔ اس کی نگاہوں سے لاکھوں گمراہ انسان دین حق پر قائم ہوں گے۔ یہ فیض کا دریا بہائے گا۔ (۱)

حضور مفتیٔ اعظم ہند کی سوانح حیات معلوم کرنے کے لیے درجنوں کتب موجود ہیں جن کی طرف مراجعت کریں۔ سردست ہم یہاں نیپال میں آپ کے فیوض وبرکات کی تاریخ پیش کرنا چاہتے ہیں۔ نیپال اپنے نصیبے پر جتنا بھی ناز کرے کم ہے کہ اسے ایک قُطبِ عالم اور

(۱) جہانِ مفتیٔ اعظم، ص: ۱۰۲ تا ۱۰۴، مضمون: مفتیٔ اعظم کا سوانحی خاکہ از مولانا سید شاہد علی رضوی رامپوری خلیفہ حضور مفتیٔ اعظم ہند، مطبوعہ ۲۰۰۷ء۔

غوث وقت کے قدموں کے بوسے لینے کا شرف حاصل ہے۔ وہ نگاہیں بڑی باعظمت ہیں جنھیں قطب وقت کو دیکھنے کا موقع ملا۔ وہ قریہ بابرکت ہے جہاں ان کے قدم پہنچے۔

خدائے قدیر اجر جزیل عطا فرمائے حضرت مفتیٔ اعظم ہالینڈ کو جنھوں نے اس سفر کے تاریخی لمحوں حتی کہ جزئیات تک کو قلم کے ذریعہ محفوظ فرمادیا اور ہم بعد والوں پر احسان عظیم فرمایا۔

چوں کہ حضرت مفتی عبدالواجد صاحب قبلہ اس پورے سفر میں حضرت کے ہمرکاب رہے اور ان ہی کی پیہم کوششوں سے حضرت نے یہاں کی دعوت قبول فرمائی۔ اس لیے وہاں کے واقعات واَحوال بیان کرنے کے لیے ان سے زیادہ معتبر اور کوئی شخصیت ہمیں دکھائی نہیں دیتی۔ نیپال کے سفر کے حالات انھوں نے اپنے ایک طویل مضمون ''لَمعاتِ مفتیٔ اعظم'' میں بیان کیا ہے جو ''جہان مفتیٔ اعظم'' میں شائع ہوا ہے۔ ہم کچھ اختصار کے ساتھ اس سفر کے حالات نذر قارئین کررہے ہیں۔ الفاظ میں کہیں کہیں تبدیلی ہوسکتی ہے۔

## سندر پور، ضلع سرلاہی نیپال کا سفر

سنہ ۱۹۶۶ء/ ۲۰۳۲ بکرمی چیت ماہ مطابق ماہ صفر ۱۳۸۵ھ کی بات ہے۔ سندر پور کے عوام اہلسنت نے دوروزہ عظیم الشان جلسہ کا اہتمام کیا تھا، جس میں تاجدار اہلسنت حضور مفتیٔ اعظم ہند، مجاہد دوراں سید مظفر حسین کچھوچھوی، خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی اور فخر صحافت علامہ کامل میاں سہسرامی علیہم الرحمہ جیسی عبقری شخصیات جلوہ گر تھیں۔

بریلی شریف سے حضور مفتی اعظم ہند، مظفر پور بہار، تشریف لائے اور وہاں سے سُون برسا کے راستے ملنگواں (نیپال) تک حضور مفتیٔ اعظم اپنے چند خدام کے ساتھ جیپ پر، جب کہ علامہ مشتاق احمد نظامی، سید مظفر حسین کچھوچھوی اور مولانا کامل سہسرامی وغیرہم پیادہ پیادہ پا تشریف لائے۔ ملنگواں کی بیشتر آبادی حضور مفسر اعظم ہند جیلانی میاں علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر بیعت تھی۔ لہذا ان حضرات کے اِصرار پر حضور مفتیٔ اعظم ہند اور دیگر علمائے اہلسنت کو چائے نوشی وغیرہ کے لیے وہاں روکا گیا۔ گلاب چند (جن کا نام مفسر اعظم

ہند نے غلام محمد رکھ دیا تھا) کے دروازے پر نیپالی انداز میں پر تکلف ناشتہ کا انتظام ہوا۔

حضور مفتیٔ اعظم نے چائے نوشی کے دوران مفتی عبدالواجد صاحب سے دریافت فرمایا۔ اب تو ہم لوگ نیپال کی سرحد میں داخل ہو چکے ہیں۔ مفتی صاحب نے عرض کیا جی حضور! سیتا مڑھی ہندوستان کا سرحدی ضلع ہے اور یہ ملنگوا ان کسی نام نہاد ملنگ کی طرف منسوب ہوکر نیپال کا پہلا سرحدی شہر ہے۔

آپ نے فرمایا: نہ تو مڑھی کی نسبت صحیح ہے اور نہ ملنگ کی۔ یہ سب ان کے فرضی نام ہیں، جو ان کے نظریات وعقائد باطلہ کے مظہر ہیں۔ پھر حضور مفتیٔ اعظم نے دریافت فرمایا:

کیا اس آبادی پر شہر کی تعریف صادق آتی ہے؟

مفتی صاحب نے عرض کیا، جی حضور! اس پر شہر کی یہ تعریف صادق آتی ہے کہ یہاں متعدد محلے، کوچے اور دوامی و مستقل بازار ہیں۔ پھر یہ آبادی اگر چہ ضلع نہیں، مگر ہندوستان کے پرگنوں اور تحصیل سے کسی طرح کم نہیں کہ اس کو علاقائی مرکزیت حاصل ہے۔ غیر مسلم آبادیوں سے قطع نظر مسلمانوں کی یہاں اس قدر آبادی ہے کہ جمعہ کے دن تین تین مسجدیں مسلمانوں سے بھر جاتی ہیں اور مسلمان یہاں مدتوں سے جمعہ واعیاد ادا کر رہے ہیں۔

حضور مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ نے پوچھا کیا یہاں قربانی ہوتی ہے؟ اور یہاں کے مسلمانوں کو حج کرنے کی اجازت یہاں کی گورنمنٹ دیتی ہے؟

مفتی صاحب نے عرض کیا، جی حضور! قربانی ہوتی ہے، مگر بڑے جانوروں میں صرف مادہ جانوروں کی قربانی نہیں ہوتی کیوں کہ یہاں بڑے مادہ جانوروں کا ذبیحہ قانوناً ممنوع ہے۔ یہاں کے مسلمانوں کو حج کرنے کی بھی اجازت ہے۔

حضور مفتیٔ اعظم نے فرمایا:

آپ نے جو شہر کی تعریف کی ہے اس میں یہ بات رہ گئی کہ یہاں گورنمنٹ کی جانب سے کوئی بااختیار حاکم رہتا ہے یا نہیں؟ کیوں کہ کل جمعہ ہے اور جہاں ہم لوگوں کو جانا ہے معلوم نہیں وہاں شرعی طور پر جمعہ کا جواز ہے یا نہیں؟

مفتی صاحب نے عرض کیا: ہم لوگوں کو آج ہی سندر پور جانا ہے جہاں دوروزہ جلسہ کا اہتمام ہے اور سندر پور ایک گاؤں ہے جہاں جواز جمعہ کے بہت سے شرائط مفقود ہیں۔ البتہ وہاں کے مسلمان اور ہفتہ واری بازار میں قرب وجوار سے آنے والے لوگ نمازِ جمعہ پڑھتے ہیں، جنھیں مصلحتاً نماز جمعہ سے نہیں روکا جاتا۔ ویسے اگر حضور چاہیں گے تو نماز جمعہ کے لیے ملنگوا ں تشریف لاسکتے ہیں۔ ملنگوا ں اگرچہ ضلع نہیں، مگر ضلعی عدالت یہاں مدتوں سے قائم ہے جہاں کئی بااختیار حاکم رہتے ہیں اور اُن کے فیصلے قانونی طور پر ضلع بھر میں نافذ ہوتے ہیں۔

مفتی صاحب کا یہ جواب سن کر حضور مفتیٔ اعظم ہند کے چہرہ کا رنگ متغیر ہوگیا اور بار بار لَاحَولَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ اور اَستَغفِرُ اللہ پڑھنے لگے اور ارشاد فرمایا:

ہندوستان اور نیپال کا حکم جمعہ واَعیاد کے تعلق سے مختلف ہے۔

ہندوستان میں اسلامی آئین کا نفاذ قانوناً ہو چکا ہے جواب تک بالقوہ یا قانوناً کلیۃً مسترد نہیں کیا گیا ہے۔ لہٰذا وہ ابھی بھی دار الاسلام ہے، جب کہ نیپال میں اسلامی آئین کبھی نافذ ہی نہیں ہوا۔

یہاں کی بعض کتب تواریخ سے پتہ چلتا ہے کہ کسی شمس الدین بنگالی سردار نے نیپال کے خاندانی راجا سے حکومت چھین لی تھی، مگر ترس کھا کر حکومت لوٹا دی اور جہاں سے آیا تھا وہاں چلا گیا۔ لیکن نیپال کا وہ علاقہ جو مغل بادشاہوں کا واگذار رہا ہے یا مغلیہ سرحدی علاقوں کے زیر اثر رہا ہے جسے عرف میں مغلان کہا جاتا ہے (بانکے، بردیا، کیخن پور، کیلانی) اس کا حکم کچھ اور ہے۔ پھر فرمایا: یہاں کہ کچہری کو آپ نے جس لفظ سے تعبیر کیا ہے میں اسے اچھا نہیں سمجھتا ہوں۔

شریعتِ مطہرہ نے "شاہد" گواہ، کی صفت عادل ہونا بیان کی ہے جس کا معنی قابل اِعتبار ہونا ہے اور یہ لوٹیا چوٹیا والے خواہ جج ہوں یا وکیل معروف یا پھر گواہان زرخرید۔ کوئی بھی عادل نہیں تو ان کے ملغوبہ کو عدالت یا انصاف گھر کہنا کہاں تک مناسب ہوگا؟

حضرت کی ان نصیحتوں پر نشست کا اختتام ہوا۔ جماعت کے ساتھ نماز عصر پڑھی

گئی، پھر سندر پور ضلع سرلاہی کی جانب قافلہ روانہ ہوا۔ سون برسا سے ملنگواں پھر ملنگواں سے سندر پور کے درمیان کوئی سڑک نہیں تھی۔ لوگوں کی آمدورفت پا پیادہ یا بذریعہ سائیکل یا بذریعہ بیل گاڑی ہوا کرتی تھی۔ بڑی مشکلوں سے ایک جیپ والا تیار ہوا۔

حضور مفتیٔ اعظم، سید مظفر حسین کچھوچھوی، مولانا مشتاق احمد نظامی اور مولانا کامل سہسرامی اس جیپ میں سوار ہوئے بقیہ لوگ پیادہ روانہ ہوئے۔ دشوار گذار راہوں، کھیت کی میڑھیوں کو طے کرتے ہوئے جیپ روانہ ہوئی۔ دس بارہ آدمی جیپ کو دونوں طرف سے تھامے ہوئے تھے کہ مبادا الٹ نہ جائے۔ دو کیلومیٹر کے بعد حضور مفتیٔ اعظم کے علاوہ سارے لوگ جیپ سے اتر گئے۔ کہیں کہیں جیپ کو آگے بڑھانے کے لیے راستہ کو مٹی سے بھرنا پڑا۔ مغرب کی نماز کھیت کی میڑھی پر ادا کی گئی۔ عشا کے وقت یہ تھکا ماندہ قافلہ، سندر پور مدرسہ میں پہنچا۔ جناب مولانا محمد ادریس صاحب نے مدرسہ کے دیگر اساتذہ وارکان کے ساتھ قافلہ کو خوش آمدید کہا۔ گاؤں کے سربرآوردہ حضرات نے گرم جوشی کے ساتھ استقبال کیا۔ محترم نیک محمد صاحب نے بڑھ چڑھ کر اپنی خوش عقیدگی کا اظہار کیا۔

عشاء کی نماز باجماعت ہو چکی تھی اور جلسہ کا پروگرام بھی شروع ہو چکا تھا۔ علاقائی علما میں مولانا عبدالوحید نوری مرحوم اور مولانا صبغۃ اللہ مرحوم بھانٹر سروی خطاب کر رہے تھے۔ مولانا عبدالوحید کے بعد مفتی عبدالواجد صاحب ہالینڈ، پھر مولانا کامل سہسرامی کی رات ایک بجے تک اختتامی تقریر ہوئی۔ ادھر نماز عشاء کے بعد حضور مفتیٔ اعظم نے چائے نوشی فرمائی اور سائلوں کے اصرار پر تعویذ نویسی میں مصروف ہو گئے۔ یکے بعد دیگرے سیکڑوں تعویذات لکھتے گئے مگر بھیڑ کم نہ ہوئی۔

نماز عشا کے بعد ایک زانو قبلہ رو بیٹھے تو رات کے ۲ بج گئے۔ تعویذ نویسی کے درمیان کبھی آنکھ بند ہو جاتی کبھی قلم ہاتھ سے چھوٹ جاتا، چوں کہ لمبے اور تھکا دینے والے سفر کی وجہ سے تھک کر چور ہو چکے تھے مگر لوگ تھے کہ ماننے کو تیار نہ تھے، نہ حضرت کو آرام کا موقع مل پا رہا تھا۔ مولانا محمد ادریس صاحب اور دیگر کارکنان، جلسہ ختم ہونے کے بعد

حضور کی خدمت میں پہنچے تو حضور کی نقاہت کو دیکھ کر بہت افسوس ہوا اور وہ تعویذات کے سائلوں پر بگڑنے لگے۔

حضور مفتیٔ اعظم نے فرمایا:

مولانا! جانے بھی دیجیے۔ یہ لوگ مجبور اور ضرورت مند ہیں۔

خدا خدا کر کے بھیڑ چھٹی تو مرید ہونے والوں کا تانتا بندھ گیا۔ حضور مفتیٔ اعظم نے دعا فرمائی اور لوگوں کو داخل سلسلہ کرنا شروع کیا۔ آٹھ دس لوگوں کو فرداً فرداً داخل سلسلہ کیا پھر مولانا صبغۃ اللہ صاحب نے ایک صاف چادر پھیلا دی اور سارے لوگوں سے کہا اسے پکڑ لو اور حضرت جیسے فرمائیں ویسے دہراتے رہو۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ صبح صادق طلوع ہوگئی۔ عشاء کے وضو سے حضور مفتیٔ اعظم نے فجر کی نماز ادا فرمائی۔ پھر چائے پی اور آرام فرمانے کے لیے کمرہ میں تشریف لے گئے۔

## بھانٹرسر، ضلع سرلاہی نیپال میں حضور مفتیٔ اعظم ہند کی آمد

سندر پور جلسہ میں شرکت فرمانے کے بعد ایک شب و روز کے لیے بھانٹرسر تشریف لائے جسے دھرم پور بھی کہتے ہیں۔ یہ خوش حال مکرانی مسلمانوں کی بستی ہے۔ یہاں فیض الغرباء نام کا ایک قدیمی اور خود کفیل مدرسہ بھی ہے۔ اسی مدرسہ کی وجہ سے اس علاقہ میں علمائے اہلسنت کی آمد و رفت ہوتی رہی ہے۔ ۱۹۵۶ء میں دھرم پور بھانٹرسر، ضلع سرلاہی میں پہلا عظیم الشان، جلسۂ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انعقاد ہوا تھا، جس میں حضور محدث اعظم ہند کچھوچھوی، حضور مفسر اعظم ہند بریلوی، حضرت مولانا ابوالوفا فصیحی غازی پوری اور حضرت مولانا محمد حمید الرحمٰن قادری پوکھریروی اور مولانا سعید الرحمٰن پوکھریروی علیہم الرحمہ کی شرکت ہوئی تھی۔ (بروایت ڈاکٹر وصی مکرانی واجدی، ملنگواں، سرلاہی نیپال)

حضور مفتیٔ اعظم ہند کا قیام مذکورہ مدرسہ میں ہوا، جہاں استقبالیہ جلسہ ہوا اور علاقہ کے سیکڑوں مسلمان حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔

اس علاقہ کے بہت سے مسلمان ہندوؤں کی طرح دھوتی باندھتے ہیں۔ جب بھی کوئی دھوتی والا حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتا تو آپ نفرت کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ''دھوتیا، چوٹیا اور لوٹیا نے تو تہذیب و معاشرے کی دھجیاں اڑادی ہیں۔ مسلمان بھی اس رو میں بہتا جارہا ہے اور اپنی تہذیبی وراثت کو بھولتا جارہا ہے پھر دھوتی والوں کو محبت سے قریب بلاتے اور فرماتے یہ تمھارا لباس نہیں ہے اس میں ستر کی بے پردگی ہوتی ہے۔ حضرت کی اس نصیحت کا وہاں کے مسلمانوں پر گہرا اثر پڑا۔ پھر دھرم پور، بھانٹر سر سے سیتامڑھی بذریعہ بس آپ کی واپسی ہوئی۔ سڑک نہایت مخدوش تھی مسافرین ہچکولے کھا رہے تھے لیکن بس میں بھی دعا کرانے اور تعویذ مانگنے والوں کی بھیڑ لگی رہی۔(۱)

سیتامڑھی مہسول چوک سے خلافت باغ اور وہاں سے پوکھریرا شریف آپ کی آمد ہوئی۔ قارئین کو معلوم ہونا چاہیے کہ "پوکھریرا" شمالی بہار کی وہ تاریخی علمی و روحانی بستی ہے جہاں تاجدار ترہت حضرت عبدالرحمٰن سرکا مجھی اور ولی کامل شاہ ولی الرحمٰن علیہی آرام فرما رہے ہیں۔ اس قریہ میں خلیفۂ اعلیٰ حضرت، مبلغ اسلام علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ شاہ حامد رضا قادری بریلوی، ملک العلما علامہ ظفر الدین بہاری، حضرت داتا سید عبدالحلیم کاشغری، صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی، مولانا شاہ ابوالکلام احمد اللہ پشاوری، حضور محدث اعظم ہند کچھوچھوی، فاضل توریت وانجیل علامہ قائم شاہ قتیل دانا پوری، علامہ سید سلیمان اشرفی بھاگل پوری، جانشین قطب بنارس مولانا عبدالوحید فاروقی فریدی، حضور مفتیٔ اعظم ہند مولانا ابراہیم رضا خان جیلانی علیہم الرحمۃ والرضوان جیسی علمی و روحانی شخصیتوں کا بارہا نزول ہو چکا ہے۔

(۱) دیکھیے جہان مفتیٔ اعظم، مطبوعہ رضا اکیڈمی ۲۰۰۷ء، مضمون نگار، مفتی عبدالواجد قادری، ہالینڈ۔

# مفسرِ اعظم مولانا ابراہیم رضا جیلانی میاں

## ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۶ء-۱۳۸۵ھ/۱۹۶۵ء

فقیہ اسلام، اعلی حضرت مولانا شاہ احمد رضا قادری کے پوتے اور حجۃ الاسلام حضرت مولانا شاہ حامد رضا قادری بریلوی کے فرزند اکبر حضرت مولانا محمد ابراہیم رضا قادری بریلوی کی ولادت ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۶ء میں بریلی شریف میں اعلی حضرت کے گھر میں ہوئی۔ اعلی حضرت کے منجھلے بھائی حضرت مولانا حسن رضا بریلوی نے ''علم وعمر اقبال وطالع دے خدا'' مصرعۂ تاریخ کہا۔ پورے خانوادہ میں خوشی کی لہر دوڑ گئی حضرت حجۃ الاسلام کے گھر میں یہ پہلی پیدائش تھی۔ اس لیے جد بزرگوار نے اس موقع پر عقیقہ کا شایانِ شان اہتمام فرمایا۔ اعزہ واقربا کے علاوہ دار العلوم منظر اسلام۔ کے طلبہ کو دعوت عام دی اور ناظم مطبخ کو تاکید کی کہ جن ممالک وصوبہ جات کے طلبہ یہاں ہیں ان کی خواہش کے موافق کھانا تیار کیا جائے۔ جد امجد، اعلی حضرت نے تسمیہ خوانی کرائی۔ مدرسہ اہلسنت منظر اسلام کے اساتذہ سے درسیات کی تکمیل کی۔ ۱۳۴۴ھ/۱۹۲۵ء میں حجۃ الاسلام نے آپ کے سر پر دستار فضیلت رکھی اور اپنی خلافت ونیابت سے سرفراز فرمایا۔ شرف بیعت اعلی حضرت قدس سرہ سے حاصل کی اور انھیں سے خلافت واجازت بھی حاصل کی بعد میں حضور مفتیٔ اعظم ہند نے بھی اپنی خلافت سے نوازا۔ کمسنی ہی میں اعلی حضرت نے حضور مفتیٔ اعظم ہند کی صاحبزادی سے آپ کا نکاح کر دیا تھا ۱۳۴۴ھ میں آپ کی شادی کا جشن منعقد کیا گیا۔

**اوصاف و احوال:** آپ بڑے وجیہ وشکیل تھے۔ ایام شباب میں گھوڑسواری، تیراندازی اور بندوق چلانے کا بہت شوق تھا۔ والد ماجد کی رحلت کے بعد تاحیات منظر اسلام کے مہتمم اور شیخ الحدیث رہے۔ کافیہ، شرح جامی، مسلم شریف، ترمذی شریف اور مشکوۃ شریف وغیرہ کتابیں آپ کے زیر تدریس رہا کرتی تھیں۔ آپ ایک پختہ ذہن مدرس، تجربہ کا منتظم، بلند

پایہ مصنف، تفسیری نکات بیان کرنے والے مفسر، پرسوز داعی اور شیخ طریقت تھے۔

تبلیغ اسلام اور جماعت اہل سنت کی ترویج واشاعت کے لیے ملک و بیرون ملک کے بہت سے دورے فرمائے۔

آپ بکثرت درود پاک کا ورد کرتے تھے۔ زبان میں ایک خاص اثر تھا۔ بقول مفتی عبدالواجد مفتیٔ اعظم ہالینڈ، خلیفہ مفسر اعظم ہند، آپ مستجاب الدعوات تھے۔

تذکرہ علماے اہل سنت کے مؤلف مفتی محمود احمد رفاقتی مظفر پوری فرماتے ہیں:

پوپری تھانہ، ضلع مظفر پور کا ایک پیدائشی گونگا آپ کی دعا سے زبان والا ہو گیا۔ آپ کی اس روشن کرامت نے گاؤں کے بکثرت دیوبندیوں کو حلقہ بگوشِ اسلام کیا۔ تقریر میں سوز و گداز تھا۔ (۱)

## نیپال میں مفسر اعظم کے دورے

پہلی بار آپ نے ۱۹۵۶ء میں دھرم پور (بھانٹرسر) ضلع سرلاہی نیپال کا تبلیغی دورہ فرمایا۔ یہ دورہ دھرم پور میں دو روزہ جلسۂ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں شرکت کی مناسبت سے ہوا تھا۔ اس میں آپ کے علاوہ حضور محدث اعظم ہند سید محمد اشرفی کچھوچھوی، سحبان الہند مولانا ابوالوفا فصیحی غازی پوری وغیرہم بھی شریک تھے۔ اس موقع پر بڑی تعداد میں لوگ آپ کے ہاتھوں پر داخل سلسلۂ قادریہ رضویہ ہوئے۔ (بروایت ڈاکٹر وصی مکرانی) اس دورہ کی تفصیل مفتی عبدالواجد صاحب کے قلم سے محبوب الاولیا کا نقش حیات میں مطالعہ کریں۔

دوسرا دورہ ۲۰۱۷ء بکرمی، مہینہ چیت مطابق مارچ یا اپریل ۱۹۶۰ء میں ملنگوا ں کی سرزمین پر ہوا اور کئی دنوں تک یہاں قیام فرمایا۔ اسی سفر میں محلہ جیلانیہ ملنگوا ں میں مدرسہ جیلانیہ کی بنیاد رکھی۔ (بروایت ڈاکٹر وصی مکرانی، سرلاہی) واضح ہو کہ اس علاقہ میں کسی

(۱) تذکرہ علماے اہل سنت، مفتی محمود احمد رفاقتی، ص: ۵۶، مطبوعہ سنی دار الاشاعت فیصل آباد (پاکستان) ۱۹۹۲ء

رضوی شیخ کا پہلا دورہ تھا۔ آپ کے فیض سے نیپال کا یہ علاقہ خوب نہال ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں کی سنیت نہایت پختہ نظر آتی ہے بدمذہبیت کے نشانات دور تک نہیں ملتے۔

۱۱ر صفر المظفر ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۲ر جون ۱۹۶۵ء بروز شنبہ علم وعمل کا یہ درخشندہ ستارہ ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا اور والد ماجد کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ نماز جنازہ بحر العلوم، مفتی سید افضل حسین مونگیری نے پڑھائی۔ انھیں کے فخر روزگار صاحبزادہ کا نام تاج الشریعہ علامہ اختر رضا قادری ازہری دامت برکاتھم ہے۔ آپ کے پانچ صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں ہوئیں۔ صاحبزادوں کے نام اس طرح ہیں۔

(۱) ریحان ملت مولانا ریحان رضا خاں قادری (۲) تاج الشریعہ اختر رضا خاں ازہری میاں (۳) مولانا ڈاکٹر قمر رضا خاں قادری (۴) مولانا منان رضا خان منانی میاں (۵) تنویر رضا خان یہ دوسرے صاحبزادے تھے جذبی کیفیت کا غلبہ رہتا تھا۔ مفقود الخبر ہو گئے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے تجلیات تاج الشریعہ۔

## صوفیٔ باصفا، تلمیذ اعلیٰ حضرت، حضرت مولانا شاہ عبداللہ قادری رضوی

### مرید وخلیفہ حضرت مولانا رحیم بخش آروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت مولانا صوفی عبداللہ شاہ قادری رضوی، مَطْلعِ بہار پر طلوع ہونے والے اور اُفقِ نیپال میں غروب ہوجانے والے ایک گمشدہ ستارے کا نام ہے جن کے حالات پر امتداد زمانہ کے ساتھ تہ بتہ دبیز پردے پڑ چکے تھے۔ نسلِ نو جن کا صرف نام سنتی تھی تو قدیم بزرگوں کی نگاہوں میں ان کی تصویر کی لکیریں دھندلی پڑ چکی تھیں۔ لگ بھگ ۷۰ر سال قبل جن کا وصال ہوا اب تو صرف یاد داشتوں کے سہارے ان کی حیات کے بکھرے ہوئے نقوش کو ایک لڑی میں مجتمع کیا جا سکتا تھا۔ جب مولانا غلام ربانی مصباحی صدر المدرسین الجامعۃ الاسلامیہ، موتی گیر پرسانے ان کے بلند پایہ احوال بیان کیے تو راقم سطور کو ان کے حالات جاننے کے لیے حیرت انگیز تجسس ہوا اور حالات کی فراہمی کا سلسلہ

شروع ہوگیا۔ افسوس ہوا کہ اب تک کسی بھی عالم نے ان کا تذکرہ مدون نہیں کیا تھا۔ نہ ہی کوئی مضمون ان کی زندگی پر موجود تھا۔ راقم سطور کو ان کے حالات جمع کرنے میں بڑی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ تین ماہ کا عرصہ مختلف احباب سے مراسلت و مکاتبت میں گذر گیا۔ مولانا غلام ربانی صاحب نے حالات کی فراہمی میں بڑی عرق ریزی کی۔ کافی تلاش وجستجو اور چھان پھٹک کے بعد جو حالات سامنے آئے وہ کسی بھی تحقیقی اور علمی تحریر کے لیے ناکافی ہیں۔ پھر بھی یہ نامکمل معلومات ہم اس نیت سے سپرد قرطاس کر رہے ہیں کہ بعد میں اس موضوع پر تحقیق سے نت نئے گوشے سامنے آسکتے ہیں۔

دستیاب مواد میں زیادہ تر معلومات کی مرجع ومصدر حضرت مفتی محبوب رضا روشن القادری پوکھریروی علیہ الرحمہ کی ذات ہے انھوں نے یہ معلومات اپنے والد ماجد فاضل بہار مفتی عظیم الدین مکنپوری علیہ الرحمہ (م ۱۳۸۵ھ/ ۱۹۶۴ء) سے اخذ کیں اور مفتی صاحب سے مولانا عبدالحنان مصباحی ساکن موتی گیر پرسا نے حاصل کیے اور وہاں سے راقم سطور کو ملے۔

## نام ونسب:

آپ کا نام عبداللہ، والد کا نام محب اللہ عرف مَنّول اور دادا کا نام عبدالقادر تھا۔

آپ کی ولادت بتہا، پوسٹ پریہار، ضلع سیتامڑھی بہار میں ہوئی۔

آپ کی شادی موتی گیر پرسا، ضلع مہوتری میں رمضان ادھیکاری کی دختر نیک اختر سے ہوئی زوجہ کا عرفی نام تیتری خاتون تھا۔ آپ کے تین صاحبزادے (۱) عبدالحکیم (۲) عبدالکریم (۳) عبدالحلیم اور تین صاحبزادیاں ہوئیں۔ آپ کے پوتے عبدالقدوس ابن عبدالکریم کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رمضان ادھیکاری اپنی بیٹی سے ملاقات کے لیے بتہا گئے۔ دروازے پر دستک دی اور بیٹی کو بلایا تو اندر سے آواز آئی کہ وہ ابھی گھر پہ نہیں ہیں۔ آپ نے پوچھا کہاں گئی ہے؟ بتایا گیا کہ تالاب سے مٹی لانے گئی ہوئی ہے۔ یہ سن کر آپ تالاب کی طرف چل پڑے جب باپ کی نگاہ بیٹی پر اور بیٹی کی نگاہ باپ پر پڑی تو بیٹی

رونے لگی آپ سے اپنی بیٹی کی تکلیف دیکھی نہ گئی کیونکہ رمضان ادھیکاری رئیس آدمی تھے بیٹی کو لے کر موتی گیر پرسا آگئے اور مولانا عبداللہ شاہ کو بھی یہیں بلالیا۔ اس وقت سے عبداللہ شاہ مستقل طور پر یہیں مقیم ہو گئے۔

## تعلیمی وتدریسی زندگی

ابتدائی تعلیم کہاں ہوئی معلوم نہیں البتہ اعلی تعلیم کے لیے آپ نے ''فیض الغربا'' آرہ میں داخلہ لیا اور خلیفہ اعلی حضرت، استاذ الاساتذہ حضرت مفتی رحیم بخش آروی (متوفی ۸ شعبان ۱۳۴۴ھ) اور مولانا عبدالغفور آروی سے اکتساب علم کیا۔ مفتی رحیم بخش آروی کے دست اقدس پر مرید ہوئے اور اجازت وخلافت پائی۔ کہا جاتا ہے کہ فیض الغربا سے فراغت کے بعد آپ نے مجدد اعظم مولانا شاہ احمد رضا قادری علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں حاضری دی اور ان سے بھی مختلف علوم وفنون کی تحصیل کی۔ کہا جاتا ہے کہ قیام بریلی کے دوران، ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ کا خط اعلی حضرت کی بارگاہ میں پہونچا اس خط میں شملہ کے مدرسہ کے لیے ایک قابل اور ذی استعداد مدرس کے بھیجنے کا مطالبہ تھا۔ یہ وہی مدرسہ تھا جس میں ملک العلما تعلیم دے رہے تھے۔ آپ اعلی حضرت کے حکم پر شملہ تشریف لے گئے اور ایک عرصہ تک تعلیم وتدریس میں مشغول رہے۔

کتنے سال تک آپ وہاں رہے کچھ بھی معلوم نہ ہو سکا۔ اس واقعہ کا ثبوت راقم سطور کو کسی بھی تاریخی حوالے سے نہیں مل سکا۔ آپ کے حالات میں یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اس مدرسہ سے آنے کے بعد آپ مدرسہ لطیفیہ بحر العلوم، موجودہ ضلع کٹیہار بحیثیت مدرس تشریف لائے اور ایک لمبے عرصہ تک وہاں خدمت دین اور درس وتدریس میں مشغول رہے۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ کٹیہار میں آپ کے قیام کی مدت ۲۰ رسال ہوتی ہے۔ اس علاقہ میں آپ نے رشد وہدایت اور بیعت وارشاد کا سلسلہ بھی جاری فرمایا۔ سینکڑوں افراد آپ کے دامن سے وابستہ ہوئے۔ اس واقعہ کی بھی کوئی شہادت نہیں مل سکی۔

راقم سطور نے مدرسہ لطیفیہ بحر العلوم، کٹیہار کے موجودہ پرنسپل مولانا اعجاز احمد

صاحب سے رابطہ کر کے مولانا عبداللہ شاہ کے حالات معلوم کرنے کی کوشش کی لیکن وہ اس طرح کے کسی بھی عالم کا پتہ بتانے سے قاصر رہے۔ واللہ تعالی اعلم۔

راقم سطور نے کسی بھی کتاب میں یہ نہیں پایا کہ انھوں نے اعلی حضرت سے اکتساب علم کیا ہے حسن اتفاق ۲/ اکتوبر ۲۰۱۷ء کو حضرت شیخ عبد اللہ بغدادی (متوفی ۱۲۰۷ھ) مدفون رام پور کے خلیفہ مولانا خیر الدین کشمیری کے حالات کی تحقیق کے سلسلہ میں رام پور، یوپی جانا ہوا مفتیٔ اعظم رامپور حضرت مولانا سید شاہد علی رضوی رام پوری، خلیفہ حضور مفتیٔ اعظم ہند سے ملاقات کی، آپ نے بتایا کہ اعلی حضرت کی تدریسی خدمات کے موضوع پر میں نے تقریباً ڈیڑھ سو صفحات میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ''اعلی حضرت عظیم ماہر درسیات'' ہے اس میں اعلی حضرت کے تلامذہ کی ایک فہرست بقید فن و کتاب حکیم مولانا یعقوب علی خان رام پوری، خلیفۂ اعلی حضرت کے نوادرات سے ہاتھ لگی ہے، اس میں حضرت مولانا عبداللہ بہاری نام کے ایک عالم کا تذکرہ پایا جاتا ہے۔ بر وقت کتابوں کے ہجوم اور عدم ترتیب کے سبب وہ مخطوطہ دستیاب نہ ہوسکا۔ انھوں نے وعدہ کیا جیسے ہی وہ مخطوطہ ملتا ہے میں آپ کو اطلاع کردوں گا۔ نیز انھوں نے فرمایا مولانا عبداللہ بہاری کی ایک تصنیف بھی میرے ذخیرۂ کتب میں کہیں گم ہے اس کے سرورق پر تلمیذ اعلی حضرت لکھا ہوا ہے۔ لعلّ الله أن يحدث بعد ذلك أمراً. مزید انکشاف تام کے لیے ہمیں اور قارئین سب کو ان دونوں کتابوں کی دستیابی کا انتظار رہے گا۔

کٹیہار سے سبکدوشی کے بعد آپ ''کنہواں''، ضلع سیتامڑھی تشریف لائے اور وہاں جامع مسجد کے قریب مدرسہ اسلامیہ میں تعلیم و تربیت کا سلسلہ شروع کیا۔ اس وقت مدرسہ اسلامیہ میں آپ کے ساتھ مولوی عبدالعزیز بسنتی بھی پڑھا رہا تھا۔ یہ بظاہر سنیت کا لبادہ اوڑھے ہوا تھا اور در پردہ دیوبندی مکتب فکر کا نمائندہ تھا۔ سلام و قیام اور فاتحہ و میلاد بھی پڑھتا تھا۔ چونکہ عبداللہ شاہ خاموش طبع، صوفی مزاج انسان تھے اس لیے آپ نے تعرض نہیں کیا۔ جب مولانا عظیم الدین مکنپوری فاضل بہار (وصال ۱۳۸۵ھ/ ۱۹۶۴ء)

۱۳۴۵ھ میں اہل کنہواں کی خواہش پر یہاں تشریف لائے تب اس بدعقیدہ مولوی کا پردہ فاش ہوا اور آپ نے اس کی بدعقیدگی ظاہر کی بعد میں اس نے اَشرف العلوم نام سے ایک دیوبندی ادارہ قائم کیا۔

## احوال واوصاف

حضرت عبداللہ شاہ کے احوال کا غائرانہ مطالعہ کرنے سے عیاں ہوتا ہے کہ آپ روشن ضمیر اور صاحب کشف وکرامت بزرگ تھے۔ مزید یہ کہ آپ پر جذبی کیفیت کا غلبہ بھی رہتا تھا جس کا اندازہ سطور ذیل سے بخوبی ہوجائے گا۔

## بعد وفات ستارہ کا طلوع ہونا

آپ کے پوتے عبدالقدوس صاحب کا بیان ہے کہ آپ کے وصال کے بعد آپ کے گھر پر ایک ستارہ طلوع ہوا کرتا تھا۔ جب لوگوں تک اس کی خبر پہونچی تو وہ دیکھنے کے لیے آئے۔ اس کے بعد ستارہ کا طلوع ہونا بند ہوگیا۔

## چور کا اندھا ہوجانا

آپ کے پوتے عبدالقدوس کا بیان ہے کہ حضرت گھر پہ تشریف فرما تھے۔ رات کا وقت تھا۔ اچانک سلیم ادھیکاری کو اپنے دالان میں طلب کیا۔ محمد فوجدار، محمد واجد، ایک اور صاحب اور سلیم ادھیکاری سے فرمایا تم سب میرے کھیت میں جاؤ وہاں ایک چور اندھا ہو گیا ہے اسے راستہ نہیں مل رہا ہے اس کو پکڑ کر لاؤ۔ یہ حضرات وہاں گئے اور چور کو پکڑ کر لائے۔ حضرت نے کچھ نصیحت کی اور چھوڑ دیا۔

## آپ کے تصرف سے لوٹے کا پُر ہوجانا

مولانا عبداللہ شاہ کے بارے میں لوگوں کا بیان ہے کہ انہیں کسی نے نہاتے ہوئے نہیں دیکھا۔

محمد کرامت علی ساکن موتی گیر پرسا (حیات ہیں) انھوں نے حضرت عبداللہ شاہ کو

دیکھا ہے۔ان دنوں قوت گویائی سے محروم ہو چکے ہیں۔انھوں نے بہت پہلے مولانا عبدالمالک مصباحی زید مجدہ، ساکن موتی گیر پرسا کو درج ذیل واقعہ لکھوادیا تھا۔جس کا خلاصہ یہ ہے۔

ایک بار فاضل بہار، حضرت مفتی عظیم الدین مکنپوری علیہ الرحمہ کسی پروگرام میں موتی گیر پرسا تشریف لائے ہوئے تھے۔ وہ مولانا عبداللہ شاہ سے ذرا بدگمان تھے۔ دوران تقریر کہہ دیا وہ (عبداللہ شاہ) نہ نماز پڑھتے ہیں نہ غسل کرتے ہیں۔حضرت عبداللہ شاہ اپنے گھر سے یہ باتیں سن رہے تھے۔فاضل بہار کی گفتگو سن کر محفل میں حاضر ہوئے اور فاضل بہاری سے کہا آپ نے میرے تعلق سے یہ یہ باتیں بیان کی ہیں؟ آپ دیکھنا چاہتے ہیں۔جلال میں آگئے اور ایک لوٹا لیا اور فرمایا: اے لوٹا بھر جا بھر جا بھر جا فوراً لوٹا پانی سے بھر گیا۔اس کرامت کو دیکھ کر فاضل بہاری شرمندہ ہوئے۔معافی طلب کی اور حضرت کے معتقد بن گئے۔

مولانا رفیق القادری کا بیان ہے کہ انہیں بغیر عمامہ نہیں دیکھا گیا اور نہ کسی نے نہاتے ہوئے دیکھا۔

## چادر سے بچے کا صحتیاب ہو جانا

آپ کی بہو صائمہ خاتون عرف صیمون کا بیان ہے

میرے پاس حضرت کی عطا کردہ ایک چادر تھی، جب محلہ میں کسی بچہ کی طبیعت خراب ہوتی تو اس کا ایک سوت بچے کے اوپر رکھ دیا جاتا اور اس کی برکت سے وہ شفایاب ہو جاتا ہے۔

ایک تخمینہ کے مطابق ۸۸ رسال کی عمر میں آپ کا وصال ہوا۔سال وفات معلوم نہیں۔بروایت مولانا رئیس القادری مصباحی ۱۹۷۵ء سے آپ کا عرس منایا جا رہا ہے جبکہ وصال آج سے تقریباً ۷۰ رسال قبل ہو چکا ہے۔

# امین شریعت، مفتی انیس عالم قادری نِستُوی

۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء - ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء

بیسویں صدی عیسوی کے نصف میں نیپال کی اسلامی تاریخ میں معمولی کردار ادا کرنے والی انقلابی شخصیات میں ایک نمایاں نام ابو سہیل، مفتی انیس عالم قادری سیوانی نِستوی کا ہے۔

مفتی صاحب ایک علمی و روحانی گھرانہ کے چشم و چراغ تھے۔ ۱۱ر شعبان المعظم ۱۳۲۹ھ کو گیارہ بجے شب میں ضلع دربھنگہ میں واقع مردم خیز بستی ''رسول پور، نِستہ'' میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد حضرت حافظ و قاری مولانا شاہ محمد سلیمان قادری نوری (متوفی یکم رجب ۱۳۵۱ھ) ولی کامل، عارف باللہ حضرت سید شاہ داتا نور الحلیم کاشغری، نِستوی کے مرید اور خلیفۂ اول تھے۔ شاہ سلیمان قادری کو اپنے پیر سے قوی نسبت حاصل تھی۔ تبلیغِ دین کا جذبہ حیرت انگیز تھا۔ بہار اور نیپال کے سرحدی علاقوں میں بکثرت دورہ فرما کر احقاق حق و ابطال باطل کیا۔ متعدد مدرسے قائم کیے۔

بَیرگِنیا، کنڈوا، چین پور بہار کے سرحدی علاقہ سے چند کیلومیٹر دوری پر واقع نیپال کی سرحدی بستیاں ''جوکہا، راج پور، اور بلُوا'' میں آپ نے مدرسے قائم کیے اور جہل کی تاریکی کو شمع علم سے بدل دیا۔ بعد میں سنیوں کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر بدمذہبوں نے ان اداروں پر غاصبانہ قبضہ کرلیا۔ اسی طرح رام نگر بھٹہا، ضلع مورنگ میں بھی آپ نے ایک مدرسہ قائم فرمایا تھا۔ معلوم نہیں آج وہ ادارہ کس شکل میں ہے۔

## مفتی انیس عالم قادری کی تعلیمی زندگی

مفتی صاحب نے ابتدائی تعلیم والد ماجد مولانا سلیمان قادری سے حاصل کی۔ حضرت مولانا حافظ و قاری شاہ محمد اسحق خان جالوی مصنف قصد الصیغہ اور مولانا نصیر الحق غفر

اللہ تھم سے فارسی، عربی اور نحو وصرف کی تعلیم پائی۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے مفتی ومحدث احسان علی فیض پوری (۱) کی معیت میں مدرسہ منظر اسلام بریلی شریف میں داخل ہوئے۔ اس وقت حضرت صدر الشریعہ اجمیر شریف سے مستعفی ہوکر بریلی منتقل ہو چکے تھے۔ مفتی صاحب نے دبستانِ امجد سے خوب خوشہ چینی کی۔ آپ کے اساتذہ کی صف میں صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ (۱۳۰۰ھ/ ۱۸۸۲ء - ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء) حضرت مولانا رحم الٰہی مظفر نگری، مولانا عبد العزیز خان بدایونی، خلفاے اعلیٰ حضرت، مولانا مفتی شاہ نور الحسین نقشبندی رامپوری، اور حضرت مفتی احسان علی قادری فیض پوری رحمۃ اللہ علیہم (۱۳۱۶ھ- ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۲ء) کے اسما سرفہرست ہیں۔ اور آپ کے رفقاے درس میں برصغیر ہند کے اکابر مشاہیر اہلسنت کے نام نظر آتے ہیں جن میں محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد گورداس پوری، (۱۳۲۴ھ/ ۱۹۶۵ء - ۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۲ء) جلالۃ العلم، حضور حافظ ملت مولانا شاہ عبد العزیز محدث مراد آبادی ثم مبارکپوری (۱۳۱۲ھ/ ۱۸۹۴ء - ۱۳۹۶ھ/ ۱۳/ مئی ۱۹۷۶ء) مفتی محمد سلیمان اشرفی بھاگلپوری (۱۳۱۰ھ/ ۱۹۱۲ء- ۱۳۹۷ھ/ ۱۹۷۷ء) مجاہد ملت، حضرت مولانا شاہ حبیب الرحمن قادری رضوی عباسی، اڑیسوی۔ ولادت ۸/ محرم ۱۳۲۲ھ/ ۱۹۰۴ء۔ وفات ۶/ جمادی الاولی ۱۴۱۰ھ/ ۱۳/ مارچ ۱۹۸۱ء۔ امین شریعت اول، حضرت مفتی محمد رفاقت حسین قادری اشرفی مفتیٔ اعظم کانپور۔ (م ۳/ ربیع الآخر ۱۴۰۳ھ/ ۱۹/ جنوری ۱۹۸۳ء) امام النحو، مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی، (۱۹۰۵ء- ۱۹۸۳ء) اور شیخ العلما مولانا غلام جیلانی اعظمی قدست اسرارھم کے اسما قابل ذکر ہیں۔ ۱۳۵۸ھ میں

(۱) آپ موجودہ ضلع سیتامڑھی، سابق ضلع مظفر پور، بہار کی مردم خیز بستی "فیض پور" میں ۱۳۱۶ھ میں پیدا ہوئے۔ ۱۳۳۳ھ میں دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف میں داخل ہوئے۔ حضور حجۃ الاسلام، صدر الشریعہ، علامہ رحم الٰہی منگلوری (خلفاے اعلیٰ حضرت) اور مولانا نور الحسین فاروقی رامپور سے درسیات کی تکمیل کی۔ چالیس سال تک منظر اسلام کے شیخ الحدیث رہے۔ اعلیٰ حضرت سے اکتساب فیض کیا اور ان کی علمی مجالس سے استفادہ کیا۔ حضور حجۃ الاسلام سے مرید ہوکر اجازت وخلافت پائی۔ عرس چہلم اعلیٰ حضرت میں دستار فضیلت سے نوازے گئے۔ ماہ رمضان ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۲ء میں واصل بحق ہوئے۔ (تذکرۂ علماے اہلسنت سیتامڑھی، ص ۵۲، مرتبہ مولانا محمد الیاس مصباحی)

مدرسہ منظر اسلام بریلی شریف سے منقولات ومعقولات میں تکمیل کی سند حاصل کی۔

آپ کی شخصیت بڑی متنوع، ہمہ گیر اور وسیع الجہات تھی۔ آپ میدان تدریس کے علاوہ، مناظرہ، افتا وقضا، تصنیف وتالیف، شعر وشاعری، دعوت وتبلیغ، قیادت اور ملکی سیاست کے میدانوں میں سرگرم عمل نظر آتے ہیں۔ ان کی کتاب حیات کے زریں اوراق اس کی شہادت کے لیے کافی ہیں۔ فراغت کے بعد حضرت حجۃ الاسلام کے حکم پر مدرسہ منظر اسلام میں تدریس وفتاوی نویسی کی خدمت پر مامور ہوئے۔ ۱۹۴۳ء سے ۱۹۵۲ء تک نانپارہ میں قیام فرمایا۔

## عہد طالب علمی میں رنگون کا سفر اور تبلیغ اسلام

۱۹۳۴ء میں بہار و نیپال آنے والے شدید زلزلہ سے بڑی تباہی ہوئی تھی اس میں آپ نے زلزلہ متاثرین کی بھرپور مدد کی۔ اس سے فراغت پا کر جب بریلی پہونچے تو حضرت حجۃ الاسلام، مولانا شاہ حامد رضا خان رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے آپ سے فرمایا: مولانا حشمت علی خان قادری رضوی نے رنگون سے اطلاع دی ہے کہ دیوبند، سہارنپور، ڈھابیل اور سورت کے بہت سے وہابیوں اور دیوبندیوں نے رنگون میں ایک متحدہ محاذ قائم کرلیا ہے اور شیر بیشۂ اہلسنت سے مقابلہ کرنے کے لیے میدان مناظرہ میں آپہونچے ہیں ان کے ساتھ قاضی احسان الحق نعیمی بہرائچی ہیں۔ میں الحاج مولوی عبد العزیز خان صاحب (خلیفۂ اعلی حضرت) زکریا اسٹریٹ، کلکتہ کو تار بھیج رہا ہوں آپ جلد از جلد کلکتہ پہونچ جائیں۔ وہ وہاں سے کسی اسپیشل جہاز کے ذریعہ آپ کو رنگون بھیج دیں گے۔ اس کے بعد آپ نے کلکتہ پہونچ کر زکریا اسٹریٹ میں مولوی عبد العزیز خان کے یہاں قیام کیا۔ انھوں نے بحری جہاز سے رنگون جانے کا انتظام کر دیا اور دوسرے دن آپ رنگون کے لیے روانہ ہوئے۔ رنگون میں انجمن نوجوان اہلسنت میں قیام کیا وہاں آپ کی ملاقات قاضی احسان الحق نعیمی سے ہوئی انھوں نے اطلاع دی کہ شیر بیشۂ اہلسنت کے حملوں کی تاب نہ لا کر سارے دیوبندی مولویوں نے راہ فرار اختیار کرلی ہے مگر دیوبندیوں کے ہم عقیدہ

سورتی سیٹھوں نے سکوں سے یہاں کے حکام کو خرید لیا ہے اور یہاں کی حکومت نے شیر بیشۂ اہلسنت کی تقریر پر پابندی لگادی ہے۔ لہذا وہ کل یہ یہاں سے کاٹھیاواڑ کے لیے روانہ ہوگئے ہیں۔ یہاں پر اب ہماری تقریروں کا سلسلہ جاری ہے۔

امین شریعت نے رنگون میں ۲۸ ردنوں تک قیام فرمایا۔ ان ایام میں ۲۶ رمذہبی اجلاس سے خطاب کیا اور بدمذہبیت کا قلع قمع کیا۔ قیامِ رنگون میں دو یا تین بار سلطنت مغلیہ کے آخری تاجدار بہادر شاہ ظفر (نوراللہ مرقدہ) کی قبر پر حاضری دی۔ بہادر شاہ ظفر کا مقبرہ شہر کی آبادی سے باہر کسی ویرانے میں واقع تھا۔ اس وقت وہاں نہ کوئی گنبد تھا نہ کوئی عمارت۔ بلکہ مقبرہ ایک معمولی دیوار کے احاطہ میں سرخ چادر میں ملبوس تھا اور مزار پر پہلو میں ایک تلوار رکھی ہوئی تھی۔

۲۸ رویں دن بحری جہاز سے کلکتہ واپس ہوئے۔ قاضی صاحب تو بہرائچ چلے گئے لیکن امین شریعت کو مولانا عبدالعزیز خان قادری و دیگر احباب اہلسنت نے باصرار روک لیا۔ پندرہ دنوں تک کلکتہ میں آپ کا قیام رہا۔ اس اثنا میں جابجا تقریریں ہوتی رہیں۔ مسجد ناخدا زکریا اسٹریٹ میں ایک عظیم الشان اجلاس سے ہزاروں کے مجمع کو خطاب کیا پھر بریلی شریف واپس ہوئے۔

## نیپال میں امین شریعت کی خدمات

امین شریعت کے والد حافظ سلیمان قادری قدس سرہ نے نیپال میں کئی مدرسے قائم کئے تھے اور وہ خود وہیں درس وتدریس سے منسلک تھے۔ ان کی وفات کے بعد ان مدرسوں کا نظام درہم برہم ہوگیا۔ امین شریعت کی فراغت کے بعد نیپال والوں نے خط لکھا کہ آپ اپنے والد صاحب کی جگہ پر آجائیے۔ مفتی صاحب اس وقت بہت ہی عُسرت وتنگدستی کی حالت میں تھے بیوی اور دو بچوں کی کفالت ان کے ذمہ تھی۔ اتنے پیسے نہیں تھے کہ آپ نیپال کا سفر کرسکتے۔ اپنے بڑے صاحبزادہ محمد شمیم عالم کو خط دے کر ان کے نانا ں کے یہاں بھیجا اور تمام حالات سے مطلع کیا۔ وہاں سے ۲۵ رروپے ملے جس سے مفتی صاحب

نے ایک جوڑا بنوایا اور بچوں کے خورد ونوش کا انتظام کیا اور اسی سے نیپال تک سفر کا کرایہ بھی بچایا۔ وہاں پہونچ کر ان لوگوں سے پیشگی دو ماہ کی تنخواہ لیکر گھر بھیج دیا اور تدریس، افتا اور تبلیغ کے کاموں میں مصروف ہو گئے۔

رام نگر بھٹہا ضلع مورنگ سے اگست ۱۹۵۳ء میں مدرسہ اصلاح المسلمین کے جنرل سیکریٹری جناب احمد حسین اور نور محمد صاحبان نے آپ کو خط لکھا کہ آپ جلد سے جلد یہاں تشریف لائیں مدرسہ کو آپ کی ضرورت ہے اور آنے کی تاریخ سے مطلع کر دیں تا کہ ہم بیل گاڑی ''فاربس گنج'' اسٹیشن تک بھیج دیں۔ مدرسہ پُر فضا مقام پر واقع ہے ان شاء اللہ صحت کے لیے مفید ہوگا۔

اس خط کو پا کر دعوت قبول کرتے ہوئے ۱۹۵۳ء میں ان چند مخلص مسلمانوں کی دعوت پر آپ رام نگر بھٹہا تشریف لے آئے۔ رام نگر بھٹہا صنعتی شہر براٹ نگر سے ۲۰ رمیل کے فاصلے پر مشرق وشمال کی سمت میں واقع ہے۔ اسی جگہ آپ قیام پذیر رہ کر مدرسہ اصلاح المسلمین میں تدریسی فریضہ انجام دینے لگے۔ تعلیمی اوقات کے علاوہ دعوت واصلاح کا کام بھی بحسن وخوبی انجام دینے لگے۔ یہاں آپ کا قیام ۱۹۵۶ء تک رہا۔ ان تین سالوں میں امین شریعت کی سرگرمی یہاں کیا رہی کسی ماخذ سے اس کی اطلاع نہیں ملتی۔

## براٹ نگر میں تشریف آوری

بھٹہا میں قیام کے کچھ دنوں بعد ہی کچھ مخلص تاجر احباب کی دعوت پر جو براٹ نگر میں کاروبار کرتے تھے۔ آپ براٹ نگر تشریف لائے۔ براٹ نگر اِن دنوں ملک کا بہت ہی ترقی یافتہ صنعتی شہر ہے جہاں بڑے بڑے کارخانے، فیکٹریز اور اعلی ہاسپیٹلز موجود ہیں۔ بہار کا جوگبنی باڈر اس سے متصل ہے جہاں بڑی ریلوے لائن کی ٹرینیں پہونچتی ہیں۔

یہاں ایک عظیم الشان جلسہ سے امین شریعت نے خطاب کیا آپ کی پہلی ہی تقریر کے بعد براٹ نگر میں رہنے والے مسلمانوں کا مذہبی نقشہ بدل گیا۔ ہر محلہ میں محافلِ میلاد شریف کا انعقاد ہونے لگا۔ کچھ افراد داخل سلسلہ بھی ہوئے۔ اس کے بعد

معتقدین و مریدین کی دعوت پر امین شریعت کو بار بار دعوت و تبلیغ اور وعظ و بیان کے لیے بھٹہا سے یہاں آنا پڑتا۔ جبکہ اس زمانہ میں بھٹہا سے براٹ نگر آنے کے لیے کوئی شاہراہ تعمیر نہیں ہوئی تھی۔ دشوار گذار راستوں اور ناہموار سڑکوں کو عبور کرتے ہوئے بیل گاڑی سے یہاں تشریف لاتے تھے۔ جنگلی راستہ، قدم قدم پر رہزنوں کا خوف رہتا، اثنائے راہ بعض مقامات پر پہاڑی ندی حائل ہوجاتی۔ بعض اوقات بیل گاڑی دلدل میں پھنس جاتی اور امین شریعت، مدرسہ کا طالب علم یا منشی صاحب اور گاڑی وان یہ تینوں افراد اسی پھنسی ہوئی گاڑی پر پڑے رہتے مگر دین کے جذبے سے سرشار ان مقدس نفوس کی پیشانیوں پر بل تک نہیں آتا بلکہ ان کے آہنی عزم و حوصلہ کے سامنے تمام مشکلات آسان ہوجایا کرتی تھیں۔

بھٹہا سے براٹ نگر اور براٹ نگر سے بھٹہا آمد و رفت میں کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا اس لیے اہالیان براٹ نگر کا اصرار ہوا کہ حضرت آپ اس جگہ کو چھوڑ کر براٹ نگر ہی میں مستقل قیام فرمائیں کہ یہاں سے مذہب و مسلک کے فروغ و استحکام کا کام زیادہ ہوسکتا ہے۔ پھر وہاں سے مستعفی ہوکر آپ نے براٹ نگر ہی میں رہنا پسند کیا۔

## انجمن اسلامیہ و مدرسہ انیس العلوم کا قیام

قیام براٹ نگر کے بعد آپ نے سنیوں کی شیرازہ بندی کی طرف توجہ دی۔ سنیوں کا نہ کوئی قائد تھا نہ کوئی قیادت تھی۔ آپ نے اپنی مسلسل تبلیغ و تقریر سے یہاں کی پژمردہ سنیت کو زندہ کردیا۔ مسلمانوں کی رہنمائی کے لیے انجمن اسلامیہ قائم فرمائی جس کے زیر اہتمام مدرسے اور اسکولز چلنے لگے مذہبی جلسے، جلوس، جشن عید میلاد النبی ﷺ جیسے پروگرام انجام پانے لگے۔ انیس العلوم نام سے ایک مدرسہ بھی قائم فرمایا۔ معلوم نہیں اب یہ ادارہ کس حالت میں ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ علاقہ مورنگ میں سنیت کی حفاظت و صیانت کا سہرا مفتی انیس عالم قادری کے سر جاتا ہے تو بے جا نہ ہوگا۔

## بادشاہ نیپال کی طرف سے مفتیٔ نیپال کا خطاب

نبیرۂ امین شریعت مولانا حشمت علی انیسی نے راقم سطور سے بیان کیا۔ مفتی صاحب کے قیام نیپال کے بعد بدعقیدہ لوگوں نے راجہ نیپال کے دربار میں یہ شکایت کی کہ ایک مولوی جس کا نام انیس عالم قادری ہے۔ ہندوستان سے آکر ہمارے ملک میں فتنہ پھیلا رہا ہے۔ یہ مہیندر بادشاہ کا زمانہ تھا۔ راجہ مہیندر نے ایک تاریخ لے کر فریقین کو بحث کے لیے طلب کیا۔ مقررہ تاریخ پر فریقین حاضر ہوئے۔ راجہ کے روبرو بدعقیدہ مولویوں نے اپنی بات پیش کی ان لوگوں کی گفتگو سننے کے بعد راجہ نے مفتی صاحب سے کہا ان لوگوں نے جو کچھ آپ کے بارے میں کہا اس کے تعلق سے آپ اپنی صفائی پیش کریں۔ مفتی صاحب نے ان لوگوں کی بدعقیدگی بیان کرتے ہوئے راجہ سے کہا کہ جس طرح آپ کے مذہب میں آستک کے ساتھ ناستک (ملحد) ہوتے ہیں اسی طرح ہمارے مذہب میں بھی یہ لوگ ناستک ہیں۔ مفتی صاحب نے اپنی گفتگو کو راجہ کے فہم سے قریب کرتے ہوئے اس انداز میں پیش کیا کہ راجہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ مفتی صاحب کے حق میں فیصلہ دیتے ہوئے کہا۔ آج سے یہ مسلمانوں کے مفتیٔ اعظم ہیں۔ ان کے بغیر مسلمانوں کے مذہبی مسائل کا تصفیہ نہیں ہوسکتا۔ آپ جو فیصلہ کریں گے اسے ہی صحیح مانا جائے گا۔

اس روایت میں چند پہلو تشنۂ بیان ہیں۔

مثلاً یہاں مباحثہ کی جگہ کا تعین نہیں کیا گیا ہے۔ (۱) یہ مباحثہ راج دربار کاٹھمنڈو میں پیش آیا تھا یا کسی اور مقام پر۔ (۲) اور وہ مسائل کیا تھے جن پر گفتگو ہوئی۔ (۳) وہ لوگ کس مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے جنہوں نے شکایت کی۔ اگر یہ ساری باتیں تاریخ کے اجالے میں آجاتیں تو اس کی وقعت میں مزید اضافہ ہوتا۔

## تصانیف

امین شریعت کی پوری زندگی تحریکی اور تبلیغی کاموں میں گذری وہ چلتی پھرتی

کتاب تھے۔ تصنیف و تالیف کی فرصت کہاں میسر تھی۔ وہاں تو اندھوں اور ان پڑھوں میں تبلیغ کرنی تھی۔

پھر بھی جب بھی موقع ملا آپ نے اس جانب توجہ فرمائی۔ آپ کی دو قلمی یادگاریں آپ کی وسعت مطالعہ اور تبحر علمی کو بتانے کے لیے کافی ہیں۔

۱- دلائل لامعہ۔ ۱۸۷ صفحات پر مشتمل یہ کتاب ثبوت قیام و درود و فاتحہ کے موضوع پر مدلل انداز میں لکھی گئی ہے۔ ہنوز تشنۂ طباعت ہے۔

۲- باران رحمت۔ نعت و منقبت و رباعیات پر مشتمل قلمی دیوان ابھی تک غیر مطبوعہ ہے۔

۳- فتاویٰ امین شریعت۔ ادارۂ شرعیہ پٹنہ کے صدر مفتی اور امین شریعت کی حیثیت سے جو فتاوی صادر کیے وہ بھی آپ کا اہم کارنامہ ہے۔ افسوس اس بات کا ہے کہ مفتی صاحب کے یہ فتاویٰ خود ادارۂ شرعیہ پٹنہ میں بھی محفوظ نہیں رہے نہ ان کی حفاظت کا خاطر خواہ کوئی انتظام کیا جا سکا۔ اخیر عمر میں بینائی کم ہوگئی تھی اور صرف اپنی یادداشت سے جزئیات نقل کرادیا کرتے تھے۔

## نوٹ:

امین شریعت دوم کے حوالے سے یہ ساری معلومات ان کے نواسہ، گرامی قدر مولانا حشمت علی دربھنگوی کی وساطت سے حاصل ہوئیں۔ موصوف اپنے نانا کے حالات زندگی پر پی ایچ ڈی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور اس موضوع پر وافر مواد جمع کر چکے ہیں۔ شکر اللہ سعیہ و وفقہ باتمامہ.

# ریحان ملت، مولانا ریحان رضا خان بریلوی

۱۳۵۲ھ/ ۱۹۳۴ء-۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء

نبیرۂ اعلیٰ حضرت، ریحان ملت حضرت مولانا ریحان رضا خان بریلوی ابن مفسر اعظم ہند ۸/ ذوالحجہ ۱۳۵۲ھ/ ۱۹۳۴ء کو محلہ خواجہ قطب بریلی شریف میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر میں حاصل کی اعلیٰ تعلیم کے لیے منظر اسلام میں داخل ہوئے۔ پھر والد ماجد کے حکم پر پاکستان تشریف لے گئے اور وہاں جامعہ مظہر اسلام میں داخلہ لے کر محدث پاکستان حضرت مولانا سردار احمد خان رضوی تلمیذ صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہما کے حلقۂ درس میں شامل ہو کر علم حدیث میں کمال پیدا کیا۔ کامل تین سال رہ کر گھر واپس ہوئے اور منظر اسلام سے فراغت حاصل کی۔ منظر اسلام بریلی شریف میں ۱۲/ سال تک تدریسی خدمات انجام دی۔ ۱۹۶۲ء سے ۱۹۶۵ء تک منظر اسلام میں شیخ الحدیث کے عہدہ پر فائز رہ کر بخاری و مسلم وغیرہ کا درس بھی دیا۔ والد ماجد کے وصال کے بعد مدرسہ کی نظامت آپ نے سنبھالی آپ کے عہد میں کافی ترقیاتی کام ہوئے۔ منظر اسلام اور رضا مسجد کی از سر نو تعمیر ہوئی۔ افریقی دار الاقامہ کی تعمیر کی اور نشر و اشاعت کے لیے رضا برقی پریس قائم کیا۔

حالات کے پیش نظر ۱۸/ سال کا طویل عرصہ میدانِ سیاست میں بھی گزارا۔ آپ نے سلسلہ کی اشاعت کے لیے عرب، افریقہ، ہالینڈ، برطانیہ، سرینام، امریکہ، ماریشش، سری لنکا، جنوبی افریقہ، نیپال اور پاکستان وغیرہ کے دورے کیے۔ ۱۵/ جنوری ۱۹۶۲ء کو حضور مفتیٔ اعظم ہند نے تاج الشریعہ علامہ ازہری میاں قبلہ اور آپ کو ایک ساتھ خلافت و اجازت عطا فرمائی۔ ۱۸/ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء کو غریق فردوس ہوئے۔ (۱) اس وقت حضرت مولانا سبحان رضا خان سبحانی میاں آپ کے فرزند اکبر، آستانہ عالیہ رضویہ کے سجادہ نشین ہیں۔

---

(۱) دیکھیے تجلیات تاج الشریعہ، مؤلفہ مولانا شاہد القادری، ص: ۱۰۰، مطبوعہ رضا اکیڈمی، بمبئی۔ ۲۰۰۹ء۔

## نیپال میں ریحان ملت کی آمد:

حضرت ریحان ملت اپنے والد بزرگوار کے نقش قدم پر چلتے ہوئے متعدد بار ملنگوا ں اور دھرم پور بھانٹر، نیپال تشریف لائے۔ آخری دورہ ۱۹۸۴ء میں ہوا اس دورہ میں حضرت مفتی عبدالواجد قادری دربھنگوی بھی آپ کے ہمرکاب تھے۔ آپ نے اپنی تبلیغی کوششوں سے ترائی نیپال میں سنیت کو مستحکم کیا اور مسلمانان نیپال کی رہنمائی فرمائی۔
(بروایت ڈاکٹر وصی مکرانی واجدی)

# حضرت صوفی شاہ عبدالسلام رضوی

(ولادت: ۱۹۴۶ بکرمی/ ۱۹۱۰ء- وصال: ۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء)

### احوال واوصاف

غوّاصِ بحرِ معرفت، سالک راہِ طریقت، صاحب کراماتِ باہرہ، حضرت صوفی شاہ عبدالسلام ابن فرزند علی، موضع ملنگوا ں نگر پالیکا، ضلع سرلاہی، نیپال میں ایک تخمینہ کے مطابق ۱۹۴۶ بکرمی سال/ ۱۹۱۰ء کی کسی تاریخ میں پیدا ہوئے۔ اوسط درجہ تک کی دینی تعلیم حاصل کی اور تدریسی خدمات بھی انجام دیے۔ نبیرۂ اعلیٰ حضرت، مفسر اعظم ہند علامہ ابراہیم رضا جیلانی قدس سرہ کے چہیتے مریدوں میں تھے۔ مسلک اعلیٰ حضرت کے پرجوش علم بردار تھے۔ پیر و مرشد کی ذات میں مکمل فنائیت حاصل تھی۔ اپنے مرشد کا ایسا دیوانہ بہت کم دیکھا گیا ہے۔ چمکتا دمکتا چہرہ، سفید قمیص، سفید لنگی میں ان کی شخصیت اور نکھر جاتی تھی۔ بڑے ہی حسین وجمیل اور شکیل وجیہ تھے راستہ چلنے والوں کی نگاہیں ان کی طرف مرتکز ہوجاتی تھیں۔ مزاج میں نرمی، وضع میں سادگی اور فکر میں متانت تھی۔

خلافت واجازت کسی سے نہیں ملی تھی۔ علاقائی علماے کرام کے علاوہ حضرت ریحان ملت علیہ الرحمہ اور حضرت تاج الشریعہ بھی ان کی عظمت وبزرگی ونیک بختی کے قائل تھے۔

وصال: ۷ ربیع الاول ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء کو ۸۵ برس کی عمر میں آپ نے دار الجنان کی طرف رحلت کی۔

## قطب نیپال کہنے کی وجہ

صوفی صاحب کے نواسہ صوفی عبد الستار صاحب اور ڈاکٹر وصی احمد مکرانی واجدی، ملنگواں، سرلاہی کا بیان ہے کہ پہلے سال کے عرس سلامی کی صدارت حضرت مولانا مفتی محمد سعید الرحمٰن صاحب قبلہ نے فرمائی تھی اور جس سال حضرت تاج الشریعہ، علامہ اختر رضا قادری ازہری عرس سلامی میں تشریف لائے اسی سال آپ نے صوفی عبد السلام کو قطب نیپال کے لقب سے متصف فرمایا۔ حضور تاج الشریعہ نے ہی سب سے پہلے ان کو قطب نیپال کہا۔ ولی را ولی می شناسد۔ سچ کہا ہے کسی دیدہ ور نے ؎

آنکھ والا ترے جوبن کا تماشہ دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

درج ذیل سطور میں ان کے چند کرامات وتصرفات، غیض من فیض کے طور پر سپرد قرطاس کیے جا رہے ہیں تا کہ ان کے عُلُوِّ مرتبت، مقام عرفان، اور غیر معمولی تصرفات کا اندازہ ہم جیسے کوتاہ بینوں کو بھی ہو جائے۔

## بعض کرامات

''کرامت'' درحقیقت نبی کی شانِ مُعْجِزْ کے اظہار کا نام ہے۔ مقبولان بارگاہ الٰہی سے خَرقِ عادات جو افعال صادر ہوتے ہیں وہ کرامت کہلاتے ہیں۔ اور یہ حق ہے، قرآن کریم سے ثابت ہے۔ صوفی صاحب کی چند کرامتیں بتوسط گرامی مرتبت، استاذ الشعرا حضرت ڈاکٹر وصی احمد مکرانی ملاحظہ میں آئے جن سے اندازہ ہوا کہ آپ کی کرامتیں حیرت انگیز طور پر محیر العقول ہیں۔ ایک درجہ ہے مکاشفہ کا جس سے ولی کسی کی پوشیدہ حالت پر مطلع ہو جاتا ہے یہ قوت وشان بہت سے ولیوں کو حاصل ہے۔ اور ایک درجہ ہے تصرّفِ

کونی کا اس میں ولی نظام کائنات میں متصرف ہوتا ہے اور ایک درجہ ہے انتقال مکانی کا جب ولی اپنے جسم مثالی کثیف کو چھوڑ کر جسم مثالی لطیف کے ساتھ جہاں چاہے منتقل ہوتا رہتا ہے اور آن واحد میں ہزاروں میل کی مسافت قطع کر لیتا ہے۔ یہ اخیر کے دو مرتبے اولیاے کبار، اقطاب وابدال وافراد واوتاد کو حاصل ہوتے ہیں۔ جب ہم صوفی صاحب کی کرامتوں کو دیکھتے ہیں تو ان کو انھیں اولیاے کبار کے مرتبے پر پاتے ہیں۔

## خورشید فلک ٹھہر جا:

ڈاکٹر وصی مکرانی صاحب نے ملنگواں کے مقامی لوگوں سے تحقیق فرما کر یہ روایت راقم سطور سے بیان کی۔

''بھانٹرسر جو کبھی علم و دانش کا مرکز اور اسلامی تہذیب وتمدن کا گہوارہ ہوا کرتا تھا ۱۹۵۶ء میں یہاں عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس میں حضور محدث اعظم ہند، حضور مفسر اعظم ہند، خطیب شہیر مولانا ابو الوفا فصیحی غازی پوری علیہم الرحمہ شریک اجلاس ہوئے تھے۔ صوفی صاحب اپنے پیر ومرشد حضور مفسر اعظم ہند سے ملاقات کے لیے صوفی عبد الحمید مکرانی کے ہمراہ ساڑے بارہ بجے ملنگواں سے روانہ ہوئے۔ راستے میں صوفی عبد الحمید سے وقت کے تعلق سے بات بھی ہوتی رہی وہ جب بھی وقت پوچھتے آپ فرماتے: سورج کی کیا مجال کہ آگے بڑھ جائے۔ الغرض جب بھانٹرسر پہونچے تو جمعہ کی اذانِ اول ہوئی۔ جو ساڑھے بارہ (۱۲½) بجے ہوا کرتی تھی۔ جب کہ ملنگواں سے بھانٹرسر کی پیدل مسافت ایک گھنٹہ سے زیادہ کی ہے۔

## جسم مثالی کے ساتھ نقل مکانی:

ٹیلر ماسٹر محمد عباد اللہ انصاری مرحوم اپنے پیر ومرشد حضرت سید شاہ عبد الوکیل حیدری سیوانی قدس سرہ کے عرس چہلم سے اپنے گھر نیپال واپس ہو رہے تھے۔ اسی اثنا میں سیوان کی ایک گلی میں اپنے پیر ومرشد کے ساتھ انھوں نے حضرت صوفی عبد السلام کو دیکھا۔ ان کا

بیان ہے کہ میرے دل میں یہ خیال آیا کہ میرے مرشد کا تو انتقال ہو چکا ہے اور صوفی صاحب ملنگوا ں میں ہیں۔ یہاں کیسے ہو سکتے ہیں؟ ہوسکتا ہے انھیں کی شکل وصورت میں کوئی اور ہو۔ جب واپس ہوئے تو صوفی صاحب سے ملنے گئے۔ آپ اپنے کپڑے دھو رہے تھے۔ محمد عباد اللہ انصاری نے ان سے عرض کیا: آپ کو تو میں نے سیوان میں دیکھا تھا۔ آپ نے مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا: دیکھا تو ہم لوگوں نے بھی تھا آپ کو، مگر آپ کے دل میں یہ خیال ہوا کہ کوئی اور ہو سکتے ہیں۔ اس لیے ہم لوگوں نے آپ کو نہیں ٹوکا۔

اس واقعہ سے آپ کی حیرت انگیز قوت روحانیہ، اعلی درجہ کے تصرف اور خطرات قلبی پر آگاہی کا پتہ چلتا ہے۔

## خَطَراتِ قلب پر آگاہی:

اللہ تعالی اپنے مقبولان بارگاہ کو روشن ضمیری عطا کرتا ہے۔ ان کا آئینۂ قلب اتنا مُجَلّٰی ومُصَفّٰی ہوتا ہے کہ ہر طرح کی تصویر اس میں صاف نظر آنے لگتی ہے یہاں تک کہ دلوں میں جو وسوسے اور خطرات پیدا ہوتے ہیں وہ بھی ٹیلی ویژن اسکرین کی طرح ان کے لوح قلب پر نظر آنے لگتے ہیں۔ صوفی شاہ عبدالسلام قدس سرہ بھی انھیں اوصاف سے متصف تھے۔

''عباد اللہ انصاری مرحوم کا بیان ہے کہ ایک بار حاجی صاحب (صوفی صاحب) نے مجھے کھانے کی دعوت دی اور فرمایا یہ خصوصی دعوت ہے۔ میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ کاش حاجی صاحب کے گھر کھیر ملتی۔ ادھر حاجی صاحب اپنے نواسہ اور صاحبزادہ سے فرما رہے ہیں کہ فلاں پڑوسی کی دکان بند ہو رہی ہے۔ جلدی جاؤ اور اچھا چاول اور چینی لے کر آؤ۔ پھر آپ نے اپنی اہلیہ سے فرمایا: فلاں گوالن کے گھر جاؤ اس نے دودھ گھر میں فلاں جگہ رکھا ہوا ہے۔ وہ بہانہ کرے گی مگر دودھ دے گی۔ بہر کیف ساری چیزیں مہیا ہو گئیں۔ کھیر بنی اور دستر خوان پر جب ماسٹر عباد اللہ نے کھیر دیکھی تو تصویر حیرت بنے رہ گئے اور آپ کی روشن ضمیری پر عش عش کرنے لگے۔

۲----آپ کی روشن ضمیری کا دوسرا واقعہ جو بروایت ڈاکٹر وصی احمد مکرانی مجھ تک پہونچی وہ یہ ہے کہ استاذ العلما، سعدئ زماں، حضرت مولانا عبد الوحید، نوری منظری (۱)، مرید حضور مفتی اعظم ہند بھانڈسروی ثم ملنگوی کا بیان ہے کہ میں نے دل میں یہ تہیہ کیا کہ صوفی صاحب کو اب پہلے میں سلام کروں گا۔ وہ چپ چاپ دبے قدموں پیچھے سے جاتے لیکن ہمیشہ ان سے پہلے صوفی صاحب پلٹ کر کہتے السلام علیکم مولانا عبد الوحید صاحب! مولانا مرحوم کو سلام کرنے میں کبھی سبقت حاصل نہیں ہوتی۔

اس امر سے یہ بات خوب روشن ہوگئی کہ حضرت صوفی باصفا شاہ عبد السلام رضوی صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔ ان سے صادر ہونے والے محیر العقول کرامات و تصرفات ان کے علو مرتبت کا پتہ دیتے ہیں۔

حدیث قدسی ہے: اولیائی تحت قبائی.

میرے اولیا میری چادر رحمت کے نیچے چھپے ہوتے ہیں۔ میں جب چاہتا ہوں ان کو ظاہر کرتا ہوں۔

صوفی صاحب قبلہ کے تعلق سے تمام مواد گرامئ مرتبت، استاذ الشعرا، ڈاکٹر وصی مکرانی نے چند صفحات میں لکھ کر فقیر قادری کو ارسال کیے ان تمام واقعات کی سند روایت

(۱) مولانا عبد الوحید بن نوازش علی بن مطیع الرحمٰن نوری بھانڈسروی (ولادت ۱۹۲۴ء- وفات یکم ربیع الآخر ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۸۸ء) ضلع سرلاہی کے نامور عالم دین اور مخلص مبلغ اسلام تھے۔ مدرسہ منظر اسلام بریلی شریف میں متوسطات سے منتہی تک کی کتابیں پڑھ کر فارغ التحصیل ہوئے۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت محدث احسان علی فیض پوری مظفر پوری حضرت مولانا فضل غنی افغانی اور مولانا ابرار شاہجہاں پوری کے اسماء قابل ذکر ہیں۔ ۱۹۵۵ء میں درس نظامی کی تکمیل فرما کر گھر تشریف لائے اور اسی وقت سے اپنے مادر علمی الجامعۃ الاسلامیہ فیض الغربا دھرم پور بھانڈسر میں مسند تدریس کو زینت بخشی اور نصف صدی تک تشنگان علوم کو سیراب کرتے رہے۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد ہزار سے زیادہ ہے۔

حضور مفتی اعظم سے شرف بیعت حاصل ہے۔

یکم ربیع الآخر کو وصال فرمایا۔ نماز جنازہ شیر نیپال، مفتی جیش محمد برکاتی نے پڑھائی۔ (تذکرہ علماے اہلسنت سیتامڑھی، مؤلفہ مولانا محمد الیاس مصباحی۔ ص ۴۲۶)

ڈاکٹر موصوف ہیں۔ آپ نے حضرت کے کرامات کا ایک مجموعہ بھی ترتیب دیا ہے جو کرامات قطب نیپال کے نام سے ۲۰۱۶ء میں طبع ہوا ہے۔ قارئین کو اس کتاب سے تفصیل معلوم ہو جائے گی۔ یہ مشتے نمونہ از خروار کے طور پر چند کرامات نقل کر دی گئی ہیں۔ تاکہ افادہ عام ہو جائے لوگ ان سے فیض حاصل کریں۔ ملنگوا ان بس اسٹینڈ سے پورب جانب قبرستان کے رخ پر ہی ان کا مزار مرجع خلائق ہے۔ انھیں کے مزار سے متصل جانب شمال ڈاکٹر موصوف کے عم مکرم حضرت مولانا عبدالوحید نوری قدس سرہ کا بھی مزار ہے۔

## مفسر قرآن، تلمیذِ صدر الشریعہ، سید شاہ ظہور الحسین احمد قادری، سیوانی

ولادت: ۱۳۴۴ھ/ ۱۹۲۴ء

صوبہ بہار میں ضلع سیوان کا ''سادات پور'' قصبہ صدیوں سے اربابِ تصوف و طریقت، اصحابِ رشد و ہدایت کا مرکز رہا ہے۔ اسی موضع سادات پور میں سید واعظ الحق کا سادات گھرانا فقر و درویشی اور توکل و استغنا میں امتیازی شان کا حامل تھا اور اب بھی ہے۔ اسی روحانی خانوادہ میں حضرت مولانا سید شاہ ظہور الحسین احمد قادری رضوی کی ولادت ۲۷ رویں شب رجب ۱۳۴۴ھ/ ۱۹۲۴ء بروز دوشنبہ ہوئی۔ خاندانی روایات سے معلوم ہوا کہ آپ کے آبا و اجداد صدیوں قبل عرب کی سرزمین سے ہندوستان تشریف لائے اور تبلیغ اسلام و رشد و ہدایتِ خلق میں لگے رہے۔ بہار کے مختلف علاقوں میں اس خاندان کے بزرگوں کے مزارات آج بھی محفوظ ہیں۔ حضرت پیر سعد اللہ عرف کنگالی شاہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ مظفر پور میں آسودۂ خاک ہیں۔

آپ کے والد ماجد سید شاہ امیر الحق قادری بہت بڑے داعی و مبلغ تھے۔ بہار کے علاوہ نیپال کے بہت سے علاقوں میں تبلیغی دورہ فرماتے تھے۔ روتہٹ کے علاقہ میں ان کے مریدین کی بڑی تعداد موجود ہے۔ آپ کے دادا سید شاہ واعظ الحق قادری ابن سید عبد الجلیل قادری (ولادت ۱۲۵۱ھ/ ۱۸۳۶ء- وفات ۱۹۴۶ء) قدس سرہما اپنے عہد کے

بڑے صوفی اور مبلغ اسلام تھے۔ دنیا و مافیہا سے دور تھے۔ اپنے والد ماجد کے مرید و خلیفہ تھے۔ اس وقت ترائی نیپال کے اندر کوئی عالم نہیں تھا۔ آپ نے ترائی نیپال کا بکثرت دورہ فرمایا۔ سینکڑوں افراد ان کے ہاتھوں پر مشرف باسلام ہوئے۔

روتہٹ، بھانڑسر، ملنگواں، سیب نگر، سندر پور، نیا پریا، برتا، جنے نگر، پوکھریا، جوکہا، جالون اور جنک پور وغیرہ علاقوں کے دورے کیے۔

## تعلیمی احوال:

سید صاحب قبلہ کی تعلیمی زندگی گھر سے شروع ہوئی اور انتہا مدرسہ مظہر اسلام بریلی شریف میں ہوئی۔ آپ ابتدا ہی میں بریلی شریف منتقل ہو چکے تھے۔ پہلے آپ کا داخلہ مدرسہ منظر اسلام میں ہوا۔ اس زمانہ میں حضرت حجۃ الاسلام مدرسہ منظر اسلام کے مہتمم اعلی تھے۔ آپ نے مولانا تقدس علی خان سے میزان، صدر العلما، سید غلام جیلانی میرٹھی سے ہدایۃ النحو، حضور صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی سے تین ماہ تک جلالین شریف اور محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد خان گورداس پوری سے بخاری شریف کا درس لیا۔ حضور مفتیٔ اعظم ہند جب حج سے واپس ہوئے تو ۲۴ رجب ۱۳۶۵ھ میں ان کے ہاتھ پر سلسلۂ قادریہ میں داخل ہوئے۔ بریلی شریف میں قیام کے دوران حضور حجۃ الاسلام نے ایک خاص کمرہ آپ کے لیے الاٹ فرمادیا تھا۔

## خلافت واجازت:

آپ کو اپنے دادا اور والد سے خاندانی خلافت واجازت حاصل ہے۔ حضور مفتیٔ اعظم ہند نے آپ کو اپنی خاص اجازت وخلافت اور تمام اوراد واشغالِ خاندانی کی اجازت مرحمت فرمائی۔

## تصانیف:

آپ کی زندگی کا بیشتر حصہ تبلیغ اسلام میں گزرا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اوائل شباب

میں قرطاس وقلم سے بھی آپ کی گہری وابستگی رہی۔ درج ذیل کتابیں آپ کے قلم سے وجود میں آئیں:

(۱) تفسیر قرآن۔ ڈھائی پارے قرآن مجید کی تفسیر آپ نے بہت اعلی انداز میں تحریر فرمائی تھی۔ اس تفسیر کے بارے میں مولانا سید نظر عالم صاحب برادرزادہ مفسر قرآن کا بیان ہے کہ یہ کرم خوردہ ہوکر ضائع ہوگئی حضرت نے خود ہی اس کی طباعت سے منع فرمادیا۔

(۲) تشریحات الابجد و اصطلاحات احمد۔ یہ کتاب عدد میں تحریر و کتابت سے متعلق تصنیف فرمائی۔

(۳) اظہار ربانی۔

(۴) اوراق غم۔ مجموعۂ نعت

(۵) گلستان اخیار مجموعۂ نعت۔ ڈیڑھ سو صفحات پر مشتمل طبع ہوچکی ہے۔

## شاعری:

حضرت بہت بڑے شاعر ہیں۔ بریلی شریف میں عرس رضوی میں منعقد طرحی مشاعروں میں حصہ لیا کرتے تھے۔ گھر کی الماری میں حضرت نے اپنے اشعار چھپا کر رکھے ہوئے تھے۔

## اسفار:

۵-۶ بار پاکستان کا دورہ فرمایا۔ ۲۰۱۰ء میں سید نظر عالم صاحب بھی ہمراہ راہ تھے۔ ان کا بیان ہے کہ اسی سفر میں آپ امیر اہلسنت حضرت مولانا الیاس عطار قادری دامت برکاتھم کی دعوت پر مرکز فیضان المدینہ تشریف لے گئے اور عطاری صاحب آپ کی زیارت سے شاد کام ہوئے کبھی آپ کے قدموں کو بوسہ دیتے، کبھی آپ کے ہاتھوں کو اور کبھی کپڑوں کو چومتے۔

آزادئ ہند کے بعد ۲، ۳ بار بنگلہ دیش کا دورہ کیا۔ بنگلہ دیش میں آپ کا قیام رَتلام میں ہوتا تھا۔ دوبار حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ پہلی بار ۱۹۹۵ء میں دوسری بار ۲۰۰۸ء میں۔

## حضرت مفسر قرآن کی دعوتی خدمات:

آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ دعوت وارشاد میں صرف ہوا۔ آپ کی صحبت نشینی نے ہزاروں قلوب میں زندگی پیدا کردی۔ آپ کی دعوتی خدمات کا دائرہ تقریباً ۸۰ رسال پر محیط ہے۔ بہار، بنگال کے علاوہ ملک نیپال، آپ کی تبلیغ وارشاد کا سب سے اہم مرکز تھا۔ معلوم تاریخ کی روشنی میں آپ سب سے پہلے قادری رضوی بزرگ ہیں جنھوں نے خطۂ نیپال کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا ہے۔ آپ سے پہلے رضوی سلسلہ کے کسی بھی بزرگ کی آمد کا تذکرہ نہیں ملتا۔

آپ کی دعوتی فتوحات کے چند جلوے ذیل کی سطور میں قارئین ملاحظہ کریں گے۔

## بیرگنج کی فتح:

۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۲ء میں آپ نے سب سے پہلے نیپال کے صنعتی شہر بیرگنج کا دورہ فرمایا۔ بیرگنج کی جامع مسجد اور مدرسہ پر غیر مقلد مولویوں کا قبضہ تھا۔ یہ زور سے آمین کہتے تھے۔ حضرت پیر صاحب قبلہ اپنے چند معتقدین کو لیکر مسجد میں بیٹھ کر انھیں کچھ سمجھا رہے تھے۔ غیر مقلد عالم نے مزاحمت کی۔ بالآخر بحث کی نوبت آگئی۔ پرساشن (یعنی حکام) کی موجودگی میں تین دن تک بحث ومباحثہ کا سلسلہ جاری رہا۔ بالآخر فریقین کی موجودگی میں پرساشن نے یہ اعلان کیا کہ یہ مسجد ہمیشہ کے لیے اہلسنت کی رہے گی۔ آپ کو مناظرہ میں فتح مبین حاصل ہوئی۔ مناظرہ کے بعد وہاں کے سنی علما نے متفقہ طور پر آپ کو فاتح بیرگنج کے خطاب سے نوازا۔ مسجد ومدرسہ پر سنیوں کا قبضہ ہوا اسی سال سے ۱۲ رویں ربیع الاول کے جشن کا انعقاد آپ کی قیادت میں شروع ہوا۔

## جےنگر روتہٹ میں سنی مدرسہ کا قیام:

روتہٹ ضلع کا سرحدی قصبہ، جےنگر جہاں مسلمانوں کی بڑی آبادی موجود ہے، اگر

یہ کہا جائے کہ اس علاقہ میں سنیت کے تحفظ کا سہرا حضرت مفسر قرآن کے سر جاتا ہے تو بے جا نہ ہوگا۔ ۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۴ء میں دمار پوکھریا، ضلع روتہٹ میں ایک مسجد تعمیر فرمائی۔

۱۹۶۵ء/ ۱۳۸۴ھ میں مفسر قرآن اپنے دعوتی مشن پر جے نگر روتہٹ تشریف لے گئے۔ بدمذہبوں کی بے شمار مخالفتوں کے باوجود آپ نے جے نگر میں ایک عظیم الشان ادارہ قائم فرمادیا اور دمار پوکھریا میں ایک مسجد تعمیر فرمائی۔ اور ایک عظیم الشان اجلاس مدرسہ کے اندر منعقد کیا جس میں مفتیٔ اعظم کانپور مفتی رفاقت حسین مظفر پوری، مفتیٔ نیپال مفتی انیس عالم سیوانی اور فیض العارفین مولانا شاہ غلام آسی پیا حسنی بوالعلائی علیہم الرحمہ کو مدعو کیا۔

یہ دوشب وروز کا جلسہ حضرت پیر طریقت مفسر قرآن کی سرپرستی میں منعقد ہوا۔ جس میں اتنی بڑی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی کہ ۱۱۰ رمن چاول کا کھانا پکایا گیا۔

**مفسر قرآن کی جرأت:** اسی جلسہ میں ایک بدمذہب سیاسی لیڈر جو علاقہ میں اثر و رسوخ رکھتا تھا آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا حضرت! آپ کے اشتہار میں لکھا ہوا ہے کہ بیرونی علمائے کرام کے علاوہ دیگر مقامی علما بھی شریک ہوں گے تو کیا ہم لوگوں کو تقریر کرنے کی اجازت دی جائے گی یا نہیں؟

اس سوال پر فاتح بیر گنج نے بہت ہی نکتہ آفریں جواب دیا۔ مقامی علمائے کرام میں جتنے قیامی ہوں گے سب کو زیادہ سے زیادہ وقت دوں گا یہ سن کر وہ بہت خوش ہوا اور چلا گیا۔ مفتیٔ کانپور اور مفتیٔ نیپال نے فرطِ مسرت سے جھوم کر پیر صاحب سے معانقہ کیا اور کہا حضرت کے جملہ کو یہ بدمذہب سمجھ نہ سکا۔ جلسہ شروع ہوا تو مدرسہ کے صدر توحید مقدم صاحب اور علاؤالدین ونصیر الدین صاحبان پیارے راجہ کو لیکر حضرت کے پاس آئے۔ اس نے کہا میں بھی جلسہ میں تقریر کرنا چاہتا ہوں۔ پانچ ہزار روپے نیپالی اور ایک بیگھہ زمین اس مدرسہ کو دوں گا جبکہ ۱۰ ردنوں سے اپنی گاڑی جلسہ کی تشہیر وغیرہ کے لیے اس نے دے رکھی تھی۔ اس پر حضرت نے فرمایا: اسلامی صورت بنالو ورنہ اس اسٹیج پر بیٹھنے نہیں دوں گا۔ یہ مایوس کن جواب سن کر وہ گاڑی لے کر چلا گیا۔

## دوران اجلاس ایک غیر مسلم کا قبول اسلام:

اجلاس کے دوران علمائے حق کے بیانات سن کر ایک مسلم نوجوان اس قدر متاثر ہوا کہ اسٹیج کے قریب آکر اس نے اسلام قبول کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ سنی علمائے کرام ملک کے حالات کو دیکھتے ہوئے اسے مسلمان بنانے کے لیے تیار نہیں تھے۔ مگر پیر صاحب قبلہ نے اسے اسٹیج پر بلا کر کلمہ پڑھایا اور اس مجلس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اب جبکہ اس نوجوان نے اسلام قبول کر لیا ہے اس کے گھر والے اسے گھر سے نکال دیں گے۔ ہے کوئی خوش نصیب! جو اس کو اپنا داماد بنا کر عقبیٰ کی سعادت حاصل کرے۔ ایک انصاری شخص مجمع سے اٹھا اور سنتِ انصار کو زندہ کرتے ہوئے بولا: حضور میں اس رشتہ کو انجام دوں گا۔ اس کے بعد نعرۂ تکبیر کی صدائے دلنواز سے فضا میں تموج پیدا ہوا اور پورا ماحول گوش پر آواز ہو گیا۔

انصاری نے عرض کیا میری بیوی اور صاحبزادی دونوں یہاں موجود ہیں نکاح بھی یہیں پڑھا دیا جائے۔ سنی علما اس منظر کو دیکھ کر خوف زدہ ہو رہے تھے کہ ملک نیپال میں ایسا کرنا خلاف قانون ہے مگر حضرت پر ذرہ برابر بھی خوف طاری نہ ہوا۔ آپ نے اپنے خلیفہ مداح رسول، حافظ قمر الہدی قمر قائل رضوی لہوریاوی (۱۹۳۰ء تقریبا-۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء) کو نکاح پڑھانے کے لیے بھیجا انھوں نے نکاح پڑھا دیا۔ کیسلی توڑنے والے سروتا سے نومسلم کا علامتی بال کاٹا گیا۔

اس اجلاس کے بعد اہلسنت و جماعت کی حقانیت لوگوں کے دلوں میں راسخ ہو گئی، لوگ سنت پر مضبوطی سے قائم ہو گئے۔ آپ نے پوکھریا دمار کے پیر محمد میانجی کو خلافت عطا کی اور انھیں حکم دے کر عقیدہ کے متعلق ایک کتاب تحریر کرائی۔ جس کا نام چراغ حقانی علی مسلک نعمانی رکھا۔ اسے چھپوا کر تقسیم کرائی۔

جیے نگر میں تقریبا ۱۴۰۰ر افراد آپ کے ہاتھ پر داخل سلسلہ ہوئے۔ مذکورہ بالا واقعات راقم سطور نے خود حضرت مفسر قرآن کی زبان سے بالمشافہ سن کر لکھے ہیں۔

## تبلیغی مقامات:

حضرت مفسر قرآن نے نیپال کے جن علاقوں کا بکثرت تبلیغی دورے فرمائے ان کے نام یہ ہیں:

بیرگنج، بیرگنیا، پوکھریا، دمار، جنک پور، لوہنا، لوہرپٹی، سنگیاہی، روتہٹ، گور بازار، گروبنا، بیریا، بُسہا، سنت پور، تیجاپاکر، راج پور، بلوا، کرونیا، بھگوان پور، جئے نگر، لادوبیلا، علی پٹی، مُغلِن وغیرہ،

ان علاقوں سے آپ نے دیوبندی، وہابی، تبلیغی شمع نیازی، مجیبی اور ہتھیاروی اثرات کا قلع قمع کیا۔

حضرت مفسر قرآن نے نیپال میں متعدد مدارس ومساجد کی بنیاد رکھی اور اس کو پایۂ تکمیل تک پہونچایا۔ ۲۰۰۷ء میں جئے نگر کے اندر ایک مسجد کی بنیاد رکھی اور اس کی تعمیر کے لیے ۳۷ر لاکھ روپے نقد اور لاکھوں روپے کے زیورات مسلمان مرد وخواتین کے تعاون سے اکھٹا کیے اور مسجد کی تعمیر مکمل فرمائی۔

## مدرسہ نوری مرکزی دارالقراءت، لوہنہ کی تاسیس:

حضرت مولانا حافظ وقاری نسیم احمد قادری، لہنوی کی دعوت پر آپ لوہنہ، نزد جنکپور تشریف لائے اور یکم اپریل ۲۰۰۸ء کو مدرسہ ہذا کی بنیاد رکھی۔ ابتداہی سے اس کی سرپرستی فرما رہے ہیں۔ آپ کی دعاؤں کی برکت سے یہ ادارہ حفظ وقراءت کی تعلیم کے لیے نیپال کے ممتاز ومنفرد اداروں کی فہرست میں شامل ہو چکا ہے۔ اس ادارہ سے ۲۰۰۸ء سے لے کر ۲۰۱۶ء تک ۱۶۴ بچے حافظ قرآن بن کر فارغ ہو چکے ہیں۔

۲۶ر اکتوبر ۲۰۱۶ء کو آپ نے مدرسہ ہذا کے سالانہ اجلاس میں شرکت فرمائی اور قاری صاحب کو اپنی اجازت وخلافت عطا فرمائی۔

راقم سطور کی دانست کے مطابق نیپال میں آپ نے تین حضرات کو اپنا خلیفہ بنایا ہے۔

(۱) پیر محمد میانجی، دمار، پوکھریا، روتہٹ
(۲) مولانا محمد اسمعیل حسینی، چترویدی، لادوبیلا، دھنوشا۔
(۳) مولانا حافظ وقاری محمد نسیم احمد قادری، لوہنہ، دھنوشا۔

## مفتی جیش محمد برکاتی، شیر نیپال کی خانقاہ برکاتیہ مارہرہ کی طرف رہنمائی:

گذشتہ سال ۲۰۱۶ء ماہ ربیع الاول میں حضرت مفسر قرآن سے بغرض ملاقات ودریافت احوال گوہی، سمستی، بہار حاضری ہوئی۔ آپ ان دنوں وہیں قیام فرماتھے۔ نیپال میں آپ کی دعوت وتبلیغ اور خدمات دینی کے موضوع پر گفتگو شروع ہوئی۔ آپ نے ضروری احوال قلمبند کرادیے۔ اس انٹرویو کے درمیان آپ نے اس امر کی طرف بھی اشارہ فرمایا کہ کافی عرصہ قبل میرا لوہنہ جانا ہوا تھا ان دنوں مولانا جیش محمد مبارکپور سے فارغ ہوکر آئے تھے۔ اور خانقاہ مجیبیہ پھلواری کے ایک پیر شاہ عون احمد سے متاثر ہوکر ان کے مرید بن چکے تھے۔ لوہنہ میں قیام کے دوران چند مسائل پر بحث کا سلسلہ چل پڑا۔ ماسٹر زین العابدین انصاری کے یہاں مجلس میلاد منعقد ہوئی جس میں یہ شریک ہوئے اور مجھ سے سوالات کیے۔ یہ سوالات کرتے جاتے اور میں جواب دیتے جاتا پھر شاہ عون احمد، سابق سجادہ نشیں خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف کے بارے میں بحث شروع ہوئی یہاں تک کہ ۱۸/ دنوں تک بحث ومباحثہ کا یہ سلسلہ چلتا رہا۔ ۱۹/ویں دن یہ لاجواب ہوگئے اور اپنے سابقہ عقائد سے میرے ہاتھ پر توبہ کی۔ میں نے ان سے کہا آپ پھلواری شریف جایئے اگر عون احمد ان سوالات کے جوابات دے دے تو ٹھیک ورنہ آپ مارہرہ شریف جاکر مرید ہو جایئے۔ مفسر قرآن کے حسب ارشاد وہ خانقاہ مجیبیہ پہونچے جہاں انھوں نے اکابر علماے دیوبند کی تکفیر سے متعلق مسائل پر گفتگو کی عون احمد ان کا جواب دینے سے قاصر رہے۔ ان کا شجرہ، عمامہ اور ٹوپی انھیں واپس کیا اور وہیں سے مارہرہ شریف حاضر ہوئے اور حضور سید العلما سید آل مصطفی قادری برکاتی کے دست اقدس پر مرید ہوکر واپس ہوئے۔

مفسر قرآن نے ان سے فرمایا آپ جنک پور ہی میں رہ کر دین کی خدمت کریں۔ آپ ہی کے حکم پر انھوں نے جنک پور میں اقامت اختیار کی۔

اس گفتگو کے راوی مفسر قرآن کے بھتیجے حضرت مولانا سید نظر عالم صاحب قبلہ جانشین حضور مفسر قرآن بھی ہیں۔اور ان کے علاوہ دیگر احباب بھی۔

مفسر قرآن فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد مولانا جیش محمد برکاتی نے اپنی پھوپھی، اہلیہ اور خسر محترم کو مجھ سے مرید کروایا۔اس سفر میں ۲۶ دنوں تک آپ نے لوہنہ میں قیام فرمایا۔

بیلا میں الحاج محمد لوٹن مرحوم کے یہاں بھی اکثر آپ کا قیام ہوتا رہتا تھا۔

مذکورہ بالا واقعات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اگر مفسر قرآن نے بروقت مولانا مفتی جیش محمد صاحب کی رہنمائی نہیں فرمائی ہوتی تو ان کا اور اس علاقہ کا کیا حال ہوتا۔ یقیناً اس خطہ میں بھی سنیت کو آپ کی ذات سے بڑی تقویت حاصل ہوئی۔

اس وقت مفسر قرآن شدید علالت سے دور چار ہیں۔کئی بار پیٹ کا آپریشن ہو چکا ہے۔بزرگوں کی اس آخری نشانی کو اللہ تعالی تادیر ہمارے درمیان باقی رکھے۔

حضرت کے حالات مرتب کرنے کے لیے میرے پیش نظر کوئی بھی کتاب یا مضمون نہیں تھا، ان تمام واقعات واحوال کو بہت ہی تحقیق وتنقید اور تنقیح کے مراحل سے گذار کر حضرت یا ان کے بھتیجے حضرت سید نظر عالم سیوانی دام مجدہ کی زبان سے سن کر راقم سطور نے قلمبند کیا ہے۔کسی بھی ثانوی ماخذ یا مرجع پر اعتماد نہیں کیا ہے۔

## قائد اہل سنت، حضرت علامہ ارشد القادری امجدی کا ورود مسعود

برصغیر ہند کی انتہائی بیدار مغز، حساس مفکر، عالم دین، عالمی شہرت یافتہ شخصیت، جو بیسویں صدی کے نصف اول میں شمالی ہند کے افق سے مطلع اہلسنت پر طلوع ہوئی وہ خلیفۂ قطب مدینہ، مناظر اہلسنت، رئیس القلم، قائد اہلسنت، علامہ ارشد القادری امجدی مصباحی (۱۹۲۵ء۔ ۲۰۰۲ء) قدس سرہ مرید وخلیفہ حضور صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ

اللہ علیہ مصنف بہار شریعت، بانی رکن، ورلڈ اسلامک مشن لندن و بانی، مدرسہ فیض العلوم جمشید پور و جامعہ حضرت نظام الدین اولیا ذاکر نگر، نئی دہلی کی ذات ہے۔

آپ اپنے معاصرین میں کئی خصوصیات کی بنیاد پر ممتاز نظر آتے ہیں۔ حضور حافظ ملت کے تمام شاگردوں میں جتنا بڑا کام بین الاقوامی سطح پر آپ نے کیا ہے کسی نے نہیں کیا۔ آپ کی فکر و عمل، دعوت و تبلیغ کی جولانگاہ کوئی ایک ملک یا ایک براعظم نہیں تھا، بلکہ ایشیا، افریقہ اور امریکہ جیسے براعظموں کی سیاحت فرما کر بہت سے دینی و تبلیغی ادارے قائم کیے۔

آپ کا ایک امتیازی وصف یہ بھی تھا کہ سہل اور نرم زمین میں کبھی قدم نہیں رکھا، بلکہ ہمیشہ اپنے لیے سنگلاخ، بنجر اور اعصاب شکن زمینوں کا انتخاب فرمایا۔ اگر آپ چاہتے تو کسی گنج خمولی میں بیٹھ کر رب کی تسبیح و تقدیس میں پوری عمر گزار دیتے یا کوئی خانقاہ بنا کر دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو جاتے لیکن آپ کی اُفتادِ طبع نے اس قدر آسان زندگی کو پسند نہیں کیا۔ امت مسلمہ کی زبوں حالی، جماعت کا داخلی و خارجی انتشار آپ سے دیکھا نہ گیا، فکر و قلم کی توانائی سے لیس ہو کر عزم و حوصلہ کی ناقابل تسخیر قوت کے ساتھ میدان عمل میں کود پڑے۔

## ملکی خدمات:

(۱) ۱۹۵۲ء میں ٹاٹا جیسی مظبوط کمپنی اور فیکٹری کے شہر میں مدرسہ فیض العلوم کے نام سے ایک دینی فیکٹری کی بنیاد رکھی۔

(۲) بہار کی راجدھانی پٹنہ میں ریاستی سطح پر سنیوں کی نمائندگی کرنے کے لیے کوئی ادارہ نہیں تھا۔ اضطراب انگیز ماحول میں بہار صوبائی سنی کانفرنس منعقد کی اور ۱۲ر مئی ۱۹۶۷ء کو قلب راجدھانی پٹنہ میں "ادارۂ شرعیہ پٹنہ" کی داغ بیل ڈالی۔ آج یہ ادارہ پوری قوت کے ساتھ بہار کے سنی مسلمانوں کی مذہبی قیادت کا فریضہ انجام دے رہا ہے۔

(۳) مغربی یوپی کا حساس ترین علاقہ، سہارن پور میں سنیوں کا کوئی مدرسہ نہیں تھا، سنیوں کی بے توجہی اور خود غرضی کے باعث مغربی یوپی پر اتنی یلغار کی گئی کہ یہاں کی خوش عقیدہ آبادیاں بدعقیدگی میں تبدیل ہو گئیں۔ علامہ کا دل تڑپ اٹھا۔ آپ نے سہارن پور

پہنچ کر نباض قوم وملت حضرت سید حکیم محمد احمد قادری صابری چشتی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۳۷ھ/۲۰۱۶ء) بانی چشتی شفاخانہ کے تعاون سے ۲۶/اپریل ۱۹۸۷ء کو قلب شہر میں جامعہ غوثیہ رضویہ کے نام سے ایک ادارہ کی بنیاد رکھی، جو ۲۶۰۰ گز مربع زمین پر ۳۲ کمروں، تین کانفرنس ہال اور تین منزلہ صابری جامع مسجد پر مشتمل ہے۔(۱)

(۴) گوہاٹی، آسام میں سنیوں کی نمائندگی کے لیے "سیجون باڑی" نامی پہاڑی پر وہاں آرام فرما ایک بزرگ کے نام پر دار العلوم مخدومیہ کی تاسیس کر کے طوفانوں کی زد پر ایک چراغ روشن کر دیا۔

(۵) ۱۹۷۲ء میں دارِ اَرقم، مکہ مکرمہ کی سرزمین پر، مبلغ اسلام علامہ شاہ احمد نورانی قدس سرہ، علامہ عبد الستار خان نیازی قدس سرہ، علامہ ارشد القدری قدس سرہ اور مترجم قرآن، علامہ شاہ فرید الحق، قدس سرہ کے اشتراک سے "الدعوۃ الإسلامیۃ العالمیۃ" (ورلڈ اسلامک مشن) کے نام سے ایک تنظیم کی بنیاد رکھی، جس کا مقصد یورپ وامریکہ، افریقہ اور آسٹریلیا جیسے براعظموں میں اسلام کی دعوت وتبلیغ کا کام مشنری انداز میں کرنا تھا۔ ۱۲/دسمبر ۱۹۷۳ء کو اس کا مرکز برطانیہ کے شہر "بریڈفورڈ" میں منتقل کیا گیا۔(۲)

آپ تاحیات اس کے نائب صدر رہے۔ اس وقت مفکر اسلام علامہ قمر الزماں خان اعظمی، ورلڈ اسلامک مشن کے جنرل سکریٹری ہیں۔

(۶) دار العلوم امجدیہ کراچی (پاکستان) کے اندر ۱۹۸۱ء میں دعوت اسلامی کا قیام آپ ہی کے ذریعہ عمل میں آیا تھا۔ آپ نے مسلمانان پاکستان کے مطالبہ پر ایک عالم گیری دعوتی وتبلیغی تنظیم کا خاکہ بنا کر علماے پاکستانی کے سامنے پیش کیا اور اس کا نام دعوت اسلامی رکھا۔ اس سلسلے میں دار العلوم امجدیہ کراچی میں حضرت علامہ شاہ احمد نورانی، شہزادۂ مبلغ اسلام علامہ شاہ عبد العلیم صدیقی میرٹھی (۱۹۵۴ء) حضرت مفتی ظفر علی نعمانی، بانی

(۱) علامہ ارشد القادری، ایک سفر دہلی سے سہارنپور تک۔ ص: ۲۔ مطبوعہ مکتبہ جام نور۔ دہلی۔

(۲) فغان درویش خودنوشت، علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ

دار العلوم امجدیہ کراچی اور حضرت مفتی وقار الدین رضوی شیخ الحدیث، دار العلوم امجدیہ کراچی وتلمیذ حضور صدر الشریعہ ومرتب ۱۸۔۱۹۔۲۰ حصص بہار شریعت سے مختلف مراحل میں تبادلۂ خیال کے بعد دعوت اسلامی کی تشکیل ہوئی۔ مفتی وقار الدین رضوی کی نشاندہی پر امیر اہلسنت حضرت مولانا محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ کو اس تحریک کا امیر منتخب کیا اور دستار بندی فرمائی۔

## ہالینڈ کا سفر اور جامعہ مدینۃ الاسلام کی تاسیس

۱۹۸۳ء میں کچھ احباب کی دعوت پر قائد اہلسنت نے ہالینڈ کا سفر کیا۔ ان کے لیے بہت آسان تھا کہ دو چار تقریریں کر کے اپنے معتقدین کا ایک محفوظ حلقہ بنا کر واپس لوٹ آتے، لیکن انھوں نے محسوس کیا کہ یورپ میں عیسائی مذہب کا زوال شروع ہو چکا ہے، ان کے چرچ ویران ہو رہے ہیں۔ علامہ شاہ احمد نورانی علیہ الرحمہ اور ان کے حلقۂ اثر کے تعاون سے جامعہ مدینۃ الاسلام کے نام سے ڈین ہاگ کے اندر تعلیمی ادارہ قائم فرمایا اور اس کے لیے تین منزلہ عمارت خریدی۔ یہ ان کے لیے چنداں حیرت کی بات نہیں، وہ خود ہی اس کے موسس بھی تھے، منتظم بھی اور مدرس بھی۔ مسلسل نو مہینے ہالینڈ میں رہ کر ڈچ، انگریزی اور فرنچ زبانوں میں تقریر کرنے والے مبلغین کی ایک ٹیم تیار کر کے ہند واپس ہوئے۔ (۱)

## دوسری بار ہالینڈ کا سفر اور چرچ کی خریداری

ڈاکٹر اقبال لاہوری نے خوب کہا تھا:۔

دی اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں
کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں

اس کی عملی تفسیر اگر دیکھنی ہو تو علامہ ارشد القادری کو دیکھیں۔ جون ۱۹۸۸ء میں دوبارہ آپ نے ہالینڈ کا سفر کیا اور یورپ کو اسلام کی دہلیز پر کھڑا کرنے کے لیے بہت ہی موثر

(۱) فغان درویش، ص: ۱۳۰۔ خود نوشت از علامہ ارشد القادری۔

اور جامع منصوبہ بنایا۔ وہ منصوبہ یہ تھا کہ یہاں ایسے علما پیدا ہوں جو لوگوں کو ان کی مادری زبان میں اسلام کا آفاقی پیغام پہنچا سکیں۔ اس منصوبہ کی تکمیل کے لیے ساٹھ لاکھ میں کیتھولک عیسائی کے ویران چرچ کو خرید کر اس کو اسلامی تعلیمی و دعوتی مرکز میں تبدیل کر دیا۔

## سورینام (جنوبی امریکہ) میں اسلامی مرکز کا قیام

ہالینڈ ہوتے ہوئے ۱۹۸۸ء میں آپ نے سورینام کی زمین پر قدم رکھا۔ وہاں کے شوریدہ حال مسلمانوں کا جائزہ لیا، بے شمار مشکلات سینہ تانے کھڑی تھیں لیکن ان کی پروانہ کرتے ہوئے سورینام کی راجدھانی "پاراماری بو" میں حضرت مبلغ اسلام علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی، خلیفۂ اعلی حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ کے نام پر دارالعلوم علیمیہ کی بنیاد رکھی۔ نیز وہاں مسلمانوں کی کوئی مؤثر سیاسی تنظیم نہ تھی جو ان کے مسائل کو حکومت تک پہنچاتی، اس کے پیش نظر "سرینام مسلم پولیٹکل کونسل" کے نام سے ایک ملک گیر موثر تنظیم کی بنیاد ڈالی۔

## جامعہ حضرت نظام الاولیاء کا قیام

۲۲/اپریل ۱۹۹۲ء کو ۲۲ رخواجگان کی راجدھانی دہلی میں اہلسنت وجماعت کے عظیم دعوتی و تعلیمی مرکز کی بنیاد رکھی، جس کا مقصد فارغین مدارس اسلامیہ کو عربی و انگلش زبان وادب اور تقابل ادیان کا ماہر بنا کر عالمی سطح کا مبلغ بنانا تھا۔ اس جامعہ کے قیام کے بعد طلبۂ اہلسنت کے جامعہ ازہر مصر جانے کی راہ ہموار ہوئی۔ معاصر ازہری علما کی بڑی تعداد یہیں سے جامعہ ازہر مصر پہونچی ہے۔ راقم سطور کو پانچ سال تک بحیثیت پرنسپل اس میں خدمت انجام دینے کی سعادت حاصل ہے۔ اس ادارہ کے قیام کے بعد دہلی میں اہلسنت کے مدرسوں کا ایک جال سا بچھ گیا اور سیکڑوں ادارے اور مساجد وجود میں آئے۔ المختصر آپ کی دعوتی، تعمیری، تحریری، تنظیمی، سیاسی، علمی وادبی خدمات کا استقصا یہاں ممکن نہیں اس کے لیے رئیس القلم نمبر، حیات حافظ ملت اور دیگر سوانحی کتب کی طرف رجوع کریں۔ راقم الحروف نے ۲۰۱۱ء میں ایک مبسوط مقالہ لکھ کر کاروان رئیس القلم دہلی میں شائع کیا تھا اسے بھی دیکھ سکتے ہیں۔

## قائد اہلسنت علامہ ارشد القادری کا پہلا دورۂ نیپال

معلوم تاریخ کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ۱۳۸۵ھ/ ۱۹۶۴ء ۲۰۲۰ بکرمی میں قائد اہلسنت مناظر اسلام، علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ نے پہلی بار اپنے استاذ گرامی حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے ساتھ مشرقی نیپال کے براٹ نگر شہر کا تبلیغی دورہ فرمایا۔

پیرو خان ساکن لائن کوائر، براٹ نگر (نیپال)، مولانا حافظ بدر الدجی جامعی اشرفی موجودہ صدر المدرسین مدرسہ اشرفیہ اظہار العلوم، براٹ نگر اور کثیر باشندگان براٹ نگر کا مشترکہ بیان ہے کہ مورنگ نیپال کا علاقہ جس میں صنعتی شہر براٹ نگر واقع ہے عرصۂ دراز سے دیوبندی وہابی جماعت کے نرغے میں تھا۔ عوام سنی صحیح العقیدہ تھے۔ سنی مدارس اور سنی علما نہ ہونے کے سبب یہاں کے مسلمانوں کا ایمان متزلزل ہونے لگا۔ وہابی مولوی بار بار مناظرے کا چیلنج کر رہے تھے۔ یہ تمام باتیں یہاں کے لوگوں نے کسی ذریعہ سے حضور حافظ ملت تک پہونچائیں۔ حافظ ملت نے فرمایا تم لوگ وہاں ایک جلسہ کا پروگرام رکھو۔ لوگوں نے لائن کوائر مصطفائیہ مسجد کے سامنے اسکول کی فیلڈ میں جلسہ کا پروگرام رکھا۔ حضور حافظ ملت، خطیب مشرق مولانا مشتاق احمد نظامی، قائد اہلسنت علامہ ارشد القادری اور شیخ اعظم سید اظہار اشرف جیلانی علیہم الرحمہ کے ساتھ یہاں تشریف لائے اور شب میں خطاب فرمایا۔ علمائے اہلسنت نے عقائد و معمولات اہلسنت کو دلائل و براہین سے ثابت کیا اور صبح میں حضور حافظ ملت نے مدرسہ محمودیہ کے صدر المدرسین مولوی قاسم کو ایک خط لکھ کر چیلنج مناظرہ کیا۔ اس خط کو لے کر جانے والے پیرو خان اب بھی باحیات ہیں اور ان سے اس کی تصدیق ہو چکی ہے۔ بعدہ ان کے خیمہ میں ہلچل سی مچ گئی اور کسی نے مناظرہ قبول نہیں کیا۔

## قائد اہلسنت کا دوسرا دورۂ نیپال اور آل نیپال تنظیم المدارس کا قیام

حضرت قائد اہلسنت رئیس القلم علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ نے جہاں معلوم دنیا کے بیشتر خطوں اور دور دراز ملکوں کا سفر فرمایا وہیں نیپال بھی آپ کے طائر فکر کی جولانگاہ میں

شامل تھا۔ گو نیپال میں آپ کے دوروں کی پوری تفصیلی تاریخ نہیں ملتی تاہم جو دستیاب ہو سکی ہے وہ نہایت قابل قدر اور حیرت انگیز ہے۔

آپ نے نیپال کا دوسرا دورہ ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۹۷۹ء میں فرمایا تھا۔ ترائی نیپال کی علمی اور مردم خیز بستی "علی پٹی" ضلع مہوتری میں مدرسہ مصباح المسلمین کے زیر اہتمام "تاجدار مدینہ کانفرنس" کا انعقاد ہوا تھا جس میں قائد اہلسنت مہمان خصوصی کی حیثیت سے مدعو تھے۔ اس کانفرنس میں قائد اہلسنت کے علاوہ حضرت بحر العلوم مفتی عبد المنان صاحب اعظمی قدس سرہ، حضرت محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری، سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الامجدیہ الرضویہ گھوسی، شیخ طریقت حضرت مولانا جید القادری مظفر پوری، حنیف ملت، حضرت مفتی محمد حنیف قادری کٹیاوی قدس سرہ، شیر نیپال، حضرت مفتی جیش محمد برکاتی سابق شیخ الحدیث الجامعۃ الحنفیہ الغوثیہ جنک پور، فقیہ النفس، حضرت مفتی محمد کلیم الدین صاحب براہیمی قدس سرہ نیپال، فخر نیپال مولانا مفتی محمد اسرائیل رضوی مصباحی صدر المدرسین مدرسہ مصباح المسلمین علی پٹی وغیرہم بیرونی و مقامی علما نے شرکت فرمائی۔

قائد اہلسنت نے صرف جلسہ میں شرکت نہیں کی بلکہ یہاں کے علمائے اہلسنت کی تحریکی و تنظیمی خدمات کا جائزہ بھی لیا۔ آپ نے محسوس کیا کہ مدارس اہلسنت نہایت خستہ حالت میں ہیں ایک مدرسہ کا دوسرے مدرسہ سے کوئی ربط نہیں ہے، ایک ادارہ دوسرے ادارہ کا تعاون نہیں کر پا رہا ہے۔ اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے علما و مدارس کے درمیان ربط باہم پیدا کرنے کے لیے علمائے کرام کے متفقہ مشورے سے "آل نیپال تنظیم المدارس" قائم فرمایا(۱)

مفتی محمد اسرائیل رضوی، صدر المدرسین دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین، علی پٹی نے آج سے ۳۸ سال قبل دار العلوم ہذا کی تاریخ اور جلسۂ تاجدار مدینہ کی روداد پر مشتمل ایک مفید رسالہ گلشن علم و ادب کے نام سے تحریر فرمایا تھا۔ اس میں "تنظیم المدارس" نیپال کے قیام و بنا پر روشنی ڈالتے ہوئے رقمطراز ہیں:

(۱) مولانا محمد الیاس مصباحی سیتامڑھی، تذکرہ علمائے اہلسنت سیتامڑھی، ج: اول، ص: ۴۳۰، ۲۰۱۳ء

## تیسرا اجلاس

**زیر صدارت:** مفکر اسلام، شہنشاہ قلم، حضرت علامہ ارشد القادری صاحب قبلہ مدظلہ العالی دوسو علما و دانشور اور ذمہ داران ادارہ پر مشتمل یہ اجلاس انعقاد پذیر ہوا۔

سب سے پہلے اجلاس کی صدارت کے لیے راقم الحروف نے حروف علامہ کے نام نامی اسم گرامی کو پیش کیا۔ سارے حاضرین نے اس کی تائید کی۔ بعدہ حضرت صدر محترم نے محب گرامی کلیمی صاحب کو اس مجلس شوری کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالنے کا حکم دیا۔

مولانا کلیمی صاحب نے نہایت شرح و بسط کے ساتھ ان چار تجاویز کی طرف حاضرین علما و مفکرین کے ذہنوں کو مبذول کرایا جس کا ذکر میں کر چکا ہوں۔

حضرت علامہ موصوف کی قیادت عظمیٰ میں جملہ ارباب علم و فکر نے نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ خوشگوار ماحول میں حصہ لیا اور اپنے اپنے ذہن کے مطابق مشورے دیے۔

**خلاصۂ گفتگو:** کافی غور و فکر اور بحث و تمحیص کے بعد مذکورہ تجاویز کو سامنے رکھتے ہوئے ایک جامع و معقول ضابطہ اور اس ضابطہ کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ایک تنظیم بنام ''تنظیم المدارس'' کی تشکیل بھی عمل میں آئی۔(۱)

اگر علمائے نیپال آج بھی اس تنظیم کے پلیٹ فارم سے کام کرنے کے لیے سرگرم عمل ہو جائیں تو عنقریب ہماری صفوں میں اتحاد پیدا ہو سکتا ہے اور مدارس کا بگڑا ہوا ڈھانچہ درست ہو سکتا ہے۔ یکساں نصاب و نظام تعلیم کے تحت تمام مدرسوں میں تعلیم جاری کی جا سکتی ہے۔

# نیپال کے تاریخ ساز مناظرہ میں قائد اہلسنت کی شرکت

اللہ تعالیٰ نے قائد اہلسنت کو دھڑکتا ہوا دل، برسنے والی آنکھیں، سمندر جیسا وسیع علم، پہاڑ جیسی تمکنت اور قوت استدلال بخشی تھی۔ جب بھی کبھی عقیدۂ توحید پر ضرب پڑتی یا ناموس رسالت کو پامال کیا جاتا، آپ تڑپ اٹھتے تھے اور صف شکن مجاہد کی صورت

(۱) گلشن علم و ادب، ص: ۵۴۔ ناشر: دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین، علی پٹی، نیپال، ۱۴۰۰ھ۔

میں میدان مناظرہ میں پہنچ جاتے۔ ہندوستان بھر میں آپ نے ایک درجن سے زائد مناظرے کیے جن کی ایک لمبی تاریخ ہے۔ مشرقی نیپال میں براٹ نگر (مورنگ) کا علاقہ عرصۂ دراز سے بدمذہبوں کی لپیٹ میں تھا۔

۱۹۷۶ء میں مخدوم المشائخ شہزادۂ سرکار کلاں سید محمد اظہار اشرف جیلانی سجادہ نشین خانقاہ اشرفیہ حسینیہ سرکار کلاں (متوفی ۲۰۱۲ء) نے دوسری بار رانی براٹ نگر ۲۲ ضلع مورنگ کا دورہ فرمایا اور سنی جماعت کمیٹی کی طرف سے ہونے والے جلسہ میں شرکت فرمائی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ یہاں کے لوگوں میں حق و باطل کی کوئی تمیز نہیں تھی۔ نہ سنی صحیح العقیدہ جماعت کا کوئی مدرسہ تھا۔ آپ نے وہاں تبلیغ وارشاد کے ذریعہ احقاق حق اور ابطال باطل کیا اور حق و باطل کے مابین ایک خطِ امتیاز کھینچا۔ آپ کی روحانی اور نورانی صورت کو دیکھ کو لوگ حلقہ بگوشِ سلسلہ ہونے لگے۔ پھر آپ نے یہاں کی سنیت کے مستقبل کو محفوظ کرنے کے لیے مدرسہ کے قیام کا منصوبہ بنایا، ایک مرید باوفا کے دروازہ پر بشکل مکتب مدرسہ کا قیام عمل میں آ گیا۔

تیسری بار ۱۹۷۸ء میں تشریف لائے اور ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔ کثیر تعداد میں لوگ داخل سلسلہ ہوئے۔ اسی موقع پر ایک وسیع وعریض آراضی پر باضابطہ مدرسہ کی بنیاد رکھی اور مدرسہ اشرفیہ اظہار العلوم نام تجویز فرمایا۔ (۱)

قیام مدرسہ کے بعد واضح طور پر لوگ دو مسلکی گروپوں میں بٹ گئے۔ اہلسنت وجماعت کے لوگ میلاد وقیام وفاتحہ ودیگر معمولات اہلسنت بجالانے لگے اور اہل توھب اس کی مخالفت کرنے لگے۔ اسی درمیان یہ ماحول پیدا ہو گیا کہ حق پر کون؟ اور دونوں طرف کے لوگوں میں مناظرہ طے پا گیا۔

۱۹۸۲ء میں سنیوں کی طرف سے بحیثیت مناظر خود شیخ اعظم، سید اظہار اشرف جیلانی، کچھوچھوی علیہ الرحمہ اور مناظر اہلسنت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ تشریف لائے اور دیوبندیوں کی طرف سے کون مناظر تھے اس کا پتہ نہیں چل سکا۔ دو اسٹیج تیار کیے گئے،

(۱) مولانا عطاء المعین اشرفی، شیخ اعظم، ص: ۴۱۸۔۴۱۹، ناشر: جمعیۃ الاشرف اسٹوڈینٹس مومنٹ، کچھوچھہ شریف، مئی ۲۰۱۲ء۔

نماز عشا کے بعد مناظرہ ہونا طے پایا تھا۔ صحافی وایڈوکیٹ جناب اشتیاق احمد ایوبی بن احمد خان السوری القادری السہسرامی ثم الدھلوی جو ۱۹۷۱ء سے ۱۹۹۲ء تک بہار میں قائد اہلسنت کے ساتھ بہت سے پروگراموں میں شریک رہے ان کا بیان ہے کہ قائد اہلسنت نے اس مناظرہ کی روداد ہم لوگوں سے اس طرح بیان کیا۔ علماے اہلسنت عشا کی نماز کے بعد رونق اسٹیج ہو گئے اور دیوبندی مناظر کے آنے کا انتظار کرنے لگے۔ دیوبندی جماعت کا اسٹیج خالی رہا، اخیر تک ان کا کوئی مولوی مناظرہ گاہ میں نہیں پہنچا، یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ سنیوں نے جشنِ فتح منایا اور اسی میدان میں نماز فجر پڑھی گئی۔ دیوبندی جماعت کے مناظر اور علما پر قائد اہلسنت اور شیخ اعظم کا ایسا علمی رُعب طاری ہو گیا کہ وہ مناظرہ گاہ تک آنے کی ہمت نہ کر سکے، جس کے بعد سیکڑوں لوگوں نے بدمذہبوں کے خیمہ سے نکل کر سنیت اختیار کی اور شیخ اعظم کے دست حق پرست پر مرید ہوئے۔ اس کے بعد لوگوں پر سنیوں کی حقانیت آفتاب کی طرح واضح ہو گئی۔

مولانا عطاء المعین اشرفی استاذ مدرسہ اشرفیہ اظہار العلوم، رانی براٹ نگر اس تاریخ ساز مناظرہ کے تعلق سے لکھتے ہیں:

"۱۹۸۲ء میں تیسری بار حضور شیخ اعظم مناظرہ کے لیے تشریف لائے۔ اس موقع پر آپ کے ساتھ رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کے علاوہ اور دیگر علما بھی تشریف لائے۔ آمنے سامنے دو اسٹیج بنائے گئے، لیکن دیوبندیوں نے راہ فرار اختیار کیا اور مناظرہ نہیں ہو پایا، سنیوں نے کامیاب جلسہ کیا جس سے متاثر ہو کر کافی تعداد میں لوگ مذہب حقہ کی طرف پلٹنے لگے۔ (۱)

یہاں تذکرہ نگار نے بہت ہلکے انداز میں علامہ موصوف کا ذکر کیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ بحیثیت مناظر ہی وہاں تشریف لے گئے تھے جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ بقول اشتیاق احمد ایوبی صاحب یہ وہ زمانہ تھا جب نیپال میں بڑی سیاسی افراتفری اور

(۱) شیخ اعظم، ص: ۴۱۹، ناشر: جمعیۃ الاشرف اسٹوڈینٹس مومنٹ، کچھوچھہ شریف، مئی ۲۰۱۲ء

انتشار کا ماحول تھا۔ اس مناظرہ کے بعد وہاں سنیت نکھر گئی، کثرتِ اَسفار، ہجوم افکار اور قلت عمر کے سبب قائد اہلسنت کو نیپال کی طرف عنان توجہ موڑنے کا زیادہ موقع نہیں مل سکا ورنہ یہاں بھی کوئی نشانی ضرور بطور یادگار چھوڑ جاتے۔

## نیپال میں حضرت شمس الاولیا، مولانا شمس الحق نوری باڑاوی رحمۃ اللہ علیہ کا فیضان

معلوم تاریخ کے مطابق آج سے ستّر سال پیشتر قادریہ رضویہ سلسلہ نیپال پہونچ چکا ہے۔ اس سلسلے کی اشاعت کے لیے بہت پہلے جو بزرگ یہاں تشریف لائے وہ حضرت شمس الاولیا، زبدۃ الاصفیا، قدوۃ العرفاء مولانا شاہ شمس الحق ابن شیخ مراد علی بن شیخ صمدانی رضوی نوری، خلیفہ حضور مفتیٔ اعظم ہند و مریدِ شیر بیشۂ اہل سنت حضرت مولانا حشمت علی خان پیلی بھیتی علیہما الرحمۃ ہیں۔

آفتاب ولایت، ماہتاب طریقت، حضرت شمس الاولیاء (ولادت ۱۵ر جنوری ۱۹۳۳ء وفات ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء) قادری رضوی نوری سلسلہ کے پہلے صوفی بزرگ ہیں جنھوں نے ترائی نیپال کے دھنوشہ، سرہا، مہوتری اضلاع کو بالخصوص اور پورے خطۂ نیپال کو بالعموم اپنے چالیس سالہ روحانی، تبلیغی دوروں سے فیضیاب کیا۔ ہزارہا لوگوں نے معاصی و منکرات سے آپ کے دستِ حق پرست پر توبہ کی اور سلسلۂ رضویہ میں داخل ہوئے۔ بلہا، مرچیا، اورنگ، مہیشپور، مجھاؤ، پریا گپور، لہان، جنک پور، شوبھاپور اور کپٹول کے علاقے آپ کے روحانی اور دعوتی مشن کے اہم پڑاؤ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ دیوبندیت اور وہابیت کا ان علاقوں میں آج نام و نشان تک نہیں پائے جاتے ہیں۔ حضرت شمس الاولیاء کو راقم الحروف نے ان کی ضعیفی کے ایام میں دیکھا ہے۔ حضرت سے سب سے پہلی ملاقات غالباً ۱۹۹۴ء میں ہوئی ہے جب آپ مرچیا کی سرزمین پر تشریف لائے ہوئے تھے اور پیادہ پا ہی کہیں کا سفر فرما رہے تھے۔ میں اورنگ سے اپنے عم مکرم

حضرت مولانا احمد حسین برکاتی کے ہمراہ جنک پور جانے کے لیے روانہ ہوا تھا۔ مرچیا مدرسہ کے قریب ہی حضرت کی زیارت ہوئی۔ دوسری ملاقات شوبھاپور لہان میں ہوئی۔ وہاں میرے برادر نسبتی جناب چھنکن میاں مرحوم کے یہاں محفل میلاد تھی، جب حضرت کا بیان ہوا تو آپ نے فرمایا:

۴؍ بار میں نے خواب میں سرکار دو عالم ﷺ کی زیارت کی۔ میرے سر میں عرصہ سے درد رہتا تھا اور ختم نہیں ہوتا تھا میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ آقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر پر اپنا دست مبارک پھیر دیا، اس دن سے آج تک کبھی سر میں درد نہیں ہوا۔ پھر فرمایا: اسی شب میں نے حضرت سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی بھی زیارت کی اور یہ دیکھا کہ وہ دونوں سرکار کے پہلو میں ہیں۔ اس واقعہ کو محفل میں موجود سارے لوگوں نے سنا۔ میرے والد ماجد حضرت مولانا محمد عیسیٰ برکاتی اور عم مکرم حضرت مفتی محمد عثمان برکاتی بھی اس محفل میں موجود تھے۔

## شمس الاولیاء کا روحانی مقام:

حضور شمس الاولیاء، اپنے عہد کے بلند پایہ عالم دین، عظیم فقیہ، بخاری شریف تک بچوں کو درس دینے والے مدرس، داعی اسلام اور عالی مرتبت صوفی بزرگ، شریعت و طریقت کے مجمع البحرین تھے۔ خلق کو آپ سے بے انتہا فیض پہونچا۔ صاحب کشف و کرامت تھے۔ آپ کے عُلُوِ مرتبت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ آپ کا مقام اتنا بلند تھا کہ اپنے جسم کے ساتھ لوگوں کی نظروں سے غائب ہوجانے پر قادر تھے۔ ایسا ہی ایک واقعہ بلہا کی سرزمین پر مسجد میں پیش آیا۔ بہت سے لوگوں سے سنا یا گیا ہے کہ آپ مشغول عبادت تھے مریدین آپ کے انتظار میں تھے۔ کچھ دیر بعد دیکھا تو حضرت مسجد میں نظر ہی نہیں آئے۔ پھر کچھ پہر کے بعد دوبارہ ظاہر ہوئے۔ جس نے دیکھا اس سے اخفاء حال کی تاکید فرمائی۔ شدہ شدہ یہ کرامت کافی مشہور ہوئی۔ علما جانتے ہیں کہ طبقۂ

اولیاء میں بھی ہر ولی کو ایسا تصرف حاصل نہیں ہوتا کہ وہ آنِ واحد میں اپنے جسموں کے ساتھ کہیں اور منتقل ہو جائیں بلکہ یہ مقام کبار اولیا وصوفیا کا ہے۔(۱) خلاصہ یہ کہ آپ کی اِصلاحی، دعوتی اور روحانی کوششوں سے اسلام اور مسلمانوں کو اس کفرستان میں بڑی تقویت حاصل ہوئی۔ آپ کا مزار باڑا لہور یا شریف، ضلع سیتامڑھی، بہار میں مرجع خلائق ہے۔ اگر کوئی عالم دین حضور شمس الاولیا کی سوانح حیات اور ان کی تبلیغی کاوشوں کو کتابی شکل میں جمع کر دیں تو یہ بہت بڑی دینی خدمت ہوگی اور پوری جماعت کی طرف سے مستحق شکریہ بھی ہوں گے۔

اس قوم اور علما پر افسوس ہوتا ہے کہ ایسی ایسی شخصیتوں کو ہم نے کس طرح سے گمنام کر کے رکھ دیا ہے۔ ان کے نام پر صرف جلسے اور عرس کر لینے کو کافی سمجھا جاتا ہے۔

حضرت کی زندگی کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ اپنے اس تبلیغی مشن کی راہ میں شہر ہو یا دیہات، سواری ملے یا نہ ملے اس کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ اگر سواری مل جائے تو ٹھیک ورنہ پیادہ پاؤں ہی چل دیئے۔ وہ دیہات جہاں بس، جیپ جانے کی سہولت میسر نہیں ہے وہاں آپ بیل گاڑی، سے سفر کیا کرتے تھے۔ بیل گاڑی سے سفر کرتے ہوئے میں نے بھی دیکھا ہے۔

یہ سادگی، یہ تواضع، ایسی درویشی، فقر واستغنا، کی یہ شان آج کے مشائخ میں دور دور تک نظر نہیں آتی۔ اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نیپال میں اردو و فارسی زبان کے عظیم شاعر میرے عم مکرم حضرت مفتی محمد عثمان برکاتی یوں لب کشا ہوئے۔ ؎

(۱) آپ دائم الذکر شیخ تھے۔ مہیشپور ضلع سرہا نیپال جہاں حضرت شمس الاولیا کے عقیدت مندوں کا ایک جہان آباد ہے۔ غالباً ۲۰۰۱ء میں مہیشپور کے مریدوں نے ایک جلسہ ''بنام شمس الاولیا کانفرنس'' منعقد کیا۔ حضرت شمس الاولیا تشریف لائے۔ مدرسہ میں آپ کا قیام رکھا گیا آپ محو استراحت ہوئے۔ چند لوگوں نے پاؤں دبانا شروع کیا۔ راقم سطور نے بھی خدمت کی سعادت حاصل کی۔ آپ کی آنکھیں بند تھیں اور وقفہ وقفہ سے انگوٹھوں کو چومہ لیتے کافی دیر تک یہ سلسلہ چلتا رہا۔ اس وقت تو مجھے حیرت ہوئی اور کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ ماجری کیا ہے لیکن اب جب غور کرتا ہوں تو ان کا روحانی مقام بہت اونچا دکھائی دیتا ہے۔ لگتا ہے کہ نیپال کی ولایت وقطبیت کا تاج اس عہد میں آپ ہی کے سر پہ رکھا گیا تھا جس کے فرائض کی ادائیگی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔

گلستانِ ولایت کے گل شاداب کی خوشبو
چلی باڑا سے پھر نیپال کا گھر گھر معطر ہے
میری آنکھوں کے رستے خانۂ دل میں قدم رکھیے
کہ بارہ سال سے تیرے بنا ویران یہ گھر ہے
پیادہ پاؤں چل چل کر سکھانا دین کی باتیں
بتا عثمان کوئی دوسرا ایسا بھی رہبر ہے
(نور کا صدقہ)

## نیپال میں حضرت تاج الشریعہ کا فیضان

خانوادۂ اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت قدس سرہ کا نیپال سے اتنا گہرا تعلق ہے کہ اسے بیان کرنے کے لیے مستقل تصنیف درکار ہے۔ حضور مفتیٔ اعظم ہند سے لے کر حضور ریحان رضا تک یوں تو ہر بزرگ نے اپنا فیض نیپال کو بخشا لیکن موجودہ عہد میں اپنے کثیر دوروں سے نیپال کو زیادہ فیضیاب کرنے والی رضوی شخصیت حضور تاج الشریعہ کی ہے۔

نیپال میں نصف صدی سے آپ کے دورہ کی تاریخ ملتی ہے۔ قبل اس کے کہ آپ کے سفرِ نیپال پر روشنی ڈالی جائے، آپ کے مختصر حالات زندگی ہم ذیل کی سطور میں سپرد قرطاس کر رہے ہیں کیوں کہ بہت سے لوگ وہ ہیں جو آج صرف ان کے نام سے انھیں جانتے ہیں ان کے بارے میں انھیں بنیادی معلومات حاصل نہیں ہیں۔ جس کے سبب ان کے قرار واقعی مقام و مرتبہ سے بھی ناواقف ہیں۔

حضرت تاج الشریعہ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ ایں خانہ ہمہ آفتاب است۔ تاہم نیپال میں بہت سے لوگ وہ ہیں جو انھیں صرف ایک پیر کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ ان کے علمی، فقہی اور دعوتی خدمات سے ناآشنا ہیں۔

حضور تاج الشریعہ کی پیدائش ۲۳ر نومبر ۱۹۴۳ء کو بریلی شریف میں ہوئی۔ آپ کا

پیدائشی نام محمد اسماعیل رضا خان رکھا گیا اور عرفی نام اختر رضا سے مشہور ہوئے۔ آپ کے والد مفسر اعظم ہند علامہ ابراہیم رضا خان جیلانی اور دادا حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خان قادری اور پر دادا، مجدد اسلام اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا قادری اور نانا قطب الاقطاب، شیخ المشائخ حضور مفتیٔ اعظم ہند ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

تسمیہ خوانی حضور مفتیٔ اعظم نے کرائی۔ ابتدائی کتابیں والد ماجد سے پڑھیں۔ والدہ ماجدہ نے قرآن ختم کرایا اور دس سال کی عمر میں ایف، آر (F.R.O) اسلامیہ انٹر کالج میں داخلہ لیا جہاں انگریزی، ہندی، ریاضی اور دوسرے علوم جدیدہ کی تحصیل کی۔ منظر اسلام میں فضیلۃ الشیخ مولانا عبدالتواب مصری سے عربی زبان میں بھرپور استفادہ کیا۔ ان کو آپ عربی اخبار پڑھ کر سناتے، اردو اور ہندی کے اخبارات پڑھ کر ان کا عربی میں ترجمہ فرماتے۔ کسی بھی زبان کو سیکھنے کے لیے یہ اتنا مؤثر اور کارگر طریقہ ہے کہ اس سے زود آور اور مؤثر طریقہ راقم الحروف کی نظر میں اور کوئی نہیں ہے۔ کچھ عرصہ بعد ہی آپ اہل زبان کی طرح عربی بولنے پر قادر ہو گئے۔ کاش! ہمارے مدرسوں کے عربی اساتذہ بھی اس انوکھے اسلوب کو اپناتے۔ آپ کی ذہانت سے متاثر ہو کر مصری استاذ نے آپ کے والد ماجد سے کہا کہ ان کا داخلہ جامعہ ازہر مصر میں کرائیں۔ ۱۹۶۳ء میں آپکا داخلہ جامعہ ازہر کے کلیہ اصول الدین میں ہوا۔

آپ نے اپنی زبان دانی سے عرب اساتذہ کو خوش گوار حیرت میں ڈال دیا۔ اساتذہ نے بھی آپ کو اپنی توجہ کا مرکز بنا لیا۔ ۱۹۶۶ء میں کلیہ اصول الدین سے آپ کی فراغت ہوئی اور پورے جامعہ ازہر میں اول نمبر پر آئے۔ اس وقت کے مصری صدر جمال عبدالناصر نے آپ کو جامعہ ازہر ایوارڈ پیش کیا۔

ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف کے مدیر نے اس وقت جو رپورٹ شائع کی تھی وہ اس طرح ہے:

مولانا اختر رضا خان صاحب نہ صرف جامعہ ازہر مصر میں بلکہ مصر میں اول نمبر سے

پاس ہوئے۔ مولا تعالیٰ ان کو اس سے زیادہ بیش از بیش کامیابی عطا فرمائے اور انھیں خدمات کا اہل بنائے۔(۱)

۱۲؍جون ۱۹۶۵ء کو والد ماجد، مفسر اعظم ہند کا سانحۂ ارتحال پیش آیا، جس سے آپ کو بڑا سخت صدمہ لاحق ہوا۔ جب گھر واپس ہوئے تو حضور مفتیٔ اعظم ہند نے بنفس نفیس اسٹیشن پہنچ کر شہزادہ کا استقبال کیا جس سے غم کا بوجھ ہلکا ہوا، پھر نانا جان ہی کی تربیت میں آپ کے سارے علمی وروحانی مراحل طے ہوئے۔ ۱۹۶۶ء میں منظر اسلام میں مسند تدریس کو رونق بخشی۔ ۱۹۶۸ء میں حضرت مولانا حسنین رضا بریلوی ابن استاذ زمن حسن بریلوی قدس سرہما کی صاحب زادی سے آپ کا عقد نکاح ہوا۔ ۱۵؍جنوری ۱۹۶۲ء کو ۱۹؍سال کی عمر میں حضور مفتیٔ اعظم نے آپ کے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے کر جمیع سلاسل عالیہ، قادریہ، سہروردیہ، چشتیہ وغیرہ کی اجازت وخلافت عطا فرمائی۔ اس تقریب خلافت میں حضور مجاہد ملت، حضور برہان ملت، مولانا خلیل الرحمٰن محدث امروہوی اور علامہ مشتاق احمد نظامی رحمہم اللہ کے علاوہ کثیر تعداد میں علمائے کرام موجود تھے۔

مارہرہ مطہرہ کے عرس قاسمی میں حضور احسن العلما نے سلسلۂ قادریہ برکاتیہ نوریہ کی تمام اجازت وخلافت عطا فرمائی۔ آپ کو حضور سید العلما وبرہان ملت سے بھی اجازت وخلافت حاصل ہے۔(۲)

## حضور تاج الشریعہ کا علمی وفقہی مقام:

حضور تاج الشریعہ کی ذات آج اعلیٰ حضرت کے علوم وفنون کی صحیح جانشین ہے۔ عرب وعجم میں آپ سے بڑا محتاط فقیہ، آج دور تک دکھائی نہیں دیتا۔ فقہ وفتاوی کی مرجع آپ کی ذات ہے۔ تفسیر وحدیث، فقہ وکلام وادب اور تاریخ وسوانح پر ۳؍درجن سے

(۱) ماہنامہ اعلیٰ حضرت جمادی الاولیٰ ۱۳۸۵ھ/ ۱۹۶۵ء۔

(۲) ماخوذ از تجلیات تاج الشریعہ، مولانا شاہد القادری، مطبوعہ رضا اکیڈمی، ممبئی، ۲۰۰۹ء۔

زیادہ کتب آپ کے تبحر علمی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ آپ نے بخاری شریف پر عربی زبان میں حاشیہ رقم فرمایا، اعلیٰ حضرت کی ایک درجن سے زائد کتب کو عربی کا جامہ پہنایا ہے۔

الحق المبین (عربی) دفاع کنز الایمان، ٹی وی اور ویڈیو کا آپریشن، مرآۃ النجدیہ، حاشیہ عصیدۃ الشہدۃ شرح قصیدہ البردۃ (عربی)، تصویر کا شرعی حکم، تین طلاقوں کا شرعی حکم وغیرہ آپ کی تصانیف سے ہیں۔ تفصیل کے لیے تجلیات تاج الشریعہ کا مطالعہ کریں۔

## تاج الشریعہ کا دورۂ نیپال:

حضور تاج الشریعہ کا نیپال میں سب سے پہلا دورہ ۱۹۶۷ء میں ہوا۔ جامعہ ازہر، مصر سے فراغت کے بعد جلد ہی آپ نے نیپال کا دورہ فرمایا تھا۔ یہ دورہ نیپال کے بھانٹر سر، ضلع سرلاہی میں ہوا اور اس دورہ کے محرک حضرت مفتیٔ اعظم ہالینڈ مفتی عبد الواجد صاحب قبلہ تھے۔ مفتی صاحب ان دنوں ضلع سرلاہی میں درس وتدریس کا فریضہ انجام دے رہے تھے۔ اس موقع پر بھی اس انتہائی نوجوان شیخ سے کثیر تعداد میں لوگ بیعت ہوئے۔ نیپال کے معروف شاعر ڈاکٹر وصی احمد مکرانی صاحب بھی اسی موقع پر سلسلۂ رضویہ میں داخل ہوئے، پھر بھانٹر سر سے آپ ملنگواں تشریف فرما ہوئے اور تقریباً ایک ہفتہ آپ نے ملنگواں میں قیام فرمایا۔ اس کے بعد تاج الشریعہ اس علاقہ میں ۳۰۔۳۵ سال قبل عرس سلامی کے موقع پر حضرت مولانا مفتی محمد عین الحق شاہد نوری ملنگوی کی کوششوں سے دوبار تشریف لائے۔ مولانا شاہد نوری صاحب منظر اسلام میں حضور تاج الشریعہ کے ہم سبق تھے۔ تیسری بار سندر پور سرلاہی کے ایک اجلاس میں شرکت کے لیے آپ کی آمد ہوئی۔ (بروایت ڈاکٹر وصی مکرانی، سرلاہی)

اس کے بعد ۱۴۱۰ھ/۱۹۸۷ء میں مدرسہ مظہر اسلام کٹیا ضلع مہوتری، نیپال کے زیر اہتمام عظیم الشان ''رسول اعظم کانفرنس'' کے تیسرے اجلاس میں آپ نے شرکت فرمائی۔ آپ کے ساتھ آپ کے چھوٹے بھائی حضرت قمر العلما مولانا قمر رضا خان بریلوی قدس سرہ بھی شریک اجلاس تھے۔ دونوں بزرگوں نے مل کر ہزاروں کے مجمع میں حضرت

حنیف ملت مولانا شاہ محمد حنیف القادری کے سر پر دستار اجازت وخلافت باندھی۔(۱)

۱-۲/اپریل ۱۹۹۵ء مطابق ۸-۱۹/گتے چیت ۲۰۵۱ بکرمی کو دار العلوم حنفیہ اشرفیہ، لہان ضلع سرہا کے زیر اہتمام تاریخ ساز ''سرکار مدینہ کانفرنس'' بموقع دستار فضیلت میں اراکین مدرسہ ہذا کی دعوت پر سرپرست اجلاس کی حیثیت سے تشریف لائے۔ اس موقع پر ہزاروں افراد آپ کے ہاتھ پر سلسلہ رضویہ میں داخل ہوئے اسی سفر میں آپ نے جنک پور نیپال کا بھی دورہ کیا۔

ہزاروں کی تعداد میں آپ کے دست حق پرست پر علما اور عوام نے بیعت کی۔ آج بڑی تعداد میں نیپال کے اندر آپ کے مریدین پائے جاتے ہیں۔ نیپال کے علما میں حضرت حنیف ملت، حضرت شیر نیپال، مفتی جیش محمد برکاتی اور مولانا مفتی محمد نجم الدین قادری صاحبزادۂ حنیف ملت کو آپ نے خلافت واجازت عطا فرمائی ہے۔(۲)

## ممتاز الفقہا، محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری (گھوسی)

### ولادت ونشوونما:

عالم اسلام کی عبقری شخصیت، رئیس المناظرین، عمدۃ المتکلمین، سلطان الاساتذہ، ممتاز الفقہا، محدث کبیر کا پیدائشی نام محمد واحد علی اور عرفی نام ضیاء المصطفیٰ قادری ہے۔ آپ کی ولادت ۲/شوال المکرم ۱۳۵۴ھ مطابق ۲۷/اکتوبر ۱۹۳۵ء یا ۱۹۳۶ء کو بروز یکشنبہ کاشانۂ امجدی گھوسی، ضلع اتر پردیش میں ہوئی۔

والد ماجد حضرت صدر الشریعہ، بدر الطریقہ علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی (۱۳۰۰ھ/ ۱۸۸۲ء-۲/ذی القعدہ ۱۳۶۷ھ) بن مولانا حکیم جمال الدین تلمیذ مولانا ابو الحسنات عبد الحئی فرنگی محلی بن مولانا خدا بخش بن مولانا خیر الدین علیہم الرحمۃ والرضوان مرید وخلیفہ فقیہ

(۱) تجلیات تاج الشریعہ، ص: ۶۰۴، خلفائے تاج الشریعہ، مطبوعہ رضا اکیڈمی، ممبئی، ۲۰۰۹ء۔

(۲) تجلیات تاج الشریعہ، ص: ۶۲۲، مطبوعہ رضا اکیڈمی، ممبئی ۲۰۰۹ء۔

اسلام مجدد اعظم اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان قدس سرہ (۱۲۷۲ھ۔ ۱۳۴۰ھ) وتلمیذ رشید، عمدۃ المتکلمین، استاذ الاساتذہ علامہ ہدایت اللہ خان رام پوری قدس سرہ (م ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء) ارشد تلامذہ، خاتم الحکما، امام المتکلمین، علامہ فضل حق خیر آبادی (۱۲۱۲ھ/ ۱۷۷۷ء۔ ۱۲ر صفر ۱۲۷۸ھ/ ۱۸۶۱ء) قدس سرہ اپنے عہد میں متحدہ ہندوستان کے سب سے بڑے فقیہ اور محدث تھے۔ آپ نے بہار شریعت ۱۷ر حصے لکھ کر اردو زبان میں فقہ حنفی کا عظیم انسائکلو پیڈیا تیار کیا۔ حنفی مذہب کے ہر مفتی وعالم اس کتاب کے محتاج ہیں۔ آپ کم وبیش ۲۰ر سال تک اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی خدمت میں بریلی شریف میں رہے اور اعلیٰ حضرت کے بحر ذخار سے حظ وافر حاصل کرتے رہے۔ چودھویں صدی ہجری کے سب سے بڑے فقیہ ومحدث اور مجدد نے آپ کے تفقہ فی الدین پر اعتماد کرتے ہوئے آپ کو صدر الشریعہ کا خطاب عطا فرمایا (۱) اور ایک بار آپ کی شان تفقہ کو اس انداز میں ظاہر فرمایا۔ آپ کے یہاں موجودین میں تفقہ جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی صاحب میں زیادہ پایئے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ استفتا سنایا کرتے ہیں اور جو جواب دیتا ہوں لکھتے ہیں۔ طبیعت اخاذ ہے، طرز سے واقفیت ہو چکی ہے۔ (۲)

حضور صدر الشریعہ کے علمی استحکام، دینی تسلط اور رَدّ ومناظرہ میں دستگاہ سے متاثر ہو کر اعلیٰ حضرت نے فرمایا:

بلکہ رضا کے شاگردوں کا نام لیے گھبراتے یہ ہیں
میرا امجد مجد کا پکا، اس سے بہت کچیاتے یہ ہیں

اعلیٰ حضرت کی نظر میں صدر الشریعہ، افقہ الفقہا اور اعلم العلما تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اعلیٰ حضرت نے انھیں پورے ہندوستان کا قاضیٔ شرع مقرر فرمایا (۳) اور جب اس قطب

---

(۱) شیشے کا گھر، علامہ عبد الحکیم شرف قادری، ص: ۵۶، مطبوعہ: لاہور۔

(۲) الملفوظ، حضور مفتی اعظم ہند، ملفوظات اعلیٰ حضرت۔

(۳) اکرام امام احمد رضا، ص: ۱۰۶، بحوالہ ماہنامہ اشرفیہ، صدر الشریعہ نمبر، ص: ۱۸۷۔

ربانی کا وصال ہوگیا تو صدر الشریعہ نے ہی نماز جنازہ پڑھائی۔

حضرت صدر الشریعہ کا خانوادہ، برصغیر کا ایک علمی خانوادہ ہے۔آپ کے پردادا مولانا خیر الدین جو گورکھپور یوپی سے گھوسی منتقل ہوئے تھے۔ان سے اوپر پانچ پشت تک عالم گزرے ہیں۔حضرت صدر الشریعہ کے نو صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں ہوئیں ان میں چھٹے صاحبزادے کا نام محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری ہے۔آپ حضرت صدر الشریعہ کی چوتھی حرم، محترمہ ہاجرہ علیہا الرحمہ بنت مولانا شاہ عبد اللطیف رشیدی قدس سرہ (والد ماجد علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ) سے ہیں۔(۱)

محدث کبیر کی ابتدائی تعلیم والد ماجد کی آغوش عاطفت میں ہوئی۔تسمیہ خوانی، اردو، فارسی، عم پارہ، میزان ومنشعب املا اور خوش خطی کی تعلیم انھوں نے خود دی۔صرف ونحو کی ابتدائی کتابیں اپنے بڑے ماموں فیض العارفین، پیر طریقت حضرت مولانا غلام آسی پیا حسنی، برادر کبیر علامہ ارشد القادری علیہما الرحمہ، شیخ الحدیث جامعہ عربیہ ناگپور کی خدمت میں ۲ رسال رہ کر پڑھیں۔حضرت محدث کبیر فرماتے ہیں:

میرے پاس صرف ونحو کی جو کچھ پونجی ہے وہ میرے بڑے ماموں حضرت فیض العارفین کی تعلیم وتربیت کا فیضان ہے۔(۲)

۱۳۶۹ھ/ ۱۹۵۰ء کو دار العلوم اہلسنت اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور حاضر ہوئے اور حضرت صدر الشریعہ کے ارشد تلامذہ، فخر المحدثین، جلالۃ العلم، حضور حافظ ملت، علامہ شاہ عبد العزیز محدث مراد آبادی علیہ الرحمہ (م ۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء) کی خدمت میں کامل آٹھ سال رہ کر ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۹۵۷ء میں درجۂ فضیلت سے فارغ ہوئے۔فراغت کے بعد حضور حافظ ملت کے حکم پر معقولات ومنقولات میں دو سال تک تخصص فرمایا۔آخری سال میں حافظ ملت نے آپ کو شرح مواقف کی امور عامہ مع حواشی زاہدیہ، شمس بازغہ وغیرہ

(۱) حیات حضور محدث کبیر، مفتی ابو الحسن مصباحی، ص: ۶۱، دائرۃ المعارف الامجدیہ، گھوسی۔

(۲) ماہنامہ اشرفیہ، فروری ۲۰۰۳ء، ص: ۳۔

پڑھا کر علوم منقول و معقول کا جبل شامخ بنا دیا۔

حضور حافظ ملت کے ہزار ہا تلامذہ میں آپ کی شان نمایاں نظر آتی ہے۔ حضور حافظ ملت آپ پر فخر کیا کرتے تھے۔ ایک بار فرمایا: میں نے جو کچھ بھی حضرت صدر الشریعہ سے حاصل کیا وہ سب ضیاء المصطفیٰ کو دے دیا۔ (۱)

## بیعت وخلافت

آپ کو حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ الرضوان (۱۳۱۰ھ۔ ۱۴۰۲ھ) سے سلسلۂ قادریہ برکاتیہ میں بیعت وخلافت، واجازت دعاء سیفی وتربیت فتوی نویسی حاصل ہے۔

## تدریسی خدمات

شوال ۱۳۷۹ھ/ ۱۹۵۹ء میں بحیثیت صدر المدرسین شمس العلوم، گھوسی میں تقرری ہوئی۔ دو سال بعد ۱۹۶۱ء میں مستعفی ہو کر حافظ ملت کے حکم پر صوبہ بنگال کی ممتاز درسگاہ دار العلوم فتحیہ فرفرہ میں منصب شیخ الحدیث پر رونق افروز ہوئے۔ جون ۱۹۶۱ء سے اپریل ۱۹۷۰ء تک تقریباً دس سال تک علم کے دریا بہائے، پھر آئینۂ حافظ ملت علامہ عبد الرؤف صاحب بلیاوی علیہ الرحمہ نائب شیخ الحدیث، مدرسہ اشرفیہ مبارک پور کے وصال ۱۹۷۱ء کے بعد حضور حافظ ملت کے حکم پر نائب شیخ الحدیث کی جگہ پر شوال ۱۳۹۲ھ مطابق ۱۹۷۲ء کو آپ جامعہ اشرفیہ مبارک پور تشریف لائے۔ ۱۹۸۲ء سے ۱۹۹۹ء تک آپ سرکاری طور پر جامعہ ہذا میں صدر المدرسین رہے اور ۲۰۰۰ء سے ۲۰۰۳ء تک شیخ الحدیث وصدر شعبۂ افتا کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے۔ ان سب کی تفصیلات حیات حضور محدث کبیر نامی کتاب میں دیکھیں۔ آپ کی ہمہ جہت شخصیت کا احاطہ اس مختصر تحریر میں دشوار ہے۔ متعدد مناظرے کیے۔ ملک وبیرون ملک، بلاد عرب، ساؤتھ افریقہ، امریکہ، انگلینڈ، ہالینڈ، زمبابے، پاکستان اور نیپال وغیرہ درجنوں ممالک میں آپ کے دوروں سے اہلسنت وجماعت کو کافی تقویت

(۱) حیات حافظ ملت، مولانا بدر القادری، ص: ۱۶۵۔

حاصل ہوئی ہے۔آپ ہندوستان کے کثیر الاسفار لوگوں میں سے ایک ہیں۔

## نیپال میں محدث کبیر کے دورے

پڑوسی ملک ،"نیپال" ۳۹ سالوں سے آپ کے علمی ،فقہی اور روحانی دوروں سے فیض یاب ہوتا رہا ہے۔آپ کا سب سے پہلا سفر نیپال، ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء میں آل نیپال تاجدار مدینہ کانفرنس کے موقع پر ہوا تھا۔ یہ کانفرنس نیپال کے موضع علی پٹی، ضلع مہوتری میں منعقد ہوئی تھی ، جس میں آپ اپنے ماموں جان حضرت قائد اہلسنت علامہ ارشد القادری اور بحر العلوم حضرت مفتی عبد المنان اعظمی قدس سرہما کے ہمراہ بحیثیت خطیب تشریف لائے تھے۔(۱)

محدث کبیر نے متعدد بار بھمر پورہ، جنک پور، کھریانی، لہان اور نیپال گنج کے علاوہ بہت سے شہر و دیہات کو اپنا فیض بخشا ہے اور اپنی تقریری ودعوتی خدمات کے ذریعہ مسلمانان نیپال کی رہنمائی فرمائی ہے۔متعدد علما کو اجازت وخلافت عطا کی۔ ۲۲-۲۳/ اپریل ۲۰۰۸ء میں فیضان رضا کانفرنس، نوری محلہ برہم پوری، سرلاہی نیپال میں بحیثیت خطیب وسرپرست اجلاس شرکت فرمائی۔ ۲۹/مارچ ۲۰۱۲ء کو نیپال میں آنکھوں کے علاج کے لیے مشہور شہر "لہان" میں منعقدہ جلسۂ سرکار مدینہ میں شرکت فرمائی۔ ۱۴/مارچ ۲۰۱۳ء کو لہان کے نواح میں واقع گورچھاری نام کی بستی میں جلسۂ تاجدار مدینہ میں شرکت فرمائی۔ آپ کے خطاب پرانوار سے یہاں کی سنیت کو تقویت حاصل ہوئی۔ ۲/مارچ ۲۰۱۵ء کو حضرت مولانا شاہ امین الدین احمد قادری مصباحی قدس سرہ سابق صدر المدرسین مدرسہ حنفیہ اشرفیہ، لہان کے جلسۂ ایصال ثواب میں سرپرست اجلاس کی حیثیت سے شریک ہوئے۔ تادم تحریر ۲۴/مئی ۲۰۱۶ء کو حضور محدث کبیر نے بھمر پورہ ضلع مہوتری ، نیپال میں منعقد" محدث کبیر کانفرنس" میں شرکت کے لیے آخری دورہ فرمایا۔

(۱) گلشن علم وادب ،مؤلفہ مفتی محمد اسرائیل رضوی ،مرقومہ ۱۴۰۰ھ

# فقیہ عصر، خلیفہ حضور مفتیٔ اعظم ہند، مولانا محمد صبغۃ اللہ قادری

## (۱۹۳۱ء - ۱۳۹۴ھ)

ترائی نیپال، سرلاہی کی ایک معتبر علمی و عملی شخصیت، فقیہ عصر حضرت مفتی محمد صبغۃ اللہ قادری منظری، خلیفہ حضور مفتیٔ اعظم ہند ہیں۔ آپ کا نسب اس طرح ہے۔ محمد صبغۃ اللہ ابن دل محمد میاں ابن سبحانی میاں بن گمانی میاں بن نرسو میاں آپ کی ولادت ۱۹۳۱ء میں ایک مردم خیز قریہ بھانٹر سر میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ فیض الغربا میں ہوئی۔ مقامی تعلیم سے فراغت پاکر آپ اور مولانا عبدالوحید نوری علیہ الرحمہ نے بریلی شریف مدرسہ منظر اسلام میں داخلہ لیا۔ اس زمانہ میں اس دیار میں علما بہت کم تھے۔ خال خال کہیں عالم نظر آتے تھے۔ جب یہ لوگ بریلی شریف بغرض تحصیل علم جارہے تھے تو لوگ خوشی و مسرت میں جمع ہوکر ان کی روانگی کا جشن منارہے تھے جیسے وہ لوگ حج کو جارہے ہوں۔

حضرت شیر بہار مفتی محمد اسلم قادری مقصود پوری قدس سرہ کے ساتھ ۱۳۷۵ھ/ ۱۹۵۵ء میں علوم نقلیہ وعقلیہ کی تحصیل سے فراغت پائی۔

**اساتذہ:** آپ کے اساتذہ کی فہرست میں حضرت بحر العلوم مفتی سید افضل حسین مونگیری، مولانا معین الدین خان فتح پوری، مولانا ثناء اللہ محدث مئوی سرفہرست ہیں۔

**بیعت وخلافت:** آپ حضور مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ سے بیعت ہوئے۔ بعد میں حضور مفتیٔ اعظم نے اپنی خلافت بھی عطا کی۔ (۱)

**مسند تدریس پر:** بعد فراغت آپ اور مولانا عبدالوحید نوری دونوں حضرات نے اپنے مادر علمی مدرسہ فیض الغربا کی کمان سنبھالی اور اس کو عروج و ارتقا کے ذروۂ کمال تک پہونچایا۔ پوری زندگی تدریسی خدمت اور شخصیت سازی کرتے ہوئے گزار دی۔ اس وقت پچاسوں کوس میں کوئی دینی ادارہ نہیں تھا۔ نیپال کے مختلف گوشوں کے ساتھ بہار اور بنگال

(۱) بروایت ڈاکٹر وصی احمد مکرانی، واجدی، ملنگواں۔

سے بھی تشنگان علوم کے قافلے یہاں کا رخ کرنے لگے۔ دونوں بزرگوں کی کاوشوں سے اس ادارہ نے علاقہ سے جہالت کا خاتمہ کیا۔ لوگوں میں دینی شعور بیدار کیا۔ ہزاروں طلبہ نے ان سے فیض پایا۔ اسی مدرسہ کو دیکھ کر قرب و جوار میں اور دیگر کئی مدرسے وجود میں آئے۔ اس علاقے میں بھانٹر سر کو علمی مرکز بنانے کا سہرہ انھیں دونوں علماے کرام کے سر جاتا ہے۔

فقیہ عصر زندگی بھر مسلک اعلیٰ حضرت کے علمبردار رہے۔ علم و عمل، تقوی و دیانت و پارسائی میں بے مثل تھے۔ ان کے تفقہ فی الدین سے متاثر ہو کر مفتیٔ اعظم کانپور، حضرت مولانا مفتی رفاقت حسین صاحب مظفر پوری قدس سرہ نے نیپال میں کسی موقع پر فرمایا تھا ''مولانا موصوف اگر ہندوستان کے کسی بڑے ادارہ میں ہوتے تو فقیہ العصر ہوتے۔''

(بروایت ڈاکٹر وصی مکرانی واجدی)

نصف صدی تک علم و عمل کی خوشبو بکھیر کر ۸/ ذی حجہ ۱۳۹۴ھ کو علم و فضل کا یہ درخشندستارہ ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا، لیکن ان کی یادیں ان کی باتیں، ان کی خدمات آج بھی لوگوں کے ذہنوں میں تازہ ہیں۔ ہر سال ۸/ ذی حجہ کو ان کا عرس نہایت سادگی کے ساتھ منایا جاتا ہے۔

## حنیف ملت، حضرت مولانا محمد حنیف القادری قدس سرہ، نیپال

## (۱۹۲۷ء۔ ۱۹۹۲ء)

بدر الافاضل، فخر الاماثل، شیخ طریقت حضرت مولانا محمد حنیف القادری بن مولوی عبداللہ بن پناہ بن حاجی ثمن علی غفر اللہ لھم، نیپال کی ایک معتبر علمی، مذہبی اور روحانی شخصیت کا نام ہے۔ آپ کا شمار قدیم علماے نیپال میں ہوتا ہے۔ ولادت باسعادت، ایک تخمینہ کے مطابق ۱۹۲۷ء میں ''بیلا اکڈارا'' نام کی بستی میں ایک نجیب و شریف خانوادہ میں ہوئی۔ یہ بستی، ضلع مہوتری کے صدر مقام ''جلیشور'' سے گیارہ کلومیٹر جانب مغرب واقع ہے۔ آپ کا خاندان دیہاتی ماحول کے مطابق خوش حال اور متمول تھا۔ آپ کے پردادا الحاج ثمن علی غفر

اللہ لہ اپنی اہلیہ محترمہ کے ساتھ نیپال سے پیادہ پا حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے۔ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ تشریف لائے اور انھیں ایام میں وصال کی دولت لازوال نصیب ہوئی اور مکہ معظمہ ہی میں مدفون ہوئے۔ ع

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کی خمیر تھی

آپ کی اہلیہ محترمہ حج سے فارغ ہوکر گھر واپس ہوئیں۔(۱) اس واقعہ سے آپ کے خاندان کا نجیب وشریف اور دیندار ہونا اظہر من الشمس ہوجاتا ہے۔

**تعلیم وتربیت:** ابتدائی تعلیم والد ماجد مولوی عبد اللہ صاحب سے حاصل کی۔ فارسی وعربی کی تعلیم کے لیے شمالی بہار کی قدیم درسگاہ مدرسہ رضاء العلوم، کنہواں، ضلع سیتامڑھی میں داخلہ لیا اور فارسی پہلی سے لے کر کافیہ تک کی تعلیم حاصل کی۔(۲)

اعلیٰ تعلیم کی تحصیل کے لیے بہار کی قدیم اور بافیض درسگاہ، مدرسہ فیض الغربا، آرہ تشریف لے گئے۔ اس ادارہ کے بانی، خلیفۂ اعلیٰ حضرت، جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا رحیم بخش رحمۃ اللہ علیہ (م ۸ رشعبان ۱۳۴۳ھ/ ۱۳۴۴ھ) ہیں۔(۳) یہاں آپ نے شرح جامی سے لے کر بخاری شریف تک کی تعلیم بہت ہی محنت کے ساتھ حاصل کی اور ۱۳۶۱ھ/ ۱۹۴۲ء میں فارغ التحصیل ہوئے۔

---

(۱) تجلیات حنیف ملت، مؤلفہ: ڈاکٹر رضاء الحق علیمی، علیگ، ص: ۲۲، بحوالہ سوانح حنیف ملت، ص: ۱۰۔

(۲) یہ وہ مدرسہ ہے جس کا قیام ۱۳۴۵ھ میں فاضل بہار، مفتی محمد عظیم الدین حامدی، پوکھریروی قدس سرہ کے ذریعہ عمل میں آیا تھا۔

(۳) مولانا رحیم بخش آروی قدس سرہ، آرہ، صوبہ بہار کے باشندہ تھے۔ علماے رام پور وسہارن پور سے درسیات پڑھی۔ حدیث کی چند کتابیں پھلواری شریف میں مولانا عبد الرحمٰن ناصری گنجی سے پڑھی۔ یہیں مولانا سید سلیمان ندوی نے آپ سے درس لیا۔ اعلیٰ حضرت کا شہرہ سن کر بریلی شریف پہونچ کر مرید ہوئے اور صحبت سے فیضیاب ہوکر وطن واپس ہوئے اور مدرسہ حنفیہ میں مدرس ہوئے۔ مسائل واعتقادات میں اختلاف کے باعث مدرسہ فیض الغربا قائم کیا۔ اور تاحین حیات اس کے صدر مدرس اور مہتمم رہے۔ آپ کو اعلیٰ حضرت سے اجازت وخلافت بھی حاصل تھی۔ متعدد بار میں آپ کی دعوت پر اعلیٰ حضرت نے آرہ تشریف فرما ہوکر طلبہ کی دستار بندی فرمائی۔ مولانا شاہ عبد الغفور، علامہ ابراہیم آروی اور حضرت مولانا ولی الرحمٰن پوکھریروی آپ کے مشہور تلامذہ ہیں۔ آپ فقیہ ومناظر بھی تھے آپ کے شیخ کو آپ پر بے حد فخر تھا۔ (تذکرہ علماے اہلسنت، مؤلفہ مفتی محمود احمد رفاقتی مظفر پوری، ص: ۹۳۔ سنی دار الاشاعت علویہ رضویہ، فیصل آباد ۱۹۹۳ء)

فیض الغرباء میں آپ نے درج ذیل اساتذہ سے بطور خاص اکتساب علم کیا۔

(۱) حضرت مولانا عبدالغفور علیہ الرحمہ شیخ الحدیث فی زمانہ

(۲) حضرت مولانا مفتی محمد ابراہیم علیہ الرحمہ

(۳) حضرت مولانا اسماعیل علیہ الرحمہ

آپ کی دستار فضیلت اپنے وقت کے جلیل القدر مشائخ اور اکابر اہلسنت کے ہاتھوں ہوئی۔ جلسۂ دستار بندی کا انعقاد ہوا، جس میں خلیفۂ اعلیٰ حضرت، ملک العلما، حضرت علامہ ظفر الدین بہاری، مصنف صحیح البہاری قدس سرہ (۱۳۰۳ھ - ۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۲ء)، تلمیذ اعلیٰ حضرت، محدث اعظم ہند علامہ محمد اشرف کچھوچھوی (۱۳۱۱ھ - ۱۳۸۳ھ) اور سراج الاصفیاء حضرت صوفی شاہ محمد تیغ علی قادری آبادانی، سرکانہی شریف (۱۳۰۰ھ - ۱۳۷۸ھ) قدست اسرارہم کے ہاتھوں آپ کو دستار فضیلت سے نوازا گیا۔

سوانح حنیف ملت کے مرتب مولانا صفی اللہ قادری تحریر فرماتے ہیں:

"مدرسہ فیض الغرباء کے زیر اہتمام سالانہ نوری اجلاس کے موقع پر، اولیاے طریقت واساطین اہلسنت مثلاً محدث اعظم ہند، حضرت علامہ سید محمد اشرف کچھوچھوی، حضرت علامہ ظفر الدین عظیم آبادی وسراج الاولیاء حضرت شاہ تیغ علی علیہم الرحمۃ والرضوان کے مقدس ہاتھوں سند فراغت ودستار فضیلت سے سرفراز فرمائے گئے۔"(۱)

## بیعت وارادت:

مدرسہ رضاء العلوم، کنہواں میں طالب علمی کے زمانہ میں سلسلۂ قادریہ کے شیخ، حضرت مولانا شاہ خلیل الرحمٰن قادری نند پوری، نواکھالی، بنگلہ دیش، خلیفہ حضرت سید احمد تنوری صرف میراں، خلیفہ سید علی حیدر قادری قدس اللہ اسرارہم۔ سے شرف بیعت حاصل کی۔ آپ کا سلسلۂ بیعت ۱۹/ واسطوں سے حضور غوث پاک، شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔

(۱) سوانح حنیف ملت، مؤلفہ: مولانا صفی اللہ قادری، گلاب پوری، ص: ۱۱۔

## خلافت واجازت:

۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء میں مدرسہ مظہر العلوم، گلاب پور، سیتوا کٹیا کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے ایک عظیم الشان ''رسول اعظم کانفرنس'' میں جانشین حضور مفتیٔ اعظم ہند تاج الشریعہ، علامہ مفتی اختر رضا قادری اظہری دامت برکاتہم القدسیہ نے آپ کو مختلف سلاسل کی خلافت واجازت عطا فرما کر دستار بندی فرمائی۔(۱)

## تدریسی خدمات:

فراغت کے بعد آپ نے اپنے گاؤں کے مکتب میں تعلیم وتدریس کا سلسلہ جاری فرمایا۔ گلاب پور، کٹیا جس کو آپ نے دائمی طور پر دعوت وتبلیغ اور رشد وہدایت کا مرکز بنایا آپ کی آمد سے قبل سخت جہالت میں ڈوبا ہوا تھا۔ لوگ مذہب سے ناآشنا تھے۔ شراب نوشی، قمار بازی عام تھی۔ لوگ ہندوانہ مراسم میں مبتلا تھے۔ انھیں ایام میں ایک خدا رسیدہ بزرگ، حضرت پیر حفیظ اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ بانسو پٹی، مدھوبنی کی آمد ہوئی۔ یہاں کے مسلمانوں کی حالت زار اور جہالت وتمرد کو دیکھ کر سخت کبیدہ خاطر ہوئے۔ انھوں نے جہالت کے خاتمہ اور تعلیم کی روشنی عام کرنے کے لیے حکیمانہ انداز میں منصوبہ سازی کی۔ کٹیا کے ایک بااثر شخص کو اس بات پر آمادہ کیا کہ بچوں کی دینی تعلیم کے لیے وہ اپنا دالان وقف کر دے۔ وہ راضی ہوئے اور حافظ محمد یوسف صاحب کو تدریس اطفال پر مامور کر دیا۔ یہ سلسلہ کچھ دنوں تک یونہی چلتا رہا۔ مقامی طلبا کی کثرت نے لوگوں کو ایک مدرسہ کی تاسیس پر مجبور کر دیا۔

چنانچہ ۱۳۷۱ھ/۱۹۵۰ء میں مدرسہ مظہر العلوم کے نام سے پیر حفیظ اللہ بانسو پٹی، مدھوبنی نے ایک مدرسہ کا سنگ بنیاد رکھا۔ ابھی مدرسہ کی تعمیر مکمل بھی نہیں ہوئی تھی کہ دفعتہً ہندو مسلم فساد برپا ہو گیا اور شر پسند عناصر، مسلمانوں کے مال واسباب کے ساتھ ہی مدرسہ کی

(۱) حنیف ملت، مؤلفہ ڈاکٹر رضاء الحق علیگ، ص: ۵۳، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی ۶۔ ۲۰۰۹ء۔

تعمیر کے ضروری ساز وسامان بھی لوٹ کر لے گئے۔ ایک سال تک کسی کے دل ودماغ میں مدرسہ کی تعمیر جدید کا خیال تک نہیں آیا کیوں کہ مسلمان اس حادثہ سے بہت زیادہ ٹوٹ چکے تھے۔ انھیں ایام میں پیر حفیظ اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ دوبارہ تشریف لائے اور گاؤں کے مسلمانوں کو تسلی دی، ڈھارس بندھائی اور مدرسہ کی تعمیر پر ابھارا۔ غالباً آپ ہی کے ایما پر حضرت حنیف ملت کو اکڈارا سے یہاں بلایا گیا۔ آپ نے مدرسہ کی تعمیر جدید کی طرف توجہ دی اور اپنے استاذ گرامی، فاضل بہار، حضرت مولانا مفتی محمد عظیم الدین حامدی قدس سرہ (م ۱۳۸۵ھ) کو یہاں آنے کی دعوت دی اور ان کے ہاتھ سے ۱۳۷۲ھ/۱۹۵۱ء میں مدرسہ ہذا کی تعمیر ثانی کے لیے سنگ بنیاد رکھوایا۔ اس ادارہ کو پروان چڑھانے میں حضرت حنیف ملت کو بڑے مصائب وآلام اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔

آپ نے یہاں درس وتدریس کی ایسی شمع فروزاں کی کہ پروانوں کا ہجوم ہونے لگا۔ تشنگان علوم دور دور سے کشاں کشاں آنے لگے۔ خود یہ قریہ علمی اعتبار ست اتنا زرخیز ہوگیا کہ آج یہاں علما کا ایک شہر آباد ہو چکا ہے۔ بڑے بڑے ممتاز علما اس خاک سے اٹھے اور ہمدوش ثریا ہو گئے۔ علاقہ سے جہالت کا خاتمہ ہوا۔

تلامذہ:

آپ کے تلامذہ کی فہرست کافی طویل ہے۔ چند نمایاں تلامذہ کے اسماء حسب ذیل ہیں۔

(۱) حضرت حافظ محمد تسلیم الدین صاحب غفر اللہ لہ والد ماجد مفتی مصلح الدین قادری۔

(۲) حضرت مفتی مصلح الدین قادری گلاب پوری، شیخ الحدیث، مدرسہ حبیبیہ اسلامیہ، لعل گوپال گنج، الہ آباد، یوپی۔

(۳) حضرت مفتی محمد نجم الدین مصباحی بیلای، شہزادۂ حنیف ملت، صدر المدرسین مدرسہ تعلیم القرآن رحمانیہ، کانپور، یوپی۔

(۴) مولانا مفید عالم کٹیاوی، سابق استاذ مدرسہ مظہر العلوم، گلاب پور، کٹیا۔

(۵) مولانا صفی اللہ قادری، نائب شیخ الحدیث مدرسہ حبیبیہ اسلامیہ، لعل گوپال گنج، الہ آباد، یوپی۔

(۶) مولانا حبیب الرحمٰن، سابق استاذ مدرسہ مظہر العلوم، کٹیا۔

(۷) مولانا مفتی محمود مصباحی، دار العلوم حبیبیہ گلشن رضا، رائے بریلی۔

## اشاعت سلسلہ:

سلسلۂ قادریہ، رضویہ کی اشاعت اور مسلک اعلیٰ حضرت کے فروغ واستحکام میں نیپال اور شمالی بہار کے اندر آپ نے بے پناہ کوششیں کیں۔ دشوار گزار راستوں سے دیہات وقصبات کا دورہ فرما کر سنیت کو مضبوط کیا۔ سیکڑوں افراد نے آپ کے دست اقدس پر بیعت کی۔ آپ سے مرید ہونے والوں میں اہل علم کی بڑی تعداد دکھائی دیتی ہے۔ گلاب پور، کٹیا، جہاں آپ کے شب وروز گزرے، یہاں کے تقریباً ایک درجن علما وحفاظ آپ سے بیعت ہیں۔

## وصال پر ملال:

علم وعمل، زہد وورع، تقوی وطہارت کا یہ روشن ستارہ ۱۴ر شعبان المعظم ۱۴۱۳ھ مطابق ۲۱ر فروری ۱۹۹۲ء بروز جمعہ ۶ر بجے صبح (۱) اور تجلیات حنیف ملت کے مطابق ۱۶ر شعبان ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۱ر فروی ۱۹۹۲ء بروز جمعہ غروب ہوگیا۔ قمر العلما، حضرت مولانا ڈاکٹر قمر رضا خان بریلوی برادر صغیر حضور تاج الشریعہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ مدرسہ مظہر العلوم کے صحن میں آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔ ہر سال ۱۶ر شعبان کو آپ کا عرس نہایت تزک واحتشام کے ساتھ منایا جاتا ہے۔

تفصیلی سوانح معلوم کرنے کے لیے جان رحمت، سوانح حنیف ملت اور تجلیات حنیف ملت کی طرف رجوع کریں۔

---

(۱) تذکرہ علمائے اہلسنت سیتامڑھی، ص: ۴۰۱۔

## فقیہ النفس، مفتی محمد کلیم الدین ابراہیمی، رضوی قدس سرہ (نیپال)

(ولادت: ۱۹۳۶ء۔ وصال: ۲۲ ربیع النور ۱۴۳۲ھ/ ۲۵ فروری ۲۰۱۱ء)

ملک نیپال کی ایک انتہائی علمی، عبقری شخصیت حضرت علامہ مفتی محمد کلیم الدین رضوی نوری ابراہیمی کی ہے۔ آپ کی ذات، فقہ وتصوف اور شریعت وطریقت کی جامع تھی۔ آپ کی ولادت ترائی نیپال کے موضع رحمن پور مہدیا، ضلع مہوتری میں ۱۹۳۶ء میں ہوئی۔

والد ماجد جناب عبدالرحیم انصاری، اس گاؤں کے صاحب ثروت اور زمیندار آدمی تھے۔ دینی مزاج رکھتے تھے۔ ہوش سنبھالنے کے بعد آپ کی ابتدائی تعلیم، مقامی مکتب میں ہوئی۔ والد گرامی نے عالم بنانے کے لیے آپ کا داخلہ ۱۹۴۹ء میں اس وقت نیپال کی معروف اور قدیم درسگاہ مدرسہ مصباح المسلمین، علی پٹی میں کرادیا، جہاں کامل سات سال رہ کر درجۂ پرائمری سے لے کر درجۂ رابعہ تک کی تعلیم، کامل انہماک اور دلجمعی کے ساتھ حاصل کی۔ یہاں آپ نے شرح جامی تک کی تعلیم حاصل کی۔ درس نظامی کی اعلیٰ تعلیم کے لیے صوبۂ بہار کی ایک عظیم شہرت یافتہ درسگاہ مدرسہ فیض الغرباء آرہ (بہار) میں داخلہ لیا۔ یہ وہ ادارہ ہے جسے خلیفۂ اعلیٰ حضرت، علامہ شاہ مفتی رحیم بخش رضوی علیہ الرحمہ نے قائم فرمایا تھا۔ ۱۹۵۷ء سے لے کر ۱۹۶۰ء تک کامل چار سال وہاں رہ کر درس نظامی کی منتہی کتابوں کی تکمیل کی۔

آپ کے اساتذہ کی فہرست معلوم نہیں ہوسکی۔ البتہ مدرسہ فیض الغرباء میں استاذ الاساتذہ، جامع معقول ومنقول حضرت مفتی محمد ابراہیم قادری علیہ الرحمہ سے خصوصی استفادہ کیا۔ انھیں کے نام کی نسبت سے ابراہیمی لکھتے ہیں۔ ۱۹۶۰ء میں علوم عقلیہ ونقلیہ سے فارغ التحصیل ہوئے۔

## بیعت وارادت:

۱۹۷۳ء میں ایک عظیم الشان کانفرنس کے موقع پر دار العلوم رضاء العلوم کنہواں، ضلع سیتامڑھی میں حضور مفتیٔ اعظم ہند کے ہاتھوں پر سلسلۂ رضویہ میں بیعت ہوئے۔

## تدریسی خدمات

۱۹۶۰ء سے ۱۹۷۸ء تک اپنے مادر علمی دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین علی پٹی، مہوتری، نیپال میں ۱۸ سال تک منصب صدارت پر متمکن رہ کر ادارہ ہذا کو اوجِ کمال تک پہنچایا۔ آپ کے عہد میں تعلیم وتعلم کا ایسا شہرہ ہوا، علم وفکر کی ایسی انجمن سج گئی کہ طالبان علوم نبوت کے قافلے دور دور سے کشاں کشاں اس کی طرف رخ کرنے لگے اور یہ ادارہ ترائی نیپال کا سب سے بڑا علمی مرکز بن گیا تھا۔ مفتی محمد اسرائیل رضوی گلشن علم وادب میں آپ کی علمی، فقہی اور تدریسی خدمات کے اعتراف میں گلشن علم وادب کے حاشیہ ص ۲۹-۳۱ پر تحریر فرماتے ہیں:

"آپ کا وطن مالوف رحمٰن پور مہدیا، نیپال ہے۔ آپ نے دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین ہی میں متوسطات تک کی تعلیم حاصل کی اور شیخ العلماء حضرت علامہ مولانا محمد ابراہیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زیر تربیت رہ کر دار العلوم فیض الغرباء آرہ سے تکمیل درس نظامیہ فرمائی۔ حضرت استاذ العالی کے مشاہیر تلامذہ میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ علوم اسلامیہ پر کامل دسترس اور مہارت تامہ رکھتے ہیں۔ حدیث وتفسیر اور فقہ وکلام پر گہری نظر ہے۔ آپ کا حافظہ اس قدر قوی ہے کہ بلا کسی استاذ ومعلم کے کلام الٰہی اپنے سینے میں محفوظ فرمالیا۔ ملک نیپال میں علمائے اہلسنت کی قیادت وسیادت آپ کو حاصل ہے۔ فراغت کے بعد دار العلوم ہذا ہی کو آپ نے مرکز علم وفن سمجھا اور یہیں صدر المدرسین کے منصب جلیل پر فائز المرام رہے۔ آپ کے دور میں یہاں سے متعدد علما فارغ ہوئے اور آفتاب وماہتاب بن کر چمکے۔

دار العلوم کو علمی دنیا میں متعارف کرانے والی شخصیت آپ ہی ہیں۔ ادھر کچھ دنوں

سے اچانک مستعفی ہو کر دار العلوم فیضان العلوم دارا پٹی، مظفر پور، شیخ الحدیث کے عہدہ پر تشریف لے گئے۔ آپ کا جانا دار العلوم قادریہ کے لیے نا قابل تلافی نقصان ہے۔"(۱)

۲۰۱۰ء تک آپ دار العلوم فیضان العلوم دارا پٹی میں مقیم رہے۔ اسی سال حج وزیارت کے لیے تشریف لے گئے۔ بعدہ طبیعت سخت علیل ہوئی اور صاحب فراش ہو گئے۔

۲۲ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ مطابق ۲۵ فروری ۲۰۱۱ء تقریباً دس بج کر ۳۰ منٹ پر شب میں آپ اس دار فانی سے دار بقا کی طرف ہمیشہ کے لیے کوچ کر گئے۔ آپ کے وصال کی خبر بجلی کی طرح ہر طرف پہنچ گئی۔ اسی شب کو لادو بیلا میں جامعہ حضرت عائشہ کی تاسیس کی مناسبت سے ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد کی گئی تھی۔ جلسہ شباب پر تھا کہ حضرت کے وصال کا اعلان جلسہ کے اسٹیج سے کیا گیا۔ راقم الحروف بھی جلسہ میں موجود تھا، اعلان کے ساتھ ہی مجمع پر سکوت طاری ہو گیا۔ اختتام اجلاس کے بعد صبح کو بڑی تعداد میں عقیدت مندوں کی بھیڑ حضرت کے آخری دیدار کے لیے ان کے مکان پر جمع ہونے لگی، کافی علما کی شرکت ہوئی۔ راقم الحروف نے بھی نماز جنازہ میں شرکت کی۔

نماز جنازہ قبرستان سے قریب ایک بڑے کھیت میں ظہر وعصر کے بیچ میں ادا کی گئی۔ حضرت فخر نیپال مفتی محمد اسرائیل رضوی مصباحی نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور ہزاروں لوگوں کی موجودگی میں آپ کو مقامی قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔

تلامذہ:

آپ کے تلامذہ کی تعداد کثیر ہے چند تلامذہ کے نام یہ ہیں:

۱۔ مناظر اہلسنت، فقیہ عصر، حضرت مفتی عبد المنان کلیمی مصباحی، مفتیٔ شہر مراد آباد۔

۲۔ فخر نیپال، حضرت مفتی محمد اسرائیل رضوی مصباحی، صدر المدرسین مدرسہ قادریہ مصباح المسلمین، علی پٹی۔

(۱) حاشیہ گلشن علم وادب، ص: ۲۹-۳۰۔ مرقومہ ۱۴۰۰ھ

۳۔خطیب اہلسنت، حضرت مولانا مفتی مصلح الدین قادری مصباحی، مصنف شان خطابت، شیخ الحدیث مدرسہ حبیبیہ، لعل گوپال گنج، الہ آباد۔

۴۔مفتی محمد عثمان رضوی، لادوبیلا، جنرل سکریٹری آل نیپال سنی جمعیۃ العلماء۔

۵۔مفتی محمد نجم الدین قادری مصباحی، نیپال، شیخ الحدیث مدرسہ تعلیم القرآن، کانپور۔

۶۔خطیب اہلسنت مولانا عبدالشکور کوثر جمالی مدھوبنی وغیرہم۔

## تنظیمی ودعوتی خدمات:

اسلام کی تبلیغ واشاعت اور ترویج مسلک اعلیٰ حضرت کے لیے آپ نے علماے اہلسنت نیپال کا ایک متحرک وفعال پلیٹ فارم تشکیل دیا اور "آل نیپال جمعیۃ العلماء" کی بنیاد رکھی، جس کے آپ سرپرست اعلیٰ مقرر ہوئے۔اسی جمعیت کے زیر اہتمام "آل نیپال دار القضاء مرکزی رویت ہلال کمیٹی" قائم کی گئی جس کی پہلی مجلس شوری میں آپ امین شریعت اور قاضی القضاۃ منتخب کیے گئے۔

۱۹۷۹ء میں مدرسہ مصباح المسلمین کے زیر اہتمام "آل نیپال تاجدار مدینہ کانفرنس" منعقد کی گئی جس میں مشاہیر واکابر اہلسنت نے شرکت کی۔بالخصوص حضرت قائد اہلسنت علامہ ارشد القادری قدس سرہ، حضرت بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی قدس سرہ وحضرت محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دام ظلہ وغیرہ۔اس میں قائد اہلسنت ومفتی عبدالمنان کلیمی صاحب کی تحریک پر "آل نیپال تنظیم المدارس" کا قیام عمل میں آیا اور آپ کو اس تنظیم کا سرپرست بنایا گیا۔

آپ کے علمی متروکات میں تقریباً ایک ہزار صفحات پر مشتمل منتشر علمی شہ پارے ہیں، جن میں حدیث، تفسیر، کلام، فقہ وفتاوی اور صرف ونحو کے موضوعات پر منتشر مضامین اور شروحات کا ذخیرہ ہے۔تنقیح وترتیب کے بعد اگر اسے منظر عام پر لایا جائے تو یہ بعد والوں کے لیے عظیم سرمایہ ہوگا۔

## خصوصیات وامتیازات

طبیعت میں حد درجہ سادگی تھی۔ تواضع اور استغنا کے پیکر تھے۔ نام ونمود، شہرت ومنصب سے دور رہ کر پوری زندگی گنج خمولی میں بیٹھ کر گزار دی۔ ہم جیسے بہت سے نوجوان فاضلوں کو ان کے عُلوِّ مرتبت کا اندازہ اُن کی زندگی کے آخری ایام میں ہو سکا۔ وفات سے ٹھیک ایک ہفتہ قبل راقم الحروف نے پہلی بار اُن سے شرف نیاز حاصل کیا تھا اور ایک مختصر انٹرویو بھی کیا تھا۔ آپ اس وقت علالت ونقاہت سے دوچار تھے۔ گفتگو سے اندازہ ہوا کہ آپ اپنے عہد کے متبحر عالم، نکتہ رس فقیہ اور عظیم صوفی بزرگ ہیں۔

مثنوی مولانا روم، شاہنامہ اسلام اور قصیدہ بردہ کے سیکڑوں اشعار آپ کی نوک زبان پر ہوا کرتے تھے۔ (۱)

افسوس اس بات کا ہے کہ ایسے ایسے علم کے کوہِ گراں کو ہم لوگوں نے بہت آسانی سے فراموش کر دیا اور نسل نو کو اُن کی حیات وخدمات سے متعارف نہیں کرایا۔ ان کے وصال کے بعد بھی ان کی زندگی پر کوئی نمبر شائع نہ ہو سکا۔ اگر کوئی تلمیذ رشید اُن کی حیات کے زریں اوراق کو قلم بند کر دیں تو پوری جماعت کی طرف سے فرض کفایہ ہوگا اور مرحوم کو سچی خراج عقیدت بھی۔

نوٹ: مضمون لکھتے وقت تذکرہ علمائے اہلسنت سیتامڑھی سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ تفصیل کے لیے اس کی طرف مراجعت کریں۔

(۱) میرے عم مکرم قاضی اہلسنت، حضرت مفتی محمد عثمان برکاتی مصباحی، مہتمم دار العلوم فیضان مدینہ، جنک پور نے مجھ سے بیان فرمایا کہ مفتی محمد کلیم الدین رضوی نور اللہ مرقدہ بہت ہی بارعب عالم دین تھے وقت کے بڑے ہی پابند تھے۔ جب وہ علی پٹی مدرسہ سے پروگرام میں کہیں تشریف لے جاتے تو طلبہ کو محسوس ہوتا کہ اب مدرسہ ہاکا ہو گیا ہے۔ ان کے وجود سے طلبہ اور اساتذہ دونوں پر ہیبت طاری رہتی تھی۔ بہت ہی جفاکش تھے۔ اپنے گاؤں مہدیا سے اتنی صبح سویرے پیادہ پا چلتے کہ آغاز درس تک مدرسہ میں پہونچ جاتے۔ گھر آتے تو خود ہی کاشتکاری کا کام انجام دیتے۔ بیل جوتتے۔ وغیرہ وغیرہ۔

## نبیرۂ سرکار مجمی مولانا شاہ حمید الرحمٰن قادری رضوی رحمانی، پوکھریروی

(ولادت: ۱۱ر صفر ۱۳۵۰ھ/ ۲۹ر جون ۱۹۳۱ء۔ وصال: ۱۴ر ربیع الاول ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۶ء)

شمالی بہار، خطۂ ترہُت میں قدیم ضلع مظفر پور اور حالیہ ضلع سیتا مڑھی میں واقع ''پوکھریرا'' نام کی بستی علمی اور روحانی اعتبار سے اتنی مردم خیز واقع ہوئی ہے کہ شاید ہی بہار کا کوئی گاؤں علمی برتری میں اس کا ہم پلہ ہو۔ بڑے بڑے علما و مشائخ، فقہا، ادبا، شعرا، علوم عصریہ کے دانشور اور متفننین و متمکنین اس سرزمین سے پیدا ہوئے۔ فقہ و تصوف، علم وادب اور شعر و سخن کے آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے۔ بساطِ علم و فضل پر اپنی عظمتوں کے نقوش ثبت کیے اور یہ سب فیضان ہے ایک قلندر صفت، درویش کامل کا جن کو لوگ سرکار مجمی کے نام سے جانتے ہیں۔ حضرت مولانا شاہ عبد الرحمٰن سرکار مجمی بن شیخ منیر الدین حسین بن شیخ ریاض الدین رحمہم اللہ (ولادت: ۱۴ر رجب ۱۲۷۲ھ/ ۱۸۵۶ء۔ وفات: ۱۸ر جمادی الاولی ۱۳۵۱ھ/ ۱۹ر ستمبر ۱۹۳۲ء)۔ سید داتا نور الحلیم کاشغری علیہ الرحمہ کے مرید و خلیفہ اور امام اہلسنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی علیہ الرحمہ کے محب صادق اور معاصر بزرگ تھے۔ دونوں کے درمیان خط و کتابت ہوا کرتی تھی۔ خطۂ ترہُت میں فرقِ باطلہ، اعداء رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سرکوبی کی وجہ سے اعلیٰ حضرت انھیں بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ ان کی خدمات دینی کو سراہتے بھی تھے۔ اعلیٰ حضرت نے ہی ایک موقع پر ان کے نام کے آگے مجمی (الف حرف ندا اخر میں) کے لفظ کا اضافہ فرما کر پکارا، جو ان کے اصل علم پر غالب آچکا ہے۔ آپ نے فارسی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ فرمانے کے ساتھ دو درجن سے زائد کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ انھیں سرکار مجمی کے پوتے، مفتی ولی الرحمٰن قادری علیمی، خلیفۂ حضور حجۃ الاسلام کے بیٹے کا نام مولانا شاہ حمید الرحمٰن قادری ہے۔

محبوب المشائخ، حضرت شاہ حمید الرحمٰن قادری قدس سرہ اپنے عہد کے باعمل عالم دین، اثر آفریں واعظ، صف شکن مناظر، بے نظیر مبلغ، غیر معمولی منتظم، مخلص شیخ طریقت اور نقیب مسلک اعلیٰ حضرت تھے۔ آپ کی خدمات کا دائرہ ہند سے لے کر نیپال تک پھیلا ہوا

ہے۔اور بیسویں صدی کے نصف ثانی اور اکیسویں صدی کے رُبعِ اوّل پر مشتمل ہے۔آپ نے اپنے کثیر تبلیغی اور اصلاحی اَسفار سے بہار، بنگال، راجستھان اور نیپال کی سنیت کو جلا بخشی۔خصوصی طور پر بہار اور نیپال کے علاقوں میں آپ کی زندگی کا اکثر حصہ صرف ہوا۔ آپ خود فرماتے ہیں:

''والد ماجد علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد نیپال و بنگال اور بہار و راجستھان میں میرے تبلیغی دورے کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ بندھ گیا، مگر خطۂ تربُت اور نیپال میں میری زندگی کا بیشتر حصہ صرف ہوا۔''(۱)

آپ کی ولادت ۱۱رصفر ۱۳۵۰ھ/۲۹رجون ۱۹۳۱ء بروز پیر، بوقت عصر پوکھریرا شریف میں ہوئی۔محب اعلیٰ حضرت، سرکار مجی، اپنے قائم کردہ مدرسہ نور الہدی (۱۳۱۰ھ) میں جلوہ افروز تھے۔ولادت کی خبر سن کر گھر تشریف لائے اور صوفی باصفا مولانا محی الدین صاحب پوکھریروی کو اذان دینے کا حکم دیا۔اذان کے بعد آپ نے اپنے پوتے کے منہ میں انگشت شہادت رکھ کر کلمات تبریک ادا کیے۔اور ارشاد فرمایا: میرے پوتے کا نام حمید الرحمٰن ہوگا۔

ساتویں دن عقیقہ کیا گیا، جس میں مست بادۂ الست، مجذوب وقت حضرت الحاج نعمت علی شاہ قادری، چشتی، عرف خاکی بابا (وصال: ۱۳۵۴ھ) بھی جلوہ افروز تھے۔اس موقع پر خاکی بابا نے نومولود کے لیے یہ دعا فرمائی۔

''نومولود سے اس خانقاہ کی خوشبو دور تک پھیلے گی اور دیر تک قائم رہے گی''

۱۳۵۱ھ میں سرکار مجی کا وصال ہوا۔والد ماجد حضرت مفتی ولی الرحمٰن قادری، علیمی تلمیذ رشید امام المنطق والکلام علامہ شاہ ہدایت اللہ خان، رام پوری، جونپوری (م ۱۹۰۸)(۲) نے اپنی آغوش عاطفت میں تربیت فرمائی۔پہلے قرآن مجید حفظ کیا پھر درس نظامی کی کتابیں والد ماجد سے پڑھیں۔آپ کی پوری تعلیم مدرسہ نور الہدی پوکھریرا ہی میں

(۱) محبوب الاولیا کا نقش حیات۔ص:۶۷، مؤلفہ مولانا ریحان رضا انجم مصباحی۔

(۲) تذکرۂ محدث سورتی۔مؤلفہ: خواجہ حیدر علی (پاکستان) نبیرۂ محدث سورتی علیہ الرحمہ۔

ہوئی۔ آپ کے اساتذہ میں والد ماجد کے علاوہ حضرت فاضل بہار، امام المنطق والکلام مولانا محمد عظیم الدین حامدی، مکن پوری ثم پوکھریروی (وصال: ۱۳۸۵ھ) اور استاذ العلما حضرت مفتی مطیع الرحمٰن پوکھریروی علیہ الرحمہ کے اسمائے سرفہرست ہیں۔

## خلافت واجازت

آپ کو تبلیغ دین، خلق کی رشد وہدایت کے لیے کثیر مشائخ اور اکابر اہلسنت سے مختلف سلاسلِ طریقت کی اجازت وخلافت حاصل تھی، جن کا ذکر اجمال کے ساتھ یہاں کیا جاتا ہے۔

مولانا ریحان رضا انجم مصباحی، نبیرۂ محبوب الاولیاء کے بیان کے مطابق جن بزرگوں نے آپ کو خلافت دی ان کے اسما حسب ذیل ہیں:

۱۔ والد ماجد، حضرت علامہ مفتی ولی الرحمٰن قادری، علیمی، پوکھریروی قدس سرہ پوکھریرا شریف

۲۔ شہزادۂ اعلیٰ حضرت، حضور مفتیٔ اعظم ہند علامہ شاہ مصطفی رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان اجمیر شریف میں عرسِ خواجہ غریب نواز کے موقع پر

۳۔ شیرِ بیشۂ اہلسنت حضرت علامہ مفتی حشمت علی خان قادری، رضوی قدس سرہ خلیفۂ اعلیٰ حضرت بموقع عرس چہلم حضرت مفتی ولی الرحمٰن قادری۔

۴۔ شہزادۂ حضور حجۃ الاسلام، مفسر اعظم ہند مولانا ابراہیم رضا خان جیلانی میاں۔ قدس سرہ بموقع عرس چہلم مفتی ولی الرحمٰن قادری

۵۔ شہزادۂ قطب مدینہ، مولانا ڈاکٹر فضل الرحمٰن الانصاری القادری قدس سرہ مدینہ شریف، بموقع حج وزیارت۔

سلسلۂ چشتیہ: حضرت سید شاہ صدیق الحسن چشتی قدس سرہ، سجادہ نشین درگاہ معلیٰ اجمیر شریف۔ جد امجد مولانا سید سلطان رضا مصباحی، درگاہ اجمیر شریف۔

سلسلۂ چشتیہ اشرفیہ: حضور محدث اعظم ہند، علامہ سید محمد اشرف جیلانی، کچھوچھوی قدس سرہ۔

بموقع عرس چہلم مفتی ولی الرحمٰن قادری۔

سلسلۂ رشیدیہ: آپ کو والد ماجد سے سلسلۂ رشیدیہ، جونپور، کی بھی خلافت حاصل تھی۔ اوران کو سرکار آسی علامہ عبدالعلیم رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل تھی۔ (۱)

## محبوب الاولیاء کے دورۂ نیپال

نیپال میں آپ کے اصلاحی، دعوتی اور تقریری دوروں کی تاریخ کم از کم ستر سٹھ (۶۷) سال پرانی ہے۔ حضرت قطب الارشاد، مولانا مفتی ولی الرحمٰن قادری علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد ۱۳۷۰ھ سے ۱۴۳۵ھ تک آپ نیپال کے مختلف علاقوں کا دورہ فرماتے رہے۔

## عرس اولیاے ثلثہ روضہ گڑھی میں شرکت

۱۳۵۴ھ میں حضرت مفتی ولی الرحمٰن قادری قدس سرہ کے ذریعہ اولیاے ثلثہ کے انکشاف کے بعدان کے عرس کا جوسلسلہ ہر سال شروع ہوا، وہ ان کے وصال ۱۳۷۰ھ کے بعد سے اب تک جاری ہے۔ جب تک آپ حیات سے رہے عرس میں تشریف لاکر انتظام وانصرام فرماتے رہے۔ ان کے وصال کے بعد عرس اولیاے نیپال کی سرپرستی حضرت محبوب الاولیا کے کاندھوں پر آئی۔ آپ کی سرپرستی میں ہر سال یہاں کا عرس منعقد ہوتا رہا اور عوام وخواص فیضیاب ہوتے رہے، اگر کسی سبب سے آپ نہیں پہنچ پاتے تو اپنے شہزادوں کو بھیج دیتے۔ یہاں بڑی تعداد میں لوگ آپ کے ہاتھ پر سلسلۂ رضویہ، رحمانیہ میں داخل ہوئے ہیں۔

## دھرم پور، بھانٹرسر کے جلسۂ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں شرکت

نیپال کے سرحدی شہر ملنگوا ں، ضلع سرلاہی، نیپال سے قریب دھرم پور (بھانٹرسر) نام کی بستی میں ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۹۵۷ء میں پہلا دوروزہ جلسۂ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انعقاد ہوا، جس میں سرپرست اجلاس کی حیثیت سے حضور محدث اعظم ہند سید محمد

(۱) ان تمام خلافتوں کی تفصیل محبوب الاولیا، کا نقش حیات میں ملاحظہ کریں۔

اشرف کچھوچھوی اور مفسر اعظم ہند مولانا ابراہیم رضا خان جیلانی میاں بریلوی قدس سرہما تشریف لائے ہوئے تھے اور مقرر خصوصی کی حیثیت سے سحبان الہند مولانا سید ابوالوفا فصیحی غازی پوری، مولانا سعید الرحمٰن صاحب راز مظفر پوری، نوجوان پیر طریقت، حضرت مولانا صوفی شاہ حمید الرحمٰن رضوی، پوکھریروی رحمہم اللہ اور مفتیٔ اعظم ہالینڈ مفتی عبدالواجد صاحب قبلہ تشریف فرما تھے۔

بقول مفتی عبدالواجد صاحب قبلہ:

گاؤں سے پچھم جانب وسیع وعریض حلقۂ آراضی پر جلسہ کا پنڈال سجایا گیا تھا۔ یہ علاقہ کا عظیم تر اور فقید المثال جلسہ تھا۔ اسٹیج پر علمائے کرام کی نورانی صورتیں جگمگا رہی تھیں۔ درمیان میں تین مُرصّع کرسیاں لگی ہوئی تھیں، ایک پر حضور مفسر اعظم ہند، دوسری پر حضور محدث اعظم ہند جلوہ بار تھے اور درمیانی کرسی خطیب کے لیے مخصوص تھی۔ سامنے لاکھوں سے زیادہ سامعین کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا گویا سمندر تھا۔۔۔ اب مشاق خطباء کی خطابت کا دور شروع ہوا۔ نعرۂ تکبیر ورسالت کی گونج میں جو پہلا مشاق وشاندار خطیب پوری شان خطابت کے ساتھ درمیانی کرسی پر جلوہ گر ہوا، وہ کوئی اور نہیں بلکہ صاحب ''نقش حیات'' مولانا ریحان انجم کے ممدوح حضرت مولانا شاہ حافظ حمید الرحمٰن صاحب رحمانی، رضوی مدظلہ العالی کی ذات گرامی تھی۔ آپ کی پوری تقریر نور ونکہت میں ڈوبی ہوئی عوامی ہدایت ورہنمائی کے لیے مینارۂ نور تھی۔۔۔(۱)

بروایت مولانا انوار رضا منانی مصباحی تقریباً تین گھنٹے آپ نے خطاب کیا۔ اختتام اجلاس پر حضور محدث اعظم ہند نے حضور مفسر اعظم ہند کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

حضرت آج جو نیپال کی نکھری ہوئی سنیت ملاحظہ فرمارہے ہیں یہ اسی پوکھریروی جواں سال پیر کی کمائی ہے۔

(۱) محبوب الاولیاء کا نقش حیات۔ تقدیم: مفتی عبدالواجد صاحب قبلہ، ص: ۱۳۔

## تربھون نگر سرلاہی، نیپال میں اصلاح وارشاد

شہزادۂ محبوب الاولیاء، حضرت مولانا انوار رضا منانی مصباحی صاحب کی فراہم کردہ اطلاعات کے مطابق تربھون نگر نام کی ایک چھوٹی سی بستی جو جھیم ندی کے ساحل پر آباد ہے۔ یہاں غریب اور خستہ حال مسلمانوں کی آبادی تھی۔ ایک روشن ضمیر بزرگ حضرت نانا شاہ رحمۃ اللہ علیہ مدفون مانک چوک، سیتامڑھی۔ خلیفہ حضرت مست بادۂ الست شاہ نعمت علی قادری چشتی عرف خاکی بابا (وفات: ۱۳۵۴ھ) اس بستی میں تشریف لائے اور یہاں کے لوگوں کو بشارت دی کہ تم لوگوں کی سچی رہنمائی اور مشکل کشائی کے لیے اللہ تعالیٰ ایک جاں باز مبلغ اور پرسوز داعی کا انتظام فرمائے گا جس سے تم لوگ ہدایت حاصل کروگے۔ عنقریب اس صبح کا اجالا پھیلنے والا ہے، انتظار کرو۔

اس واقعہ کے چند مہینوں بعد بھانٹر مر، ضلع سرلاہی، نیپال کے مذکورہ بالا جلسہ سے حضرت کو لوگ تربھون گاؤں لے کر آئے۔ آپ نے یہاں کہ لوگوں کی اصلاح فرما کر ان میں دینی حرارت پیدا کی۔ یہاں آپ کی حیات میں سیرت وشہادت کے موضوع پر متعدد جلسے ہوئے جن کی سرپرستی وصدارت آپ فرماتے رہے۔

## جھیم ندی کا رخ بدل دیا

اسی بستی کا ایک حیرت انگیز واقعہ دیدۂ عبرت سے پڑھنے کے لائق ہے۔ مولانا انوار رضا منانی مصباحی، شہزادۂ محبوب الاولیا کی تحریری روایت ہے کہ جھیم ندی کے ساحل پہ آباد اس آبادی کو ہمیشہ جان ومال کا خطرہ لگا رہتا تھا۔ کیوں کہ کبھی کبھی ندی میں ایسی طغیانی آجاتی تھی کہ جس سے لوگوں کے اوسان خطا کر جاتے اور لگتا تھا کہ بستی تباہ ہو جائے گی۔ بستی والوں نے آپ سے عرض کیا حضور اس ندی سے ہم لوگوں کو ہمیشہ جان ومال کا خطرہ لاحق رہتا ہے۔ حضرت نے فرمایا:

''ہم نے ندی سے کہہ دیا ہے، وہ کبھی تمہاری بستی کا رخ نہیں کرے گی۔'' الحمدللہ

اس فرمان کے بعد دریا نے اس بستی سے کٹ کر اپنا راستہ الگ بنالیا اور وہ بستی آج بھی اسی طرح شاد و آباد ہے۔ آپ کی برکت سے لوگ صاحب ثروت بھی ہو چکے ہیں۔ اگر اسے حضرت والا کے تصرفِ روحانی سے تعبیر کیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

## ملنگواں، سرلاہی کا دورہ

نیپال میں آپ کا زیادہ تر دورہ اسی ملنگواں کے علاقہ میں ہوا ہے۔ یہ آپ کی ہدایت و تبلیغ کا شہر مانا جاتا ہے۔ یہاں بارہا آپ کی آمد و رفت ہوتی رہی۔ یہی وہ قصبہ ہے جس کے بارے میں مفسر اعظم ہند نے کسی موقع پر ارشاد فرمایا تھا:

''چلو حمید میاں نے سنیت کی چٹائی بچھائی ہے، ہم لوگوں کو اس پر بیٹھنا ہے۔''

آپ یہاں بڑے پیمانہ پر مفسر اعظم کانفرنس منعقد کیا کرتے تھے، جس کی سرپرستی اور صدارت آپ خود کرتے۔ آخری کانفرنس آپ کی صدارت میں ۱۵/مئی ۲۰۱۵ء کو ہوئی۔

## پوکھریا، سرلاہی کا دورہ

یہ ایک جنگلی علاقہ ہے، جہاں درندے بھی رہتے تھے۔ یہاں کے لوگ اپنی جانوں کو ہتھیلیوں پر لے کر چلتے تھے۔ آپ نے پیادہ پا اس علاقہ کا سفر فرما کر دین اسلام کی تبلیغ فرمائی۔ یہاں بھی آپ نے ایک کانفرنس منعقد کی۔

## جنک پور، نیپال کے عظیم الشان جلسہ کی صدارت

ترائی نیپال کے تاریخی، سیاحتی اور تعلیمی شہر جنک پور میں شیر نیپال، مفتی جیش محمد برکاتی کی کوششوں سے ۱۲-۱۳/مارچ ۱۹۷۳ء میں دو روزہ عظیم الشان جلسہ سرکار مدینہ منعقد ہوا، جس میں آپ بحیثیت صدر تشریف فرما ہوئے۔ اس جلسہ کی خصوصیت یہ تھی کہ اس میں آسمان شریعت و طریقت کے آفتاب و ماہتاب حضور سید العلماء سید شاہ آل مصطفیٰ برکاتی، مارہروی اور جلالۃ العلم، استاذ العلماء، حضور حافظ ملت علیہما الرحمۃ والرضوان بنفس نفیس جلوہ افروز تھے۔

خود محبوب الاولیاء فرماتے ہیں:

ایک مرتبہ ملک نیپال جہاں میرے عقیدت مندوں کا ایک جہان آباد ہے وہاں جنک پور دھام میں شیر نیپال، مفتی جیش محمد برکاتی صاحب نے ایک مرتبہ دوروزہ جلسہ کیا۔ اس جلسہ میں پہلی شب کی صدارت گل گلزار برکاتیت حضرت سید العلماء علیہ الرحمہ کی تھی اور دوسری شب کی صدارت میری تھی۔

جب حضرت سید العلماء کی بارگاہ میں ملنے کے لیے حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا:

''آج میری کل آپ کی باری ہے۔'' پھر وہاں پر موجود علماء مسکرانے لگے، اتنے میں کسی نے عرض کیا، حضور:

اس کا مطلب کیا ہوا؟ آپ نے فرمایا: آج جلسہ میں میری صدارت ہے اور کل آپ کی۔

ان کے علاوہ نیپال کے جن دیہاتوں اور قصبات میں آپ کے دورے ہوئے ان کے اسماء یہ ہیں:

برہم پوری، چکنی پور، نول پور، لال بندی، مگر تھانہ، پرسا، سندر پور، گمریا، بیل بانس۔ یہاں ۳۔ ۴رمئی ۲۰۱۳ء کو آپ کی سرپرستی میں تاجدار حرم کانفرنس ہوئی۔ پوکھریا میں ۲۱۔ ۲۲راپریل ۲۰۱۴ء کو آپ کی سرپرستی میں ایک جلسہ ہوا۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے مقامات میں جہاں آپ پہنچے لیکن اس کا کوئی ریکارڈ موجود نہیں ہے۔ اگر واقعات واحوال جمع کیے جائیں تو ایک کتاب صرف اسی موضوع پر تیار ہوسکتی ہے۔ انھیں حالات سے ان کی فلک پیما ہمتوں اور اولوالعزمی کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ؎

قضا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری
خدا کی رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تجھ پر

اس مضمون کی تیاری میں صاحبزادہ ونبیرۂ محبوب الاولیاء کا بھرپور مخلص تعاون شامل حال رہا، جس کے لیے ہم ان کے شکر گزار ہیں اور ان سے درخواست بھی کرتے ہیں کہ آپ نیپال میں محبوب الاولیاء کی خدمات پر ایک کتاب ترتیب دیں تاکہ وہ تمام واقعات جو، اب تک حیطۂ تحریر میں نہیں آسکے، انھیں محفوظ کیا جاسکے۔

# شہزادۂ حضور حافظ ملت حضرت عزیز ملت کا دورۂ نیپال

یادگار سلف، عمدۃ الخلف، شہزادۂ حضور حافظ ملت، حضرت مولانا شاہ عبد الحفیظ صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ، سربراہ اعلیٰ، الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور، اعظم گڑھ، اتر پردیش انڈیا، کی شخصیت حلقۂ اہل علم میں محتاج تعارف نہیں۔ اس وقت آپ کا وجود جماعت اہلسنت کے لیے کسی نعمت عظمی سے کم نہیں۔ پوری جماعت اہلسنت کی آرزو بن کر ہندوستان کے سب سے بڑے سنی مدرسہ کی قیادت وسربراہی کا فریضہ باحسن وجوہ انجام دے رہے ہیں۔ آپ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے چانسلر، جامعہ حضرت نظام الدین اولیا دہلی کے مینجنگ ٹرسٹی اور درجنوں سنی مدرسوں اور تنظیموں کے سرپرست ہیں۔ عزیز ملت کی پیدائش ۶ر جمادی الاولیٰ ۱۳۷۳ھ/ ۱۹۴۴ء بروز چہار شنبہ بھوج پور ضلع مراد آباد، یوپی میں ہوئی۔ خلیفۂ اعلیٰ حضرت صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ، مصنف بہار شریعت نے عبد الحفیظ نام رکھا۔ جب آپ کی عمر ہجری سنہ کے اعتبار سے چار سال چار ماہ اور چار دن کی ہوئی تو شہزادۂ اعلیٰ حضرت، حضور مفتی اعظم ہند، علامہ مصطفی رضا خان علیہ الرحمہ نے بسم اللہ خوانی کرائی۔

## تعلیم وتربیت:

بھوج پور میں رہ کر جونیئر ہائی اسکول پاس کیا، فارسی اور عربی کی تعلیم مبارک پور میں رہ کر حاصل کی۔ اس کے بعد شبلی کالج اعظم گڑھ سے ہائی اسکول پاس کیا۔ انٹرمیڈیٹ سال اول کے ساتھ الہ آباد عربی فارسی بورڈ سے مولوی کا امتحان پاس کیا۔ بی۔ ایس۔ سی۔ سال اول مراد آباد ڈگری کالج سے کرنے کے بعد فائنل مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے فرسٹ ڈویژن سے پاس کیا۔ پھر میرٹ کی بنیاد پر بی۔ ایس۔ سی۔ انجینئرنگ میں وہیں داخلہ مل گیا۔ انجینئرنگ کرنے کے بعد چند ماہ ممبئی میں سروس کی، لیکن ملازمت میں دل نہیں لگا۔ لہٰذا سروس چھوڑ کر بھوج پور آ گئے، پھر والد ماجد حضور حافظ ملت کے حکم سے مزید اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے الجامعۃ الاشرفیہ میں داخلہ لیا اور دیگر اساتذۂ کرام کے ساتھ اہم کتابیں خود حضور حافظ ملت سے پڑھیں۔

## بیعت وخلافت

۱۹۵۴ء میں حضور مفتی اعظم ہند سے سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ میں بیعت ہوئے۔ حضور مفتی اعظم ہند، برہان ملت مفتی برہان الحق صاحب جبل پوری اور مجاہد ملت علامہ مفتی حبیب الرحمٰن اڑیسوی عباسی علیہم الرحمہ سے آپ کو خلافت واجازت حاصل ہے۔

## حضور حافظ ملت کی جانشینی

یکم جمادی الآخر ۱۳۹۶ھ/ ۳۱ مئی ۱۹۷۶ء کو سرکار حافظ ملت کا وصال پر ملال ہوا۔ ۴ر جمادی الآخرہ کو جلسۂ تعزیت کے اختتام پر کثیر علما ومشائخ کی موجودگی میں آپ کو حضور حافظ ملت کے مسند پر بٹھا کر ان کی جانشینی کا اعلان کیا گیا اور جامعہ اشرفیہ مبارک پور کا دوسرا سربراہ اعلیٰ منتخب کیا گیا۔ مبارک پور کے تمام سنی مسلمان اور جامعہ ہذا کے ذمہ داران کو اطمینان قلبی حاصل ہوا کہ ہم نے حافظ ملت کے بعد جس کو اپنا سربراہ منتخب کیا ہے ان کی رگوں میں حافظ ملت کا خون دوڑ رہا ہے۔ لاریب آپ نے ان کی سچی جانشینی کا حق ادا کیا اور جامعہ اشرفیہ کو عروج وارتقا کی اس بلندی پر پہنچایا کہ آج جامعہ رشک جامعہ نظامیہ بغداد، جامعہ قرطبہ وجامعہ غرناطہ (اسپین) بنا ہوا ہے۔ ہندو نیپال، سری لنکا، ہالینڈ، انگلینڈ، آسٹریلیا، افریقہ اور امریکہ جیسے دور دراز ممالک سے طالبان علوم دینیہ کشاں کشاں چلے آرہے ہیں۔ اس وقت گیارہ ہزار طلبا وطالبات اور ڈھائی سو سے زائد معلمین جامعہ کے مختلف شعبہ جات میں مصروف تدریس وتعلیم ہیں۔ آپ کی سربراہی میں ہندوستان کی سب سے بڑی مسجد، عزیز المساجد، برکاتی ہاسٹل، فارن ہاسٹل، ڈائننگ ہال، امام احمد رضا لائبریری، دار التجوید وعالیہ بلڈنگ، فیملی کوارٹر، گولہ بازار میں پانچ منزلہ بلڈنگ، اشرفیہ انٹر کالج، اشرفیہ ہاسپٹل وغیرہ کی تعمیر عمل میں آئی۔ ریسرچ وتحقیق اور تصنیف وتالیف کے لیے متعدد ادارے قائم ہوئے۔ آپ ہی کی سربراہی میں نو پید فقہی مسائل پر تحقیق کے لیے مجلس شرعی مبارک پور اور تصنیف وتالیف کے لیے مجلس برکات کا قیام عمل میں آیا۔ فقہ وعربی ادب، تقابل ادیان اور اختصاص فی الحدیث کے شعبے قائم ہوئے۔

## عزیز ملت کے اسفار

آپ کی ذات جامعہ اشرفیہ کی ترقی اور اس کے دائمی استحکام کے لیے ہمہ وقت فکر مند نظر آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو سکون بہت کم میسر آتا ہے اور ہمہ وقت دعوتی، تبلیغی اور جامعہ کا دائرۂ تعاون کی توسیع کے لیے آمادۂ سفر رہتے ہیں۔ ہند و بیرون ہند، یورپ، امریکہ، افریقہ اور ایشیا کے درجنوں ممالک کا سفر کرتے رہتے ہیں۔ آپ کے حلقۂ ارادت میں آنے والوں کی تعداد بھی ہزاروں میں ہے۔ (۱)

## عزیز ملت کا دورۂ نیپال

حضور حافظ ملت کی طرح آپ نے بھی پڑوسی ملک، نیپال کو اپنی توجہات کا مرکز بنایا، یہاں کی مسلم آبادی کو اعلیٰ مذہبی تعلیم فراہم کرنے کے لیے ہمیشہ کشادہ قلبی کا مظاہرہ کرتے ہوئے نیپالی طلبہ کو بڑی تعداد میں جامعہ کے اندر داخلہ دیا۔ یہ نیپال والوں پر جامعہ اشرفیہ کا بہت بڑا احسان ہے۔ عزیز ملت نے نیپال کا پہلا سفر ''صبح طیبہ کانفرنس''، بھمر پورہ منعقدہ ۲۸، ۲۹ رشوال المکرم ۱۴۱۶ھ/ ۱۹، ۲۰ رمارچ ۱۹۹۶ء میں بحیثیت خطیب ومہمان خصوصی شرکت کی غرض سے فرمایا۔ اس کے بعد ۲۱-۲۲ راپریل ۲۰۱۰ء مطابق ۸-۹۔ بیساکھ ۲۰۶۷ بکرمی بروز بدھ و جمعرات کو دار الحکومت کاٹھمنڈو میں منعقد تاریخی اجلاس اتحاد ملت کانفرنس سے خطاب فرمایا اور اہل نیپال کی صحیح رہنمائی فرمائی۔

۱۲ر ۱۳ رمارچ ۲۰۱۵ء کو سید شاہ برکت اللہ انٹرنیشنل، صوفی کانفرنس میں شرکت کے لیے مولانا نور محمد خالد مصباحی کی دعوت پر آپ کپل وستو، تشریف لے گئے اور اپنے پرزور ناصحانہ خطاب سے مسلمانان نیپال کی رہبری فرمائی اور ایمان وعقیدہ کی حفاظت کے ساتھ تعلیم کے میدان میں آگے بڑھنے کی اپیل فرمائی۔ (بروایت مولانا نور محمد خالد مصباحی)

---

(۱) حضرت عزیز ملت کے تعلق سے ذاتی معلومات، سپاس نامہ امام احمد رضا ایوارڈ سے لیا گیا ہے، جو سالانہ نعتیہ پروگرام کی نوجوانان کمیٹی لال چوک، مبارک پور کی طرف سے ۲۸ ربیع الآخر ۱۴۳۷ھ/ ۸ رفروری ۲۰۱۶ء کو پیش کیا گیا تھا۔

اس سفر میں خطیب شہیر حضرت مولانا مسعود احمد برکاتی صاحب، خلیفۂ عزیز ملت اور ادیب شہیر حضرت مولانا نفیس احمد مصباحی صاحب، اساتذۂ اشرفیہ بھی حضرت کے ہمرکاب تھے۔

## پیر طریقت حضرت مفتی غلام یٰسین صاحب، قاضیٔ شہر بنارس

۲۰۰۴ء کی بات ہے والد گرامی حضرت مولانا محمد عیسیٰ برکاتی دام ظلہ العالی نے دارالعلوم سے متصل ایک قطعہ زمین خرید کر اس پر مسجد بلال کے سنگ بنیاد رکھنے کا ارادہ کیا تو اس کے سنگِ بنیاد کے لیے حضرت قاضیٔ شہر بنارس، خلیفہ حضور مفتیٔ اعظم ہند، مفتی شاہ غلام یٰسین قادری، رضوی، نوری کو دعوت دی۔ حضرت تشریف لائے اور سنگ بنیاد رکھا۔ دوسری بار حضرت کی آمد والد گرامی ہی کی دعوت پر ۱۳/اپریل ۲۰۰۷ء میں مہوا کی سرزمین پر منعقدہ اجلاس میں ہوئی۔ جس میں مقرر خصوصی کے طور پر خطیب شہیر مولانا سعید اختر بھوجپوری صاحب زید فضلہ اور سرپرست اجلاس کی حیثیت سے بقیۃ السلف، عمدۃ الخلف حضور سید شاہ حامد حسین زیدی مارہروی، ثم خیرآبادی، دامت برکاتہم العالیہ، ممبئی سے راقم الحروف کی دعوت پر تشریف لائے تھے۔ اختتام جلسہ کے بعد سینکڑوں افراد حضرت قاضی صاحب کے ہاتھوں پر سلسلۂ قادریہ رضویہ نوریہ میں داخل ہوئے۔ اس طرح حضرت قاضی صاحب قبلہ کے ذریعہ بھی رضوی فیضان نیپال پہونچا۔

تیسری بار ۲۶/نومبر ۲۰۱۵ء کو میری ہمشیرہ عالمہ، فاضلہ، زیب النساء قادری، امجدی کی تقریب شادی کے موقع پر آپ کپٹول اور جنک پور تشریف لائے اجلاس سے خطاب کیا اور روحانی فیوض سے شاد کام کیا۔

تفصیلی حالات کے سلسلہ میں راقم سطور نے کئی بار بنارس رابطہ کیا لیکن حالات فراہم نہیں ہو سکے۔

## مفتیٔ اعظم ہالینڈ، مفتی عبدالواجد نیر قادری رضوی

صوبۂ بہار، ہند کی ایک بہت ہی باکمال، علمی، فقہی، روحانی اور فقید المثال شخصیت کا نام مفتی عبدالواجد قادری ہے۔ فقہ وفتاوی، تصنیف وتالیف اور دعوت وتبلیغ کے میدان میں ہند وبیرون ہند کے معاصر اکابر علمائے اہلسنت کے درمیان ممتاز مقام اور منفرد شناخت رکھتے ہیں۔ آپ کی ولادت اپنے نانیہال دوگھرا جالے، ضلع دربھنگہ، بہار میں ۱۹ر فروری ۱۹۳۴ء کو ہوئی اور پرورش وپرداخت آبائی وطن علیم آباد ادھیاری، نزد کمتول، ضلع دربھنگہ میں ہوئی۔

آپ کا سلسلۂ نسب فرنگی محل کے ایک بزرگ نورالدین فرنگی محلی سے جاملتا ہے۔ یہ فرنگی محل لکھنؤ سے ترک سکونت کر کے سہسرام آگئے اور یہیں سکونت اختیار کر لی، پھر ان کے پوتے عبداللہ بن عبدل عرف ملاجی بن نورالدین نے سہسرام سے ترک وطن کر کے علیم آباد ادھیاری میں بود وباش اختیار کی۔ (۱)

### تعلیم وتربیت

ابتدائی تعلیم مقامی مکاتب اور اسکولوں میں ہوئی۔ حفظ کی تعلیم کے لیے مدرسہ سبحانیہ الہ آباد میں داخلہ لیا، جہاں حافظ محمد شفیع صاحب سے حفظ کی تعلیم حاصل کی جبکہ اسی مدرسہ میں استاذ القراء حضرت مولانا قاری محب الدین احمد ابن ضیا، مصنف معارفِ ثلثہ سے تجوید کا علم حاصل کیا، پھر حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ کے قائم کردہ ادارہ، جامعہ حبیبیہ میں حفظِ قرآن ترک فرما کر درس نظامی میں داخلہ لیا اور میزان ومنشعب سے لے کر کافیہ اور قدوری تک کی تعلیم حاصل کی۔ یہاں آپ نے مولانا مشتاق احمد نظامی، مولانا عبدالرب حبیبی اور مولانا حکیم نظام الدین حبیبی رحمہم اللہ سے اکتساب علم کیا۔ پھر مدرسہ فاروقیہ، بنارس منتقل ہوئے اور یہاں بھی تعلیم کا سلسلہ جاری رہا۔ پھر دیوبندی مکتبۂ فکر کے ایک مدرسہ

(۱) تجلیات نیر، ص: ۳۳، مرتبہ مولانا فیضان الرحمٰن سبحانی، مکتبہ واجدیہ، دہلی۔ مارچ ۲۰۱۵ء۔

اسلامیہ میں داخلہ لیا جہاں دورۂ حدیث تک کی تعلیم حاصل کی یہاں تک کہ دستار بندی کا موقع آ گیا۔ دستار بندی کے موقع پر مولوی حسین احمد مدنی، قاری طیب باندوی، مولوی قاسم شاہجہاں پوری وغیرہم مدعو تھے۔ جلسہ کی پہلی شب میں دیوبندی خطبا کی ایسی تقریر ہوئی کہ آپ اور آپ کے ساتھ فارغ ہونے والے ایک طالب علم نے مل کر خلاف میں ایک پوسٹر ترتیب دیا، جس کا عنوان تھا "علمائے دیوبند کی نیرنگیاں" اس میں علمائے دیوبند سے چند سوالات کے جوابات کا مطالبہ کرتے ہوئے اشتہار کی شکل میں، لکھ کر شہر بنارس کی گلیوں میں چسپاں کر دیا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ آخری دن کا جلسہ جو صبح تک ہونا تھا وہ گیارہ بجے شب میں ہی ختم ہو گیا۔ عوام ان کے عقائد سے مطلع کرنے پر متنفر ہو گئے۔

دن میں صدر المدرسین مولوی عبد المجید کے گھر دونوں طالب علموں کو طلب کیا گیا۔ حسین احمد مدنی نے پوچھا کہ تمھیں دستار چاہیے یا نہیں؟

مفتی صاحب نے جواب دیا: کل تک تو چاہیے تھا، لیکن آج نہیں۔

پوچھا گیا کیوں؟

مفتی صاحب نے فرمایا: جو کچھ اشتہار میں لکھا گیا ہے یا تو اسے غلط ثابت کیا جائے یا جواب دیا جائے۔

وہ لوگ آپ کے سوالات کا کیا جواب دیتے، حضرت مفتی صاحب اپنے ساز وسامان لے کر مدرسہ سے نکل گئے اور بنارس ہی میں ایک کرایہ کے مکان میں رہنے لگے۔

اللہ تبارک وتعالی نے آپ کو عظیم خدمات کے لیے منتخب کیا تھا، اس لیے ان کے چنگل سے نجات دی۔ حسن اتفاق کہ انھیں ایام میں حضور مفسر اعظم ہند، شیخ الحدیث، مدرسہ منظر اسلام بریلی شریف اور حضور محدث اعظم ہند ابو المحامد سید محمد اشرفی کچھوچھوی قدس سرہ بنارس تشریف لائے۔ یہاں کے لوگوں نے آپ کی جرأت رندانہ سے آپ کو باخبر کیا۔ آپ کی طلبی ہوئی اور ان بزرگوں نے آپ کے اس اقدام کو سراہتے ہوئے کثیر دعائیں دیں۔

حضور محدث اعظم ہند نے فرمایا:

"واللہ میں آپ کی مثال آسمان والوں سے نیچے نہیں پاتا، جنھوں نے عظمتِ نبی کی خاطر عزازیل کو ٹھکرادیا اور آپ نے عظمتِ مصطفی کی خاطر اپنی دستار کو ٹھوکر ماردی۔ مفسر اعظم ہند نے جیب سے بیس روپے نکال کر دیے اور کہا پہلی فرصت میں آپ بریلی شریف پہنچ جایئے۔ بریلی شریف میں آپ کا داخلہ دورۂ حدیث میں ہوا اور قیام، کتب خانہ حامدیہ میں رکھا گیا۔ ایک سال تین ماہ رہ کر آپ ۱۳۷۶ھ/ ۱۹۵۷ء میں فارغ التحصیل ہوئے۔(۱)

## تربیت اِفتاء

جب آپ بریلی شریف تشریف لے گئے تو آپ کی ملاقات سب سے پہلے حضور مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ سے ہوئی۔ پہلی ہی ملاقات میں مفتیٔ اعظم ہند نے آپ کو اپنی تپائی سے قریب بٹھا کر تاکید فرمائی کہ آپ جب تک بریلی میں رہیں، میرے پاس تشریف لایا کیجیے۔ آپ کی مکمل تربیت افتا حضور مفتیٔ اعظم ہند نے فرمائی۔ مسلسل گیارہ ماہ تک حضور مفتیٔ اعظم ہند کی صحبت بابرکت میں بیٹھ کر اپنے دیے ہوئے فتاوی پر اصلاح لیتے رہے۔ اس درمیان حضور مفتیٔ اعظم ہند نے آپ کے اندر فقہی ژرف نگاہی، بالغ نظری اور کلیات وجزئیات پر حیرت انگیز گرفت کی قوت پیدا فرمادی۔

یہی وجہ ہے کہ آپ کے فتاوی میں تحقیق وتدقیق، تنقیح مسائل، استخراج احکام کا جو رنگ نظر آتا ہے وہ حیرت انگیز ہے۔ جدید فقہی مسائل کی تبیین وتنقیح اور ان کے احکام کا استخراج اور تطبیق انیق اس انداز میں فرماتے ہیں کہ پڑھنے والوں کی طبیعت جھوم اٹھتی ہے۔ ۱۳۷۶ھ/ ۱۹۵۷ء میں حضور مفتیٔ اعظم ہند نے آپ کے نام کی مہر بنوا کر آپ کے حوالے کیا۔ آپ کے بہت سے فتاوی پر حضور مفتیٔ اعظم ہند اور ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری علیہما الرحمہ کے توثیقی وتصدیقی دستخط ثبت تھے۔ آپ جہاں بھی گئے شغل فتاوی نویسی کو ترک نہیں کیا۔

---

(۱) حیات مفسر اعظم، ص: ۳۱۶-۳۱۷، حیات وخدمات کا مختصر جائزہ۔ از مرتب فتاوی شرعیہ۔ اشاعت: بار سوم ۲۰۱۶ء۔

## تدریسی خدمات

دستار فضیلت کے بعد مفسر اعظم ہند کے ایما پر ۵۰ روپے ماہانہ مشاہرہ پر مدرسہ منظر اسلام میں بحیثیت نائب مدرس آپ کی تقرری ہوئی۔ جہاں اولی سے شرح جامی، شرح وقایہ اور نور الانوار تک کے طلبہ کو پڑھاتے تھے۔

شوال المکرم ۱۳۷۶ھ/ ۱۹۵۷ء میں حضور مفسر اعظم ہند کے ایما اور انتخاب پر دار العلوم حامدیہ رحمانیہ، پوکھریرا، ضلع سیتامڑھی میں بحیثیت صدر المدرسین ۴۰ روپے مشاہرہ پر آپ کی تقرری عمل میں آئی۔

جامعہ معینیہ اجمیر شریف، راجستھان میں بھی آپ نے تدریس وافتا کی خدمت کئی سال تک انجام دی۔ اجمیر شریف سے نکلنے والے ماہنامہ "سلطان الہند" کی ادارت آپ ہی کے ذمہ تھی۔ اجمیر شریف کے بعد مدرسہ ضیاء العلوم کے نام سے ایک ادارہ اپنے وطن علیم آباد میں قائم کیا اور یہاں بھی تدریسی خدمات انجام دی۔

۱۳۹۲ھ میں دار العلوم المشرقیہ حمیدیہ، دربھنگہ کے نائب صدر المدرسین کے منصب پر تقرری ہوئی اور یہاں کا دار الافتاء مستقل طور پر آپ کی نگرانی میں دے دیا گیا۔

## فتاوی نویسی

بریلی شریف میں فتاوی نویسی کا جو سلسلہ شروع فرمایا تا حیات قائم رہا۔ آپ جہاں بھی گئے تدریس وافتا وتصنیف سے جڑے رہے۔

ادارہ شرعیہ بہار کی "انسداد فسادات کانفرنس" میں شرکت کے بعد حضور مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن عباسی، اڑیسہ ورئیس المناظرین مفتی رفاقت حسین مفتیٔ اعظم کانپور اور مولانا صوفی سید الزماں حمدوی پوکھریروی دار العلوم حمیدیہ دربھنگہ تشریف لائے اور آپ کے نقولِ فتاوی کے رجسٹروں کو ملاحظہ فرما کر خوش ہوئے۔ امین شریعت اول مفتیٔ اعظم کانپور نے افتا سے متعلق ضروری اور مفید ہدایات دیں اور دربھنگہ کمشنری کا باضابطہ قاضیٔ شرع مقرر فرمایا۔

۱۳۹۵ھ/۱۹۷۶ء میں ادارۂ شرعیہ پٹنہ کے بانی ومحرّک حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ اور مہتمم ادارۂ شرعیہ، سید رکن الدین اَصدق صاحب نے مرکزی ادارۂ شرعیہ پٹنہ کی ذمہ داری سنبھالنے پر آپ کو آمادہ کرلیا۔ ادارۂ شرعیہ میں صدر مفتی کی حیثیت سے ۱۹۷۹ء سے ۱۹۸۴ء تک مسلسل پانچ سال تک جُہدِ مسلسل کے ساتھ کارِ اِفتا کو انجام دیا۔ آپ کے فتاوی مسلمانوں میں بڑی اہمیت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ کورٹ اور کچہریوں میں آپ کے فتاوی کی بنیاد پر نزاعات کے فیصلے ہوتے۔

یہاں آپ نے کئی ہزار فتاوی لکھے جو کئی ضخیم جلدوں میں ''فتاوی شرعیہ'' کے نام سے محفوظ ہیں۔ امین شریعت دوم مفتی انیس عالم سیوانی کے وصال کے بعد حضرت علامہ ارشد القادری ودیگر علماے اہلسنت نے آپ کو امین شریعت کے منصب پر بحال کیا۔ تاحال عہدہ پر قائم ہیں۔

جنوری ۱۹۸۵ء سے اکتوبر ۱۹۸۵ء تک جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف کے دارالافتاء میں صدر مفتی کی حیثیت سے خدمت انجام دی۔

## سفر ہالینڈ

اکتوبر ۱۹۸۵ء میں ''نیدر اسلامک سوسائٹی'' ہالینڈ کی طرف سے خانقاہ رضویہ بریلی شریف سے ایک جید عالم دین کا مطالبہ ہوا۔ حضرت ریحان ملت مولانا ریحان رضا خان رحمانی سابق سجادہ نشین خانقاہ رضویہ بریلی شریف کے مشورہ پر آپ ہالینڈ تشریف لے گئے اور یہاں دعوت وتبلیغ، امامت وخطابت اور فتاوی نویسی کے ذریعہ یورپین اقوام کو فیضیاب کرنے لگے۔

## مفتیٔ اعظم ہالینڈ کا خطاب

۱۴۰۸ھ/۱۹۸۷ء میں قائد ملت، علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کی تحریک پر تاج الشریعہ حضرت علامہ اختر رضا قادری ازہری دام ظلہ العالی کی قیادت اور عراق وترکی و بلاد یورپ کے سفرا اور کاؤنسلرز کی نمائندگی اور موجودگی میں علماے اہلسنت نے آپ کے سر پر دستار قضا و اِفتا باندھ کر پورے ملک کا قاضی ومفتی مقرر فرمایا۔ نیز ملک بھر کے اِفتا وقضا کی ذمہ داری

وجواب دہی آپ کے سپرد کی اور آپ کا دار الافتاء، جامعہ مدینۃ الاسلام، دی ہیگ میں قائم کیا گیا۔ واضح ہو کہ مذکورہ ادارہ کے بانی بھی قائد اہلسنت علامہ ارشد القادری ہی ہیں۔

پھر ۱۹۹۹ء میں اسلامک فاؤنڈیشن نیدر لینڈ اور مجلس رضا نیدر لینڈ کے دار الافتاء والقضا کی ذمہ داری بھی آپ کے کاندھوں پر آ گئی۔ الغرض آپ کے ۶۵ رسالہ فتوی نویسی کی خدمات اور فقہی بصیرت پر تحقیق کی جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔

اس مختصر تحریر میں تمام خدمات کا احاطہ بے حد مشکل ہے۔ تفصیل کے لیے فتاوی یورپ، تجلیات نیر وتذکرہ علماے اہلسنت سیتامڑھی اور حیات مفسر اعظم تیسرے ایڈیشن کا مطالعہ کریں۔

## اَسفار:

آپ نے دعوت وتبلیغ، رشد وہدایت اور مختلف کانفرنسز وغیرہ میں شرکت کے لیے نیپال، جرمنی، فرانس، پیرس، لندن، سوئٹزر لینڈ، فن لینڈ، برلن، پولینڈ، اسپین، پرتگال، روم، ترکی، مراکش، عراق، لیبیا، سعودیہ عربیہ، دبئی، بحرین، انڈونیشیا، ملیشیا وغیرہ کے سفر کیے۔ ان اسفار کے واقعات ولمحات کو مفتی صاحب کی تصنیف ''کائنات آرزو'' میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ ۱۹۸۲ء میں پہلی بار حج کی سعادت حاصل کی۔

## تصانیف

آپ کو اللہ تعالی نے فکر وقاد، نگہ نقاد کے ساتھ قلم سیال کی دولت سے بھی حظ وافر عطا کیا ہے۔ چالیس سے زائد کتابیں بشمول فتاوی آپ کے رشحات قلم سے وجود میں آ چکی ہیں، ان میں ۴ رکتابیں نظم میں ہیں باقی سب نثر میں ہیں۔

ان میں فتاوی یورپ، فتاوی شرعیہ (سات جلدوں میں)، فتاوی واجدیہ، سوانح غوث بنگالہ، قرآنی ترجمہ کا تقابلی جائزہ، فتاوی نویسی کے رہنما اصول، ضیاے تصوف، مکالمۂ حق وباطل، حیات مفسر اعظم ہند، جبینِ امامت کا آخری سجدہ، قرآنی تعلیم (دو حصے)، کائنات آرزو، تنویر نیر، تازیانہ اور پھلواری (نظم میں) قابل ذکر ہیں۔

## خلافت واجازت

تاجدار اہلسنت حضور مفتی اعظم ہند، حضور مفسر اعظم ہند، شہزادۂ قطب مدینہ حضرت مولانا ڈاکٹر فضل الرحمٰن قادری مدنی، مخدوم زماں حضرت صوفی سید احمد شاذلی عورفی قدس اللہ اسرارہم سے حاصل ہے۔

## نیپال میں مفتیٔ اعظم ہالینڈ کی خدمات

پہلی بار آپ کی آمد دھرم پور (بھانٹرسر) ضلع سرلاہی میں حضور مفسر اعظم ہند کے ساتھ ہی فراغت سے ایک سال قبل ۱۹۵۶ء میں ایک عظیم الشان جلسۂ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر حضور مفسر اعظم ہند کے خادم خاص کی حیثیت سے ہوئی۔

دوسری بار آپ کی آمد ۱۹۶۶ء/ ۲۰۳۲ بکرمی چیت ماہ مطابق ماہ صفر ۱۳۸۵ھ میں سندر پور، ضلع سرلاہی کے دوروزہ عظیم الشان اجلاس میں حضور مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ ومجاہد دوراں خطیب عصر، مولانا سید شاہ مظفر حسین کچھوچھوی ابن قطب المشائخ سید اشرف حسین کچھوچھوی وخطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی قُدِّست اَسرارہم کے ساتھ مقرر کی حیثیت سے ہوئی۔

تیسری بار ۱۹۶۷ء میں آپ کی آمد بھانٹرسر، ضلع سرلاہی نیپال کے سب سے قدیم دینی ادارہ مدرسہ اسلامیہ فیض الغرباء میں نائب صدر المدرسین کی حیثیت سے ہوئی۔ اس وقت مدرسہ ہذا کے شیخ الحدیث وصدر المدرسین کے عہدہ پر فقیہ عصر حضرت مفتی محمد صبغۃ اللہ قادری علیہ الرحمہ متمکن تھے۔

بھانٹرسر اور کاٹھمنڈو میں مفتیٔ اعظم ہالینڈ کی خدمات کے حوالے سے ان کے ایک قدیم ارشد تلامذہ، ممتاز ادیب وشاعر ڈاکٹر وصی مکرانی واجدی جو خود صاحب دیوان شاعر اور مختلف کتابوں کے مرتب ومصنف ہیں، تحریر فرماتے ہیں:

''حضور امین شریعت ۱۹۶۷ء سے ۱۹۷۰ء تک بھانٹرسر میں درس وتدریس کے

فرائض انجام دیتے رہے۔قرب وجوار کے طلبہ کا ہجوم بھانٹرسر میں تعلیم کے لیے ہونے لگا۔ علاقے میں ہر جانب تبلیغی دورے ہونے لگے۔اکثر علاقے کی محفلوں میں علامہ موصوف کو ضرور بلایا جاتا۔ان چار سالوں میں نہ جانے کتنے ذروں کو مہر درخشندہ بنا دیا۔خاکسار وصی احمد مکرانی بھی اسی ذرۂ کمتر میں سے ایک ہے۔حضرت امین شریعت کے عہد میں بھانٹرسر نیپال کے پچاس کوس میں صرف چند دینی ادارے قائم تھے۔اس علاقے کے دینی اداروں میں مدرسہ فیض الغرباء کو اوّلیّت حاصل ہے۔علاقے کے اکثر دینی اداروں میں اکثر سالانہ امتحانات میں ممتحن کی حیثیت سے بلائے جاتے تھے۔ان کے بیان وکلام میں اثر آفرینی تھی۔اکثر لوگ مقامی علما کی تقریریں سن کر اُوب جاتے ہیں،مگر ان چار سالوں میں ان کی تقریر ہمیشہ تشنہ ہی رکھتی تھی۔

قیام بھانٹرسر کے دوران حضرت کا شعری مجموعہ ''تنویر نیر'' اور ''ضیاے تصوف'' مدرسہ فیض الغرباء اور اس کے معاونین کے تعاون سے شائع ہوئے۔ ۱۹۶۷ء ہی میں انھوں فخر ازہر حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی کو بھانٹرسر کی سرزمین پر بلوا کر ہم لوگوں کو شرف بیعت سے سرفراز ہونے کا موقع فراہم کیا۔

بھانٹرسر کے بعد آپ نے جامع مسجد کشمیری پنج تکیہ، کاٹھمنڈو، نیپال میں ۱۹۷۰ء سے ۱۹۷۳ء تک امامت وخطابت اور فتاوی نویسی کے فرائض انجام دیے۔ قیامِ کاٹھمنڈو کے دوران قادیانی فتنہ کے تعلق سے کسی عثمان فارقلیط کی بکواس کا جواب آپ نے ایک رسالہ نکال کر دیا تھا۔

کاٹھمنڈو میں حضرت موصوف کی وجہ سے اہلسنت وجماعت کو تقویت حاصل ہوئی۔''(۱)

کاٹھمنڈو میں قیام کے دوران شاہ نیپال راجہ بریندر بیر بکرم شاہ دیب کی تاج پوشی کے موقع پر مختلف نظموں پر مشتمل ایک کتاب بنام ''پھلواری'' راجہ کی شان میں ترتیب دی

(۱) قلمی مکتوب بنام راقم الحروف بذریعہ ای میل۔ڈاکٹر وصی مکرانی واجدی۔مورخہ ۲۶/اکتوبر ۲۰۱۶ء۔

جس کا نیپالی ترجمہ تربھون یونیورسٹی کاٹھمنڈو کے ایک پروفیسر نے کیا اور اردو ادب کے مشہور شاعر فراق گورکھپوری نے اس پر تقریظ لکھی۔ راجا مہیندر بیر بکرم شاہ دیب نے ذوق وشوق کے ساتھ اس کا مطالعہ کیا اور اپنے ایک مکتوب میں اپنے تاثر کا اظہار کرتے ہوئے شکریہ ادا کیا اور انعام واِکرام کی خوش خبری دی۔

## مولانا صوفی محمد صدیق خان قادری (روپندیہی)

حضرت الحاج مولانا صوفی محمد صدیق خان صاحب ملقب بہ شیر نیپال ترائی نیپال کے ضلع ''روپندیہی'' کے ''کھُرہَر'' نام کی بستی میں ۲۷/جولائی ۱۹۴۶ء میں محمد اسحق خان مرحوم کے گھر پیدا ہوئے ۳/ذوالقعدہ ۱۳۸۴ھ میں دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف سے سند فراغت حاصل کی۔ بعد فراغت آٹھ سالوں تک مدرسہ غوثیہ اہل سنت فیض العلوم بڑھیا، ضلع سدھارتھ نگر یوپی میں تدریسی فریضہ انجام دیا۔ نیپال کی پسماندگی اور جہالت پہ انھیں کافی دکھ ہوا۔ اس بنا پر نیپال کے مشہور شہر بھیرہواں کے محلہ کٹھوتیہ میں ایک چھوٹے سے مدرسہ دارالعلوم اہلسنت غوثیہ نورالعلوم کو پروان چڑھانا شروع کیا اور ۲/سال کی محنت کے بعد اسے ایک دارالعلوم میں تبدیل کردیا۔ جہاں سے درجۂ حفظ وقراءت اور درس نظامی کی تعلیم کا بڑے زور وشور کے ساتھ آغاز ہوا۔

**خدمات:** آپ نے ہندوستان کے ضلع مہراج گنج اور گورکھپور سے متصل نیپال کے بہت سے اَضلاع کا تبلیغی دورہ کیا۔ جہاں مدرسہ کی ضرورت تھی مدرسہ قائم کیا۔ اور جہاں مسجد کی ضرورت پڑی مسجدیں قائم کیں۔ ضلع روپندیہی، کپل وستو اور نَوَل پَراسی کے اکثر مدارس ومساجد آپ ہی کی کاوشوں اور مشقتوں کی دین ہیں۔ ان علاقوں میں آپ نے سیکڑوں علما وحفاظ کی جماعت تیار کیے۔ اور وہابیہ ودیابنہ کے فتنوں سے مسلمانان اہلسنت کو محفوظ رکھا۔ آپ کی انہیں خدمات کو دیکھتے ہوئے لوگوں نے آپ کو شیر نیپال کا خطاب دیا۔ اور پوری زندگی شیر حق کی طرح عقائد مسلمین کی حفاظت فرمائی۔ راقم سطور کی پہلی ملاقات

۲۰۰۷ء میں جامعہ غوثیہ احسن البرکات، کاٹھمنڈو میں ہوئی۔ وہاں آپ کا رمضان المبارک میں ایک خطاب بھی ہوا۔ جس کو سننے کے بعد اندازہ ہوا کہ آپ بہت ساری احادیث کے حافظ بھی ہیں۔ طویل حدیثیں آپ کی نوک زبان پر تھیں۔ اپنی وسعت علمی، وسیع النظری اور منکسر المزاجی کے سبب معاصرین میں امتیازی شان رکھتے ہیں۔ دین وسنیت کا جذبہ بدرجہ اتم کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ آپ بہت ہی پرہیزگار اور محتاط عالم باعمل ہیں۔ ۱۹۹۵ء میں مفتئ اعظم راجستھان حضرت علامہ مفتی محمد اشفاق حسین نعیمی، تلمیذ حضور صدر الافاضل علیہما الرحمہ نے اجازت وخلافت عطا کی۔ معتقدین نے بارہا التجا کی کہ آپ بیعت فرمائیں لیکن آپ نے فرمایا میں خود کو اس کا اہل نہیں سمجھتا۔ اس علاقہ میں ۱۳۹۰ھ میں پہلی بار آپ ہی کی قیادت میں آپ ہی کی کوششوں سے جلوس عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم نکالا گیا۔

**ممتاز تلامذہ:** آپ کے شاگردوں کی بڑی جماعت ہے جو اپنے آپ میں ماہ ونجوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مشہور تلامذہ یہ ہیں۔

۱- مفتی محمد نعیم الدین صاحب۔ استاذ بحر العلوم خلیل آباد، سنت کبیر نگر
۲- مولانا محبوب عالم نوری۔ شیخ الحدیث دار العلوم سعید العلوم، مہراج گنج
۳- مولانا محمد صدر عالم مصباحی۔ شیخ الادب دار العلوم سعید العلوم، مہراجگنج
۴- مولانا مظہر علی علیمی۔ پرنسپل دار العلوم عربیہ اہلسنت پوکھر بھنڈا، روپندیہی
۵- مولانا غیاث الدین احمد مصباحی نظامی۔ استاذ سعید العلوم، یکما مہراجگنج

## سراج الفقہا، مفتی محمد نظام الدین رضوی برکاتی

سراج الفقہا، رأس فحول العلما، محقق مسائل جدیدہ، حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی بن خوش محمد انصاری بن سخاوت علی بن فتح محمد بن خدا بخش دامت برکاتہم صدر شعبہ افتا وصدر المدرسین الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور۔ متحدہ ہندوستان کے حلقۂ اہل علم میں محتاج تعارف نہیں، فقہ وفتاوی اور تحقیق وتصنیف کی دنیا میں آپ کی ذات مرجع العلما والفقہا بن

چکی ہے۔ اسلامی اسکالر کی حیثیت سے آپ کا شمار عالم اسلام کی چند نمائندہ شخصیتوں میں ہوتا ہے۔ ہندو پاک، یورپ، افریقہ، اسٹریلیا اور امریکہ کے متعدد ممالک میں آپ کے فتاوی پر اعتماد کیا جاتا ہے اور ان کو بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔

۲۰/ مارچ ۱۹۵۷ء/ ۱۳۷۷ھ کو شب جمعہ میں ضلع دیوریا، یوپی کے ایک غیر معروف گاؤں ''بھوجولی پوکھرٹولہ'' میں آپ کی پیدائش ایک دین دار گھرانے میں ہوئی۔

۱۹۷۶ء میں آپ نے جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں داخلہ لیا اور ۱۹۷۸ء میں درجہ فضیلت اور ۱۹۸۰ء/ ۱۴۰۰ھ میں درجہ تخصص فی الفقہ سے فراغت حاصل کی۔ پھر اسی سال بحیثیت استاذ و مفتی دار الافتا جامعہ ہذا میں آپ کا انتخاب عمل میں آیا۔ اس وقت سے لے کر اب تک دونوں مناصب کو مزید ذمہ داریوں کے ساتھ سنبھالے ہوئے ہیں۔

## فتاوی نویسی اور فقہی تبحر:

فتاوی نویسی کی تربیت حضرت شارح بخاری علامہ مفتی شریف الحق امجد علیہ الرحمہ سے حاصل کی۔ ابتدا میں آپ شارح بخاری کے پاس بیٹھ کر ملک و بیرون ملک سے آئے ہوئے سوالات پڑھ کر سناتے اور حضرت جو جواب ارشاد فرماتے اسے لکھا کرتے، پھر حضرت آپ کو کچھ سوالات بھی دینے لگے اور ان کے جوابات لکھ کر سنانے کی تلقین فرمانے لگے۔ چند سالوں میں اصلاح و تربیت کے مرحلہ سے گزرنے کے بعد آپ کو فتاوی نویسی کے فن میں خاصی مہارت پیدا ہوگئی۔ بروایت حضرت مولانا نفیس احمد مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور ۲۰۱۴ء تک آپ کے لکھے ہوئے فتاوی کی تعداد تقریبا دس ہزار ہے۔ ہنوز یہ کام پورے تسلسل کے ساتھ جاری ہے۔

آپ نہ صرف فتاوی نویسی کرتے ہیں بلکہ اپنی نگرانی میں دار الافتا جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں بیٹھنے والے مفتیان کرام کے فتاوی کی بھی تصحیح کرتے ہیں نیز طلبۂ اختصاص فی الفقہ کے فتاوی کی بھی اصلاح فرماتے ہیں۔

## مسائل جدیدہ کی تحقیق:

حوادث زمانہ کے بطن سے روزمرہ پیدا ہونے والے جدید مسائل کی تحقیق اور ان کے احکام شرعیہ کے استنباط واستخراج میں آپ کو غیر معمولی مہارت حاصل ہے۔ یہ آپ کا ایسا وصف ہے جو اقران سے آپ کو ممتاز کرتا ہے۔ آپ نے فقہی ژرف نگاہی، دقت نظر اور وسعت علمی کا استعمال کرتے ہوئے تقریباً سو سے زائد مسائل جدیدہ پر مکمل تحقیق فرمائی ہے اور امت مسلمہ کے لیے فقہ حنفی کے دائرہ میں رہ کر شریعت پر عمل کرنا آسان کر دیا ہے۔ ان میں سے چند مسائل یہ ہیں:

(۱) بلیک برن وغیرہ بلاد برطانیہ میں عشا، وتر اور صوم (روزہ) کے وجوب کی تحقیق۔ (۲) میوچول فنڈ کی شرعی حیثیت۔ (۳) ڈی این اے ٹسٹ شرعی نقطہ نظر سے۔ (۴) ڈیون اور ان کے منافع پر زکاۃ (۵) شیر بازار کے مسائل۔ (۶) لاؤڈ اسپیکر پر نماز کی اقتدا کا شرعی حکم (۷) چلتی ٹرین میں نماز کا حکم (۸) جینیٹک ٹسٹ اور اس کی شرعی حیثیت (۹) جدید بینک کاری اور اسلام (۱۰) مشینی ذبیحہ مذاہب اربعہ کی روشنی میں۔ (۱۱) اعضا کی پیوند کاری وغیرہ۔

اس طرح کے بے حد حساس اور کثیر الوقوع مسائل کی تحقیق فرما کر آپ نے بروقت امت مسلمہ کی رہنمائی فرمائی۔ ان میں سے بہت سے مسائل پر مستقل تصانیف موجود ہیں۔ آپ کی تصانیف کی تعداد ۵۰ر کے قریب ہے۔ ان میں سرفہرست الحواشی الجلیة فی تایید المذهب الحنفیة علی شرح صحیح مسلم۔ اور فقہ حنفی کا تقابلی مطالعہ کتاب وسنت کی روشنی میں ہیں۔ تفصیل کے لیے اہل سنت کی آواز ۲۰۱۴ء کا مطالعہ کریں۔

## بیعت وخلافت:

آپ کو حضور مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا قادری علیہ الرحمہ بریلی شریف سے شرف بیعت اور خلیفۂ اعلیٰ حضرت مفتی عبد الباقی برہان الدین معروف بہ برہان ملت علیہ الرحمہ

سے خلافت واجازت حاصل ہے۔ ۲۰۰۰ء میں عرس قاسمی برکاتی میں حضرت سید محمد امین میاں قادری برکاتی دام ظلہ نے بھی آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ میں مجاز وماذون کیا۔

## مفتی صاحب کا دورۂ نیپال:

آپ نے اب تک چار مرتبہ نیپال کی سرزمین کو اپنے علمی وروحانی دوروں سے فیضیاب کیا ہے۔ مفتی صاحب نے راقم سطور سے بیان فرمایا: میرا نیپال کا پہلا سفر مولانا عین الحق شاہدی نوری کی دعوت پر غالباً ۱۹۹۵ء میں ہوا تھا۔ سرلاہی کے علاقہ میں ایک جلسہ میں میں نے ایک گھنٹہ ''اسلام کے نظریۂ مساوات اور عدل وانصاف'' پر تقریر کی جسے بے حد پسند کیا گیا۔ دوسرا سفر صبح طیبہ کانفرنس، بھمر پورہ، ضلع مہوتری منعقدہ ۲۸، ۲۹ شوال ۱۴۱۶ھ/ ۱۹/ ۲۰/ مارچ ۱۹۹۶ء میں شرکت کی غرض سے ہوا تھا۔ اس جلسہ میں مفتی صاحب نے ''فضیلت علم اور مسلمانوں کی خیر خواہی'' کے موضوع پر تقریباً پون گھنٹہ جلسہ سے خطاب فرمایا اور مسلمانان نیپال کی اچھی رہنمائی فرمائی۔ اس کانفرنس میں حضرت عزیز ملت نے بھی شرکت فرمائی تھی۔

آپ کا تیسرا سفر ۲۸/ محرم الحرام ۱۴۲۳ھ/ ۱۴/ مئی ۱۹۹۹ء میں مولانا مفتی محمود اختر مصباحی صدر المدرسین دار العلوم گلشن رضا رائے بریلی یوپی کی تقریب شادی میں شرکت کے لیے ہوا۔ مبارک پور سے سیتامڑھی اور بھٹا موڑ ہوتے ہوئے جلیشور اور وہاں سے تلسیا ہی نام کی بستی میں تشریف لائے۔ یہ بستی جلیشور سے ۷/ کلومیٹر جانب غرب واقع ہے۔ شب میں تقریباً ایک گھنٹہ نکاح اور علم وعلما کی فضیلت واہمیت پر جلسہ سے خطاب فرمایا۔ اختتام جلسہ کے بعد چودہ خواتین اور ۸/ مردوں نے سلسلہ قادریہ رضویہ برہانیہ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔

مفتی محمود اختر صاحب نے راقم سطور سے بیان کیا: ان مرید ہونے والیوں میں میری دادی جان بھی تھیں۔ مردوں میں ایک نوجوان ایسا بھی تھا جو بہت بڑا شرابی اور تعزیہ

دار تھا۔ اس نوجوان کو حضرت نے نصیحت کی مرید ہونے کے بعد اس نے شراب نوشی اور تعزیہ داری مکمل طور پر ترک کردی اور دین دار بن گیا۔ ۲۹ رمحرم الحرام کو جمعہ کی نماز آپ نے پڑھائی اور جمعہ سے پہلے خطاب فرمایا۔ بعد تقریر نماز سے پہلے لوگوں نے مفتی صاحب سے کفن وغیرہ کے متعلق چند سوالات بھی کیے۔ شب میں برات کے ساتھ آپ سسوا کٹیا تشریف لائے اور مدرسہ مظہر العلوم میں قیام فرمایا۔ اس وقت وہاں موجود سارے علما نے آپ سے علمی وفقہی استفادہ کیا۔ بعد نماز مغرب سے لے کر ایک بجے شب تک علماے کٹیا ونواح آپ کو حلقہ میں لیے گھیرے رہے۔ آدھی رات تک سوالات وجوابات کا سلسلہ جاری رہا۔ ایک بجے شب میں آپ نے نکاح پڑھایا اور محفل اختتام پذیر ہوئی۔ ۱۶ رمئی ۱۹۹۹ء کو آپ مبارک پور واپس ہوئے۔

آپ کا چوتھا سفر ماہ رجب ۱۴۳۸ھ میں جامعۃ المدینہ فیضان عطار، نیپال گنج کے ذمہ داران واساتذہ کی دعوت پر ہوا۔ یہاں آپ کے علاوہ حضرت خیر الاذکیا علامہ محمد احمد مصباحی دامت برکاتہم العالیہ بھی مدعو تھے۔ دونوں حضرات نے اساتذہ اور طلبہ کی تربیت کے حوالے سے خطاب فرمایا۔

حضرت مفتی صاحب اپنے سینکڑوں تلامذہ کے ذریعہ بالواسطہ اور بذات خود بھی نیپال کو فیضیاب کررہے ہیں۔ اللہ تعالی ان کے سایہ کو ہم پر دراز فرمائے۔

## حضرت مولانا مفتی یوسف علی مظہری مصطفوی

### خلیفہ حضور مفتیٔ اعظم ہند (سرلاہی)

استاذ الاساتذہ، حضرت مولانا مفتی یوسف علی مظہری، مصطفوی، بن نبی جان بن حسین بن بہار علی (معروف بہ بہار میاں) نیپال کے ضلع سرلاہی کی ایک مردم خیز بستی بست پور میں ۱۹۵۷ء میں پیدا ہوئے۔ عہد طفلی میں آپ کا نام میکائیل رکھا گیا تھا بعد میں یوسف علی سے معروف ہوئے۔

آپ کے دادا جناب حسینی میاں کے بھائی مولانا عبداللہ اسلام کے بڑے مبلغ تھے۔ انھوں نے موجود بنگلہ دیش کے کسی علاقہ سے دینی تعلیم حاصل کی تھی اور نیپال کے ترائی علاقوں میں اسلام کی تبلیغ کی تھی۔ان کے والد بہاری میاں مرحوم بست پور، سرلاہی میں اولین وارد ہونے والے مسلمانوں میں سے ہیں حضرت مولانا عبداللہ قدس سرہٗ کے ذریعہ ہی جامع مسجد بست پور کی تعمیر عمل میں آئی پہلے یہ مسجد چھپر پوش تھی بعد میں تعمیر نو ہوئی۔

مفتی یوسف علی نے ابتدائی تعلیم اپنے چچا مولوی محمد ادریس انصاری سے حاصل کی۔ ۱۹۶۸ء سے ۱۹۷۳ء تک الجامعۃ الاسلامیہ، رضاء العلوم کنہواں، ضلع سیتامڑھی میں متوسطات تک کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۷۴ء میں دار العلوم مظہر اسلام، بریلی شریف میں داخل ہوئے اور ۱۹۷۷ء میں دستار وسند فضیلت سے نوازے گئے۔

آپ کے اساتذہ میں درج ذیل حضرات سرفہرست ہیں:

۱-مولانا حامد القادری صاحب
۲-مفتی ظہیر الحسن صاحب ادروی
۳-مولانا عبدالحمید صاحب (اساتذۂ رضاء العلوم)
۴-فخر المحدثین مولانا عبدالمصطفیٰ اعظمی (مصنف جنتی زیور)
۵-مولانا نور الہدیٰ گیاوی (اساتذۂ منظر حق، ٹانڈہ)
۶-مولانا مفتی محمد اعظم رضوی، ٹانڈوی، شیخ الحدیث مدرسہ مظہر اسلام
۷-مولانا محمد ہاشم یوسفی بہاری
۸-مفتی محمد صالح رضوی، بریلی شریف
۹-مفتی عبدالرحمٰن صاحب (اساتذۂ بریلی شریف)

## تدریسی خدمات:

حضور مفتیٔ اعظم ہند مصطفیٰ رضا خان قادری کے ہاتھ پر بیعت کی۔ انھیں کے

ہاتھوں آپ کی دستار بندی ہوئی۔ اور حضرت مفتی اعظم ہند نے ہی آپ کی جماعت کو بخاری شریف کا افتتاح واختتام کرایا۔ ۱۹۷۷ء سے ۱۹۷۹ء تک دو سال حضور مفتیٔ اعظم ہند کی خدمت میں رہ کر فتویٰ نویسی کی مشق کی بی ۱۹۷۹ء میں حضور مفتیٔ اعظم ہند نے آپ کو دار الافتا مظہر اسلام کا مفتی متعین کیا۔ اس وقت سے ۱۹۸۱ء تک آپ نے دار الافتا کی ذمہ داری کو بخوبی انجام دیا ۱۹۸۲ء سے ۱۹۸۴ء تک دار العلوم شیریہ، بہیڑی، ضلع بریلی میں بحیثیت صدر المدرسین خدمت انجام دیابی ۱۹۸۴ء میں آپ اپنے وطن مالوف سرلاہی، نیپال منتقل ہو گئے اور ۱۹۸۴ء سے ۱۹۹۷ء تک جامعہ رضویہ، سندر پور میں بحیثیت مہتمم وصدر المدرسین خدمت انجام دی۔ آپ کے عہد میں درجہ سابعہ تک تعلیم ہوتی تھی بی ۱۹۹۷ء میں اپنے آبائی وطن بست پور میں مستقل قیام کیا اور الجامعۃ الرضویہ بحر العلوم، بست پور کے اہتمام وتدریس کی ذمہ داریاں سنبھالیں۔ اور تلمیذ حضور حافظ ملت، مولانا ظفیر احمد مصباحی کو صدر المدرسین کی ذمہ داری تفویض کی۔

## رفقاے درس:

وہ علما جو قیام بریلی کے زمانہ میں آپ کے رفقاے درس رہے ان میں

مفتی انوار الحق مصطفوی، خلیفہ حضور مفتیٔ اعظم ہند

مفتی محمد ناظم علی، بارہ بنکوی

مولانا محمد صدیق صادق، پرتاپوری

مفتی انور علی صاحب شیخ الادب منظر اسلام وغیرہ کے اسما سرفہرست ہیں۔

## اجازت وخلافت:

مفتی صاحب اور آپ کے ہم درس متعدد رفقا کو حضور مفتیٔ اعظم ہند نے ۱۹۷۷ء میں اجازت وخلافت عطا کی۔ مفتی یوسف علی صاحب نے ایک زمانے تک اپنی اجازت

وخلافت کو پوشیدہ رکھا، اور یہ استتار اتنا غالب رہا کہ بعض احباب کے اصرار پر بھی انھوں نے سکوت اختیار کیا جس سے بعض علما کو یہ شبہ پیدا ہوا کہ آپ کو حضور مفتیٔ اعظم ہند سے اجازت وخلافت عطا نہیں ہوئی ہے۔ اگر اجازت حاصل تھی تو استفسار کے وقت اس کا اظہار کیوں نہ کیا؟ ان کی یہ بات معقول بھی ہے۔ معقول ہے لیکن ہم مفتی صاحب کے اس اخفا کو حد درجہ کسر نفسی پر محمول کر سکتے ہیں۔ کیوں کہ آپ فطری طور پر کم سخن، متواضع، کریم النفس، واقع ہوئے ہیں۔ شہرت، نام ونمود سے دور بھاگتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے علی الاعلان اس کا اظہار نہیں کیا اب ہم ذیل میں ایک تحریری شہادت پیش کرتے ہیں جس سے ان کا خلیفہ ومجاز ہونا ثابت ہوتا ہے۔

حضرت مفتی انوار الحق مصطفوی، ساکن بریلی شریف، جو حضور مفتیٔ اعظم کے خلیفہ ومرید ہیں اور مفتی یوسف علی صاحب کے رفیق درس بھی ان کی حیات وخدمات پر مرتب کتابچہ "خدمات الاسلام" جس کے مرتب الحاج محمد اسلام رضوی ومحمد اسلم بیگ رضوی ہیں اس کے صفحہ ۱۲ر پر یہ تحریر موجود ہے۔

"بریلی شریف کے فارغین میں مولانا مفتی انور علی صاحب، شیخ الادب منظر اسلام مولانا، مفتی محمد ناظم علی بارہ بنکوی، مولانا محمد یوسف نیپالی، مولانا نور اللہ عرف نوری میاں بہاری، مولوی محمد صدیق صادق پرتاپوری، مجاہد چندوسی قابل ذکر ہیں۔ مذکورہ حضرات کو بھی سرکار مفتیٔ اعظم ہند نے اجازت وخلافت سے نوازا تھا۔"(۱)

یہ کتاب پہلی بار کب چھپی اس کا ذکر کتاب میں نہیں ہے، اس کتاب میں ان فارغین کی فہرست میں جن کو خلافت عطا کی گئی مولانا محمد یوسف نیپالی کا نام صریح طور پر مرقوم ہے اور حقیقتہ یہی آپ کا سنہ فراغت ہے۔ اس وقت محمد یوسف نیپالی نام کا کوئی دوسرا

(۱) خدمات الاسلام، محمد اسلام رضوی، ناشر: حجۃ الاسلام اکیڈمی، متصل مدرسہ غوثیہ برکاتیہ پیلی باغ قلع بریلی شریف۔ ص: ۱۲، سنہ اشاعت ندارد۔ یہ کتاب راقم سطور کے کتب خانہ قادریہ میں موجود ہے۔

طالب علم وہاں موجود نہ تھا جس سے کسی طرح کا شبہ پیدا ہو۔

راقم سطور کو مفتی صاحب کے احوال کا زیادہ علم نہیں ہے۔صرف ایک بار ذاکر نگر دہلی جامعہ حضرت نظام الدین اولیا میں مختصر ملاقات سے مشرف ہوا۔لیکن مولانا مبشر حسن مصباحی برادرزادہ مفتی صاحب کے ذریعہ جو اطلاعات ہم تک پہنچی ہیں ان کی روشنی میں آپ کے اندر مخفی عظیم علمی شخصیت کا اندازہ ہوا۔آپ کے تلامذہ میں بڑے نامور علماے دین ومفتیان کرام کے نام لیے جاسکتے ہیں۔مشہور تلامذہ کے اسما حسب ذیل ہیں۔مولانا انوار الحق رضوی کھڑکاوی، سابق شیخ الحدیث دار العلوم فاروقیہ، بلرام پور، یوپی مولانا مفتی ضیاء المصطفیٰ قادری مصباحی، موہن پوری، سابق مفتی وقاضی، ذاکر نگر جمشید پور، مولانا علیم الدین مصباحی، پوکھرا، مولانا پھول محمد نعمت رضوی، (سرلاہی) وغیرہ۔

مجموعی طور پر اس اس دیار میں آپ کی خدمات قابل ستائش ہیں۔آپ کی دعوت وتبلیغ رشد وہدایت اور علمی کاموں سے اہل سنت وجماعت کو بڑا فروغ وتوسع حاصل ہوا۔اس وقت آپ الجامعۃ الرضویہ بحر العلوم، بست پور کے مہتمم اعلیٰ ہیں۔

# نیپال میں سلسلۂ قادریہ، آبادانیہ، تیغیہ

ترائی نیپال سے متصل، شمالی بہار میں شہر مظفر پور تجارتی، صنعتی اور علمی لحاظ سے ایک مرکزی مقام کی حیثیت سے پورے ہندوستان میں معروف ہے۔ اس مردم خیز خطہ نے بڑے بڑے نامور، باکمال، اصحاب علم وفضل، ارباب تصوف وطریقت پیدا کیے۔ قادری مجددی سلسلہ کی آبادانی، فریدی شاخ کو اس علاقے میں بڑا فروغ حاصل ہوا۔ سیالکوٹ پنجاب سے ظاہر ہونے والے اس سلسلہ کو پھولنے پھلنے کے لیے بہار کی زمین بڑی راس آئی۔ اس کے عالی ہمت خلفا کے ذریعہ یہ سلسلہ نہ صرف ہندوستان، بلکہ پاکستان، بنگلہ دیش اور نیپال تک پہنچا اور اس کو عام وتام کرنے میں تیغیہ شاخ کے مشائخ نے انقلابی رول ادا کیا۔ بہار، یوپی، بنگال، بنگلہ دیش اور نیپال میں جن کے ذریعہ سلسلۂ آبادانیہ کی پرزور اشاعت ہوئی وہ ذات ہے قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین، حضرت صوفی شاہ محمد تیغ علی قادری قدس سرہ کی۔ ان کو بجا طور پر سلسلہ آبادانیہ کا مجدد بھی کہا جاسکتا ہے۔ آپ صوبہ بہار میں سلسلۂ تیغیہ کے بانی اور سردار صوفیا سے ہیں۔ ۱۳۰۰ھ میں موضع "گوریا" ضلع مظفر پور میں ولادت ہوئی اور یکم ربیع الآخر ۱۳۷۸ھ کو سرکانہی شریف میں واصل بحق ہوئے۔

بانیٔ سلسلہ آبادانیہ، قطب العارفین، حضرت صوفی شاہ آبادانی صدیقی سیالکوٹی ثم دہلوی کی ولادت سیالکوٹ پنجاب میں ۱۱۵۱ھ کو ہوئی۔ والد گرامی کا نام میاں شیخ نور جمال تھا۔ سلسلۂ نسب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے(۱)۔ ان کو ان کے شیخ مولانا محمد زکریا لاہوری ثم دہلوی سے خرقۂ خلافت حاصل تھی۔ شاہ عالم ثانی مغل بادشاہ حضرت قطب العارفین کا مرید تھا۔ اکثر ان کی بارگاہ میں نیاز مندانہ حاضر ہوتا۔ ان کا سلسلہ اوپر کی طرف ساتویں کڑی میں حضرت مجدد الف ثانی (۹۷۱ھ۔ ۱۰۳۴ھ) سے مل جاتا ہے اور حضرت شیخ

(۱) تذکرۂ مشائخ۔ ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی، ص: ۴۴۹، المجمع الاسلامی، مبارک پور۔

احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلۂ قادریہ، شاہ سکندر کیتھلی کے واسطہ سے ۱۳ رویں کڑی میں سیدنا حضور غوث پاک شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۴۷۰ھ۔ ۵۶۱ھ) سے جا ملتا ہے۔ صوفی شاہ آبادی کے نیچے تیسری کڑی میں شیخ الطائفہ مولانا سید شاہ فرید الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آتے ہیں، جن کا مزار محلہ گنج شہر آرہ میں ہے۔ ان کے بارہ مشہور خلفا ہوئے ہیں، خلیفۂ ششم حضرت مولانا شاہ سمیع احمد صاحب مونگیری قدس سرہ سے حضرت تیغ علی قدس سرہ کو بیعت ارشاد حاصل ہے اور خلیفۂ دوازدہم، صوفی شاہ حکیم سید جلال الدین جڑہوی رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت واجازت حاصل ہے۔ اس لیے آپ فریدی کہلاتے ہیں۔ (۱)

حضرت سرکانہی، کی تابناک زندگی کا تفصیلی مطالعہ کرنے کے لیے قطب الانام، انوار صوفیہ، ہدایت المریدین اور اعزاز قادری مستند ماخذ کا درجہ رکھتی ہیں، لہٰذا ان کی طرف رجوع کریں۔ المختصر آپ کی نگاہ باطن نے ہزاروں دلوں میں روحانی انقلاب پیدا کر دیا۔ آپ کے چشمۂ حیواں سے سیراب ہونے والے، عارفین وکاملین میں شمار کیے گئے۔ آپ کی بزرگی اور کرامت کا ہر خاص وعام معترف نظر آتے ہیں۔ مسلم الثبوت اکابر علما اور شیوخ طریقت نے آپ پر اعتماد کیا۔ قائد اہلسنت حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ (۱۹۲۵ء۔ ۲۰۰۲ء) رقم طراز ہیں:

آپ کے قدر دانوں کی صف میں صرف عوام ہی نہیں بلکہ وہ اہل علم خواص بھی ہیں، جن کی دینی برتری، مذہبی پیشوائی اور دیانت وثقاہت پر زمانہ اعتماد کرتا ہے۔ مثال کے طور پر تاجدار اہلسنت، شہزادۂ اعلیٰ حضرت، سرکار مفتی اعظم ہند، امام المفسرین، حضرت علامہ صدر الافاضل شاہ حکیم محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ، فقیہ اعظم، صدر الشریعہ، مولانا شاہ حکیم ابو العلا امجد علی صاحب قبلہ، مصنف بہار شریعت رحمۃ اللہ علیہ، محدث اعظم ہند، سید محمد کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ملک العلما، مولانا شاہ ظفر الدین صاحب، فاضل بہاری رحمۃ اللہ علیہ، بحر العلوم حضرت مولانا شاہ عبد الحفیظ صاحب، مفتی

(۱) سالنامہ روشنی، دیشالی، ۲۰۱۵ء، ص: ۴۵۰، مضمون نگار: علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ، ناشر: المعین فاؤنڈیشن خانقاہ تیغیہ یوسفیہ، چاند پور فتح۔

آگرہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت استاذ العلما مولانا شاہ حافظ عبد العزیز صاحب قبلہ، سلطان المناظرین حضرت مولانا الحاج شاہ محمد رفاقت حسین صاحب قبلہ، دنیاے اسلام کے یہ سارے مشاہیر، حضرت شیخ المشائخ کی روحانی ولایت سے متاثر ہیں۔(۱)

## شیخ المشائخ شاہ تیغ علی قدس سرہ کا سفر کاٹھمنڈو

### اور غیر مسلموں کا قبول اسلام

رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ کے پہلے عشرہ میں راقم سطور کا کاٹھمنڈو جانا ہوا۔ اس سفر میں جمعہ کی نماز کلنکی میں واقع شاہی تیغیہ مسجد میں پڑھائی۔ بعد نماز جمعہ حضرت مولانا نازبیر احمد منظری، تیغی (۶۲ سال) ابن محمد مسلم، ساکن بریل رتن پور، دربھنگہ، امام وخطیب مسلک اعلی حضرت شاہی تیغیہ مسجد ڈھونگا اڈہ، کلنکی، کاٹھمنڈو نے متعدد احباب کی موجودگی میں راقم سطور سے بیان کیا کہ مجھ سے میرے پیرومرشد حضرت سرتاج الاولیاء، شاہ محمد حنیف قادری تیغی علیہ الرحمہ (م ۱۹۸۷ء) خلیفۂ اول حضرت محبوب الاولیاء الحاج الشاہ محمد تیغ علی قادری قدس سرہ نے فرمایا کہ آپ ۱۹۳۳ء میں ۲۴ گھنٹے کے لیے کاٹھمنڈو تشریف لائے۔ اس قیام کے دوران ۷۰ افراد آپ کے ہاتھ پر داخل اسلام اور تقریباً ڈیڑھ سو آدمی داخل سلسلہ ہوئے۔ آپ کی طرف جب لوگوں کا رجوع عام ہونے لگا تو یہ بات راجہ کے کانوں تک پہونچی۔ اس نے آپ کی تبلیغ پر پابندی لگاتے ہوئے اپنی خاص گاڑی میں بیٹھا کر بیرگنج بھیجوادیا۔ اس وقت شمشیر وزیر اعظم تھے۔ بیرگنج ایک سرحدی شہر ہے اس میں آپ نے تین دنوں تک قیام فرمایا۔ ان کے بعد حضرت حنیف قادری دوبار بیرگنج تشریف لائے اس واقعہ کی میرے پاس یہی ایک سند ہے اس کے علاوہ کسی اور ماخذ سے آپ کا کاٹھمنڈو آنا ثابت نہیں ہوتا ہے۔ البتہ آپ کے خلفا کے ذریعہ آپ کا فیضان مسلسل نیپال کو پہونچتا رہا۔ آپ کے خلیفہ صوفی ابراہیم شاہ تیغی قدس سرہ

(۱) سالنامہ روشنی، ویشالی، ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۵ء، ص: المعین فاؤنڈیشن، خانقاہ تیغیہ یوسفیہ۔ یہ مضمون قائد اہلسنت نے جام نور کلکتہ کے "تیغی نمبر" کے لیے تحریر فرمایا تھا، وہیں سے یہ لیا گیا ہے۔

کے خلیفہ مولانا جید القادری تیغی نے ۳/۴ بار بیر گنج کے علاقے کا دورہ فرمایا۔

## حضرت شاہ محمد نمازی قادری تیغی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ المشائخ، سرکار سرکانہی کے خلفا کی تعداد کثیر ہے۔ قائد اہلسنت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ نے اپنے مضمون میں اجمالی طور پر ۳۷ خلفا کا تذکرہ فرمایا ہے، جن میں صوفی شاہ محمد ایوب صاحب قادری تیغی قدس سرہ (دیوریا، موجودہ ضلع، کشی نگر، یوپی) کا نام سرفہرست ہے۔ آپ کے خلفا میں ایک نمایاں نام حضرت صوفی شاہ محمد نمازی قادری تیغی قدس سرہ کا ہے۔ ان کے ذریعہ یہ سلسلہ بھی نیپال تک پہنچا۔ جلالۃ الارشاد صوفی الحاج محمد نمازی، قادری، صوبہ بہار کے ضلع مظفر پور میں شہر سے بیس کلومیٹر جنوب مغرب اور لال گنج سے ۲۵ کلومیٹر جانب شمال میں واقع "تھتھیاں" نام کی بستی میں ۱۳۲۷ھ مطابق ۱۹۰۹ء کی کسی تاریخ میں پیدا ہوئے۔ (۱)

ابتدائی مذہبی تعلیم کے بعد طریقت وتصوف کی تعلیم مرشد کامل، حضرت شاہ تیغ علی کی صحبت میں رہ کر حاصل کی اور مجاہدات وریاضات شاقہ کے بعد مقامات سلوک طے کیے۔ ۱۱ر شوال ۱۳۵۹ھ کو حضرت تیغ علی رحمۃ اللہ علیہ سے شرف بیعت حاصل کیا۔ کامل بیس سال تک مرشد کامل کی بارگاہ میں رہ کر سلوک ومعرفت کے مدارج طے کیے اور ۲۰ر رمضان المبارک ۱۳۶۷ھ میں اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے۔ آپ کے امتیازی اوصاف میں سے ایک وصف یہ ہے کہ سات سال کی عمر سے آپ نے جو نماز شروع کی، زندگی کی آخری سانس تک کبھی غفلت نہیں برتی۔ سفر ہو یا حضر، صحت ہو یا بیماری ہر حال میں نماز کی پابندی کی، دوسرا وصف یہ ہے کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں کبھی کسی کی رعایت نہیں کی۔ آج کل چین والی گھڑی کا استعمال عام ہے۔ آپ کی بارگاہ میں جب بھی کوئی چین دار گھڑی پہن کر حاضر ہوتا، آپ اسے نرمی سے سمجھاتے کہ آپ نے مرد ہو کر عورتوں کا زیور کیوں پہن رکھا ہے۔ ۱۹۷۱ء/۱۳۹۰ھ میں آپ نے حج کیا، جب تک قیام رہا ایک بھی نماز وہابی امام کے

(۱) حیات جلالۃ الارشاد، مولانا حامد القادری مصباحی، ص: نمبر ۱۰، ناشر: خانقاہ قادریہ، تھتھیاں شریف، ۱۹۹۷ء۔

اقتدا میں نہیں پڑھی۔ حج کے ایام میں مقام منیٰ میں وہابی مولویوں سے بدعت کے موضوع پر آپ کا زبردست مکالمہ بھی ہوا جس میں آپ نے وہابی مولویوں کو لاجواب کر دیا۔

۲۲ر جمادی الاولی ۱۴۰۹ھ مطابق یکم جنوری ۱۹۹۸ء کو شب دوشنبہ مبارکہ، بوقت ۹ بج کر ۵ منٹ پر اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے۔ خانقاہ قادریہ، تھتھیاں شریف ضلع مظفر پور میں مدفون ہوئے۔ آپ نے بہت سے لوگوں کی تربیت فرما کر خلافت واجازت سے سرفراز کیا۔ آپ کے نامور خلفا میں حضرت مولانا حامد القادری تیغی، سجادہ نشین، خانقاہ قادریہ تھتھیاں شریف اور اشرف العلما، حضرت مفتی محمد اشرف القادری نیپال، نمایاں حیثیت کے حامل ہیں۔ مولانا حامد القادری صاحب نے حیات جلالۃ الارشاد میں آپ کے ۱۴ر خلفا کا ذکر کیا ہے۔ (۱) ان میں مفتی اشرف القادری کا ذکر دوسرے نمبر پہ کیا ہے۔

## صوفی شاہ محمد نمازی کا سفر نیپال

عمدۃ المحققین، حضرت مفتی محمد اشرف القادری تیغی، بانی خانقاہ قادریہ تیغیہ، نینھی شریف، ضلع مہوتری نیپال، خلیفۂ حضرت شاہ محمد نمازی رحمۃ اللہ علیہ نے راقم سطور کے استفسار پر تفصیلی انٹرویو میں فرمایا کہ حضرت شاہ محمد نمازی رحمۃ اللہ علیہ نے آج سے ۳۰ر سال قبل مہوتری ضلع، نیپال کا دورہ فرمایا تھا اور "اکڈارا" وغیرہ بستیوں کو اپنے فیوض روحانی سے سیراب کیا تھا۔ بہت سے لوگ آپ کے ہاتھ پر سلسلۂ تیغیہ میں بیعت ہوئے۔

## اشرف العلما، مفتی اشرف القادری تیغی علیہ الرحمہ

(۱۳۷۳ھ/ ۱۹۵۲ء-۱۴۳۸ھ/ ۲۰۱۷ء)

عمدۃ المحققین، شمس الافاضل، بدر الاماثل، اشرف العلما، حضرت مفتی محمد اشرف القادری نور اللہ مرقدہ ملک نیپال کی ایک انتہائی علمی اور عبقری شخصیت تھے، وہ ایک بلند پایہ

(۱) حیات جلالۃ الارشاد۔ مولانا حامد القادری مصباحی، ص: ۵۳۔ ۵۴

محقق، تجربہ کار مصنف، کہنہ مشق مدرس، صاحب طرز ادیب، نازک خیال شاعر، فقہ حنفی کے جزئیات پر عمیق نگاہ رکھنے والے مفتی اور روحانی تشنگی بجھانے والے شیخ طریقت تھے۔ ان کی ولادت ترائی نیپال کی مردم خیز بستی "نینھی" ضلع مہوتری میں ایک اندازہ کے مطابق ۱۳۷۳ھ ۱۹۵۲ء میں ہوئی۔ آپ کا خانوادہ شروع سے معزز اور متمول رہا۔ آپ کے خاندان کے مورث اعلیٰ، لالی میاں مرحوم، دینی حمیت اور شوکت دنیوی کے ساتھ ۵۰ر بیگھہ آراضی کے مالک تھے۔ گورکھا شاہی دور میں تین بادشاہوں کے عہد میں تحصیلدار کے عہدہ پر فائز رہے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم مقامی مکتب میں ہوئی۔ متوسطات کی تعلیم مدرسہ رضویہ شمس العلوم باڑا، ضلع سیتامڑھی، بہار میں تین سال اور جامعہ قادریہ مقصود پور، بہار، میں تین سال رہ کر حاصل کی۔ درجات عالیہ کی تعلیم کے لیے ہندوستان کی عظیم درسگاہ، الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں داخلہ لیا اور حضرت بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی قدس سرہ سے جلالین شریف، حضرت قاضی شفیع احمد مبارک پوری علیہ الرحمہ سے ملاحسن اور شرح عقائد نسفی، محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری صاحب سے مشکوۃ شریف، مختصر المعانی اور میر زاہد پڑھی، حضرت مولانا اسرار الحق علیہ الرحمہ سے ہدایہ اور حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی مجلسی تقریروں سے استفادہ کیا۔ اشرفیہ میں قیام کی مدت ایک سال رہی۔ یہ سنہ ۱۳۹۲ھ کی بات ہے، اس کے بعد فضیلت کی تکمیل کے لیے علامہ معین الدین خان فتح پوری کا شہرہ سن کر جامعہ عربیہ سلطان پور، یوپی چلے گئے، جہاں آپ نے حضرت علامہ معین الدین قدس سرہ شیخ الحدیث سے بخاری شریف اور امام علم وفن، حضرت خواجہ مظفر حسین رضوی، پورنوی علیہ الرحمہ سے بیضاوی شریف پڑھی اور ۱۳۹۴ھ کو ماہ شعبان میں دستار فضیلت سے نوازے گئے۔

## تدریسی خدمات

فراغت کے بعد آپ کی تقرری بحیثیت مدرس، نیپال کی ایک معروف دینی درس گاہ، مدرسہ اصلاح المسلمین بھمر پورہ، ضلع مہوتری میں ہوئی، جہاں آپ نے از ابتدا تا مشکوۃ وہدایہ وجلالین کا درس دیا۔ تشنگان علوم کو سیراب کیا۔ پھر دار العلوم قادریہ رشیدیہ

جلیشور، مہوتری میں بحیثیت پرنسپل ومفتی دارالافتا، تقریبا ۱۴ر برسوں تک کام کیا، اس کے بعد صدر المدرسین ومفتی کی حیثیت سے شمالی بہار کی بافیض درس گاہ، جامعہ مدینۃ العلوم پھکولی شریف (ضلع مظفر پور) میں ۱۴۱۶ھ تک قرآن وحدیث، فقہ وتفسیر، منطق وکلام کا درس دیا۔ اسی زریں عہد میں آپ نے تصنیف وتالیف کا بیشتر کام کیا۔ اس ادارہ کے بانی آپ کے مرشد اجازت حضرت صوفی شاہ محمد نمازی قادری رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

## بیعت وخلافت

مدرسہ رضویہ شمس العلوم میں طالب علمی کے زمانہ میں مدرسہ رضاء العلوم کنہواں (ضلع سیتامڑھی) میں ۱۳۸۹ھ میں ایک کانفرنس میں شرکت کے لیے تاجدار اہلسنت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ تشریف لائے تھے، وہیں آپ نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ۷ر ربیع الآخر ۱۴۰۵ھ میں جلالۃ الارشاد حضرت صوفی محمد نمازی قادری، خلیفۂ سرکار سرکانہی نے سلسلۂ عالیہ قادریہ، آبادانیہ، تیغیہ کی اجازت وخلافت مرحمت فرمائی۔ ۱۴۰۹ھ میں جلالۃ الارشاد کے حکم سے دوبارہ دارالعلوم قادریہ رشیدیہ جلیشور کو رونق بخشی اور سالہا سال تک، علم وادب سے پورے خطہ کو سیراب کیا۔ ادارہ کو عروج وارتقا کی منزل تک پہنچایا۔ ۱۴۳۰ھ میں حج بیت اللہ کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔

## امانت شرعیہ وخانقاہ قادریہ تیغیہ کا قیام

دارالعلوم رشیدیہ سے مستعفی ہونے کے بعد آپ نے اپنے وطن مالوف میں امانت شرعیہ کے نام سے دارالافتا والقضا قائم کیا، جہاں سے ملک وبیرون ملک سے آئے ہوئے سوالات کے جوابات دیے جاتے تھے اس کے ساتھ ہی تصوف وطریقت کی تعلیم کو عام کرنے اور سلسلے کی توسیع کے لیے خانقاہ بھی قائم کی۔ آپ کی یہ مختصر خانقاہ، تصنیف وتالیف، رشد وہدایت اور ذکر وفکر سب کی مرقع ہے۔ راقم سطور کے استفسار پر مفتی صاحب نے فرمایا کہ میرے ہاتھ پر ابھی تک ۵۰۰۰ کے قریب لوگ داخل سلسلہ ہو چکے ہیں۔

مختلف علاقوں میں آپ کا دعوتی وروحانی سفر ہوتا رہتا تھا۔

## تصنیفی خدمات

اشرف العلما کو اللہ تعالیٰ نے قلم کی زبردست قوت سے نوازا تھا جس موضوع پر بھی لکھا خوب لکھا۔ آپ کی تحریر میں موضوعات وافکار کا تنوع، بہت زیادہ پایا جاتا ہے۔ شعر وادب، سیرت وسوانح، درس نظامی کی بہت سی ادق کتابوں پر حاشیہ نگاری اور فقہ وفتاوی جیسے موضوعات پر ۵۰ سے زائد کتابیں، آپ کی وسعت علمی، فقہی تبحر، ژرف نگاہی اور دقیقہ سنجی پر شاہد عدل ہیں۔ آپ کی مطبوعہ وغیر مطبوعہ کتب کی تفصیل اس کتاب کے باب پنجم علمائے نیپال کی علمی وقلمی خدمات کے ذیل میں ملاحظہ کریں چند کتابوں کے نام یہ ہیں۔

(۱) کفر اور اسلام، مطبوعہ　(۲) مسلک محققین، مطبوعہ
(۳) فکر بانڈ، مطبوعہ　(۴) حجاز کا ماہ کامل، مطبوعہ
(۵) الشرح نوری بشرح عقائد النسفی، مطبوعہ (۶) عشق رسول (شعری مجموعہ)، مطبوعہ
(۷) اصول فقہ، غیر مطبوعہ　(۸) فلسفہ، غیر، مطبوعہ
(۹) مناظرہ رشیدیہ کا خلاصہ، غیر مطبوعہ　(۱۰) بریلی اور بریلویت، غیر مطبوعہ
(۱۱) الحجۃ القاہرہ، مطبوعہ　(۱۲) مصباح الدجی، مطبوعہ
(۱۳) رد غیر مقلدیت، مطبوعہ　(۱۴) رد شیعہ، مطبوعہ
(۱۵) محفل میلاد النبی ﷺ، غیر مطبوعہ　(۱۶) النبی المختار (عربی)، غیر مطبوعہ
(۱۷) الادب المختار (عربی)، غیر مطبوعہ　(۱۸) شرح قافیہ، نصف، غیر مطبوعہ
(۱۹) روشن چراغ کشمیر، غیر مطبوعہ　(۲۰) سیرت خلیفہ اللہ الاعظم، مطبوعہ
(۲۱) العلم والعقل، مطبوعہ　(۲۲) الامام الاعظم، غیر مطبوعہ
(۲۳) فتاوی امانت شرعیہ نیپال، غیر مطبوعہ　(۲۴) اسلام اور قومیت، غیر مطبوعہ
(۲۵) مصطلحات حدیث، غیر مطبوعہ　(۲۶) گنگوہی کا عجائب خانہ، غیر مطبوعہ

(۲۷) رسالہ سراپا رحمت عالم، غیر مطبوعہ　(۲۸) شذرات الذہب، غیر مطبوعہ

(۲۹) المختارات، غیر مطبوعہ　(۳۰) ترجمہ التعریفات الجرجانیہ، غیر مطبوعہ

(۳۱) الفیض السماوی علی البیضاوی سورۃ البقرہ مکمل (اردو زبان میں فل اسکیپ سائز میں ۱۲۰۰ صفحات پر بیضاوی شریف کی شرح)، غیر مطبوعہ

(۳۲) مجدد الف ثانی و امام احمد رضا　(۳۳) صدر امت، غیر مطبوعہ۔

(بقیہ کتابوں کی فہرست باب چہارم میں دیکھیں)

حضرت اشرف العلما نے ربیع الاول ۱۴۳۷ھ کو راقم سطور کو اپنے فتاوی کے کئی رجسٹر اور مخطوطات معاینہ کرائے اور فرمایا: تقریباً ایک ہزار سے زائد فتاوی ہم نے لکھے ہیں، عنقریب ان شاء اللہ ان کو شائع کیا جائے گا۔ میں اپنے ناقص مطالعہ اور مشاہدہ کی روشنی میں اگر یہ کہوں کہ مفتی اشرف القادری قدس سرہ اس وقت نیپال کی سب سے زیادہ کتابیں لکھنے والی شخصیت کا نام ہے تو یہ مبالغہ نہیں، بلکہ حقیقت پر مبنی ہوگا۔ آج اگرچہ ان کی ذات اور خدمات دینی کا کما حقہ اعتراف نہیں کیا جا رہا ہے لیکن آنے والے دنوں میں ان کی ذات، اہل علم و قلم اور ارباب فکر و تحقیق کا مرکز ہوگی اور ان کو قرار واقعی خراج عقیدت پیش کیا جائے گا۔ میں ذاتی طور پر ان کی بے نفسی منکسر المزاجی، خلوت پسندی اور شہرت و تصنع اور ریا سے دوری کے سبب کافی متاثر ہوا، میری نگاہ میں اس وقت وہ ملک نیپال کی سب سے قد آور علمی شخصیت تھے جنھوں نے تن تنہا کنج خمولی میں بیٹھ کر اسباب و وسائل کی پروا کیے بغیر عشق جنون خیز کے سہارے اتنا بڑا علمی و تصنیفی کام کر دیا کہ پوری جماعت اہلسنت نیپال کی آنے والی نسلیں ان پر فخر کرتی رہیں گی۔ (۱)

---

(۱) اشرف العلما کی زندگی سے متعلق تاریخی معلومات انھیں کی کتاب "الشرح النوری بشرح عقائد النسفی" کے ص: ۱۵۔ ۱۶ سے لی گئی ہے۔ ان حالات کے مرتب ان کے خلف اکبر، مولانا صدر عالم تیغی زید مجدہ ناظم اعلیٰ امانت شرعیہ نیپال ہیں اور تصنیفات کی فہرست "حجاز کا ماہ کامل" ص: ۵۱ سے لی گئی ہے۔

## داعی اسلام، فضیلۃ الشیخ ابوبکر احمد مَلبَاری (کیرالا) کا دورۂ نیپال

ریاست کیرالا، جنوبی ہند کی سب سے عظیم علمی، روحانی اور فکری شخصیت کا نام شیخ ابو بکر احمد مسلیاری، مابارری ہے۔ آپ کا شمار عالم اسلام کی چند نمایاں اور عبقری شخصیتوں میں ہوتا ہے۔ آپ اپنے عہد کے بے مثال مدرس، دور اندیش قائد، غیر معمولی منتظم، بلند پایہ محدث وفقیہ، کثیر التصانیف عالم دین، مرشد کامل، علمی، روحانی، دعوتی اور سیاسی تمام محاذوں پر غیر معمولی کامیابی سے ہمکنار ہونے والے عہد ساز شخصیت ہیں۔ کیرالا کی تاریخ میں شاید اتنے ہمہ گیر اثرات کی حامل شخصیت صدیوں بعد ظہور میں آئی ہے۔ آپ کی ولادت ۲۲/مارچ ۱۹۳۹ء کو کانداپورم گاؤں، ضلع کالی کٹ، ریاست کیرالا میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم مقامی مکتب میں حاصل کی اور متوسط وثانوی تعلیم، مختلف مدرسوں میں ہوئی۔ درجات عالیہ کی تعلیم، کلیۃ الباقیات الصالحات ویلور، تمل ناڈو میں شیخ حسن، شیخ عبدالجبار، شیخ ابوبکر ملیار اور شیخ مھران وغیرہم تغمدہم اللہ بغفرانھم سے حاصل کی۔ ۱۹۶۴ء میں بی اے (اسلامک اسٹڈیز) مکمل کیا۔ بعض اجلہ مشائخ عرب سے بھی استفادہ کیا۔ مثلاً شیخ ابویسٰ محمد عیسی الفاذانی، شیخ احمد بن علی الحداد وغیرہما۔

الیتیل میں ۶/سال تک بحیثیت مدرس درس دیا، پھر کالی کٹ میں ۷/سال تک درس دیا، ۱۹۷۸ء میں آپ نے مرکز الثقافہ السنیہ کی بنیاد رکھی جو آج یونیورسٹی میں تبدیل ہوچکی ہے اور ۲۰/ہزار سے زائد طلبہ وطالبات اس کے مختلف شعبوں میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور آپ جامعہ مرکز الثقافہ السنیہ کے بانی اور چانسلر ہیں۔

### ریاست کیرالا میں شیخ کی خدمات

شیخ صاحب گوناگوں خوبیوں کے حامل ہونے کے ساتھ بہت ہی متحرک وفعال

سماجی رہنما ہیں۔ آپ نے ریاستی سطح پر سماجی وفلاحی اور علمی خدمات انجام دینے کے لیے مختلف اداروں کی رکنیت حاصل کی۔ کیرالا کے مسلمانوں کو تعلیمی میدان میں آگے بڑھانے کے لیے پوری ریاست میں اسکولوں اور مدرسوں کے جال بچھا دیے۔ تقریباً ایک ہزار چھوٹے بڑے مدرسے اور اسکول آپ کی سرپرستی میں کام کر رہے ہیں۔ ۱۹۷۴ء میں شیخ کو جمعیۃ العلما، ریاست کیرالا کا رکن منتخب کیا گیا۔ شیخ کی بے لوث خدمات کو دیکھتے ہوئے ۱۹۹۰ء میں جمعیۃ العلما کا جنرل سکریٹری بنایا گیا، تاحال اس منصب پر قائم ہیں۔ ۱۹۷۵ء میں جمعیۃ الشبان المسلمین (کیرالا) کے جنرل سکریٹری، پھر ۱۹۹۵ء میں صدر منتخب ہوئے۔ ۱۹۹۳ء میں آپ کو پوری ریاست کیرالا کا قاضی منتخب کیا گیا۔ کیرالا کے اندر مختلف مناسبات ومواقع پر شیخ نے پانچ ہزار (۵۰۰۰) سے زائد خطبات پیش کیے ہیں۔

## عالمی سطح پر شیخ کی خدمات

شیخ ابوبکر صاحب اس صدی کے کثیر الاسفار، مذہبی شخصیتوں میں سے ایک ہیں۔ آپ ہمہ وقت بلاد عرب وعجم کے دورہ پر رہتے ہیں۔ آپ کی مثبت اور علمی وتعمیری فکر سے متاثر ہوکر بہت سے ادارے اور ممالک، انھیں کانفرنسوں میں مدعو کرتے رہتے ہیں۔ عالمی سطح پر آپ کی خدمات کا دائرہ نہایت وسیع ہے، جس کے احاطہ کے لیے یہ تحریر ناکافی ہے۔ ہم شمالی ہند اور نیپال میں بسنے والے لوگوں کے لیے اجمالی طور پر کچھ احوال نذر قارئین کر رہے ہیں۔

(۱) ۱۹۹۸ء سے آپ "المجلس الاعلی الاسلامی امریکہ کے رکن کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔

(۲) قاہرہ، مصر میں "المجلس الاعلی للشؤن الاسلامیہ" کے زیر اہتمام ہر سال منعقد ہونے والی کانفرنس میں بحیثیت خطیب ۱۹۹۰ء سے شرکت فرما رہے ہیں۔

(۳) ۱۹۹۶ء میں لاس اینجلس، امریکہ میں منعقد ہوانے والی "انٹرنیشنل اتحاد کانفرنس" میں شریک ہوئے اور ہندوستان میں مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان بقاے باہم کے موضوع پر خطاب کیا۔

(۴) ۱۹۹۶ء میں کولمبیا۔ برطانیہ اور کنیڈا میں منعقد ہونے والے سمیناروں میں شرکت کی۔

(۵) ۱۹۹۸ء میں واشنگٹن ڈی۔سی۔امریکہ میں منعقد ہونے والے دوسرے "انٹرنیشنل اتحاد کانفرنس" میں شرکت کی اور عصر حاضر میں مسلمانوں کے اتحاد کی اہمیت پر خطبہ پیش کیا۔

(۶) ۲۰۰۳ء میں جنوبی افریقہ کے جوہانس برگ میں منعقد "الفقہ الاسلامی۔المؤتمر الدولی" میں شرکت کی اور الفقہ کمنہج عیش شامل کے موضوع پر خطبہ دیا۔(۱)

آپ کے ہمہ گیر اثرات اور غیر معمولی خدمات سے متاثر ہوکر امریکہ کی جارج ٹاون یونیورسٹی نے ۲۰۱۱ء کے عالمی سروے میں دنیا کی ۵۰۰ رانتہائی بااثر شخصیات میں آپ کا نام شامل کیا۔

## تصانیف:

کثرت ہجوم کار، بے شمار مصروفیات اور طویل وکثیر اسفار کے باوجود آپ کا تحریری سرمایہ ان لوگوں سے کہیں زیادہ ہے جو صرف تصنیف وتالیف کے کام کے لیے اپنے آپ کو وقف کردیتے ہیں اور دیگر تمام ہنگامۂ حیات سے اپنے آپ کو علیحدہ کرلیتے ہیں۔

ذیل کی سطور میں چند اہم تصنیفات کے نام درج ہیں:

(۱) عصمة الأنبياء (۲) الوحدة الإسلامية (۳) الاتباع والابتداع (۴) رياض الطالبين (۵) إظهار الفرح والسرور بميلاد النبي المبرور (۶) السياسة الإسلامية (۷) المولد الروى (۸) تعظيم الأكابر واحترام الشعائر (۹) فيضان المسلسلات فى بيان الإجازة المتداولة (۱۰) الطريقة و التصوف (۱۱) مقدمة لدراسة الإسلام (۱۲) صلاة المرأة (۱۳) دراسة عن أهل السنة (۱۴) التعايش السلمى (۱۵) أفاكر مسلمى العالم (۱۶) الدعاء بعد الصلوات (۱۷) البراهين القاطعة فى الرد على القاديانية (۱۸) أدلة صلوة التراويح (۱۹) إيصال الثواب لإنقاذ الميت من العقاب۔ مذکورہ بالا تمام کتب عربی زبان میں ہیں۔

---

(۱) Official website of Markaz

(۲۰) الإسلام و القادیانیة (ملیالم زبان میں)۔

## انٹرنیشنل میلاد کانفرنس، نیپال میں شیخ ابوبکر صاحب کی تشریف آوری

حضرت مولانا نور محمد خالد خان مصباحی ، بانی جامعہ اسلامیہ احسن البرکات کی روایت کے مطابق حضرت شیخ ابوبکر صاحب قبلہ تین باران کی دعوت پر نیپال تشریف لا چکے ہیں۔ پہلی بار بغیر کسی کانفرنس کے صرف محفل میلاد میں شرکت اور جامعہ اسلامیہ احسن البرکات کو دیکھنے کے لیے تشریف لائے دوسری بار ۲۷/اپریل ۲۰۱۰ء میں انٹرنیشنل میلاد کانفرنس میں شرکت کے لیے مولانا نور محمد خالد صاحب کی دعوت پر تشریف لائے اور جلسے سے خطاب فرمایا۔ اس کانفرنس میں عالم اسلام کی کچھ اور ممتاز شخصیات نے شرکت فرمائی ہے اس کی تفصیل علیحدہ آرہی ہے۔

## انٹرنیشنل صوفی سید شاہ برکت اللہ کانفرنس نیپال میں شرکت

تیسری بار بھی فضیلۃ الشیخ مولانا نور محمد خالد مصباحی صاحب دام مجدہ جو جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کے قابل فخر فرزندوں میں سے ہیں۔ ۱۹۹۸ء میں جامعہ ہذا سے آپ کی فراغت ہوئی۔ ان کی دعوت پر تولہواں، کپل وستو، نیپال تشریف لائے۔ آپ نے اپنے خطاب میں نیپالی مسلمانوں کو تعلیمی، سیاسی اور معاشی میدان میں آگے بڑھنے پر زور دیا اور تعلیمی میدان میں ترقی کے لیے ہر طرح کے تعاون کا یقین دلایا۔ نیز آپ نے مسلمانان نیپال کے تعلیمی، سیاسی، معاشی، سماجی اور ایمانی ہر طرح کے معاملات میں اپنے مالی تعاون کا وعدہ کیا۔ آپ کا یہ دورہ کئی جہت سے مسلمانان نیپال کے لیے اہمیت کا حامل ہے۔ اس طرح سے جنوبی ہند کی اہم ریاست کیرالا سے نیپال کے علمی، فکری اور ثقافتی رابطے کی راہ استوار ہوگئی۔ (بروایت، مولانا نور محمد خالد مصباحی تحریراً) بلکہ شیخ صاحب سے تعلقات مستحکم ہونے کے بعد ہی مولانا نور محمد خالد صاحب کے لیے عالم عرب کے دوروں کی راہ

ہموار ہوئی اور انہوں نے ایک درجن سے زائد عرب ممالک کا دورہ کیا۔

## مشائخ عرب و بنگلہ دیش کی نیپال میں تشریف آوری

نیپال اور عرب ممالک سے تجارتی اور سیاحتی روابط دہائیوں سے قائم ہیں۔ لاکھوں نیپالی شہری، تلاش معاش میں خلیجی ممالک کی کمپنیوں میں کام کر رہے ہیں، لیکن یہ تعلق ایک سطحی نوعیت کا ہے۔ اعلیٰ علمی، فکری اور ثقافتی روابط کے معاملے میں نیپال بہت پیچھے رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عالم عرب کی علمی شخصیات کی آمد یہاں نہ کے برابر ہوئی۔ قابل مبارک باد ہیں گرامی قدر محب مکرم حضرت مولانا نور محمد خالد مصباحی صاحب جنھوں نے خود بھی عرب ممالک کے ایک درجن ممالک کا دورہ کیا اور مشائخ عرب کو بھی نیپال کی طرف متوجہ کیا۔

## فضیلۃ الشیخ سید عمر حبیب جیلانی القادری (مکہ مکرمہ) کی نیپال آمد

۲۷/۲۸/اپریل ۲۰۱۰ء کو جامعہ اسلامیہ احسن البرکات کپل وستو، نیپال کے زیر اہتمام منعقدہ دوروزہ "انٹرنیشنل میلاد کانفرنس" میں سلسلۂ قادریہ کے شیخ، عالم عرب کی علمی وروحانی شخصیت، سید عمر حبیب جیلانی قادری، مکہ مکرمہ سے تشریف لائے۔ ان کے ساتھ ان کے خادم خاص نورالدین حسن زینی جدہ سے تشریف لائے تھے۔ آپ کی عمر تقریباً ساٹھ سال ہے۔ مکہ شریف میں محلہ خالدیہ میں قیام رکھتے ہیں اور اہل مکہ کے گھروں میں درس وتدریس اور رشد وہدایت کا کام انجام دیتے ہیں۔ آپ نے اپنے خطاب میں عرب دنیا کے اندر عوام اہلسنت کی انفرادیت کے تعلق سے عوام کو اطلاعات فراہم کی اور اپنے تشخص کو باقی رکھنے کی اہمیت پر زور دیا۔

## فضیلۃ الشیخ عدنان الحداد قادری یمنی کا ورود مسعود

۲۷/اپریل ۲۰۱۰ء کو انٹرنیشنل میلاد کانفرنس میں شرکت کے لیے آل رسول، شیخ

عدنان الحداد قادری، کپل وستو، نیپال تشریف لائے۔ آپ یمن کے مشائخ سے ہیں۔ یمن میں آپ کی خانقاہ قادریہ موجود ہے۔ آپ نے نیپال کے مسلمانوں کو تصوف وروحانیت کی طرف آنے کا درس دیا۔

## فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر سید ارشاد احمد بخاری (بنگلہ دیش) کی نیپال آمد

۲۷/اپریل ۲۰۱۰ء کو منعقدہ عالمی میلاد کانفرنس نیپال میں شرکت کے لیے بنگلہ دیش کی عظیم علمی وروحانی شخصیت پیر طریقت ڈاکٹر سید ارشاد احمد بخاری قادری، صدر القرآن سینٹر امریکہ، چیرمین اینڈ ڈائرکٹر اسلامک ریسرچ سنیٹر دیناج پور، بنگلہ دیش کپل وستو، نیپال تشریف لائے اور یہاں کے عوام کو اپنے پرزور اور مدلل خطاب سے متاثر کر کے ان کی روحانیت کو جلا بخشی۔ آپ حضرت تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خان ازہری دامت برکاتہم القدسیہ بریلی شریف کے خلیفہ بھی ہیں۔ آپ کے ہاتھ پر کافی لوگ سلسلۂ قادریہ میں بیعت ہوئے۔ جامعہ اسلامیہ احسن البرکات کپل وستو میں تین بار آپ کی آمد ہو چکی ہے۔ بنگلہ دیش کے بہت ہی فعال اور بااثر مشائخ میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ بہت بڑے مناظر اور خطیب بھی ہیں۔ (بروایت مولانا نور محمد خالد مصباحی تحریراً۔ شوال، ۱۴۳۷ھ بمقام اشرفیہ مبارک پور)

# بابِ چہارم

## علمائے نیپال کی علمی وادبی خدمات

## باب چہارم:

# علمائے نیپال کی علمی وادبی خدمات

## نیپال میں نادر ونایاب مخطوطات کے ذخیرے

یہ جان کر قارئین کو حیرت ہوگی کہ پڑوسی ملک نیپال میں عربی، فارسی اور اردو زبانوں کے نادر ونایاب مخطوطات کا بڑا ذخیرہ موجود ہے اوران کی بازیافت ہوچکی ہے۔ یہ مخطوطے دسویں صدی ہجری سے لے کر تیرہویں صدی ہجری کے درمیان کے لکھے ہوئے ہیں اور تفسیر وسوانح، تاریخ وسیر، تصوف وادب سے تعلق رکھتے ہیں جو اس امر کے روشن شواہد فراہم کرنے کے لیے کافی ہیں کہ عہد وسطی میں مسلمانوں نے اس ملک میں نہ صرف یہ کہ رہائش اختیار کی بلکہ اپنے گراں قدر علمی فنی اثاثوں اور ذخیرۂ کتب سے بھی اسے مالا مال کیا۔ نیپال کی بساط پر چھائے ہوئے علمی وفکری جمود کو توڑا۔ ان کے فکری وفنی اثاثوں نے اس ملک کی تاریخ کو زریں بنانے میں اہم رول ادا کیا۔

یہ بات بھی مخفی نہیں کہ ازمنۂ وسطی میں نیپالی راجاؤں کے ہندوستان کے مسلم سلاطین کے ساتھ بڑے ہی گہرے تعلقات قائم تھے۔ ان دنوں سفارتی سطح کی گفتگو کے لیے فارسی یا عربی زبان ہی استعمال کی جاتی تھی۔ ہندوستان میں رائج، عربی وفارسی زبانوں سے نیپال کی زبان متاثر ہوئے بغیرہ نہ رہ سکی۔ بلکہ نیپال کی رسمی وغیر رسمی زبانوں کا تجزیاتی مطالعہ ثابت کرتا ہے کہ اگر نیپالی زبان نے سب سے زیادہ کسی زبان کا اثر قبول کیا ہے تو وہ عربی اور فارسی زبانیں ہیں۔ لسانی حیثیت سے یہ پہلو خود ایک مستقل باب کا متقاضی ہے۔ ہم یہاں سر دست ان مخطوطات کا اجمالی تذکرہ پیش کر رہے ہیں جو

دارالمطالعہ اندرا چوک کاٹھمنڈو کی زینت ہیں۔ یہ مخطوطات ان کے علاوہ ہیں جو نیپالی میوزیم اور دیگر علم دوست حضرات کے ذاتی کتب خانوں کی زینت ہیں۔

نیپال میں موجود ان گراں قدر مخطوطات کی تحقیق، ریاست بہار کے معروف محقق و مؤرخ، صاحب تاریخ مگدھ، فصیح الدین بلخی نے ۱۹۵۶ء میں کی تھی۔ پھر انھیں کی تحقیق سے جناب ڈاکٹر نسیم اختر نے اپنی کتاب ''نیپال میں اردو'' میں لیا، راقم سطور بلخی مرحوم کی تحقیق پر اعتماد کرتے ہوئے اس کو قلمبند کر رہا ہے۔

## فارسی مخطوطات کی فہرست

(۱) قواعد التاریخ مصنفہ، طفیل اللہ۔

(۲) جواہر التفسیر۔ قرآن مجید کی تفسیر، یہ بہت ہی اہم مخطوطہ ہے جو ۹۷۳ھ میں اکبر بادشاہ کے عہد میں مکمل ہوا ہے۔ اس پر اعلیٰ حکام کی مہر ہے۔ اس نسخہ کی نمائش پانچ مواقع پر ہندوستان کے سلاطین کے سامنے کی گئی تھی۔

(۳) بادشاہ نامہ۔ اس میں شاہ جہاں کے عہد حکومت ۱۶۲۸ء سے لے کر ۱۶۵۸ء تک کے حالات ملتے ہیں۔ اس کا پہلا اور آخری صفحہ غائب ہے۔

(۴) دیوان شوکت، فارسی ادب کے مشہور شاعر شوکت کے مختلف اصناف شعری پر مشتمل ہے۔ اس کے مرتب التفات خان ہیں جو اعلیٰ عہدہ پر فائز تھے۔ یہ ۱۱۱۴ھ کا مخطوطہ ہے۔

(۵) مفتاح العلم۔ مصنفہ محمد حیات۔ اس کے آخر میں اردو زبان میں اہم جنسیات کی اطلاع ملتی ہے۔

(۶) مکاتیب علامہ ابوالفضل۔ اس کے مرتب اس کے برادر زادہ عبدالصمد افضل ہیں۔ سال کتابت درج نہیں ہے۔ لیکن یہ لگ بھگ دوسو سال پہلے کی ہے۔

(۷) مراقب المجاہدین۔ مرقومہ ۱۱۲۳ھ۔ اس کا پہلا صفحہ غائب ہے۔ اس میں اسلامی فلسفہ پر بحث کی گئی ہے۔

(۸) تاریخ بنگلہ۔ مرقومہ ۱۸۲۲ء مصنفہ سلیم اللہ۔ اس میں اورنگ زیب عالمگیر سے لیکر نواب علی وردی خان ناظم بنگالہ اور سراج الدولہ کے حالات ہیں۔ یہ نادر مخطوطہ ہے جس کے چند ہی نسخے دستیاب ہیں۔ ایک نسخہ برٹش میوزیم اور حیدر باد اسٹیٹ کی لائبریری میں موجود ہے۔ اس کے ناقل راج محل کے گوپال لال ہیں جو ہگلی کے باشندہ تھے۔

(۹) تزک تیموری۔ مصنفہ شاہ تیمور۔ مرقومہ ۱۲۴۴ھ۔

(۱۰) سکندر نامہ نظامی گنجوی۔ مرقومہ ۱۲۵۹ھ۔

مذکورہ بالا مخطوطات کے علاوہ چند اور مخطوطات قابل ذکر ہیں جو نیپالی باشندہ خواجہ حکیم حسن شاہ نیازی (۱۹۰۷ء-۱۹۸۱ء) (۱) نواسہ خواجہ محمد نعیم الدین بدخشی، باغ بازار، کاٹھمنڈو کے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہیں۔

(۱۱) انیس العاشقین۔ مرقومہ ۱۰۳۵ھ۔ بادشاہ جہاں گیر کے آخری عہد میں اس کی تکمیل ہوئی ہے۔ اس میں تصوف کے اسرار و رموز پر گفتگو کی گئی ہے۔

(۱۲) شرح خلاصۃ النصیح۔ مرتبہ عبدالعزیز ظاہر۔ یہ قدیم مخطوطہ ہے جس میں اخلاقی اور مذہبی پہلو پر بحث کی گئی ہے۔ سنہ کتابت ندارد۔

(۱۳) اصل المعرفت۔ مرقومہ ۱۲۱۱ھ ہے۔ اس کا پہلا ورق غائب ہے۔ اس میں اس کے ساتھ قنات و عشرت تاریخی اور صوفی شاہ تراب علی ابن محمد کاظم قلندر کے مخطوطات بھی شامل ہیں۔

(۱۴) شرح مثنوی مولانا روم از ہدایت اللہ ابن عبدالفتح حسین۔

(۱۵) سلامۃ الزیب دفتر دوم۔ ایک قدیم مخطوطہ جس میں اسلامی فلسفہ پر گفتگو ہے۔

(۱۶) بیاض واثق۔ مرقومہ ۱۲۷۴ھ۔ اس میں فارسی اور اردو کے کلام ہیں۔ اس کے علاوہ ٹھمریاں، سوبھان اور کلاسیکی گیت ہیں جو ہندی اور اردو زبانوں میں ہیں۔

---

(۱) حسن شاہ نیازی، اردو اور فارسی کے قادر الکلام شاعر تھے۔ خانقاہ نیازیہ بریلی سے نسبت ارادت تھی۔ ۱۹۲۸ء میں لکھنؤ سے طب و حکمت کی سند لے کر آئے اور کاٹھمنڈو میں شاہی طبیب مقرر ہوئے۔ انہیں کے صاحبزادہ معظم شاہ رضا نیازی اور قنبر نیازی ہیں۔ حسن نیازی کے نانا خواجہ نعیم الدین بدخشی مرزا برجیس قدر کے عہد میں کاٹھمنڈو کے اردو اور فارسی کے بہت بڑے شاعر تھے۔ دیکھیے تذکرہ شعراء نیپال۔ مرتبہ ڈاکٹر وصی احمد مکرانی واجدی۔ ص ۳۶۔ مطبوعہ ۲۰۱۱ء۔

(۱۷) کنز الدقیق۔ مرتبہ نظر اللہ بن محمد بن حمید۔ یہ مجموعہ عہد شہنشاہ اورنگ زیب کے پینتسویں سال میں مرتب ہوا۔ اس میں دیگر سلاطین مغلیہ کے بھی حالات ہیں۔

(۱۸) انشاء فائق۔ نواب میر قاسم نے اپنے بچوں کی تعلیم کے لیے ۱۸۴۰ء میں لکھا تھا۔

(۱۹) شرح سرائے یک محرکہ۔ مؤلفہ قاضی شہاب الدین۔ مرقومہ ۱۱۶۶ھ یہ تصوف کے موضوع پر ہے۔

(۲۰) رسالہ وجیہ الحفظ مرتبہ لطف اللہ۔ مرقومہ ۱۲۲۲ھ۔ (۱)

ان مخطوطات کے علاوہ خانوادۂ اندرابیہ اور نقشبندی سلسلہ کے مشائخ اور اکابرین کے پاس عربی، فارسی، کشمیری اور اردو کے نادر و نایاب نسخے تھے۔ ان میں زیادہ تر عدم توجہی کا شکار ہو کر محفوظ نہ رہ سکے۔ کچھ ابھی بھی محفوظ ہیں۔

ترائی نیپال کے علما و مشائخ کے ذاتی کتب خانوں میں بھی بہت سے نوادر اور مخطوطات موجود ہیں۔ خود کاتب سطور کے ذاتی کتب خانہ قادریہ میں تین ہزار مطبوعات کے علاوہ کئی قلمی مخطوطے بھی محفوظ ہیں۔ اس موضوع پر اگر تحقیقی کام ہو تو مزید سیکڑوں مخطوطات کی بازیافت ہو سکتی ہے۔

## علمائے نیپال کی علمی و ادبی خدمات

جب ہم نیپال کے اہل علم و قلم کی خدمات کا تاریخی جائزہ لیتے ہیں تو افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ بیسویں صدی سے پہلے کے علما کے نہ حالات ملتے ہیں نہ ان کی کتابیں دستیاب ہیں۔ اس معاملہ کا تاریک پہلو یہ بھی ہے کہ جس طرح بیسویں صدی سے پہلے کی اسلامی تاریخ، ہماری تاریخ کا حصہ بننے سے رہی اسی طرح علما، صوفیا، مشائخ اور اہل علم و ادب کے حالات بھی تاریخ کا حصہ نہیں بن سکے۔ نہ ہی اس موضوع پر ہمارے سامنے کوئی کتاب ہے جو اس عہد کی علمی پیش رفت کے بارے میں اطلاع دے۔ لیکن بیسوی صدی اور اکیسویں صدی کے ادوار کی تاریخ اس حوالے سے بڑی روشن ہے کہ بیسویں

(۱) نیپال میں اردو۔ ڈاکٹر نسیم اختر۔ ص ۱۱۷-۱۲۱۔ ناشر: سلسلہ، پٹنہ۔ ۲۰۰۴ء۔

صدی کے اُفق سے سیکڑوں ایسے ستارے طلوع ہوئے جنھوں نے تصنیف وتالیف، تحقیق و تدقیق اور شعروادب کے میدان میں صفحات تاریخ پر انمٹ نقوش مرتب کیے۔

ماضی قریب میں اردو زبان وادب کے حوالے سے قابل قدر کام ہوا ہے اور ادبی و شعری سرگرمیوں کے اظہار کے لیے متعدد کتابیں بھی لکھی گئیں، مثلاً نیپال میں اردو زبان وادب مؤلفہ ڈاکٹر نسیم احمد نسیم، پٹنہ، نیپال میں اردو مؤلفہ جناب نسیم اختر صاحب، پٹنہ، تذکرہ شعرائے نیپال، مؤلفہ ڈاکٹر وصی مکرانی واجدی، وادی حیرت وغیرہ۔ جزوی طور پر تذکرہ وسوانح پر بھی تھوڑا بہت کام ہوا ہے۔ لیکن جماعت علما کی علمی وفکری خدمات اور ان کی قابل قدر کاوشوں کو مجموعی طور پر اجاگر کرنے کے لیے اب تک کوئی کام نہیں ہوسکا۔ جس کے سبب بہت سے علمی وفنی شہہ پارے، اور صدہا مرنجان مرنج اور مُرتاض شخصیات قصۂ پارینہ بن کر رہ گئیں۔ آج ہمیں ان کے نام تک یاد نہیں ہیں۔ ''علمائے نیپال کی علمی خدمات'' یہ موضوع خود ایک ضخیم کتاب کا تقاضا کرتا ہے۔ اگر کوئی صاحب اس پر کام کریں تو ایک بڑا علمی کام پورا ہوسکتا ہے۔ کاتب سطور ذیل کی سطور میں علمائے نیپال کی قلمی کاوشوں کا ایک اجمالی جائزہ پیش کرنے کی کوشش کررہا ہے تاکہ بعد میں اس موضوع پر کام کرنے والے محققین کے لیے یہ پُرخار وادی سہل ہوجائے۔ بہت سے علما وہ ہیں جن کی تصانیف تک بہت کوششوں کے بعد بھی ہماری رسائی نہیں ہوسکی ہے۔ ہم انھیں علما کی خدمات کو پیش کررہے ہیں جن کی کتابوں کی فہرست ہمارے پاس موجود ہیں۔

جن موضوعات پر علمائے نیپال نے کام کیا وہ یہ ہیں۔

| | | |
|---|---|---|
| (۱) تفسیر | (۲) حدیث | (۳) اصول حدیث |
| (۴) فقہ وفتاوی | (۵) قراءت | (۶) عقیدہ وکلام |
| (۷) ردومناظرہ | (۸) منطق وفلسفہ | (۹) سیرت |
| (۱۰) تذکرہ وسوانح | (۱۱) تصوف | (۱۲) تاریخ |
| (۱۳) نحووصرف | (۱۴) شاعری | (۱۵) خطابت |
| (۱۶) عربی زبان وادب | (۱۷) اردو زبان وادب | |

# علمائے نیپال کی قلمی خدمات

## مفتی محمد کلیم الدین ابراہیمی رضوی (ضلع مہوتری)

ولادت: ۱۹۳۶ء- وصال: ۲۲ ربیع النور ۱۴۳۲ھ/ ۲۵ فروری ۲۰۱۱ء

مفتی محمد کلیم الدین ابراہیمی رضوی قدس سرہ ملک نیپال کی ایک عبقری، علمی قدر آور شخصیت کا نام ہے۔ مہدیا، ضلع مہوتری میں ایک زمیندار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۶۰ء میں مدرسہ فیض الغربا، آرہ، بہار سے فارغ التحصیل ہوئے۔ حضور مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ سے شرف ارادت و بیعت حاصل تھا۔ فراغت کے بعد سے ۱۹۷۸ء تک مدرسہ مصباح المسلمین، علی پٹی، مہوتری میں صدر المدرسین کے منصب پر رہ کر درس و تدریس کا فریضہ انجام دیا۔ اس کے بعد ۲۰۱۰ء تک مدرسہ فیضان العلوم دارا پٹی، مظفر پور میں منصب شیخ الحدیث پر فائز رہے۔ بہت بلند پایہ، فقیہ، مفتی، متکلم اور مناظر تھے۔ ہزاروں شاگرد پیدا کیے۔ آپ کی کوئی باضابطہ تصنیف نہیں ملتی۔ وفات سے ایک ہفتہ قبل راقم سطور نے ان سے ایک مختصر انٹرویو کیا تھا جس میں انھوں نے یہ انکشاف فرمایا کہ تقریبا ایک ہزار فتاوی ہم نے لکھے ہیں اور بہت سے موضوعات پر مضامین قلمبند کیے ہیں۔ صاحب تذکرہ علمائے اہلسنت سیتامڑھی کے مطابق ''آپ کے متروکات میں تقریبا ایک ہزار صفحات پر مشتمل نہایت معلوماتی ذخیرہ ہے جس میں تفسیر و حدیث، فقہ و فتاوی اور صرف و نحو کے موضوعات پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے''۔

اگر یہ فتاوی مجموعہ کی شکل میں موجود ہوتے تو یقینا نیپال کی معلوم علمی تاریخ کی روشنی میں سب سے اول فتاوی کی کتاب ہوتی۔ ممدوح کا تفصیلی تذکرہ اسی کتاب میں ملاحظہ کریں۔

## مولانا محمد عین الحق شاہد نوری (سرلاہی)

(ولادت: ۱۹۳۹ء/ ۲۰۰۱ء بکرمی وفات: ۲/دسمبر ۲۰۰۶ء)

حضرت مولانا محمد عین الحق شاہد نوری بن جمدار علی کی ولادت ملنگواں، ضلع سرلاہی میں ۲۰۰۱ء بکرمی مطابق ۱۹۳۹ء میں ہوئی۔ دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف سے فضیلت کی تکمیل کی۔ مختلف مدارس میں درس و تدریس کا فریضہ انجام دیا۔ حضرت تاج الشریعہ علامہ مفتی اختر رضا قادری دامت برکاتھم آپ کے رفقاے درس میں شامل ہیں۔ ۱۹۷۷ء میں جامعہ شاہدیہ کوثر اسلام قائم کیا۔ اور اخیر عمر تک اس کے اہتمام کے فرائض انجام دیتے رہے۔ آپ ایک باکمال مدرس ہونے کے ساتھ عمدہ مقرر بھی تھے۔ ہزار سے زائد لوگ آپ کے حلقۂ درس میں شامل ہوئے۔ شعر و شاعری کا ستھرا ذوق رکھتے تھے۔ نعت کے ساتھ غزلیہ اشعار بھی کہے ہیں۔ ان کا ایک نعتیہ مجموعہ بنام ''تجلیات نوری'' شائع ہو چکا ہے۔ مولانا پھول محمد نعمت رضوی کا بیان ہے کہ آپ نے کلیات اقبال کے طرز پر اپنے کلام کا ایک ضخیم مجموعہ ''آئینۂ شاہد'' کے نام سے جمع کیا تھا لیکن کسی نے اس کو غائب کر دیا۔ آپ کے اشعار بڑے ہی عالمانہ اور صوفیانہ ہوا کرتے تھے۔ وہ پیشہ کے اعتبار سے ایک طبیب حاذق بھی تھے۔ ۱۶ گتے اگہن ۲۰۶۳ء بکرمی/ ۲ دسمبر ۲۰۰۶ء کو وصال ہوا۔

## مفتی جیش محمد برکاتی (دھنوشا)

حضرت مولانا مفتی جیش محمد برکاتی ملقب بہ ''شیر نیپال'' (ولادت ۸/ربیع النور ۱۳۶۱ھ/ ۵/مارچ ۱۹۴۳ء)

آپ نیپال کے قدیم صاحب تصنیف بزرگ عالم دین ہیں۔ ۱۳۸۴ھ میں منظر اسلام بریلی شریف سے عالمیت کی تکمیل کی اور ۱۳۸۵ھ/ ۱۹۶۸ء میں دو سال الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور میں رہ کر سند فضیلت حاصل کی۔ تفصیلی حالات اسی کتاب میں سلسلۂ برکاتیہ کے مشائخ کے حالات میں دیکھیں۔ فقہ و فتاوی آپ کا خاص میدان رہا۔

۲۳ رشعبان ۱۳۸۷ھ کو آپ مدرسہ اصلاح المسلمین جنک پور میں بحیثیت صدر المدرسین تشریف لائے اور تدریسی امور کے ساتھ ساتھ فقہ وافتا کی ذمہ داریوں کو بھی سنبھالا۔ اس وقت پورے ملک میں شاید ہی کہیں دار الافتا رہا ہو۔ بایں وجہ ملک کے طول وعرض سے سوالات آپ کے پاس آتے رہے۔ آپ کے فتاوی کی کئی جلدیں تیار ہو چکی ہیں۔ راقم سطور کے پیش نظر آپ کے فتاوی برکات، جس کا پورا نام ''العطایا الالٰہیۃ فی الفتاوی البرکاتیہ'' ہے کی پہلی جلد ہے۔ صفحات کی تعداد ۱۸۶ ہے۔ اس کی ترتیب ۱۴۰۷ھ میں مکمل ہوئی ہے۔ الجامعۃ الرضویہ پٹنہ۔ سٹی۔ نے ۱۴۰۸ھ میں شائع کیا ہے اس مجموعہ فتاوی پر چشم و چراغ خاندان برکات، حضور احسن العلما، سید شاہ مصطفی حیدر حسن قادری برکاتی علیہ الرحمۃ سابق سجادہ نشین مارہرہ مطہرہ اور مرجع الفتاوی حضرت مفتی محمد فضل کریم علیہ الرحمہ سابق صدر مفتی ادارۂ شرعیہ، سلطان گنج پٹنہ کی تقریظات ثبت ہیں۔

۲-فتاوی برکات جلد دوم، سوم، چہارم، مطبوعہ

۳-فتاوی برکات جلد پنجم، ششم، ہفتم، ہشتم، غیر مطبوعہ

(آٹھوں حصوں کے فتاوی کے صفحات ایک ہزار کے قریب ہیں۔)

۴-احسن الکلام ص ۲۴۔ مطبوعہ ۱۴۰۹ھ

۵-شان مصطفی ص ۴۸۔ مطبوعہ ۱۴۱۱ھ

۶-بیس رکعت تراویح دلائل کی روشنی میں۔ ص ۶۴۔ ۱۴۲۰ھ غیر مطبوعہ

۷-کعبہ یا مزار آدم علیہ السلام۔ ص ۳۲۔ مطبوعہ ۱۴۱۴ھ

۸-اذان خطبہ اور اقامت کے مسائل ص ۴۰۔ مطبوعہ ۱۴۱۰ھ

۹-بدمذہبوں کے پیچھے نماز کا حکم۔ ص ۴۸۔ مطبوعہ ۱۴۱۰ھ

۱۰-ہدایت کا راستہ۔ ص ۵۴۔ مطبوعہ ۱۴۰۸ھ

۱۱-داڑھی کی شرعی حد وحیثیت۔ مرقومہ ۱۴۱۱ھ۔ ص ۴۸۔ غیر مطبوعہ

۱۲-تباہی ان گناہوں کی۔ مرقومہ ۱۴۰۷ھ ص ۳۲۔ غیر مطبوعہ

۱۳-توہین رسول سنگین جرم۔ص ۳۲۔　　مطبوعہ ۲۰۱۴ء

۱۴-تحفۂ برکات،ص ۶۴۔　　مطبوعہ ۲۰۱۰ء

۱۵-دیہات میں جمعہ کا حکم۔ص ۴۰۔　　مطبوعہ ۱۴۱۳ھ

۱۶۔برکات چہل حدیث۔مرقومہ ۱۴۳۸ھ۔ص ۴۶۔غیر مطبوعہ

## عربی تصانیف

۱۷-القدس فی التاریخ　　مطبوعہ

۱۸-الحضارۃ الإسلامیۃ　　مطبوعہ

۱۹-السلام فی الإسلام　　مطبوعہ

۲۰-حفظ الدین فی الطاعۃ النبویۃ مطبوعہ

مذکورہ بالا چاروں رسائل مصر سے شائع ہو چکے ہیں اور مولانا سلمان ازہری صاحب کو اس کے ترجمہ کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔درج بالا رسائل دراصل وہ مقالات ہیں جو آپ نے مصر میں ۲۰۰۵-۲۰۰۶-۲۰۰۸-۲۰۰۹ء میں منعقد انٹرنیشنل کانفرنس اور سیمینار میں شرکت کے لیے لکھے تھے۔اور انہیں چار سالوں میں آپ نے مصر کے سیمیناروں میں شرکت کی تھی۔

## مفتی محمد اشرف القادری التینی (ضلع مہوتری)

(۱۳۷۳ھ/ ۱۹۵۲ء-۲۶/ربیع الآخر ۱۴۳۸ھ/ ۲۵/جنوری ۲۰۱۷ء)

مفتی محمد اشرف القادری النوری التینی قدس سرہ ہندو نیپال کے سنگم پر واقع بستی ''دینھی'' میں پیدا ہوئے ۱۳۹۲ھ میں الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور میں داخلہ لیا۔دو سال یہاں رہ کر عالمیت کی تکمیل کی۔بعدہ جامع معقول ومنقول علامہ معین الدین خان فتح پوری اور امام المنطق و الکلام خواجہ مظفر حسین رضوی قدس سرھما کے حلقۂ درس میں شامل ہوئے۔ ۱۳۹۴ھ میں جامعہ عربیہ سلطان پور سے دستار فضیلت حاصل کی۔مفتی اشرف القادری ایک متبحر عالم دین، بالغ نظر

فقیہ، کہنہ مشق مدرس، نازک خیال شاعر اور بلند پایہ صوفی اور کثیر التصانیف محقق تھے۔

مختلف علوم وفنون میں ۵۰ سے زائد کتابیں بطور یادگار چھوڑیں۔ انکے حالات کی تفصیل اسی کتاب کے سلسلۂ تیغیہ میں مسطور ہے وہاں دیکھ لیں۔

مختلف اصناف علم میں آپ نے طبع آزمائی کی درج ذیل سطور میں ان کی تصنیفات کی فہرست ملاحظہ کریں۔

(۱) تفسیر: اس موضوع پر آپ نے حلقۂ اہل علم میں معروف ومتداول تفسیر قرآن ''بیضاوی شریف'' کی بہت ہی نفیس ودلنشیں شرح فرمائی ہے۔ یہ شرح بہت ہی مبسوط و مفصل ہے۔ صرف سورۂ بقرہ کی شرح رجسٹر میں مکتوب سائز میں ۱۷۱ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا نام ''الفیض السماوی علی البیضاوی'' ہے۔ مزید آگے کے لیے عمر نے وفا نہ کی۔ یہ ۸ رجسٹروں میں مخطوطہ کی شکل میں ہے۔ راقم سطور نے اس کے پانچ رجسٹروں کی زیارت کی ہے۔ اور ہر رجسٹر کے صفحات شمار کر کے لکھے ہیں۔

(۲) حدیث: اس موضوع پر مصطلحات حدیث کے نام سے ایک مختصر رسالہ بشکل مخطوطہ ہے جس کے صفحات کی تعداد ۱۷ ہے۔

(۳) سیرت: اس موضوع پر متعدد کتابیں لکھیں۔ ۱-النبی المختار (عربی) ص-۴۹۔ مخطوطہ ۲-الأدب المختار (عربی) ص-۲۲۔ مخطوطہ۔ ۳-سیرت رسول الثقلین۔ ص-۱۷۰۔ مخطوطہ ۱۹۸۴ء۔ ۴-سیرت خلیفۃ اللہ الاعظم۔ ص-۲۲۴۔ مطبوعہ۔ ۵-حجاز کا ماہ کامل ص، ۵۲ مطبوعہ۔ مرقومہ ۱۹۸۹ء۔

اس پر خیر الاذکیا، علامہ محمد احمد مصباحی، دامت برکاتھم العالیہ۔ سابق صدر المدرسین، جامعہ اشرفیہ مبارک پور کی تقریظ جلیل ہے۔ ۶-رسالہ سراپا رحمت عالم، ص ۱۴۔ مخطوطہ۔ ۷۔ تحقیق عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم مختصر رسالہ ص ۱۴-مخطوطہ ۱۴۱۹ھ۔

(۴) تذکرہ وسوانح: ۱-صدر امت (صحابہ، تابعین اور ائمۂ مجتہدین کے حالات پر محققانہ گفتگو) مخطوطہ ص ۲۹۔ ۲-الامام الاعظم ص ۲۰۔ غیر مطبوعہ۔ ۳-روشن چراغ

کشمیر۔ کمپوز شدہ ص ۳۴۔ ۴-امام ربانی مجدد الف ثانی سرہندی ومجدد اربع مائۃ والف احمد رضا خان بریلوی، غیر مطبوعہ۔ ۵-علم غیب نبی کے دلائل، مختلف اسرار وعلوم۔ ص ۳۸۔ مخطوطہ۔ ۶-اعلی حضرت فاضل بریلوی۔ مخطوطہ۔ چھوٹی سائز میں ص، ۵۲۔

(۵) فقہ واصول فقہ: ۱-شرح ہدایہ (ناتمام) فقہ حنفی کی مشہور ومعتبر ومتداول کتاب ''ہدایہ'' کی مبسوط شرح کا سلسلہ شروع کیا تھا لیکن عمر نے وفا نہ کی۔ کتاب الطہارت باب الحیض والاستحاضہ تک کام پہونچا تھا کہ آپ کا وصال ہوگیا۔ یہ شرح میں نے دو کاپیوں میں لکھی ہوئی دیکھی ہے۔ پہلی کاپی جو متوسط سائز کی ہے باب الوضو والغسل پر مشتمل ہے۔ صفحات کی تعداد ۸۶ ہے۔ دوسری کاپی جو رجسٹر سائز کی ہے باریک خط میں ۴۹ صفحات پر ماء مستعمل، تیمم، مسح علی الخفین، حیض اور استحاضہ کے ابواب پر مشتمل ہے۔

۲-اصول فقہ، غیر مطبوعہ ص ۵۸

(۶) عقیدہ وکلام: ۱-کفر واسلام، صفحات: ۳۱۰۔ مطبوعہ ۱۴۰۵ھ۔ ۲-مسلک محققین مطبوعہ ۱۴۱۳ھ ۳-الشرح النوری بشرح عقائد النسفی۔ صفحات ۳۲۵۔ مطبوعہ۔ ۴-الحجۃ القاھرہ مرقومہ ۲۶/رجب ۱۴۱۶ھ۔ مخطوطہ ص ۴۸۔ مرقومہ ۱۴۳۴ھ۔ مطبوعہ۔ ۵-تلبیس ابلیس۔ غیر مطبوعہ۔ ۶-غیر مقلد وہابی گمراہ اور جہنمی ہے۔ غیر مطبوعہ ص ۵۷۔

(۷) ردومناظرہ: ۱-تلخیص مناظرہ رشیدیہ۔ متوسط سائز مخطوطہ ص ۴۲۔ ۲-مسلک اہل حق مخطوطہ۔ ص ۸۵۔ ۳-گنگوہی کا عجائب خانہ ص ۳۴۔ مرقومہ ۱۴۳۴ھ۔ ۴-ضلال التیجانی وتسمیتہ بالاھتداء۔ یہ کتاب تیونس کے مشہور رافضی عالم ڈاکٹر محمد التیجانی السماوی کی کتاب ''ثم اھتدیت'' کے جواب میں اہل ممبئی کے اصرار پر لکھی گئی۔ صفحات ۱۲۸ ہیں۔ پہلی بار ۱۴۳۷ھ/۲۰۱۶ء میں قاری اسلام الدین رضوی تیغی، پریہار کی طرف سے شائع کی گئی۔ ۴-ردغیر مقلدیت، مطبوعہ۔

(۸) فتاوی: آپ نے سینکڑوں فتاوی لکھے۔ دار الافتا امانت شرعیہ میں آپ کے فتاوی کے دو رجسٹر دستیاب ہیں۔ نقل فتاوی رجسٹر ۱ ۱۵۴ صفحات پر جبکہ نقل فتاوی رجسٹر

۲۔ ۸۵ صفحات پر مشتمل ہیں۔ مولانا صدر عالم صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ اشرف العلما کے فتاوی کے پانچ رجسٹر جامعہ مدینۃ العلوم، پھکولی، مظفر پور میں ہیں ان کو یہاں منگوانے کی کوشش ہو رہی ہے۔

(۹) بلاغت: زمانۂ طالب علمی میں آپ نے مختصر المعانی کی شرح لکھی تھی یہ ۵۱ صفحات پر باریک خط میں لکھی ہوئی ہے۔ اور سرورق پر شرح مختصر المعانی (ناتمام) لکھا ہوا ہے۔ شاید جہاں تک داخل نصاب رہی ہو وہاں تک کی شرح لکھی گئی۔

(۱۰) نحو: ۱-شرح مائۃ عامل کی مکمل شرح۔ یہ ایک عالم دین کو طباعت کے لیے دی گئی تھی جو ان سے مفقود ہو گئی۔ ۲-تشریح کافیہ ابن حاجب۔ یہ ضخیم شرح ہے۔ جو رجسٹروں میں مکتوب ہے پہلا رجسٹر ۱۰۸ جبکہ دوسرا ۹۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس طرح یہ کل ۲۰۰ صفحات ہوئے۔ ابھی مخطوطہ ہے۔

(۱۱) منطق و فلسفہ: ۱-شرح ھدایت الحکمت مطول۔ غیر مطبوعہ۔ ۲-فلسفہ و حکمت، مخطوطہ متوسط سائز، ص ۶۲۔ مرقومہ ۲۰ر دسمبر ۱۹۸۶ء۔ ۳-شرح تہذیب و حکمت متوسط سائز ۱۷۷۔

(۱۲) شعر و ادب: شعر و سخن کے میدان میں ان کے دو مجموعے ملتے ہیں۔ ۱-عشق کی محفل (نعتیہ مجموعہ)۔ مطبوعہ۔ ۲-عشق کی انجمن (مجموعۂ نعت و غزل) ص ۴۶۔ غیر مطبوعہ۔ ۳-شرح حدائق بخشش رجسٹر سائز میں ۴۶ صفحات پر چند اہم کلام کی تشریح۔

(۱۳) خطبات: ۱-اردو زبان میں ''خطبات اشرف العلما'' کے نام سے دو ضخیم جلدیں لکھی ہوئی ہیں جن کی ترتیب و تبویب کی ضرورت ہے۔ ۲-خطبات جمعہ و عیدین مع ضروری مسائل:

نماز جمعہ و عیدین کے لیے آپ نے بہت ہی فصیح و بلیغ انداز میں عربی خطبات کا ایک مجموعہ ترتیب دیا تھا، جس میں ہر نماز سے متعلق اردو میں ضروری مسائل بھی درج ہیں۔ اس کے صفحات ۳۷ ہیں۔

درج بالا موضوعات کے علاوہ متفرق عنوانات کے تحت درج ذیل کتابیں آتی ہیں۔

۱-العلم والعقل (فضائل) مخطوطہ ص ۳۲۔ مرقومہ ۱۴۳۲

۲-شذرات الذھب (مسائل متفرقہ پر) صفحات ۲۷۔ غیر مطبوعہ

۳-مشکوۃ نبوت مطبوعہ

۴-اسلام اور قومیت۔ ۳۸۔ غیر مطبوعہ

۵-مصباح الدجی (متفرق مسائل پر) ص ۸۷۔ غیر مطبوعہ

۶-التعریفات الجرجانیہ۔ غیر مطبوعہ۔

نوٹ: درج بالا کتب ورسائل میں سے اکثر کے مخطوطات ومطبوعات کو راقم سطور نے از خود ملاحظہ کیا ہے۔ اور ان کے مخطوطات کے صفحات کو شمار کر کے لکھا ہے۔ یہ ان کتب و رسائل کی فہرست ہے جو ہمارے ملاحظہ میں آچکے ہیں۔ بعض مخطوطات ونوادر اور بھی ہیں جو دوسرے مقام پر تھے اور قلت وقت کے سبب فقیر کے ملاحظہ میں نہ آسکے۔ ان کتابوں کو شمار کر کے فہرست اور طویل ہوسکتی ہے۔ بعد کی اشاعت میں ان شاء اللہ شامل کر دیا جائے گا۔

## مفتی محمد اسرائیل رضوی (پ: ۱۹۴۸ء) (مہوتری)

حضرت مولانا مفتی محمد اسرائیل رضوی مصباحی ملقب بہ فخر نیپال، ابن حاجی عبد الرحیم، ملک نیپال کی ایک قابل قدر علمی شخصیت ہیں۔ نیپال کے ترائی خطہ میں ان کی خدمات لائق قدر ہیں۔ ان کی ولادت ترائی نیپال کی مردم خیز بستی بھمر پورہ، ضلع مہوتری، میں ۱۹۴۸ء میں ہوئی۔ عربی، فارسی اور اردو کی ابتدائی تعلیم نیپال کی قدیم درسگاہ مدرسہ مصباح المسلمین، علی پٹی میں ہوئی۔ اعلی تعلیم کے لیے ۱۳۸۶ھ میں جامعہ اشرفیہ، مبارک پور میں داخلہ لیا اور یہاں مسلسل چار سال رہ کر حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ ودیگر اساتذہ سے اکتساب فیض وعلم کیا اور ۱۳۹۰ھ/ ۱۹۷۰ء میں فارغ التحصیل ہوئے۔ ۱۹۷۱ء میں بحیثیت نائب صدر المدرسین مدرسہ مصباح المسلمین علی پٹی میں بحال ہوئے اور ۱۹۷۸ء سے

تا حال بحیثیت صدر المدرسین اپنے علمی و مذہبی فرائض بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں۔ متعدد تنظیموں کے رکن اور سرپرست بھی ہیں۔ ۱۳۸۸ھ میں تاجدار اہلسنت حضور مفتیٔ اعظم ہند سے شرف بیعت حاصل کیا۔ خانوادۂ برکات مارہرہ مطہرہ کے ایک بزرگ حضرت سید شاہ محمد یحییٰ برکاتی مارہروی علیہ الرحمہ سے آپ کو خلافت واجازت حاصل ہے۔ ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۸۹ء میں جلسۂ تاجدار مدینہ کے موقع پر قائد اہلسنت، علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ نے انھیں فخر نیپال کا خطاب عطا فرمایا جو آج علم کا درجہ اختیار کر چکا ہے۔ تحریر وقلم سے ابتدا ہی سے شغف رہا۔ آپ کی چار کتابیں زیور طباعت سے آراستہ ہو چکی ہیں۔ سب سے پہلی کتاب ''گلشن علم وادب'' ہے جو ۱۳۹۹ھ کی مرتبہ ہے اور غالباً ۱۴۰۰ھ میں چھپی ہے۔ پوری کتاب ۶۸/صفحات پر مشتمل ہے۔ دو صفحات میں مفتی عبد المنان کلیمی صاحب کی تقریظ ہے۔ اس کتاب میں دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین کے قیام واحوال اور ۱۳۹۹ھ میں ہونے والی تاجدار مدینہ کانفرنس کی مکمل روداد موجود ہے۔

(۲) مشکل کشا۔ یہ کتاب غیر مقلد مولویوں کے جواب میں غیر اللہ کے مشکل کشا ہونے کے ثبوت میں لکھی گئی ہے۔ صفحات کی تعداد ۴۳/اور سنہ اشاعت ۱۴۲۴ھ ہے۔

(۳) اجماع اور قیاس کی شرعی حیثیت: یہ کتاب ۲۰۰۳ء/ ۱۴۲۳ھ میں مولوی احمد حسین، بھمر پورہ نیپال کی طرف سے شائع کی گئی ہے اس کے صفحات کی تعداد ۵۸/ ہے۔

اس کتاب پر درج ذیل اکابر علما کی تقریظات موجود ہیں۔

۱-استاذ الاساتذہ حضرت مفتی محمد کلیم الدین رضوی ابراہیمی قدس سرہ۔ ۲-سراج الفقہا، حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی موجودہ صدر المدرسین الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور۔ ۳-حضرت مولانا مفتی محمد عثمان رضوی سابق مفتی مدرسہ قادریہ، غوثیہ مرغیا چک، سیتامڑھی۔ ۴-حضرت مولانا مفتی آل مصطفی مصباحی، استاذ جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی۔ (۴) آثار و تبرکات کی شرعی حیثیت۔ یہ ۵۰/صفحات پر مشتمل ہے اور اسے شعبۂ نشر واشاعت: دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین نے ۲۰۱۴ء میں شائع کیا ہے۔

# مفتی عبدالغفار ثاقب (سرلاہی)

بیسویں صدی کے وسط میں نیپال کے افق پر طلوع ہونے والے ایک درخشندہ ستارہ کا نام مفتی عبدالغفار ثاقب مصباحی ثم منظری ہے۔ سند میں مرقوم تاریخ کے مطابق آپ کی ولادت ۲۰ رفروری ۱۹۵۰ء کو موضع ''پیپریا'' ضلع سرلاہی، جنک پور انچل میں قربان علی عرف مولوی صاحب کے گھر میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ مصباح العلوم پیپریا میں ہوئی۔ ۱۹۶۵ء میں مدرسہ رضاء العلوم، کنہواں، پھر وہاں سے مدرسہ علیمیہ انوار العلوم دامودر پور ہوتے ہوئے دار العلوم اشرفیہ مصباح العلوم مبارکپور حاضر ہوئے۔ اور یہاں شرح جامی سے مشکوۃ شریف تک کی تعلیم حاصل کر کے عالمیت کی تکمیل کی۔ ۱۹۷۱ء میں بہار مدرسہ بورڈ سے ملحق مدرسہ ''دار العلوم المشرقیہ حمیدیہ دربھنگہ میں حکومتی ملازمت سے وابستہ ہوئے۔ یہ شمالی بہار کا قدیم اور بڑا مدرسہ ہے جس کا ماضی بہت ہی روشن ہے۔ یہاں ایک طویل تدریسی ایام گذار کر ۲۰۱۲ء میں سبکدوش ہوئے۔

مملکت شعر وسخن میں بہت کم ایسے افراد ملتے ہیں جو شاعری کے ساتھ ادبی اور علمی منظر نامہ پر بھی اپنی شناخت بنانے میں کامیاب رہے ہیں۔ مفتی عبدالغفار ثاقب صرف نیپال ہی نہیں بلکہ ہندو پاک کے صف اول کے ممتاز قلمکاروں میں اپنی انفرادی شناخت رکھتے ہیں۔ ان کا قلم جس طرح شعر وسخن کے زلف برہم کو سوارنے میں تیز گام ہے اسی طرح فقہ وفتاوی اور قضا کے میدان میں بھی حرکت کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ تاریخ انسانیت پر مشتمل پہلی کتاب ''تاریخ کا پہلا ورق'' کے اعتراف میں سابق صدر جمہوریہ ہند اے پی جے عبدالکلام کے ہاتھوں ۲۰۰۴ء میں نیشنل ایوارڈ سے نوازے جا چکے ہیں۔ ۲۰۰۵ء میں ''سمتا سوتنتر منچ'' جے پور، انڈیا کی طرف سے گولڈ میڈل اور تحریک فروغ اسلام دربھنگہ کی جانب سے ''امام احمد رضا'' ایوارڈ سے نوازے جا چکے ہیں۔ ۲۰۰۸ سے مدرسہ حمیدیہ المشرقیہ کے مفتیٔ دار الافتا و شیخ الحدیث اور ۲۰۰۹ء سے تا حال ادارۂ شرعیہ دربھنگہ

کمشنری، شاخ ادارۂ شرعیہ پٹنہ کے قاضی کی حیثیت سے قضا کے مسائل کو حل فرما رہے ہیں۔ مفتی صاحب کی تحریری اطلاع کے مطابق ابھی تک چار سو مقدمات کے فیصلے آپ کے ذریعہ عمل میں آچکے ہیں۔ مفتی صاحب کی تصانیف کی فہرست درج ذیل ہے۔

۱-تاریخ کا پہلا ورق۔ سنہ اشاعت ۱۹۹۹ء۔ ۲-تلاش منزل۔ سنہ اشاعت ۲۰۰۱ء۔ ۳-عشق کا سودا ۲۰۰۳ء۔ ۴-تجزیہ فیصلہ ہفت مسئلہ ۲۰۱۴ء۔ ۵-سراغ منزل غیر مطبوعہ۔ ۶-شعری مجموعہ۔ مفقود۔ ابتدا میں آپ کا قلم نظم کی طرف مائل تھا ایک شعری مجموعہ کا مسودہ ۱۹۷۹ء میں طباعت کے لیے بریلی شریف جارہا تھا کہ ٹرین میں کسی اچکے کی نظر بد کا شکار ہوگیا۔ اس کے بعد ہی عنانِ فکر نظم سے نثر تک کی طرف موڑ دیا۔

درج بالا اطلاعات مفتی صاحب نے خود اپنے قلم سے تحریر فرما کر راقم سطور کو ارسال فرمائے ہیں۔ بعض مقامات پر تذکرہ شعرائے نیپال مرتبہ ڈاکٹر وصی مکرانی واجدی سے بھی استفادہ کیا ہے۔

## مولانا محمد اسمعیل حسینی چترویدی (دھنوشا)　(پ ۱۹۵۳)

حضرت مولانا محمد اسمعیل حسینی بن الحاج محمد ادریس بن مولوی میاں بن حاجی محمد معروف بہ حاجی لوٹن میاں (مرحوم) کی ولادت ۴/اپریل ۱۹۵۳ء کو جنک پور کے نواح میں واقع ایک مردم خیز بستی ''بیلا'' میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم مقامی مکتب مظہر اسلام میں ہوئی۔ مدرسہ رضاء العلوم کبنواں، مدرسہ شمس العلوم، باڑا، دار العلوم علیمیہ انوار العلوم، سرکار سرکانہی مظفر پور اور دار العلوم تیغیہ رسول آباد، سلطان پورہ یوپی سے متوسطات کی تکمیل کی۔ درجات عالیہ کی تکمیل کے لیے دار العلوم غریب نواز الہ آباد میں داخل ہوئے اور خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی قدس سرہ وغیرہ سے علمی استفادہ کیا اور جامعہ فاروقیہ عربیہ، بنارس سے فارغ التحصیل ہوئے۔

خلیفۂ حضور مفتئ اعظم ہند، حضرت مولانا سید شاہ ظہور الحسین قادری، دامت برکاتہم العالیہ، سادات پور، راجہ پور، سیوان سے ۲۵/ذوالقعدہ ۱۳۸۷ھ کو شرف بیعت حاصل

کیا اور آسی تخلص رکھا۔ فراغت کے بعد گوہاٹی کی فینسی بازار مسجد میں منصب امامت پر فائز ہوئے جہاں دیوبندی جماعت کا بڑا زور تھا۔ اس زمانہ میں حضور حافظ ملت نے آپ کو خط لکھ کر حوصلہ افزائی کی تھی اور یہاں تک کہا تھا "اگر ضرورت پڑے تو میری کتاب اپنے نام سے شائع کر کے دیوبندیوں اور وہابیوں کا جواب دینا"۔ اس کے بعد ضلع ہزاری باغ میں مدرسہ تنویر الاسلام میں بحیثیت صدر المدرسین آئے اور ادارہ کو عروج و استحکام عطا کیا۔ مولانا حسینی بہت سی خوبیوں کے جامع اور بہت سے خانوادہ ہائے تصوف وسلاسل کے فیض یافتہ ہیں۔ ان کے صاحبزادوں کی روایت ہے کہ انھوں نے چار ویدوں کا مطالعہ کیا ہے۔ اسی نسبت سے چتر ویدی لکھتے ہیں۔ آپ ایک کامیاب خطیب بھی ہیں۔ کلکتہ اور بنگال کے علاقوں میں حلقۂ بیعت وارادت اور رشد وہدایت بھی قائم ہے۔ متعدد شیوخ زمانہ سے آپ کو اجازت وخلافت حاصل ہے۔

۱- سلسلۂ سہروردیہ:

سید شاہ سیف اللہ غوث علی میسوری، چرواں شریف، گریڈیہ، جھارکھنڈ

۲- قادریہ چشتیہ، مداریہ:

فاضل توریت وانجیل سید شاہ محمد قائم چشتی نظامی، قتیل داناپوری علیہ الرحمہ

۳- قادریہ مجددیہ، آبادانیہ، تیغیہ:

صوفیٔ باصفا حضرت حافظ محمد نظیر خان تیغی علیہ الرحمہ، رکسہاں شریف، ضلع غازی پور، یوپی۔ بمقام کھروڈہ، کلکتہ بتاریخ ۲۵ رصفر ۱۴۰۴ھ

۴- قادریہ چشتیہ، سہروردیہ، صابریہ، ابوالعلائیہ، جہانگیریہ:

صوفی لیاقت حسین عرف منے میاں۔ ممبئی۔ بتاریخ ۶ رجمادی الاولی ۱۴۱۷ھ

۵- قادریہ محمدیہ:

حضرت مولانا سید شاہ محمد شرف الدین نیر قادری، امجھر شریف، اورنگ آباد۔

۶ قادریہ، واعظیہ، منظوریہ امیریہ:

حضرت مولانا سید شاہ ظہور الحسین احمد رضوی، سادات پور، سیوان

## قلمی خدمات

تین کتابیں آپ کے قلم سے وجود میں آئی ہیں۔

۱-اسلام میں تعزیہ اور تعزیہ داری۔ مطبوعہ ۲۰۱۶ء۔ صفحات ۹۴

۲-اسلام اور ہندو دھرم کا تقابلی مطالعہ۔ غیر مطبوعہ، صفحات: ۱۰۰

۳-دیوان آسی، (۱۰۰ شعری کلام کا مجموعہ) غیر مطبوعہ

۱۹ ستمبر ۱۹۸۲ء سے تا حال کھردہ، کلکتہ کی جامع مسجد میں منصب امامت وخطابت پر فائز رہ کر دین کی خدمت کر رہے ہیں۔

## مفتی محمد مصلح الدین قادری (پ ۱۹۵۴ء/ ۱۳۷۴ھ) ضلع مہوتری

مصلح امت، حضرت مولانا مفتی محمد مصلح الدین قادری ابن حافظ محمد تسلیم قادری ابن محمد امیر الدین ہندو نیپال کے سنگم پر واقع ایک مردم خیز بستی گلاب پور، سسنوا کٹیا، ضلع مہوتری میں ۱۱/ربیع الآخر ۱۳۷۴ھ/ ۱۹۵۴ء کو پیدا ہوئے۔ مدرسہ شمس العلوم باڑا، دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین علی پٹی، انوار العلوم کماں، دار العلوم اشرفیہ، مبارکپور، اور مدرسہ منظر حق ٹانڈا میں عالمیت تک کے تعلیمی مراحل مکمل کیے اور ۱۱/شعبان ۱۳۹۷ھ/ جولائی ۱۹۷۷ء کو جامعہ عربیہ سلطان پور میں دستار فضیلت سے نوازے گئے۔

مدرسہ مخدومیہ لطیفیہ فیض آباد۔ دار العلوم اہلسنت جبل پور، مدرسہ بحر العلوم، مئو۔ الجامعۃ الامجدیہ، بھیونڈی میں تدریسی خدمات انجام دیے۔ کافی سالوں سے مدرسہ حبیبیہ، لعل گوپال گنج، الہ آباد میں شیخ الحدیث اور مفتی کے منصب پر فائز رہ کر تدریسی و تصنیفی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ قیام جبل پور کے زمانہ میں حضرت برہان ملت،

خلیفۂ اعلی حضرت مفتی عبدالباقی برہان الدین ابن عبدالاسلام حضرت مفتی عبدالسلام جبل پوری علیہما الرحمہ نے سلسلۂ رضویہ کی اجازت وخلافت عطا کی۔ بیعت وارشاد کا سلسلہ بھی جاری ہے۔

اللہ تعالی نے آپ کو فکر وقلم کی غیر معمولی قوت سے نوازا ہے۔ ۱۹۸۶ء سے تصنیف و تالیف کا جو سلسلہ شروع ہوا وہ اب ایک سیل رواں کی شکل اختیار کر چکا ہے اور ہر آن نئے نئے میدانوں میں اپنے رہوار قلم کو گردش دینے میں لگے ہوئے ہیں۔

آپ کی سب سے پہلی کتاب شان خطابت ہے جو ۱۹۸۶ء میں شائع ہوئی تھی اور طلبۂ مدارس کے درمیان بے حد مقبول ہوئی۔ مجھے یاد آتا ہے کہ طلبہ اس کتاب کو زبانی یاد کر کے تقریر کی مشق کیا کرتے تھے۔ اس کی زبان بہت ہی سادہ اور الفاظ کی بندش خطیبانہ ہے۔ اس کے صفحات کی تعداد ۱۲۸ ہے۔ (۲) روح خطابت: سن تالیف ۱۹۸۹ء۔ صفحات ۱۹۲۔ (۳) جان خطابت: سن اشاعت ۲۰۰۹ء۔ صفحات ۳۰۴۔ (۴) نور خطابت: سن اشاعت ۲۰۰۵ء تعداد صفحات ۱۷۶۔ (۵) تاج خطابت: سن اشاعت ۲۰۱۴ء۔ تعداد صفحات ۲۸۸۔ یہ پانچ کتابیں خطابت کے موضوع پر بڑی اہم ہیں۔ انہیں مبتدی طلبہ کے معیار اور فہم کا خیال رکھتے ہوئے ترتیب دیا گیا ہے۔ یقینا یہ آپ کا قابل قدر کارنامہ ہے۔

ان کتابوں نے بہت سے علما کو تقریر کا فن سکھا دیا ہے۔

(۶) قصبہ پریہار کا فیصلہ کن مناظرہ۔ سن تالیف ۱۹۸۶ء۔ تعداد صفحات ۵۰۔ اول الذکر پانچ کتابیں رضوی کتاب گھر دہلی سے چھپی ہیں جب کہ آخر الذکر کتاب، دائرۃ المعارف، گھوسی سے چھپی ہے۔ تحریر وتالیف کا یہ سلسلہ جاری ہے۔ آئندہ آپ کا ارادہ ایک ضخیم سیرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم لکھنے کا ہے رب قدیر آپ کے اس ارادہ کو پایۂ تکمیل تک پہونچائے۔ اور صحت وعافیت کے ساتھ ان کے سایہ کو دراز کرے۔ کاتب سطور کو پہلی بار ۲۰۱۱ء میں نئی دہلی کے اندر ایک سیمینار کے موقع پر آپ سے شرف لقا حاصل ہوا تھا۔

## مفتی محمد عثمان رضوی (دھنوشا)　　(پ ۱۹۵۴ء)

حضرت مولانا مفتی محمد عثمان رضوی ترائی نیپال کے ایک قدیم اور باصلاحیت عالم دین ہیں ان کی ولادت ۱۹ ستمبر ۱۹۵۴ء کو شہر جنک پور کے مضافات میں واقع ایک مردم خیز قریہ ''بیلالادو'' میں دیندار اور علمی گھرانے میں ہوئی۔ ابتدائی عربی و فارسی کی تعلیم نیپال کے دینی مدارس میں حاصل کرنے کے بعد دار العلوم علیمیہ انوار العلوم، مظفر پور میں داخل ہوئے اور متوسطات کی تکمیل کی۔ اس کے بعد دار العلوم تیغیہ ماری پور، مظفر پور میں منتہی کتابوں کا درس حاصل کیا اور ۱۹۷۳ء میں دستار فضیلت سے نوازے گئے۔ یہاں آپ نے فقیہ عصر حضرت مولانا علی احمد جید القادری سے خصوصی استفادہ کیا۔ ۱۹۶۸ء میں بہار سنی صوبائی کانفرنس، سیوان میں حضور مفتئ اعظم ہند کے دست اقدس پر بیعت ہوئے۔ مختلف مدارس میں اہم عہدوں پر مامور رہ کر اپنی خدمات انجام دیں۔ دار العلوم تیغیہ ماری پور، مدرسہ غریب نواز کٹک اڑیسہ، مدرسہ گوپال گنج بہار، مدرسہ فیض الغرباء بھانڑسر، دار العلوم امانیہ امان الخائفین علی پٹی، میں فراغت سے لے کر ۱۹۸۵ء تک تدریسی ذمہ داری انجام دی۔ ۱۹۸۵ء سے اگست ۲۰۱۶ء تک مدرسہ انوار العلوم کماں، سوتیہارا، ضلع سیتامڑھی، میں خدمت تدریس سے منسلک رہے ہے۔ ۱۹۸۸ء سے ۲۰۰۸ء مسلسل ۲۰ سالوں تک دار العلوم قادریہ، غوثیہ، مرگیا چک، سیتامڑھی میں دار الافتا کے مفتی کی حیثیت سے بھی مسلسل آمدورفت کے ذریعہ فتاوی نویسی کی خدمت انجام دی۔

درس و تدریس، فقہ و افتا، وعظ و تذکیر، تبلیغ و تقریر ان سارے میدانوں میں قابل قدر کارنامے انجام دیے۔ قرطاس و قلم سے بھی آپ کا تعلق رہا۔ آپ کے فتاوی کا مجموعہ اب تک مرتب نہیں ہوسکا ہے۔ ایک قلمی یادگار، آئینۂ حق نما ہے جو ۱۳۱ صفحات پر مشتمل ہے۔ زاہد ملت ٹرسٹ، علی پٹی نے ۲۰۱۵ء میں شائع کیا ہے۔ یہ کتاب طویل عرصہ تک ترائی علاقہ میں چل رہے ایک انتہائی حساس مسئلہ کی تفصیلات اور اس کے نتائج و اثرات پر مشتمل ہے۔

آپ اس وقت آل نیپال سنی جمیعۃ العلما کے جنرل سکریٹری بھی ہیں۔ فی الوقت مدرسہ حنفیہ برکاتیہ کے شعبۂ افتا کی ذمہ داری سنبھال رہے ہیں۔

# مولانا عبدالمجتبیٰ رضوی سندر پوری۔ سرلاہی

(ولادت: ۲۰ر فروری ۱۹۵۷ء-شہادت: ۸ر جون ۱۹۹۸ء)

جواں سال مصنف، محقق اور قلمکار حضرت مولانا عبدالمجتبی رضوی قدس سرہ ملک نیپال اور جماعت اہلسنت کے ایک گوہر نایاب تھے جن کا خورشید اقبال عین نصف النہار پر پہونچ کر ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا۔ ۲۰ر فروری ۱۹۵۷ء کو ضلع سرلاہی کے سندر پور گاؤں میں پیدا ہوئے۔ تعلیم و تربیت کے مختلف مراحل سے گذرتے ہوئے ۱۹۷۴ء میں جامعہ فاروقیہ بنارس سے سند فضیلت حاصل کی۔ متعدد مدرسوں میں بساط تدریس آراستہ کی ۱۹۸۲ء میں مسجد شیخ سلیم پھاٹک بنارس میں خطیب و امام ہونے کے ساتھ تدریس سے بھی منسلک رہے۔ پھر برسوں مدرسہ مجیدیہ سرائے ہڑہا بنارس میں تدریسی خدمت انجام دی۔

مولانا مرحوم ایک باصلاحیت مدرس، اثر آفریں واعظ اور زود نویس قلمکار تھے۔ زندگی کے مختصر لمحات میں آپ نے سیرت وسوانح اور تاریخ کے موضوع پر ۶ کتابیں تصنیف فرمائیں۔ آپ کی سب سے پہلی تصنیفی کاوش تذکرۂ مشائخ قادریہ کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ آپ صف علما میں محقق قلمکار کی حیثیت رکھتے تھے۔ ان کے ابتدائی حالات معلوم نہیں ہوسکے۔ ان کے صاحبزادہ مولانا محمد عرفان صاحب سے رابطہ کیا لیکن وہ بروقت حالات فراہم نہیں کرسکے۔

بنارس کے ایک جلسہ میں تین بجے تک موجود رہے پھر وہاں سے کہاں گئے کسی کو اس کا پتہ نہیں۔ ۹ر جون ۱۹۹۸ء کو دوسرے روز پولیس نے ان کی درسگاہ مدرسہ مجیدیہ سرائے ہڑہا بنارس میں یہ جانکاہ خبر دی کہ حضرت مولانا عبدالمجتبی رضوی کی لاش رسڑا، ضلع بلیا میں لاوارث پائی گئی ہے۔ ۸ر جون ۱۹۹۸ء کو پراسرار طور پر فکری و اعتقادی اعتبار سے آپ کے مخالف شرپسندوں نے آپ کو شہید کردیا۔ آپ کے اخلاف میں مولانا محمد عرفان صاحب سندر پوری ہوشمند عالم وفاضل ہیں۔

## تصنیفات:

۱-تذکرہ مشائخ قادریہ برکاتیہ رضویہ۔ ۵۷۷ صفحات پر مشتمل ایک جامع کتاب ہے جو سلسلۂ برکاتیہ رضویہ کے تمام مشائخ کے حالات پر تفصیلی اطلاع فراہم کرتی ہے۔اور اس باب میں ماخذ کا درجہ رکھتی ہے۔ یہ کتاب پہلی بار ۱۹۸۹ء میں، دوسری بار جنوری ۱۹۹۶ء، تیسری بار ۱۹۹۹ء اور چوتھی بار نومبر ۲۰۰۲ء میں المجمع المصباحی مبارکپور سے چھپی ہے۔ بعد کی تین ایڈیشنز المجمع المصباحی کی طرف سے شائع ہوئیں۔اس کتاب میں حضور احسن العلما سید شاہ مصطفی حیدر حسن برکاتی مارہروی علیہ الرحمہ اور تاج الشریعہ علامہ مفتی اختر رضا قادری ازہری دامت برکاتہم کے دعائیہ کلمات اور ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقشبندی، پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج ٹھٹھہ (سندھ پاکستان) اور محقق دوراں حضرت مولانا محمد جلال الدین احمد قادری، گجرات پاکستان کی تقدیمات شامل ہیں۔جن سے کتاب کی اہمیت وقعت میں چار چاند لگ گئے ہیں۔

۲-کنزالایمان اردو تراجم کی جان

۳-موت کے بعد

۴-دیوبندی عقائد ہندی۔ترجمہ عقائد علمائے دیوبند از حضور حافظ ملت

۵-ہماری نماز ہندی۔

۶-تاریخ بنارس۔ تاریخ بنارس کی تدوین میں برسوں سے مصروف تھے۔ انہیں اپنے اس موضوع سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا۔ خدا جانے ان کا یہ کام کس منزل تک پہونچا۔(۱)

(۱) مولانا مرحوم کے تعلقات سے درج بالا حالات انہیں کی کتاب ''تذکرہ مشائخ قادریہ برکاتیہ رضویہ'' میں ادیب شہیر حضرت مولانا محمد مبارک حسین مصباحی دام ظلہ، استاذ جامعہ اشرفیہ و چیف ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور کی طرف سے منسلک تعارفی تحریر سے لیے گئے ہیں۔

## مفتی محمد عثمان برکاتی مصباحی (دھنوشا) (پ ۱۹۶۰ء)

حضرت مولانا مفتی محمد عثمان برکاتی ملقب بہ قاضیٔ نیپال کی ولادت ضلع دھنوشا نیپال کی ایک مردم خیز بستی ''کپٹول'' میں ۱۹۶۰ء میں ایک علمی اور دیندار گھرانے میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم نیپال کے مختلف مدرسوں میں حاصل کی۔ اعلی تعلیم کے لیے الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں ۱۹۸۵ء میں داخل ہوئے اور ۱۹۸۸ء میں دستار فضیلت وقراءت سبعہ سے سرفراز ہوئے۔ ۱۹۸۲ء میں شیخ المشائخ، حضور احسن العلما سید شاہ مصطفی حیدر حسن برکاتی قدس سرہ کے دست اقدس پر بیعت کی۔ اسی نسبت سے برکاتی کہلائے۔ فراغت کے بعد بحیثیت صدر المدرسین کشمیر کی ممتاز درسگاہ مدرسہ اسلامیہ غوثیہ رانجن، جموتوی کو رونق بخشی۔

اپنی سیمابی طبیعت کے سبب بہت سے مدرسوں میں مختلف مناصب پر متمکن رہے۔ جن میں دار العلوم گلشن مدینہ، اٹھرواکھریانی، دار العلوم نوری، اندور، مدرسہ نظامیہ برکات العلوم، جئے نگر، مدھوبنی، دار العلوم غریب نواز، راج بیراج، دار العلوم نوری برکاتی، جنک پور، دار العلوم فدائیہ خانقاہ سمرقندیہ، دربھنگہ بہار قابل ذکر ہیں۔ مؤخر الذکر ادارہ میں چار سالوں تک شیخ الحدیث اور صدر دار الافتا کے منصب پر رہ کر آپ نے نمایاں کارنامہ انجام دیا۔ ۱۵/ جمادی الآخرہ ۱۴۲۹ھ مطابق ۸/ مئی ۲۰۰۸ء کو جنک پور میں دار العلوم فیضان مدینہ اور مدینہ مسجد کی بنیاد رکھ کر اسے پایۂ تکمیل تک پہونچایا۔ ۱۳/ اپریل ۲۰۰۷ء میں مہوا کپلیشور میں منعقدہ ایک اجلاس میں قاضیٔ شہر بنارس حضرت الحاج مفتی غلام یٰسین صاحب قبلہ، خلیفہ حضور مفتیٔ اعظم ہند نے آپ کو نیپال میں اپنا نائب قاضی مقرر فرمایا۔ اس کے بعد سے افتا کے ساتھ قضا کی ذمہ داری بھی انجام دے رہے ہیں۔

آپ ایک تجربہ کار مدرس، شیریں بیان خطیب، دقیقہ سنج مفتی، حاضر جواب مناظر اور قادر الکلام شاعر ہونے کے ساتھ اچھے اور با اخلاق انسان بھی ہیں۔ آپ کا شعری مجموعہ نور کا صدقہ ۲۰۱۲ء میں طبع ہوکر داد تحسین حاصل کر چکا ہے۔ (۲) پانی کا گھر (غزل کا

مجموعہ ) غیر مطبوعہ (۳) مجموعہ نثری وغیر نثری فتاوی۔ یہ تقریبا ۴۰۰ صفحات پر مشتمل ان سوالات و جوابات کا مجموعہ ہے جو جنک پور ایف، ایم سے نشری تقاریر کے ذریعہ عوام و خواص کی طرف سے پوچھے گئے سوالات کے جوابات پر مشتمل ہے۔

تقریبا ۵ سالوں سے سلفی جماعت کے مولویوں نے نیپال کے بھولے بھالے سنیوں کے عقائد کو سعودی ریال کے دم خم پر متزلزل کرنے کی بھرپور کوشش کی تھی۔ ریڈیو ایف ایم کا سہارا لے کر سنیوں کے عقائد و معمولات کے خلاف بیان بازی شروع کی۔ جس کے جواب میں بروقت علماے اہلسنت بیدار ہوئے اور فقیہ عصر مفتی محمد عثمان برکاتی معروف بہ قاضیٔ نیپال اور ان کی قیادت میں علماے اہلسنت کی ایک جماعت نے گروہ سلفیہ وہابیہ کا پرزور دلائل کے ساتھ مسکت جواب دیا۔ اور ان کے تمام اعتراضات وشبہات کو تار عنکبوت کی طرح بکھیر دیا۔

تقریبا چار سالوں سے مفتی صاحب کی نشری تقاریر کا سلسلہ جاری ہے۔ ہفتہ میں ایک یا دو بار ضروران کا بیان ہوتا ہے۔ مختلف مدارس میں منصب افتا پر فائز رہ کر آپ نے تقریبا ایک ہزار فتاوی لکھے۔ جن میں سے اکثر کی حفاظت کا اہتمام نہیں ہو پایا۔

## مفتی محمد نجم الدین قادری مصباحی۔ (ضلع مہوتری)　(پ ۱۹۶۳ء)

حضرت مولانا مفتی محمد نجم الدین قادری مصباحی ابن محمد حنیف قادری ابن عبد اللہ ابن حاجی ثمن علی ۶ رجولائی ۱۹۶۳ء کو بیلا اکڈارا، پوسٹ منرا، ضلع مہوتری میں ایک علمی و روحانی خانوادہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی حضرت مولانا محمد حنیف القادری علیہ الرحمہ اس علاقہ کے بزرگ اور باثر عالم دین تھے۔ جن کا مزار گلاب پور سسوا کٹیا میں ہے۔ مدرسہ مظہر العلوم کٹیا مصباح المسلمین، علی پٹی، رضا، العلوم، کنہواں سے ہوتا ہوا آپ کی عالمیت تک کا سفر مدرسہ شمس العلوم گھوسی پر منتہی ہوا۔ یہاں آپ نے شرح جامی سے لے کر مشکوۃ اور ہدایہ اولین تک کی تعلیم حاصل کی۔ شرح جامی کا امتحان شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ نے لیا۔ وہ آپ کے جواب سے اتنے متاثر اور خوش ہوئے کہ بعد امتحان اپنے خطاب میں اپنے تاثرات کا اظہار ان جملوں میں فرمایا:

''میں نے شرح جامی بحث اسم کے امتحان میں ایک طالب علم جس کا نام نجم الدین ہے بڑے پیچیدہ سوالات کیے ہر ایک سوال کا جواب بڑے اطمینان وسکون سے تشفی بخش دیا۔ اگر کسی اور سے پوچھتا تو پسینہ چھوٹ جاتا مگر اس کی پیشانی پر ذرا بھی بل نہیں آیا''۔ درجہ سابعہ میں آپ کا داخلہ الجامعۃ الاشرفیہ، مبارکپور میں ہوا۔ ۱۹۸۰ء میں فارغ التحصیل ہوئے۔ رفقائے درس میں محقق مسائل جدیدہ مفتی محمد نظام الدین رضوی اور مولانا محمد قمر عالم مصباحی شیخ الحدیث دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی قابل ذکر ہیں۔

۱۹۷۹ء میں حضور مفتیٔ اعظم ہند سے شرف بیعت حاصل کیا۔ اور ۲۰۰۵ء حضور تاج الشریعہ نے آپ کو بریلی شریف میں سلسلہ قادریہ رضویہ کی اجازت وخلافت عطا فرمائی۔ بڑے ہی خلیق، نیک اور شریف الطبع ہیں۔ شہرت اور تصنع سے بہت پرہیز فرماتے ہیں۔ نمونۂ اسلاف ہیں۔ راقم سطور کی پہلی ملاقات آج سے ۶ سال قبل عرس حنیف ملت میں ہوئی تھی۔

اس وقت مدرسہ تعلیم القرآن رحمانیہ شتر خانہ، کانپور میں گورنمنٹی ملازمت میں درس و تدریس اور مدرسہ ہذا کے دار الافتا سے وابستہ ہیں۔ ۲۵ سالوں سے فتاوی نویسی کا کام انجام دے رہے ہیں۔ آپ کی دو کتابیں طبع ہو چکی ہیں۔

۱۔ فقہی تجلیاں۔ صفحات: ۱۵۰۔ یہ کتاب افتا کے اصول و آداب اور چند مخصوص مسائل پر مشتمل ہے۔

۲۔ عذاب قبر۔ صفحات ۵۰۔ زیر طبع۔

## مولانا محمد بدر الدین منظری۔ (مہوتری)

بدر الواعظین حضرت مولانا محمد بدر الدین بن اسحق ۶ رمئی ۱۹۷۳ء کو گلاب پور سسوا کٹیا میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد جامعہ اشرفیہ میں ایک سال، پھر دار العلوم شمس العلوم گھوسی میں چند سال رہ کر ۱۹۸۹ء میں مدرسہ منظر اسلام بریلی شریف سے فارغ ہوئے۔ ۱۹۹۱ء میں بلتھارا روڈ، ضلع بلیا یوپی میں زمین خرید کر مدرسہ عربیہ، غوثیہ بدر العلوم

قائم فرمایا۔ جس میں ابھی پرائمری کے ساتھ ساتھ حفظ وقراءت کی تعلیم کا مکمل انتظام ہے۔

آپ کی مشہور کتاب ''خطبات نیپال'' ہے جو رضوی کتاب گھر سے ایک زمانہ سے چھپ رہی ہے۔

## مولانا محمد صفی اللہ قادری (مہوتری)

حضرت مولانا محمد صفی اللہ قادری بن محمد عین الحق انصاری، مہوتری نیپال کے ایک صاحب فکر وقلم اور متحرک وفعال عالم دین ہیں۔ آپ کی پیدائش مہوتری ضلع کی سب سے مردم خیز بستی گلاب پور سسوا کٹیا میں ۹/ جون ۱۹۷۳ء کو ہوئی۔ ابتدائی عربی، فارسی اور اردو کی تعلیم مقامی مدرسہ مظہر العلوم، گلاب پور میں حاصل کی۔ مدرسہ حبیبیہ اسلامیہ گوپال گنج، الہ آباد۔ شمس العلوم گھوسی، وغیرہ میں متوسطات تک کی تعلیم حاصل کی اور ۱۹۹۰ء میں دار العلوم غریب نواز الہ آباد سے فضیلت کی تکمیل کی۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت حنیف ملت مولانا محمد حنیف القادری قدس سرہ، مفتی مصلح الدین قادری، مولانا رضوان احمد شریفی اور مفتی شفیق احمد شریفی (الہ آباد) قابل ذکر ہیں۔ حضرت تاج الشریعہ سے شرف بیعت حاصل کی۔ اور ۲۰۱۳ء میں مفتی مصلح الدین قادری خلیفہ حضرت برہان ملت نے اپنی خلافت واجازت عطا کی۔ اس وقت مدرسہ حبیبیہ اسلامیہ لعل گوپال گنج، الہ آباد میں نائب شیخ الحدیث کے عہدہ پر فائز ہیں۔

مولانا قادری تحریر کا بہت عمدہ ذوق رکھتے ہیں۔ تصنیف وتالیف ان کا خاص میدان ہے۔ مختصر مدت میں متعدد جہات پر قابل قدر کام کیا ہے۔ تذکرہ، سوانح اور تاریخ سے آپ کو فطری لگاؤ ہے یہی وجہ ہے کہ ان موضوعات کو انھوں نے مرکز توجہ بنایا ہے۔ بالخصوص خطۂ نیپال کی شخصیات اور وہاں کی تاریخ کو اجاگر کرنے میں آپ نے غیر معمولی کاوشیں کی ہیں جس کے لیے وہ سب کی طرف سے مبارکباد کے مستحق ہیں۔

ان کی تصانیف کی فہرست درج ذیل ہے۔

(۱) اصول نظامت۔ تعداد صفحات ۴۹۔ یہ کتاب پہلی بار ۱۹۹۸ء میں اردو بک ڈپو، ٹاؤن

ہال مراد آباد سے چھپی اور اب مسلسل رضوی کتاب گھر دہلی سے چھپ رہی ہے۔

(۲) سوانح حنیف ملت۔ صفحات ۴۸۔ اس کو ۲۰۱۱ء میں عرس کمیٹی، حنیف ملت کٹیا نے شائع کیا ہے۔

(۳) سوانح مصلح امت۔ تعداد صفحات ۲۰۰۔ یہ کتاب ابھی غیر مطبوعہ ہے۔

(۴) اورنگ ولایت۔ یہ بھی غیر مطبوعہ ہے۔ روضہ شریف میں آرام فرما اولیاے ثلثہ کے احوال پر لکھی ہوئی کتاب ہے۔ اس کے صفحات کی تعداد: ۱۰۰ ہے۔

(۵) بہار نظامت۔ غیر مطبوعہ۔ تعداد صفحات ۴۸۔

() حالات انبیا۔ غیر مطبوعہ۔ تعداد صفحات ۱۵۰۔ اس میں قرآن میں وارد ۲۶ انبیاے کرام علیہم السلام کے حالات ہیں۔

(۷) تاریخ علماے کٹیا۔ غیر مطبوعہ۔ یہ ۲۰۰ سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔

(۸) شرح شرح جامی۔ (بحث الاسم) تعداد صفحات ۲۵۰۔

(۹) آئینۂ نیپال۔ غیر مطبوعہ۔ از طوفان نوح تا ۲۰۱۷ء نیپال کی تاریخ۔ تعداد صفحات ۳۰۰۔ مؤخر الذکر کتاب مولانا قادری کی طویل جدو جہد اور تاریخ نیپال کے تفصیلی مطالعہ کی حاصل ہے، جس کی جمع وتدوین میں انھوں نے بڑی عرق ریزی سے کام لیا ہے۔ مولی تعالی اس کو پایۂ تکمیل تک پہونچائے۔ یہ کام آج سے ۵۰ سال پہلے ہونا چاہیے تھا۔ خیر دیر آید درست آید۔ کتابوں کے صفحات مخطوطات کے اعتبار سے ہیں۔

## مولانا محمد شوکت علی امجدی فدائی نقشبندی۔ (سرسہا)

حضرت مولانا محمد شوکت علی امجدی بن مولوی علیم الدین شہید معروف بہ میاں جی بن مانگن بن عبد المطلب۔ ضلع سرہا کی مسلم اکثریتی بستی ''اَورَنگ'' میں ایک اندازہ کے مطابق ۱۹۷۶ء پیدا ہوئے۔ آپ کے جد اعلی سبری میاں ''دباری'' نزد باسکی بہاری سے اورنگ وارد ہوئے۔ اورنگ میں ان کی نسل پھلی پھولی یہاں تک کہ اس وقت سوا سو مسلمان ان کی نسل سے ہیں۔ انھیں کی اولاد میں محمد میاں کے کنبہ سے مولانا کا تعلق ہے۔

۹۱-۱۹۹۰ء میں جامعہ حنفیہ غوثیہ جنک پور، ۱۹۹۲ء میں مدرسہ حنفیہ اشرفیہ، لہان اور ۱۹۹۳ء میں مدرسہ نظامیہ برکات العلوم جنے نگر سے ابتدائی عربی، فارسی اور نحو وصرف کی تعلیم کے بعد الجامعۃ الامجدیۃ الرضویہ گھوسی آئے اور وہاں درجۂ ثالثہ سے درجۂ سادسہ تک کی تعلیم پاکر ۱۹۹۸ء میں عالمیت کی تکمیل کی۔ ۱۹۹۸ء میں جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں درجہ سابعہ میں داخلہ لیا اور ۱۹۹۹ء میں مدرسہ منظر اسلام بریلی شریف سے دستار فضیلت حاصل کی۔

آپ فطری طور پر بہت ہی ذہین وفطین واقع ہیں۔ درس نظامی کی تدریس میں مہارت کے ساتھ فتاوی نویسی کا بھی ذوق رکھتے ہیں آپ نے مختلف مقامات پر بساط درس و تدریس آراستہ کی۔ مدرسہ بحر العلوم جنے نگر، مدرسہ غوثیہ رضاء العلوم، بچھمی پور۔ مدرسہ فدائیہ خانقاہ سمرقندیہ دربھنگہ اور دار العلوم فیضان مدینہ کے علمی عروج وارتقا میں حصہ لیا۔ ۲۰۱۵ء میں مرکز الدار السنیہ مدرسہ گلشن اجمیر قائم کیا۔ اور اس وقت اسی کے اہتمام کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

## تصانیف:

آپ نے کئی کتابیں ترتیب دی ہیں جن میں ''دستور زندگی''، معمولات ومعاملات و اخلاقیات پر سہل انداز میں ایک عمدہ کتاب ہے جس کے کل صفحات ۱۴۴ ہیں۔ ۱۴۳۷ھ/۲۰۱۶ء میں زیور طباعت سے آراستہ ہوئی۔ فیضان معرفت ۲۰۰ صفحات پر مشتمل قلمی غیر مطبوعہ۔ ۳۔ فیضان الحدیث، ۲۰۰ سے زائد احادیث کا مجموعہ فضائل ومناقب پر مشتمل ہے۔ غیر مطبوعہ۔ ۴۔ شرح شرح وقایہ جلد اول، از کتاب الطہارت تا باب التیمم قلمی۔

## قاری نسیم احمد قادری (دھنوشا)

حضرت حافظ وقاری محمد نسیم احمد قادری ابن محمد ظہور عالم ابن محمد صدیق کی ولادت ماہ فروری ۱۹۷۵ء کو جنک پور کے نواح میں واقع ایک مردم خیز بستی لوہنا، ضلع دھنوشا میں ہوئی۔ جامعہ حنفیہ غوثیہ جنک پور اور دار العلوم یتیم خانہ صفویہ، کرنیل گنج، گونڈہ سے حفظ کی

تکمیل کی۔ اس کے بعد جامعۃ القراء لکھنؤ پہونچ کر روایت حفص، قراءت سبعہ اور درجۂ ثالثہ تک کی تعلیم مکمل فرمائی۔ فراغت کے بعد چند سال جامعہ حنفیہ غوثیہ جنک پور اور ۱۲/ سالوں تک مدرسہ نور العلوم کماں، ضلع سیتامڑھی میں شعبۂ حفظ و تجوید سے منسلک رہ کر گراں قدر خدمات انجام دیے۔ سینکڑوں باصلاحیت طلبہ آپ کی درسگاہ سے پیدا ہوئے۔ مدرسہ نور العلوم سے مستعفی ہونے کے بعد اپنے وطن مالوف لوہنا میں حفظ و تجوید کی ایک معیاری درسگاہ صرف حفظ قرآن اور علم تجوید و قراءت کو فروغ دینے اور زیادہ سے زیادہ علم تجوید و قراءت کو عام کرنے کے لیے مدرسہ فیض النبی نوری مرکزی دار القراءت کے نام سے ۲۰۰۸ء میں قائم فرمایا۔ جس میں اس وقت ۱۷۶ بیرونی طلبہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

۲۰۱۰ء میں حضرت شیر بہار مفتی محمد اسلم قادری علیہ الرحمہ نے آپ کو اپنی خلافت عطا فرمائی۔ حضرت محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفی قادری سے بھی آپ کو خلافت حاصل ہے۔ ۲۰۰۶ء میں قاضیٔ اہلسنت دہلی حضرت مفتی محمد میاں ثمر دہلوی مجددی سے شرف بیعت حاصل کیا۔

قاری صاحب بہت ہی جفاکش، محنتی، لگن کے پکے، بہترین خطیب اور نیک سیرت انسان ہیں۔ نیپال کی علمی زبوں حالی کو ختم کرنے کے لیے ہمیشہ کوشاں رہتے ہیں۔

فن تجوید و قراءت میں دو کتابیں آپ کی یادگار ہیں۔

۱- مرقات القراءت۔ صفحات ۱۷۲۔ سن اشاعت ۲۰۰۹ء

۲- عرش الجنان فی تلاوۃ القرآن معروف بہ آداب تلاوتِ قرآن۔ صفحات: ۱۴۸۔ مطبوعہ: جنوری ۲۰۱۷ء

## مولانا پھول محمد نعمت رضوی برہمپوری۔ سرلاہی

علمی و ادبی دنیا میں جواں سال قلمکار، مولانا پھول محمد نعمت رضوی ابن عبدلعزیز ریحانی اپنی انفرادی شناخت رکھتے ہیں۔ ۱۵/ جون ۱۹۷۹ء کو برہمپور ضلع سرلاہی میں ان کی ولادت ہوئی۔ ابتدائی تعلیم کے بعد مدرسہ منظر اسلام بریلی شریف سے سند فضیلت اور

بہار مدرسہ ایجوکیشن بورڈ سے سند مولویت حاصل کی۔

ہند و نیپال کے دینی و ادبی جلسوں میں بحیثیت نقیب اجلاس اپنا سکہ جما چکے ہیں۔ تقریباً ایک دہائی سے شعر و سخن کی سنگلاخ وادی میں محو سفر ہیں۔ نعت و مناقب اور غزل گوئی میں گیسوے شعر و ادب کو سنوار رہے ہیں۔ ان کے کئی شعری مجموعے شائع ہو کر خراج تحسین وصول کر چکے ہیں۔ ان کے اسماء یہ ہیں:

۱-حرف حرف روشنی　صفحات: ۸۰۔　مطبوعہ ۲۰۱۳ء

۲-روشن حروف　صفحات: ۷۲۔　مطبوعہ ۲۰۱۴ء

۳-روشن عبارت　صفحات: ۶۴۔　مطبوعہ ۲۰۱۶ء

۴-مجموعۂ نعت　صفحات: ۶۴۔　غیر مطبوعہ

۵-مجموعۂ غزلیات　صفحات: ۱۶۶۔　غیر مطبوعہ

۶-ادائے سخن۔ معروف بہ سرکار سرکا نہی۔ صفحات: ۸۰۔ مطبوعہ ۲۰۱۷۔ (ترتیب و پیش کش)

اس وقت دار العلوم تیغیہ کنز العلوم، بنگل مظفر پور میں پرنسپل کے عہدہ پر فائز ہیں۔

## مولانا ممتاز عالم مصباحی (روتہٹ)　(پ ۱۹۷۹ء)

درس و تدریس، تصنیف و تالیف، فقہ و فتاوی اور صحافت و خطابت کے میدان میں بیک وقت اپنی انفرادی شناخت رکھنے والی شخصیت کا نام ابو الحسنات ممتاز عالم مصباحی ابن محمد حبیب انصاری ہے۔ ۹ محرم الحرام، بروز جمعرات بوقت صبح صادق ۱۹۷۹ء کو ترائی نیپال کے کثیر مسلم آبادی والے ضلع روتہٹ کے ''جے نگر'' قصبہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم جامعہ حنفیہ رضویہ جے نگر، میں حاصل کی۔ عالمیت کی تکمیل جامعہ امجدیہ گھوسی سے کرنے کے بعد ۲۰۰۰ء میں جامعہ اشرفیہ مبارکپور سے فضیلت اور قراءت بروایت حفص کی سندیں حاصل کیں۔ عربی زبان و ادب میں اختصاص کے لیے جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء، ذاکر نگر نئی دہلی سے الاختصاص فی الادب والدعوۃ کا دو سالہ کورس مکمل کیا۔ اس کے بعد

مختلف اداروں میں الگ الگ مناصب پر متمکن رہے۔ ان میں جامعہ قادریہ دارالقلم، ذاکر نگر، نئی دہلی۔ جامعہ امجدیہ رضویہ، گھوسی، جامعہ قادریہ، رچھا، بریلی شریف وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ فی الوقت جامعہ رضویہ مناظر العلوم بابو پورہ کانپور، یوپی میں صدر المدرسین اور مفتیٔ دارالافتا کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔ نیز دار العلوم شاہ اعلی قدرتیہ میں شعبۂ افتا کے استاذ اور مفتی کی حیثیت سے تدریس اور فتاوی نویسی کا سلسلہ جاری ہے۔

آپ نے ایک لمبا صحافتی عہد گزارا ہے۔ ماہنامہ جام نور دہلی میں ۲۰۰۳ء میں ایک سال تک مدیر اعلی اور ۲۰۰۵ء سے ۲۰۰۸ء تک سہ ماہی امجدیہ گھوسی کے ایڈیٹر کی حیثیت سے خدمت انجام دی۔ ۲۰۰۱ء سے ۲۰۱۰ء، مسلسل دس سال تک روزنامہ راشٹریہ سہارا اردو میں کالم نویسی کی۔ آپ کے مضامین بڑے ہی فکر انگیز اور سنجیدہ ہوا کرتے ہیں۔ اب تک ہند و پاک اور نیپال کے درجنوں رسائل و جرائد میں آپ کے تقریبا ۴۰۰ مضامین شائع ہو چکے ہیں۔ سیمابی طبیعت ہونے کے ساتھ ساتھ کم سخن اور لطیف الطبع واقع ہوئے ہیں۔

## تصنیفی خدمات:

مولانا مصباحی کو اللہ تعالی نے ذوق سلیم اور قلم سیال کی دولت سے مالا مال کیا ہے اب تک ان کے رشحات قلم سے ۲۰ کتابیں وجود میں آچکی ہیں۔ جن میں بعض غیر مطبوعہ ہیں۔

۱- امہات المؤمنین۔ مطبوعہ۔ خواجہ بکڈپو۔ دہلی۔

یہ کتاب اپنے موضوع پر لاجواب ہونے کے سبب بہت سی کلیاتِ نسواں میں داخل نصاب بھی ہے۔

۲- اسلام کا سماجی نظام۔ مطبوعہ۔

۳- مسلمانان ہند۔ مطبوعہ ۲۰۱۷ء۔ اس کتاب میں ۲۰۰۲ء سے ۲۰۱۵ء تک ملکی و غیر ملکی اخبارات و رسائل میں مسلم مسائل پر شائع شدہ مضامین کا دستاویزی مجموعہ شامل ہے جس میں مابعد آزادی، مسلمانان ہند کے تعلیمی، سیاسی اور معاشرتی مسائل پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

۴-فاروق اعظم　　غیر مطبوعہ
۵-. جہان علم وفضل　　غیر مطبوعہ
۶-نقوش سیرت　　غیر مطبوعہ (سیرت کے موضوع پر ۵۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔)
۷-اسلام اور دہشت گردی　　غیر مطبوعہ
۸-عہد وسطی کا ہندوستان　　غیر مطبوعہ
۹-قرآنی ضابطۂ اخلاق　　غیر مطبوعہ
۱۰-غیبت اور بدگمانی　　غیر مطبوعہ
۱۱-صدر الشریعہ ایک عبقری شخصیت، غیر مطبوعہ
۱۳-اساطین امت　　غیر مطبوعہ
۱۴-افکار وخیالات (مجموعۂ مضامین)، غیر مطبوعہ
۱۵-حقوق نسواں　　غیر مطبوعہ
۱۶-شاہد ملت۔حیات وخدمات۔ مطبوعہ دار العلوم شاہ اعلی قدرتیہ، جاجمو کانپور
۱۷-مسلم سیاست وقیادت　　غیر مطبوعہ
۱۸-نکاح، فضائل واحکام　　غیر مطبوعہ

## تحقیق وتخریج:

۱۹-تخریج وتحقیق: فتاوی بحر العلوم، ج: اول، مطبوعہ امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی شریف
۲۰-تخریج وتحقیق: فتاوی بحر العلوم، ج: سوم، مطبوعہ امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی شریف
۲۱-تخریج وتحقیق: فتاوی بحر العلوم، ج: پنجم، مطبوعہ امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی شریف

## مولانا غیاث الدین احمد مصباحی نظامی (بھیر ہواں، روپندیہی)

مولانا غیاث الدین احمد مصباحی نظامی ابن محمد الحاج محمد امین صاحب ترائی نیپال، ضلع روپندیہی کے ایک اچھے قلمکار اور نئی نسل کے نمائندہ عالم دین ہیں۔ ۱۰ر فروری ۱۹۸۰ء کو چین پور

بگہا وارڈ ۸ بھیرہواں میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم دار العلوم غوثیہ اہلسنت نور العلوم بھیرہواں، نیپال میں ہوئی۔ ۲۰۰۰ء میں الجامعۃ الاشرفیہ، مبارکپور سے فارغ التحصیل ہوئے۔ ۲۰۰۱ء سے ۲۰۰۳ء تک دار العلوم فیض الرسول نوڈ ہوا، سکھونی، مہراج گنج میں اور ۲۰۰۴ء سے تاحال مدرسہ عربیہ سعید العلوم، مہراج گنج میں تدریسی فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

آپ متحرک و فعال اور سنجیدہ قلمکار عالم دین ہیں۔ حضرت خطیب البراہین صوفی شاہ محمد نظام الدین قادری برکاتی محدث بستوی علیہ الرحمہ سے شرف بیعت رکھتے ہیں۔

## تصانیف وتراجم:

۱- حیات خطیب البراہین (اردو)

۲- میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت (ہندی)

۳- نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب قرآن وحدیث کی روشنی میں (ہندی)

۴- گلستانِ ریاض۔ (پیر مفتی ابونصر محمد ریاض الدین قادری، اٹک پنجاب، پاکستان کے فارسی اشعار کا ترجمہ)۔ مطبوعہ پاکستان۔

۵- حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ بحیثیت صوفی (اردو غیر مطبوعہ)

۶ ترجمہ کلام نوری۔ (غیر مطبوعہ) حضور سید شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی علیہ الرحمہ کے عربی وفارسی کلام کا مجموعہ

۷- حیات عیسی علیہ السلام اور قادیانی عقائد (غیر مطبوعہ)

۸- شاداب نغمے۔ ۱۰۰ سے زائد نعت ومناقب کا مجموعہ

ان کے علاوہ درجنوں مضامین ومقالات مختلف جرائد میں شائع ہوئے۔

## مولانا قاری نعیم الدین منظری (مہوتری) (پ ۱۹۸۰ء)

حضرت مولانا محمد نعیم الدین منظری ابن محمد طاہر حسین ابن محمد سلیمان کی ولادت، گلاب پور سسوا کٹیا، ضلع مہوتری میں ۱۵ر جون ۱۹۸۰ء کو ہوئی۔ دار العلوم یتیم خانہ صفویہ،

کرنیل گنج، یوپی سے تکمیل حفظ جب کہ جامعۃ القراء، لکھنؤ سے قراءت بروایت حفص و شعبہ کی تکمیل کی۔ جامعہ اسلامیہ، روناہی سے عالمیت اور منظر اسلام بریلی شریف سے ۲۰۰۲ء میں سند فضیلت حاصل کی۔ فراغت کے بعد تین سال کرنیل گنج گونڈہ۔ چار سال جامعۃ الرضا بریلی شریف میں تدریسی خدمات انجام دی۔ اس وقت جامعہ عربیہ رحمانیہ، ضلع بارہ بنکی، یوپی میں چار سالوں سے تدریسی خدمات پر مامور ہیں۔

آپ ملک نیپال کے سب سے پہلے عالم وقاری ہیں جنھوں نے تجوید وقراءت کے میدان میں سب سے زیادہ تصنیفی کام کیے ہیں۔ بہت ہی محنتی اور باصلاحیت انسان ہیں۔ چھ کتابیں آپ کے رشحاتِ قلم سے وجود میں آئیں ان کے نام حسب ذیل ہیں۔

۱- آسان تجوید۔ یہ مبتدی طلبہ کے لیے ۶۰ رصفحات پر مشتمل کتاب ہے۔

سن تالیف ۲۰۰۵ء۔

۲- جواہر البیان فی ترتیل القرآن۔ تعداد صفحات ۲۰۰۔

سن تالیف ۲۰۰۷-۲۰۰۸ء۔

۳- فیضان المسعود في قراءة شعبہ عن عاصم أبي النجود۔ فل اسکیپ سائز پر ۲۰۰ صفحات ہیں۔ سن تالیف، ۲۰۰۸ء۔

۴- نعیم الرسوم، حاشیہ معرفۃ الرسوم۔ صفحات ۸۰۔ ۲۰۰۹ء

۵- اداء التنزیل، حاشیہ ضیاء الترتیل۔ (روایت حفص میں) صفحات: ۱۰۰۔ زیر طبع

۶- حنیف ملت، سنت رسول کے آئینے میں۔ زیر طبع۔

## مولانا غلام جیلانی مصباحی امجدی (پ ۱۹۸۱ء)

مولانا غلام جیلانی بن مولانا تسلیم الدین نوری بن عبد اللہ بن دولت حسین بن جمن میاں بن ملنگ شاہ، نئی نسل کے عمدہ خطیب، سنجیدہ قلمکار اور تحریکی مزاج رکھنے والے عالم دین ہیں۔ ان کی پیدائش جنک پور کے نواح میں واقع دیوپورہ روپیٹھا، ضلع دھنوشا میں

۱۹۸۱ء میں ہوئی۔ ان کے مورث اعلی، ملنگ شاہ مرحوم کلکتہ جمال پور سے نیپال آئے اور دیو پورہ روپیٹھا میں سکونت اختیار کی۔ ناظرہ تک کی تعلیم مقامی مکتب میں حاصل کی۔ الجامعۃ الحنفیۃ الغوثیہ، جنک پور سے ۱۴۱۶ھ میں حفظ کی تکمیل کی۔ اعدادیہ سے ثالثہ تک کی تعلیم دار العلوم غوث اعظم، پور بندر گجرات، رابعہ سے سادسہ تک الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اور سابعہ وفضیلت کی تکمیل جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی میں کی اور ۲۰۰۶ء میں فارغ التحصیل ہوئے۔ ۲۰۰۷ء سے ۲۰۰۹ء تک جامعہ ازہر مصر میں رہ کر معہد کا کورس مکمل کیا۔ ۲۰۰۹ء میں کھنڈوہ، ایم پی کی کسی مسجد میں امام وخطیب مقرر ہوئے۔ اور مرکز تربیت افتا، اوجھا گنج، بستی سے مراسلاتی طور پر ڈیڑھ سال تک فتاوی نویسی کی مشق کی۔ ۲۰۰۲ء میں حضرت تاج الشریعہ مفتی اختر رضا قادری ازہری دامت برکاتھم سے مرید ہوئے۔

مولانا جیلانی گوناگوں خوبیوں کے حامل اور متحرک عالم وفاضل ہیں۔ اس وقت خطابت کی دنیا میں اپنی منفرد شناخت بنا چکے ہیں۔ ہندوستان کی ۱۸ ریاستوں میں ان کی تقریریں ہو چکی ہیں۔ ان کی نمایاں خدمات میں ۲۰۱۱ء میں تاج الشریعہ دار الافتا اور تیس ہزار اسکوائر فٹ زمین پر عظیم الشان درسگاہ ''جامعہ سنیہ'' کا قیام ہے۔ اس ادارہ کو زمین خرید کر آپ نے قائم کیا ہے۔ ان تمام مصروفیات کے علاوہ تصنیف وتالیف کے میدان میں بھی آپ نے پیش قدمی کی ہے۔

درج ذیل کتابیں طبع ہو کر منظر عام پر آ چکی ہیں۔

| | | |
|---|---|---|
| ۱- زکوۃ کیسے نکالیں | مطبوعہ ۲۰۱۰ء | |
| ۲- گردش کفر | مطبوعہ ۲۰۱۱ء | تعداد صفحات: ۶۰ |
| ۳- تحفظ ایمان | مطبوعہ ۲۰۱۲ء | تعداد صفحات: ۱۶۰ |
| ۴- خطبات ازہری (بچوں کے لیے) | مطبوعہ ۲۰۱۷ء | تعداد صفحات: ۵۲ |
| ۵- اسلام کی بنیادی تعلیم | مطبوعہ ۲۰۱۷ء | تعداد صفحات: ۴۵ |
| ۶- خطبات ازہری، کامل | زیر طبع | (تقریبا ۳۰۰ صفحات پر) |

## مولانا ڈاکٹر محمد رضاء الحق علیمی علیگ (مہوتری)

مولانا ڈاکٹر محمد رضاء الحق ابن ڈاکٹر محمد مصلح الدین ابن مولانا حنیف القادری (حنیف ملت) جدید نسل کے نمائندہ عالم اور صاحب فکر وقلم ہیں۔ علوم اسلامیہ وعصریہ دونوں کے جامع ہیں۔ مدارس اور یونیورسٹیز دونوں سے فیض یافتہ ہیں۔ ایک علمی وروحانی خانوادہ میں ۱۵ر فروری ۱۹۸۳ء کو سندر پور، ضلع مہوتری میں متولد ہوئے۔ مدرسہ مظہر العلوم گلاب پور، سسوا کٹیا سے ابتدائی تعلیم، الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور سے ۲۰۰۲ء میں عالمیت اور دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی سے ۲۰۰۴ء میں فضیلت کی تکمیل کی۔ مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی حیدرآباد سے B A علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے M A اور جواہر لعل نہرو یونیورسٹی نئی دہلی سے "الداعية الكبير العلامه عبد العليم الصديقي حياته و إنجازاته العلمية" کے موضوع پر ایم فل (M. Phil) کی ڈگری حاصل کی۔ اور "الدكتور محمد حسين هيكل حياته و مساهماته فى السير و التراجم" کے موضوع تحقیق کے نتیجے میں جامعہ جواہر لعل نہرو نے انھیں ڈاکٹریٹ کی ڈگری تفویض کی۔

اس کے علاوہ آپ نے جواہر لعل نہرو یونیورسٹی سے ماس میڈیا ان اردو۔ اور NCPUI دہلی سے ڈپلوما ان کمپیوٹر۔ اور اڈوانس ڈپلوما ان پرتگیز لینگویج کے کورسیز کیے ہیں۔ اردو، عربی، انگریزی اور پرتگیز زبانوں میں مہارت رکھتے ہیں۔

قلمی کاوشیں:

۱- تجلیات حنیف ملت۔ اپنے جد امجد حضرت حنیف ملت کے حالات پر اردو، عربی انگریزی اور ہندی زبانوں میں شائع کیا۔ غالبا یہ آپ کی سب سے پہلی تالیف ہے۔

۲- الداعية الكبير العلامه عبد العليم الصديقي حياته و إنجازاته العلمية

یہ ایم فل کا مقالہ ہے جو عربی زبان میں مبلغ اسلام، خلیفہ اعلی حضرت شاہ عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی اور ان کی تصانیف جلیلہ پر تحقیق سے متعلق ہے۔

۳- الدكتور محمد حسين هيكل حياته و مساهماته فى السير و التراجم.

یہ پانچ ابواب پر مشتمل مصر کے عظیم قلمکار اور عربی ادب میں سب سے پہلے ''روایۃ'' (ناول) پر کام کرنے والے محقق، ڈاکٹر محمد حسین ھیکل کی حیات وخدمات پر پی ایچ ڈی کا مقالہ ہے یہ عربی زبان میں ۳۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

## مفتی محبوب رضا مصباحی (دھنوشا)

مولانا مفتی محبوب رضا المتخلص قمر مصباحی بن محمد یعقوب رضوی نیپال کے نوجوان علما میں کثیر التصانیف عالم دین ہیں۔ ۱۰/اپریل ۱۹۸۳ء کو ضلع دھنوشا کے ''پرساہی'' نام کی بستی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم ''حنفیہ برکاتیہ'' جنک پور سے حاصل کی۔ ۱۹۹۹ء میں الجامعۃ الاشرفیہ میں داخل ہوئے۔ درجہ اولی سے فضیلت تک کی تعلیم حاصل کر کے ۲۰۰۶ء میں فارغ التحصیل ہوئے۔ ۲۰۰۸ء میں الجامعۃ الامجدیہ الرضویہ گھوسی سے اختصاص فی الفقہ کا کورس مکمل کیا۔ ۲۰۰۹ء میں نوری دار الافتا، کوٹر گیٹ، بھیونڈی میں بحیثیت مفتی تشریف لائے اور سات سالوں تک فتاوی نویسی کرنے کے بعد اگست ۲۰۱۵ء میں مستعفی ہوئے۔ اس کے بعد الجامعۃ الرضویہ کلیان، بھیونڈی میں شیخ الحدیث اور برکاتی دار الافتا کے مفتی کے طور پر کام شروع کیا جو ہنوز جاری ہے۔ بعد مغرب تا ۱۰ بجے شب رضا دار الافتا، صمد نگر بھیونڈی میں بھی فتاوی نویسی کا کام انجام دیتے ہیں۔

مفتی صاحب ایک باصلاحیت عالم دین، اعلی مدرس، نکتہ رس مفتی، زود نویس مصنف اور اچھے خطیب بھی ہیں۔ مسلک اعلی حضرت کے فروغ میں بھیونڈی اور اس کے اطراف میں ان کی کوششیں نمایاں ہیں۔ قلیل عرصہ میں انھوں نے ۳۳ کتابیں ترتیب دی ہیں جو ان کی وسعت علمی اور فقہی تبحر پر روشن دلیل ہے۔ ان کی فہرست حسب ذیل ہیں۔

### تصانیف وتراجم:

۱- مصباح الحدیث معروف بہ مختصر اصول حدیث۔　　مطبوعہ

۲- مصباح المقال فی شرح لاتشد الرحال۔　　مطبوعہ

| | |
|---|---|
| ۳-علوم خمسہ اور صحاح ستہ | مطبوعہ |
| ۴-ایک مجلس کی تین طلاق محدثین کی عدالت میں | مطبوعہ |
| ۵-فتاوی رضا دار الافتا، اول | مطبوعہ |
| ۶-نیپال کے آفتاب و ماہتاب | غیر مطبوعہ |
| ۷-تفسیر خمس لا یعلمھن الا اللہ (عربی) | غیر مطبوعہ |
| ۸-مختار کائنات کے اختیارات | غیر مطبوعہ |
| ۹-مقام علم اور علما | غیر مطبوعہ |
| ۱۰-پیشوائے اہلحدیث کے عقائد و نظریات | مطبوعہ |
| ۱۱-اہل حدیث احادیث کے خلاف | غیر مطبوعہ |
| ۱۲-نماز مصطفی | غیر مطبوعہ |
| ۱۳-مصباح البیان فی رد تقویۃ الایمان | غیر مطبوعہ |
| ۱۴-تقلید منزل بہ منزل | غیر مطبوعہ |
| ۱۵-الاربعین (مجموعہ احادیث) | غیر مطبوعہ |
| ۱۶-فتاوی رضا دار الافتا دوم | غیر مطبوعہ |
| ۱۷-علمائے دیوبند کی تکفیر کیوں؟ | غیر مطبوعہ |
| ۱۸-مصباح الفتاوی مکمل | غیر مطبوعہ |
| ۱۹-ابوالبشر سے خیر البشر تک | غیر مطبوعہ |
| ۲۰-مصباح السالکین شرح ریاض الصالحین اول | غیر مطبوعہ |
| ۲۱-ضیاء المصباح شرح نور الایضاح | غیر مطبوعہ |
| ۲۲-تفسیرات مصباحیہ فی احکام قرآنیہ | غیر مطبوعہ |
| ۲۳-ترجمہ قدوری اول | غیر مطبوعہ |
| ۲۴-مصباح السنن اول | غیر مطبوعہ |

| | |
|---|---|
| ۲۵-زاد بخشش۔ مجموعۂ نعت ومناقب | غیر مطبوعہ |
| ۲۶-روداد مناظرہ مع اصول مناظرہ | غیر مطبوعہ |
| ۲۷-توصل واستعانت بعد وصال | غیر مطبوعہ |
| ۲۸-تفسیر یسئلونك | غیر مطبوعہ |
| ۲۹-امام اعظم کی فقہی بصیرت | غیر مطبوعہ |
| ۳۰-جانور کرتے ہیں جس کی تعظیم | غیر مطبوعہ |
| ۳۱-اہل حدیث کے متضاد فتوے | غیر مطبوعہ |
| ۳۲-علماے دیوبند کے متضاد نظریات | غیر مطبوعہ |
| ۳۳-اصول افتاوآداب قضا | غیر مطبوعہ |

## مولانا مبشر حسن مصباحی (سرلاہی)

سرلاہی نیپال کے افق پر طلوع ہونے والے ایک روشن ستارہ کا نام مبشر حسن مصباحی بن ولی محمد بن عبد العزیز بن مولانا عبد اللہ ہے جنھوں نے تعلیمی، صحافتی اور قلمی میدانوں میں عمر عزیز کا طویل حصہ صرف کر دیا ہے۔ وہ نیپال کے ان خوش نصیب علماے اہلسنت میں سے ایک ہیں جنھیں پی ایچ ڈی کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

مؤرخہ ۱۵/جون ۱۹۸۵ء/ ۲۰۴۲ بکرمی کو ضلع سرلاہی کے ''بَسَت پور'' گاؤں میں پیدا ہوئے۔ مدرسہ ضیاء العلوم خیر آباد سے ۲۰۰۳ء میں عالمیت، جامعہ اشرفیہ مبارکپور سے ۲۰۰۵ء میں فضیلت اور قراءت سبعہ کی تکمیل کی۔ ۲۰۰۷ء میں جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء، نئی دہلی سے عربی زبان وادب میں اختصاص کی سند حاصل کی۔ ۲۰۰۹ء میں جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی سے بی، اے (عربی) ۲۰۱۱ء میں ایم، اے (عربی) ۲۰۱۳ میں ایم، اے اردو اور ۲۰۱۵ء میں جامعہ جواہر لعل نہرو سے ''إسهامات الشيخ وصي احمد المحدث السورتي في علم الحديث في الهند'' کے موضوع پر ایم فل کا تحقیقی مقالہ لکھا۔ جس کے صفحات کی

تعداد فل اسکیپ سائز پر ۱۵۲ ہے۔

اس وقت جامعہ جواہر لعل نہرو نئی دہلی سے ''النزعة الإنسانية فی الرواية الفلسطينية دراسة انتقائية'' کے موضوع پر عربی زبان میں پی، ایچ، ڈی، کا رسالہ لکھ رہے ہیں۔

ان کے علاوہ عربی و اردو زبانوں میں موصوف کی اور بھی خدمات ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱- تعمیر انسانیت میں عورت کا کردار　غیر مطبوعہ۔ صفحات ۲۰۰

۲- نیپال اور مدھیسی حقوق　غیر مطبوعہ۔ صفحات ۵۲

۳- استشراق و مستشرق　مطبوعہ در مجلہ ماہ نور دہلی۔ صفحات ۶۴

۴- مسلم سماج میں ذات برادری ایک تحقیقی جائزہ　غیر مطبوعہ صفحات ۴۲

۵- تعریب۔ رسالہ تدبیر فلاح و نجات و اصلاح مع ضمیمہ۔ از اعلیٰ حضرت، غیر مطبوعہ صفحات ۲۴

۶- تصور الشعر التمثيلی و الشعر الملحمی فی الأدب العربی غیر مطبوعہ صفحات ۲۴

۷- ذوق سفر مع ضمیمہ سنسان دنیا۔ (افسانہ)　غیر مطبوعہ صفحات ۳۶

ان کے علاوہ درجنوں مقالات لکھے جو متعدد رسائل و جرائد میں شائع ہوئے۔ آپ مجلہ ''الہادی نیپال'' کے ایڈیٹر بھی ہیں۔ جو نیپال سے شائع ہونے والا ایک منفرد رسالہ ہے ابتداء اس رسالہ کا پلان راقم سطور اور موصوف نے ہی قیام دہلی کے دوران تیار کیا تھا۔ جو بعد میں الہادی کے نام سے منظر عام پر آیا۔

مولانا ایک متحرک و فعال عالم ہونے کے ساتھ ساتھ عربی و انگلش زبان کے اچھے مترجم اور ترجمان بھی ہیں۔ نیشنل و انٹرنیشنل مختلف کمپنیز میں ترجمہ و ترجمانی کے کام کا بھرپور تجربہ رکھتے ہیں۔ ان سے آئندہ بھی بڑے کاموں کی امید ہے۔

## مولانا محمد عبدالسلام برکاتی امجدی (دھنوشا)

مولانا عبدالسلام امجدی بن مولانا محمد ضمیر الدین صاحب ترائی نیپال کے ایک نوجوان فاضل اور ابھرتے ہوئے قلمکار ہیں۔ ان کی ولادت ۲۶/اکتوبر ۱۹۸۴ء کو مسلم اکثریتی بستی ''تاراپٹی''، ضلع دھنوشا میں ہوئی۔ ۲۰۰۶ء میں جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی سے عالمیت، ۲۰۰۷ء میں دارالعلوم وارثیہ لکھنؤ سے فضیلت اور ۲۰۰۸ء میں مرکز تربیت افتا اوجھا گنج، ضلع بستی سے اختصاص فی الفقہ کی سندیں حاصل کیں۔ ۲۰۰۹ء سے ۲۰۱۴ء تک جامعہ غوثیہ غریب نواز کھجرانہ، اندور میں تدریسی خدمت انجام دی۔ ۱۴۲۶ھ میں شاہی کشمیری جامع مسجد کاٹھمنڈو کے خطیب وامام مقرر ہوئے اس کے بعد الجامعۃ الرضویہ نورالاسلام بیل بانس سرلاہی۔ بعدہ دارالعلوم برکاتیہ مدینۃ العلوم عیدگاہ محلہ، لہان میں بساط تدریس آراستہ کی اور تاحال صدر المدرسین کی حیثیت سے کام کررہے ہیں۔ شیر نیپال مفتی محمد جیش برکاتی خلیفہ حضور احسن العلما علیہ الرحمہ سے بیعت وارادت حاصل ہے۔

موصوف کو تحریر وقلم کا اچھا خاصا ذوق حاصل ہے اور وقتاً فوقتاً کچھ نہ کچھ لکھتے رہتے ہیں۔ اب تک ان کے رشحات قلم سے وجود میں آنے والی کتابوں کے نام یہ ہیں۔

| قلمی کاوشیں | صفحات | سن اشاعت |
|---|---|---|
| ۱- جنت کی خوشبو | ۷۲ | ۱۴۳۰ھ |
| ۲- جہنم کی ہولناکیاں | ۸۰ | ۱۴۳۰ھ |
| ۳- سورۂ اخلاص اور کلمہ شریف کے فضائل | ۴۸ | ۱۴۳۱ھ |
| ۴- جیسا کروگے ویسا پاؤگے | ۱۰۲ | غیر مطبوعہ |
| ۵- آؤ نماز سیکھیں (ہندی) | ۳۲ | ۱۴۳۱ھ |
| ۶- ماہ رمضان آیا (ہندی) | ۴۸ | ۱۴۳۱ھ |
| ۷- ماہ رمضان آیا (اردو) | ۶۴ | غیر مطبوعہ |

| | | |
|---|---|---|
| ۸-تاجدار نیپال | ۹۶ | ۱۴۳۵ھ |
| ۹-تجلیات محدث اعظم نیپال | ۲۰۸ | ۱۴۳۵ |
| ۱۰-غیب کی باتیں | ۱۱۲ | غیر مطبوعہ |
| ۱۱-برکت والی رات (اردو ہندی) | ۳۲ | ۱۴۳۵ھ |
| ۱۲-حیات امین شریعت | ۱۰۴ | ۱۴۳۵ھ |
| ۱۳-پیری مریدی کی حقیقت | ۴۸ | غیر مطبوعہ |
| ۱۴-عون الرحمٰن | ایک ضخیم کتاب زیر ترتیب ہے۔ | |

## مولانا محمد زاہد رضا منظری　(پ ۱۹۸۵)

نئی نسل کے نمائندہ عالموں میں انفرادی شناخت کے حامل مولانا محمد زاہد رضا منظری کی ولادت ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۵ء میں ''سرپلّو'' ضلع مہوتری میں ہوئی۔ کم عمری ہی میں والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ تعلیم وتربیت کی ذمہ داری ان کے مخلص برادران طاہر حسین قادری اور مولانا اکرام الحق رضوی نے نبھائی۔ ابتدائی تعلیم، اسلامی یتیم خانہ، مدرسہ فروغ اہلسنت پریہار میں ہوئی۔ جامعہ قادریہ مقصود پور، مظفر پور میں درجۂ ثالثہ کی تکمیل کی۔ ایک سال مدرسہ ضیا العلوم ادری رہے، متوسطات ودرجات عالیہ کی تکمیل کے لیے دار العلوم منظر حق ٹانڈہ، ضلع امبیڈکر نگر، یوپی میں داخلہ لیا۔ اور ۲۰۰۷ء میں درجۂ فضیات سے فارغ التحصیل ہوئے۔ یہاں حضرت مولانا قمر الدین قمر اشرفی مرحوم، سابق پرنسپل، دار العلوم شمس العلوم گھوسی اور مفتی محمد ایوب صاحب سے خصوصی استفادہ کیا۔ ۲۰۰۷ تا ۲۰۰۸ء مرکز ادارہ شرعیہ، سلطان گنج پٹنہ میں دو سال رہ کر مفتی محمد حسن رضا نوری کی تربیت میں اختصاص فی الفقہ کا کورس مکمل کیا۔ حضور تاج الشریعہ سے شرف بیعت حاصل ہے۔ فراغت کے بعد ایک لمبے عرصہ تک اپنے مادر علمی مدرسہ اسلامی یتیم خانہ، پریہار میں تدریس وافتا کی خدمت انجام دیتے رہے۔ مولانا ایک باصلاحیت

مدرس، پرسوز مصلح، دین کے بے لوث خادم، متواضع اور اچھے قلمکار ہیں۔ ہمہ وقت کسی نہ کسی موضوع پر ان کا قلم چلتا ہی رہتا ہے۔ ان کی چار کتابیں طبع ہوکر عوام وخواص میں پذیرائی حاصل کرچکی ہیں۔ کتابوں کے نام یہ ہیں۔

۱-عوام کی جہالت اوراس کا حل، معروف بہ مسائل نیپال۔ مطبوعہ

۲-فتاوی زاہدیہ۔ صفحات، ۴۷۔ سن اشاعت ۲۰۰۸ء۔

ان دونوں کتابوں میں وہ فتاوی ہیں جو آپ نے ادارہ شرعیہ، پٹنہ میں فتاوی نویسی کی مشق کے دوران لکھے ہیں۔ روزمرہ پیش آنے والے عوامی مسائل کو جمع کیا گیا ہے۔

۳-گیارہ بزرگ، معروف بہ فیضان رضا اول۔ مطبوعہ ۱۴۳۱ھ/۲۰۱۰ء۔ صفحات ۴۸

۴-نیپال میں مسلمانوں کی تاریخی حیثیت غیر مطبوعہ

۵-ملک نیپال کا نایاب تحفہ　　غیر مطبوعہ

۶-گیارہ بزرگ، معروف بہ فیضان رضا دوم　　غیر مطبوعہ

۷-مقالات زاہدی۔　　غیر مطبوعہ

## مولانا عبدالصمد امجدی-دھنوشا

مولانا عبدالصمد امجد ساکن تاراپٹی، ضلع دھنوشا، نئے فارغین علما میں امتیازی شناخت رکھتے ہیں۔ وہ اچھے قلمکار اور اعلی مدرس اور کامیاب خطیب ہیں۔ جامعہ امجدیہ رضویہ، گھوسی سے فارغ التحصیل ہیں۔ فراغت کے بعد چند سال مدرسہ اصلاح المسلمین بھمر پورہ میں تدریسی خدمت انجام دی ہے اس کے بعد تلاش معاش میں قطر چلے گئے آپ کی ایک کتاب ''مسئلہ علم غیب کا تحقیقی جائزہ'' میرے پیش نظر ہے یہ کتاب ۲۳۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اور علم غیب کے موضوع پر وسیع اطلاع فراہم کرتی ہے۔ ان کی اور تصانیف کا راقم سطور کو علم نہیں۔

## مولانا عطاؤالنبی حسینی مصباحی (دھنوشا)　(پ ۱۹۸۸ء)

مولانا عطاؤالنبی حسینی مصباحی ابن مولانا محمد اسمعیل حسینی چترویدی۔ نئی نسل کے فارغین علما میں باصلاحیت اور صاحب قلم ہیں۔ ۲۲/اگست ۱۹۸۸ء میں کھردہ، کولکا تا ۱۱۷ میں پیدا ہوئے۔ آبائی وطن بیلالادو، ضلع دھنوشا ہے۔ آپ کے والد ماجد صاحب سلسلہ اور صوفی عالم دین ہیں۔ مدرسہ اخلاقیہ، کولکا تا اور دارالعلوم رضائے مصطفی مٹیا برج کولکا تا سے مولویت مکمل کرنے کے بعد جامعہ اشرفیہ میں داخل ہوئے اور ۲۰۱۳ء/۱۴۳۴ھ میں درجۂ فضیلت سے فارغ التحصیل ہوئے۔ فراغت کے بعد تین مہینے جامعۃ المدینہ، نیپال گنج، اور ۲۰۱۳ء سے ۲۰۱۵ء تک جامعۃ المدینہ فیضان حاجی پیر، مانڈوی کچھ، گجرات میں تعلیم دی۔ ۲۰۱۶ء سے جامعۃ المدینہ فیضان صابر پاک، کلیر شریف میں ناظم اعلی اور مدرس کے طور پر دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

مولانا حسینی تدریسی صلاحیت کے ساتھ تحریر و تالیف کا بھی اچھا ذوق رکھتے ہیں۔ ان کے مضامین وقتاً فوقتاً رسائل و جرائد میں طبع ہوتے رہتے ہیں۔

ترجمہ کے میدان میں انہوں نے اچھا کام کیا ہے۔ ذیل کی سطور میں تراجم و تالیفات کی فہرست ملاحظہ کریں۔

۱-فرزندان اشرفیہ اور میدان مناظرہ۔　مطبوعہ　صفحات ۱۰۲

۲-حیات زاہد ملت　مطبوعہ ۲۰۱۶ء　صفحات ۲۱۶

۳-طہارت کے مسائل　غیر مطبوعہ　صفحات ۹۰

۴-ترجمہ، آداب الحسن البصری للعلامۃ جوزی　غیر مطبوعہ، صفحات ۱۸۰

۵-ترجمہ، تنبیه الغافل الوسنان علی أعمل أحكام هلال رمضان للعلامه ابن عابدين الشامی　غیر مطبوعہ　صفحات ۵۰

۶-ترجمہ، رفع الأشباه عن عبارة الأشباه للعلامة الشامي　غیر مطبوعہ، صفحات ۳۰

۷-ترجمہ تنزیہ الأنبیاء عن تسفیة الأغبیاء للعلامة جلال الدین السیوطي　　غیر مطبوعہ　　صفحات ۵۰

۸-ترجمہ،شرح الأربعین للنووي　　زیر تالیف

## مولانا اظہار النبی حسینی مصباحی (دھنوشا)　　(پ ۱۹۸۸ء)

مولانا محمد اظہار النبی بن مولانا محمد اسمعیل حسینی، چترویدی۔ ۲۲/اگست ۱۹۸۸ء کو کھردہ، بڑی مسجد، کولکاتا ۱۱۷ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ اخلاقیہ، توپسیا کولکاتا اور دار العلوم رضائے مصطفی، مٹیا برج، کولکاتا میں ہوئی۔ الجامعۃ الاشرفیہ، مبارکپور سے عالمیت اور ۲۰۱۳ء/ ۱۴۳۴ھ میں فضیلت کی تکمیل کی۔

۲۰۱۳ء تا ۲۰۱۵ء جامعۃ المدینہ، فیضان مخدوم لاہوری، موڈاسا، گجرات اور ۲۰۱۵ تا ۲۰۱۷ء الجامعۃ الاشرفیہ، مبارکپور میں ''تربیت اساتذہ کورس'' کے تحت تدریسی فریضہ انجام دیا۔ شوال ۱۴۳۷ھ سے مستقل استاذ کی حیثیت سے تدریسی فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

مولانا حسینی تدریسی امور کے ساتھ ترجمہ و تالیف کا اچھا ذوق رکھتے ہیں۔ ترجمہ کے میدان میں انھوں نے قابل قدر کارنامہ انجام دیا ہے۔ درج ذیل کتابوں کو آپ نے عربی سے اردو کا جامہ پہنایا ہے۔

۱-العلم الظاهر فی نفع النسب الطاهر

۲-شرح عقود رسم المفتی

۳-الإبانة عن أخذ الأجرة علی الحضانة

۴-اتحاف الذکی النبیه بجواب ما یقول الفقیه

۵-الفوائد المخصصة بأحکام فی الحمصة

درج بالا پانچ رسائل صاحب ردالمحتار علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ کے ہیں۔

۶-البرهان فی علامات مهدی آخر الزمان

یہ رسالہ صاحب کنز العمال علامہ علی بن حسام الدین، متقی ہندی علیہ الرحمہ کا ہے۔

۷-تطبیق حکم الطریقة العلیة علی الأحکام الشرعیة النبویة

اردو نام ''شریعت وطریقت میں تطبیق''۔ سید ابوالہدی محمد صیادی رفاعی کا رسالہ ہے جو خانقاہ اہلسنت بڑودہ گجرات سے ۲۰۱۳ء میں طبع ہو چکا ہے۔

## مولانا محمد صدام حسین قادری امجدی (مہوتری)

مولانا محمد صدام حسین قادری امجدی بن محمد ہاشم انصاری نیپال میں نئی نسل کے فارغین علما میں ایک کامیاب اور باصلاحیت قلمکار اور مدرس ہیں۔ ان کی ولادت ''مجراہتی سروا'' نام کی ایک بستی میں ۲/جون ۱۹۹۲ء کو ہوئی۔ ۲۰۱۲ء میں الجامعۃ الامجدیہ الرضویہ گھوسی سے فضیلت اور ۲۰۱۴ء میں اختصاص فی الفقہ کی تکمیل کی۔ اور ۲۰۱۵ء سے تا حال جامعہ فیض القرآن، محمد آباد، یوسف پور، غازیپور میں تدریس وافتا کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

مولانا امجدی صاحب نے کم عمری کے باوجود قلیل عرصہ میں تحریری وتصنیفی میدان میں بڑی سرعت کے ساتھ پیش قدمی کی ہے اور خوشگوار حیرت میں ڈالنے والا کارنامہ انجام دیا ہے۔ ان کی سات کتابیں زیور طباعت سے آراستہ ہو چکی ہیں۔ ان کی فہرست یہ ہے۔

| | |
|---|---|
| ۱-سود ورشوت کی تباہ کاریاں | مطبوعہ ۲۰۱۵ء |
| ۲-رحمانی طریقۂ نماز | مطبوعہ ۲۱۰۵ء |
| ۳-تحفۂ خواتین | مطبوعہ ۲۰۱۵ء |
| ۴-اہل سنت کی بہار | مطبوعہ ۲۰۱۳ء |
| ۵-توضیح الآثار، شرح تنویر الآثار | مطبوعہ ۲۰۱۴ء |
| ۶-آئینۂ زکوۃ وقربانی | مطبوعہ ۲۰۱۵ء |
| ۷-آئینۂ خطابت | مطبوعہ ۲۰۱۵ء |

| | |
|---|---|
| ۸-تحفۂ علم غیب | غیر مطبوعہ، صفحات ۳۲۶ |
| ۹-اکابرین دیوبند کے عقائد ومسائل | غیر مطبوعہ |
| ۱۰-فضائل حج چالیس احادیث کی روشنی میں | غیر مطبوعہ، صفحات ۷۰ |
| ۱۱-فضائل نماز | غیر مطبوعہ، صفحات ۷۰ |
| ۱۲-فضائل روزہ | غیر مطبوعہ، صفحات ۷۰ |
| ۱۳-فضائل درود | غیر مطبوعہ، صفحات ۷۰ |

## مولانا محمد شفیق رضا شمسی (مہوتری)

مولانا شفیق رضا شمسی خلیفہ حضرت قاضیٔ شہر بنارس، مفتی غلام یٰس صاحب۔ ایک ابھرتے ہوئے قلمکار ہیں۔ ان کی ولادت سرپلو، بلوا، ضلع مہوتری میں ہوئی اور مدرسہ شمس العلوم گھوسی سے فضیلت کی تکمیل کی۔ ان کو اللہ تعالی نے تحریری ذوق سے نوازا ہے۔ کم عمری کے باوجود بہت سی کتابیں لکھ چکے ہیں۔ ان میں ۱-فتاوی نیپال۔ ۲-آئینۂ اسلاف ۳-پردہ اور جہیز مطبوعہ ہیں جبکہ ۴-مسائل رضویہ ۵-مسائل برکاتیہ ۶-اور انوار خیال غالبا غیر مطبوعہ ہیں۔

الحمد للہ نئی نسل کے علما میں بنسبت قدیم علما کے تصنیف وتالیف کی طرف رجحان زیادہ پایا جارہا ہے۔ گوکہ زیادہ تر کتابیں فضائل ومناقب اور تذکرہ وسوانح سے تعلق رکھتی ہیں۔ لیکن ان میں بہت سے اہل قلم کی کتابیں موجودہ عصری تحقیقی معیار پر پوری اترتی ہیں اور وہ لائبریریوں کی زینت بنائے جانے کے لائق ہیں۔ تاہم بہت سے ایسے موضوعات ہیں جن پر علماے نیپال کو لکھنے کی ضرورت ہے لیکن انھوں نے اب تک اس کی طرف توجہ نہیں دی ہے۔ زیادہ تر لوگوں نے سہل ترین موضوعات کا انتخاب کر کے حق تصنیف ادا کرنے کی کوشش کی ہے مثلا وہ موضوعات جن کا عصر حاضر تقاضا کرتا ہے وہ یہ ہیں۔

۱- نیپالی زبان میں قرآن مجید کا سنی ترجمہ
۲- احادیث کی کتابوں کا ترجمہ
۳- فقہی مسائل پر نیپالی زبان میں کتابوں کی فراہمی۔
۴- نیپال کے مدارس اور اسکول میں چلانے کے لیے نصابی کتابوں کی ترتیب
۵- نیپال کے جغرافیہ اور تاریخ اسلام پر مشتمل نصابی کتب کی ترتیب
۶- اسلام اور جدید سائنس
۷- نیپال میں دعوتِ اسلام
۸- تاریخ۔

مندرجہ بالا علما کی علمی، قلمی اور فکری خدمات سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ علماے نیپال کا علمی و قلمی سرمایہ مجموعی طور پر دوسرے ترقی یافتہ ریاستوں کے علما سے کسی طرح بھی کم نہیں ہے۔ بالخصوص نیپال کے تین اضلاع دھنوشا، مہوتری اور سرلاہی کے علما کی قلمی کاوشیں دیگر تمام اضلاع کے علما سے زیادہ ہیں۔

قابل مبارکباد ہیں وہ لوگ جنھوں نے بے سروسامانی، وسائل کی عدم دستیابی، غیر علمی اور ہنگامہ خیز ماحول میں رہتے ہوئے اپنی قوم مسلم کے لیے اتنا بڑا سرمایہ فراہم کر دیا۔ اور ناگفتہ بہ حالات میں بھی ان کی علمی پیش رفت کم نہ ہوئی۔ ان ارباب قلم میں بڑی تعداد ان علما کی ہے جو اپنی خوش حال زندگی اور روشن مستقبل کی تلاش میں برسہابرس سے نیپال کو چھوڑ کر ہندوستان کی دینی درسگاہوں اور دارالافتاؤں سے وابستہ ہیں اور پوری برق رفتاری اور عرق ریزی کے ساتھ علمی وفکری ارتقا کی طرف رواں دواں ہیں۔

اپنی غیر معمولی محنت، اعلی صلاحیت اور جہد پیہم کے نتیجے میں اعلی سے اعلی مناصب پر فائز ہیں۔ اللہ تعالی ان سب کے علم وفضل میں روز افزوں ترقی عطا فرمائے۔ اور مخلوق کو ان سے فائدہ پہونچائے۔

# نیپال کی خواتین اہل قلم

نیپال میں مذہبی تعلیم نسواں کے سلسلہ میں اس وقت بھی غیر معمولی تعطل اور جمود پایا جاتا ہے۔ آج سے ایک دہائی قبل اعلیٰ مذہبی تعلیم کی طرف یکسر رجحان نہیں تھا۔ نہ بڑے تعلیمی ادارے قائم تھے جہاں ان کو درجۂ فضیلت تک کی تعلیم دی جاسکے۔ مسلمانوں نے بچوں کی تعلیم کے لیے چھوٹے بڑے ادارے قائم کیے جس سے کسی حد تک تعلیمی بیداری آئی لیکن بچیوں کی تعلیم کی طرف سے مسلمانان نیپال نے بالعموم غفلت وسرد مہری کا مظاہرہ کیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہمارا معاشرہ ایک علمی اور مذہبی معاشرہ بننے میں ناکام رہا اور اب بھی مسلمان اس اہم فریضے سے کنارہ کش ہیں۔

۲۰۰۵ء میں راقم سطور کے والد ماجد مجاہد دوراں، حضرت مولانا محمد عیسیٰ برکاتی، دامت برکاتہم نے پیش قدمی کرتے ہوے اپنی دو بچیوں کا داخلہ کلیۃ البنات الامجدیہ، گھوسی، یوپی میں کرایا جہاں سے ان دونوں نے فضیلت اور اختصاص فی الفقہ کی سند امتیازی پوزیشن کے ساتھ حاصل کی اور اب نیپال میں جنک پور کی سرزمین سے تعلیم نسواں کو فروغ دینے میں سرگرم عمل ہیں۔ ماضی قریب میں ۵/سال کے اندر متعدد تعلیمی ادارے تعلیم نسواں کو فروغ دینے کے لیے ملک کے طول وعرض میں قائم کیے جا چکے ہیں۔ اور اب جمود و تعطل کی یہ برف پگھلنے لگی ہے۔ جہاں اس قدر تعلیم سے دوری ہو ایسے ماحول میں خواتین کی قرطاس وقلم سے وابستگی بڑی دشوار گزار امر ہے۔ پھر بھی تلاش بسیار کے بعد سیاہی شب کے پردے میں ہمیں صرف دو نام مل سکے جن کی تفصیل ذیل کی سطور میں پیش کی جارہی ہے۔

# فاضلہ مفتیہ مہر النساء قادری امجدی

مہر النساء قادری امجدی بنت حضرت مولانا محمد عیسیٰ برکاتی بن محمد صدیق برکاتی کی ولادت سرٹیفکیٹ کے مطابق ۱۲ر جنوری ۱۹۹۰ء کو کپٹول، پنچایت اوڑھی وارڈ نمبر ۷ر میں ایک علمی وروحانی گھرانے میں ہوئی۔ آنکھیں کھلیں تو گھر کا ماحول عمدہ پایا، ابتدائی کتب کی تعلیم والدہ ماجدہ زبیدہ خاتون قادری أطال اللہ ظلھا علینا سے حاصل کی اور مکتب میں بھی تعلیم کا سلسلہ رہا، چوں کہ والدہ ماجدہ کی تعلیم جنتی زیور تک ہوئی تھی، اور زیور تعلیم سے آراستہ تھیں اس لیے مہر النساء کی تعلیم وتربیت پر انہوں نے خصوصی توجہ دی۔ قرآن مجید کی شروعات مولوی شمس الحق صاحب (تنواپٹی) نے کرائی ان دنوں کپٹول کے مکتب میں آپ درس دے رہے تھے۔

انھیں دنوں آپ کے والد گرامی نے پورے اہل وعیال کے ساتھ جنک پور کے مکان میں سکونت اختیار کی اور نقل مکانی کے بعد مستقل طور پر یہیں رہنے لگے۔ جنک پور میں والد ماجد حضرت مولانا محمد عیسیٰ برکاتی اور عم مکرم حضرت مفتی محمد عثمان برکاتی مصباحی سے فارسی کی پہلی، گلزار دبستاں، آمد نامہ، قصد الصیغہ، گلستاں اور منہاج العربیہ وغیرہ پڑھی۔

عالمہ بننے کی خواہش اور اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کا جذبہ چوں کہ فطرت میں شروع سے موجود تھا اسی لیے ان کے شدید اصرار اور خواہش پر والد ماجد نے مہر النساء اور زیب النساء دونوں کا داخلہ ۲۰۰۵ء میں کلیۃ البنات الامجدیہ، گھوسی میں کرایا، مہر النساء کا داخلہ درجہ اولیٰ میں اور زیب النساء کا درجہ اعدادیہ میں ہوا۔

۱۱ر شعبان ۱۴۲۹ھ مطابق ۱۴ر اگست ۲۰۰۸ء کو روایت حفص کی تکمیل کی اور سند وردائے قرأت سے اعلیٰ نمبر کے ساتھ سرفراز کی گئیں۔

۱۱ر شعبان ۱۴۳۱ھ مطابق ۲۴ر جولائی ۲۰۱۰ء کو اعلیٰ نمبر کے ساتھ فضیلت کا

امتحان پاس کیا اور سالانہ جلسہ میں ردائے فضیلت اور سند سے نوازی گئیں۔

فقہ اسلامی میں مزید مہارت پیدا کرنے اور ریسرچ وتحقیق کے مراحل سے گزرنے کے لیے ان کے والد گرامی نے دوسال مزید اختصاص کرنے کی اجازت دے دی اور درجۂ اختصاص فی الفقہ میں ان کا داخلہ کروایا۔

اس شعبہ میں آنے کے بعد انھوں نے کافی محنت کی کتب فقہ، فقہی جزئیات اور اصولِ افتا کا باریکی سے مطالعہ کیا، گہرائی اور گیرائی حاصل کی۔

فتاویٰ شامی، عالمگیری، البحر الرائق، فتاویٰ رضویہ، بہار شریعت وغیرہ کا مطالعہ کیا اور ایک سو چودہ مسائل شرعیہ کا مدلل ومفصل جواب لکھا جس کا اندازہ، البوارق الأحمدیہ فی الفتاویٰ الامجدیہ کے مطالعہ سے عیاں ہوگا۔

۱۱رشعبان ۱۴۳۳ھ ۲رجولائی ۲۰۱۲ء کو اعلیٰ پوزیشن کے ساتھ اختصاص الفقہ کا کورس مکمل کیا۔

اس شعبۂ میں تفسیرات احمدیہ (مشتمل بر آیاتِ احکام) شرح معانی الآثار، شرح عقود رسم المفتی للعلامہ ابن عابدین الشامی اور الاشباہ والنظائر وغیرہ کا درس لیا۔

درجۂ فضیلت میں بخاری شریف کی دونوں جلدیں حضرت محدث کبیر دام ظلہ العالی سے پڑھیں۔

۱۷رفروری ۲۰۱۳ء بروز اتوار ۱۴۳۴ھ کو کلیہ کے سالانہ جلسہ میں ردائے اختصاص اور سند سے نوازا گیا۔ ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء.

اس کے علاوہ عربی، فارسی، لکھنو مدرسہ بورڈ سے مولوی، منشی، عالم، کامل، فاضل کا امتحان دیا، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نئی دہلی سے دوسالہ عربی ڈپلوما کورس بھی کیا۔

## اساتذہ:

ممتاز الفقہا، حضرت محدث کبیر صاحب قبلہ بانی وسربراہ کلیۃ البنات الامجدیہ۔

شہزادیٔ صدر الشریعہ، محترمہ عالمہ عائشہ خاتون امجدی صدر شعبۂ حدیث کلیۃ

البنات الامجدیہ۔

محترمہ عالمہ فاضلہ رضیہ شاہین، صدر معلمات کلیۃ البنات الامجدیہ، محترمہ عالمہ فاضلہ شگفتہ فاطمہ گھوسی وغیرہا۔

## تصنیف وتالیف:

مختلف موضوعات پر کئی مضامین لکھے ہیں لیکن مستقل تالیف البوارق الأحمدیة فی الفتاوی الأمجدیة ہے۔

یہ ان مسائل وفتاویٰ کا مجموعہ ہے جو مشق افتا کے دوران طالبات اختصاص فی الفقہ کو دیے گئے تھے، ان سب کو راقم الحروف نے ترتیب دے کر ایک مجموعہ کی شکل میں جمع کر دیا ہے۔ یہ کتاب ۱۱۴/مسائل، ۱۶/ابواب اور ۱۳۲/صفحات پر مشتمل ہے، مسائل کی نوعیت اور افادیت کے اعتبار سے یہ کتاب غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے، زیادہ تر مسائل کا تعلق خواتین اور روزمرہ کی زندگی سے ہے۔ اس کتاب کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اس میں بحث وتحقیق کا وہ اسلوب اختیار کیا گیا ہے جو آج مستند معاصر مفتیوں کے فتاویٰ میں نظر آتا ہے۔

"البوارق الأحمدیة فی الفتاوی الأمجدیة" کے ابواب حسب ذیل ہیں:

| | |
|---|---|
| (۱)- کتاب الطہارت | (۲)-کتاب الصلوٰۃ |
| (۳)-کتاب الصوم | (٤)-کتاب النکاح |
| (٥)-کتاب الطلاق | (٦)-کتاب البیوع |
| (۷)-کتاب الھبۃ | (۸)-کتاب العاریۃ |
| (۹)-کتاب الودیعۃ | (۱۰)-کتاب الوقف |
| (۱۱)-کتاب الحضر والأباحۃ | (۱۲)-کتاب الذبائح |
| (۱۳)-کتاب المضاربۃ | (۱٤)-کتاب الشرکۃ |
| (۱٥)-کتاب الوصایا | (۱٦)-کتاب المیراث. |

مندرجہ بالا ابواب سے اندازہ ہوگیا ہوگا کہ مسائل میں فقہ کے اکثر ابواب کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

سوالات کے جوابات میں جن مصادر ومراجع سے استفادہ کیا گیا ہے وہ درج ذیل ہیں:

(۱)- قرآن مجید　　(۲)- ابوداؤد شریف
(۳)- طحاوی شریف　　(۴)- مشکوٰۃ المصابیح
(۵)- فتاویٰ عالمگیری　　(۶)- رد المحتار
(۸)- بدائع الصنائع　　(۹)- البحر الرائق
(۱۰)- کنزالدقائق　　(۱۱)- الجوهرة النيّرة
(۱۲)- هدايه اولين وآخرين　　(۱۳)- فتح القدير
(۱۴)- فتاویٰ رضویه　　(۱۵)- فتاویٰ امجدیه
(۱۶)- بهار شریعت.

اس کتاب کی تیسری خصوصیت یہ ہے کہ اس کے تمام فتاویٰ ممتاز الفقہا حضرت محدث کبیر یا فقیہ عصر مفتی آل مصطفیٰ مصباحی دامت برکاتہم العالیہ کی تصدیقات سے مؤید ومزین ہیں۔

نمونہ کے طور پر ایک سوال اور اس کا جواب ذیل کی سطور میں ملاحظہ کریں۔

**سوال:** عورتیں اذان واقامت کہہ سکتی ہیں یا نہیں، وہ اپنی نمازوں میں کیا کریں؟۔

**الجواب:** عورتیں اذان واقامت نہیں کہہ سکتیں اور نہ اپنی نماز اذان واقامت کے ساتھ ادا کرسکتی ہیں اگرچہ جماعت سے پڑھیں۔

عالمگیری میں ہے: ليس على النساء أذان ولا إقامة فإن يصلين جماعة يصلين بغير أذان وإقامة.(۱)

---

(۱) فتاوی عالم گیری، ج:اول، ص:۵۳

الجوهرة النيرة میں ہے: ليس على النساء أذان ولا إقامة لأن من سنة الأذان رفع الصوت وهى منهية عن ذلك و يعاد أذان الأربعة، المجنون والجنب، والسكران و المرأة.(۱)

بدائع الصنائع میں ہے:

فيكره أذان المرأة باتفاق الروايات لأنها إن رفعت صوتها فقد ارتكبت معصية وإن خفضت فقد تركت سنة الجهر لأن آذان النساء لم يكن فى السلف فكان من المحدثات وقال النبى ﷺ : كل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة.(۲)

عورتوں کو اذان واقامت کہنا مکروہ تحریمی ہے کہیں گی تو گنہ گار ہوں گی۔ عورتیں اپنی نماز ادا پڑھیں یا قضا، اس میں اذان واقامت مکروہ ہے، اگر چہ جماعت سے پڑھیں کہ ان کی جماعت خود مکروہ ہے۔(۳) واللہ تعالیٰ اعلم

یہ کتاب کمپوز ہو کر تیار ہے اور جلد ہی طباعت کے مرحلے سے گزرنے والی ہے۔

## تدریسی خدمات:

فراغت کے بعد ۲۰۱۳ء میں روضہ شریف کے ایک دیندار اور معزز گھرانے میں مولانا حسنین رضا سعیدی سے نکاح ہوا، اس کے بعد ہی سے اپنے والد ماجد کے قائم کردہ ادارہ کلیۃ فاطمۃ الزہرا للبنات، جنگ پور میں صدر معلمات کی حیثیت سے نیپال کی بچیوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کر رہی ہیں، اس وقت ۷۵ / بیرونی طالبات وہاں زیر تعلیم ہیں، ابتدا سے درجہ فضیلت تک پڑھانے کی استعداد رکھتی ہیں۔ عورتوں کی تعلیم وتربیت کے حوالے سے کافی دردمند اور احساس ہیں۔

(۱) الجوہرۃ النیرۃ، ص: ۹۳۔

(۲) بدائع الصنائع، ج: اول، ص: ۲۷۲۔

(۳) بہار شریعت، حصہ سوم۔

## بیعت وارادت:

اگست ۲۰۱۴ء میں مخدوم عصر، شیخ قادریت حضرت مولانا شاہ محمد ظہیر عالم قادری چشتی سے سلسلۂ عالیۂ قادریہ برکاتیہ میں بیعت ہوئیں۔

# فاضلہ زیب النساء قادری امجدی

عالمہ فاضلہ قاریہ زیب النساء قادری امجدی، مجاہد اہل سنت حضرت مولانا محمد عیسیٰ برکاتی کی چھوٹی صاحبزادی اور راقم الحروف کی ہمشیرہ ہیں، ان کی پیدائش ۱۹۹۴ء میں کپٹول میں ہوئی، ابتدائی تعلیم والدہ ماجدہ اور مقامی مکتب میں حاصل کی، عربی، فارسی کی ابتدائی کتابیں والد ماجد اور عم مکرم حضرت مفتی عثمان برکاتی مصباحی سے پڑھیں۔ ۲۰۰۵ء میں والد مکرم نے کلیۃ البنات الامجدیہ، گھوسی میں درجۂ اعدادیہ میں داخلہ کرایا ۱۱ر شعبان ۱۴۳۰ھ مطابق ۳ر اگست ۲۰۰۹ء کو اعلیٰ نمبر سے قرأت وتجوید کا امتحان پاس کیا، اور سند قرأت ورداء سے نوازی گئیں، ۱۱ر شعبان ۱۴۳۲ھ مطابق ۱۴ر جولائی ۲۰۱۱ء کو اعلیٰ پوزیشن سے فضیلت کا امتحان پاس کیا، اور سالانہ اجلاس میں رداء فضیلت سے سرفراز کی گئیں۔ اس کے علاوہ سلائی کڑھائی، امور خانہ داری اور کمپیوٹر کی تعلیم حاصل کی۔

مدرسہ بورڈ لکھنو سے مولوی، منشی، عالم، فاضل اور کامل کا امتحان اعلیٰ نمبروں سے پاس کیا۔ درس نظامی میں اچھی صلاحیت رکھتی ہیں، پڑھنے اور پڑھانے کا ذوق حیرت انگیز ہے، قدرتی طور پر اعلیٰ ذہانت وفطانت ان کے اندر ودیعت کی گئی ہے۔ خواتین کے اجلاس میں اصلاحی تقریریں کرتی ہیں۔ ان کی خطابت بڑی مؤثر اور پر مغز ہوا کرتی ہے مہر النسا قادری امجدی اور زیب النساء قادری امجدی دونوں بہنوں کی قیادت میں اب تک نیپال کے متعدد قریوں میں ۲۰ر سے زائد خواتین کے مذہبی واصلاحی اجلاس منعقد ہو چکے ہیں۔ ۲۰۱۳ء سے تا حال کلیہ فاطمۃ الزہراء للبنات، جنک پور میں نائب پرنسپل کی حیثیت سے تدریسی خدمات انجام دے رہی ہیں۔ ۲۶ر نومبر ۲۰۱۵ء کو اپنے ہی خاندان میں مولانا

احمد حسین برکاتی کے صاحبزادے ضیاء المصطفیٰ قادری امجدی سے عقد نکاح ہوا۔

## اساتذہ:

۱-ممتاز الفقہا حضرت محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دام ظلہ العالی

۲-محترمہ عالمہ فاضلہ عائشہ خاتون (شہزادیٔ حضور صدر الشریعہ)

۳-محترمہ رضیہ شاہین، صدر معلمات

۴-محترمہ شگفتہ شاہین

## قلمی کاوش:

''مسائل دینیہ'' یہ اصلاحی مضامین پر مشتمل ایک رسالہ ہے جس کے صفحات کی تعداد ۲۸ ر ہے ، کمپوزنگ کے مرحلہ سے گزر چکا ہے، عن قریب جلد ہی طبع ہوکر نذر قارئین ہونے والا ہے۔

...☆☆☆...

نوٹ: قارئین سے گزارش ہے خواتین اہل قلم کی تصانیف سے راقم سطور کو مطلع کریں تاکہ بعد کی اشاعت میں انھیں شامل کیا جاسکے۔

# بابِ پنجم

## نیپال کے مدارس اسلامیہ عربیہ

# باب پنجم:

## نیپال کے مدارس عربیہ (اہل سنت و جماعت)

چونکہ نیپال میں مسلمان ایک معزز شہری کی حیثیت سے صدیوں سے آباد ہیں۔ انہیں اپنی دینی و مذہبی ضرورت پوری کرنے اور اپنے نونہالوں کو اسلامی تعلیمات سے آراستہ کرنے کے لیے مکاتب و مدارس کی ضرورت پڑی۔ اس ضرورت کے پیش نظر انہوں نے اپنے طور پر ہر بڑی آبادی میں مکتب یا مدرسہ قائم کیے۔ نیپال کے عہد وسطی کی تاریخ سے کسی بھی مکتب یا مدرسہ کا پتہ نہیں چلتا تاہم عہد جدید میں ملک کے طول و عرض میں بالخصوص ترائی نیپال کے اندر بہت سے مکاتب و مدارس کی بنیاد رکھی گئی جو بعد میں چل کر بڑے بڑے دار العلوم میں تبدیل ہو گئے۔ بیسویں صدی کے نصف ثانی میں تعلیم کی طرف مسلمانوں کا رجحان بڑھا اور تقریباً ہر گاؤں میں پرائمری سطح کا ایک مکتب قائم ہو گیا۔ ثانوی اور عالیہ درجات کی تعلیم کے لیے ہر ضلع میں کوئی نہ کوئی بڑا ادارہ قائم کیا گیا۔ اندازہ ہے کہ پورے ملک میں اس وقت ۵/ ہزار سے زائد مکاتب اور ۵۰۰/ کے قریب مدرسے اور ۵۰ سے زیادہ دار العلوم ہوں گے۔

اس مختصر سی تحریر میں پورے نیپال کے مدارس اور دار العلوم کا احاطہ تو نہیں ہو سکتا۔ نہ سب کے حالات دستیاب ہیں۔ تاہم اجمالی طور پر چند قدیم و جدید نمایاں دار العلوم اور مدارس پر روشنی ڈالی جا سکتی ہے۔

ذیل کی سطور میں نیپال کے چند قدیم اداروں کا قدرے بسط کے ساتھ اور جدید اداروں کا اجمال کے ساتھ تذکرہ پیش ہے نیز یہ فہرست اقل قلیل کی ہے۔ جن مدارس کا تذکرہ اس میں نہیں آسکا آئندہ ایڈیشن میں شامل کر دیا جائے گا۔

# الجامعۃ الاسلامیہ فیض الغرباء، بھانٹرسر، ضلع سرلاہی

## سن قیام: ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۵ء

مدرسہ اسلامیہ فیض الغربا جو بعد میں الجامعۃ الاسلامیہ فیض الغربا میں تبدیل ہوا، معلوم تاریخ کی روشنی میں غالباً ملک نیپال کا سب سے قدیم دینی ادارہ ہے۔ اس کا قیام الحاج چودھری مولانا بخش مکرانی کڈربانوی کے ذریعہ مسلم اکثریتی بستی ''بھانٹرسر'' وایا ملنگواں، ضلع سرلاہی میں ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۵ء کو عمل میں آیا تھا۔ اس ادارہ نے ترائی نیپال کے جنوب مغربی علاقوں میں اسلامی تعلیمات کو عام کرنے میں کلیدی رول ادا کیا ہے۔ بڑے بڑے اصحاب کمال اور اہل علم و فضل اس ادارہ کے فیض سے وجود میں آئے۔ فقیہ وقت حضرت مولانا محمد صبغۃ اللہ قادری منظری اور سعدی زماں حضرت مولانا عبد الوحید نوری قدس سرھما تقریباً ۱۹۴۵ء میں اسی ادارہ سے ابتدائی تعلیم پاکر مدرسہ منظر اسلام، بریلی شریف میں داخل ہوئے اور ۱۹۵۵ء میں دستار فضیلت سے نوازے گئے۔ فراغت کے بعد سے آخری عمر تک فقیہ وقت حضرت مولانا محمد صبغۃ اللہ قادری اسی ادارہ سے منسلک رہے۔ جبکہ مولانا عبد الوحید نوری نے فیض الغربا کے بعد مدرسہ رضویہ ملنگواں کی ذمہ داری سنبھالی۔

اس ادارہ کا ماضی بہت ہی تابناک اور اس کے کارنامے قابل فخر ہیں۔

اس ادارہ کے فیض رساں اور کامیاب ہونے کا پختہ ثبوت یہ بھی ہے کہ اس کے ارباب بسط و کشاد نے یگانۂ روزگار شخصیات کو اس کے اندر جمع کرلیا تھا۔ مذکورہ علما کے ساتھ ساتھ ۱۹۶۷ء سے ۱۹۷۰ء تک مفتیٔ اعظم ہالینڈ، حضرت مفتی عبد الواجد صاحب قبلہ (دربھنگہ) جیسی شخصیت نے بھی اپنی تدریسی خدمات کے ذریعہ اس ادارہ کو عروج و ارتقا کے ذروۂ کمال تک پہونچادیا تھا۔ نباض قوم وملت حضرت مولانا مفتی شبیر احمد صابر القادری اندولوی رحمہ اللہ، بدر الافاضل حضرت مولانا مفتی محمد عثمان رضوی بیلاوی، حضرت مولانا عبد

الحلیم شاکر القادری جیسے ممتاز اساتذہ کی خدمات اس کو حاصل رہیں۔ اول الذکر نے ۵/ سالوں تک یہاں تدریسی سلسلہ جاری رکھا۔ ان کے علاوہ درجنوں جید افاضل اسے دستیاب ہوئے۔ مفتی محمد صبغۃ اللہ قادری اور مولانا عبدالوحید نوری علیہما الرحمہ کے زمانہ میں بیرونی طلبا کی تعداد ۱۲۵/ سے متجاوز تھی۔ جس میں نیپال کے ساتھ بہار و بنگال کے طلبہ بھی بڑی تعداد میں شامل تھے۔ معیار تعلیم درجۂ عالمیت تک رہا۔

اس ادارہ کی تقلید میں قرب وجوار میں دینی اداروں کا ایک جال سا بچھ گیا۔ یہ اسی فیض الغربا کا فیضان ہے کہ اس علاقہ کی سنیت بدمذہبوں سے محفوظ ہوگئی۔ مزید یہ کہ اس ادارہ اور یہاں سے وابستہ علما کے سبب ہندوستان کی عظیم روحانی اور علمی شخصیات کا ورود وقتاً فوقتاً یہاں ہوتا رہا۔ ان میں حضور مفتیٔ اعظم ہند، حضور محدث اعظم ہند کچھوچھوی، حضور مفسر اعظم ہند۔ حضرت ریحان ملت اور تاج الشریعہ کی شخصیت قابل ذکر ہے۔

# مدرسہ مصباح المسلمین علی پٹی، ضلع مہوتری

## سن قیام: ۱۳۵۱ھ/ ۱۹۳۱ء

ترائی نیپال کی تاریخ میں دوسرا سب سے قدیم دینی ادارہ ''مدرسہ مصباح المسلمین'' ہے۔ جو ریاست بہار کے ضلع سیتامڑھی سے متصل سرحد ''بھٹا موڑ'' سے ۱۰/ کلومیٹر جانب مشرق وشمال اور نیپال کے تاریخی شہر جنک پور اور جلیشور ٹاؤن کے درمیان کثیر مسلم آبادی والی ایک مردم خیز بستی ''علی پٹی'' میں واقع ہے۔ یہ بستی کسی اللہ والے علی کے نام پر صدیوں پہلے آباد ہوئی۔ اس ادارہ کے قیام و بنا کی پوری تاریخ اور تفصیل مفتی محمد اسرائیل صاحب موجودہ صدر المدرسین مدرسہ ہذا نے اپنی کتاب گلشن علم وادب میں آج سے ۳۸/ سال قبل تحریر فرمائی تھی۔ راقم سطور کے پیش نظر وہی کتاب ہے۔ اس کا حاصل بہت ہی اجمال و اختصار کے ساتھ ہم پیش کر رہے ہیں۔

## پس منظر و پیش منظر

اس بستی سے دو قابل قدر شخصیتیں پیدا ہوئیں جن کی تحریک و تبلیغ اور کوششوں سے ادارہ کے قیام کی راہ ہموار ہوئی۔ ایک شخصیت مولانا حافظ زاہد حسین قادری مجیبی کی تھی اور دوسری مولانا نجم الہدی صاحب کی۔ جب ان دونوں حضرات نے بہار کی عظیم الشان درسگاہ "مدرسہ فیض الغربا آرہ" سے جو خلیفۂ اعلیٰ حضرت حضرت مولانا رحیم بخش آروی علیہم الرحمہ کا قائم کردہ تھا فضیلت تک کی تعلیم حاصل کر لی اور ۱۳۵۰ھ میں دستار فضیلت سے نوازے جانے کے بعد گھر واپس ہوئے تو علاقہ کی جہالت و ناخواندگی اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی بداعمالیوں پر نوحہ کناں ہوئے۔ ان دونوں حضرات کو اس خطہ کی دینی و علمی پسماندگی دیکھ کر بڑی تکلیف ہوئی۔ پھر کیا تھا اسی وقت سے ایک دینی ادارہ کے قیام کی تحریک شروع کر دی۔ علاقہ کے چند صاحبان ثروت حجاج کرام آپ کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے ہر طرح کی قربانی دینے کے لیے تیار ہو گئے۔ اور ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۱ء میں مدرسہ اصلاح المسلمین کے نام سے ایک دینی قلعہ کی بنیاد رکھ دی گئی۔

بعد میں اس چھوٹے سے مدرسہ نے دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین کی شکل اختیار کر لی۔ گلشن علم و ادب کے مطابق جن خوش نصیب لوگوں نے دار العلوم ہذا کی خشت اول رکھی اور بانیان ادارہ کے زریں لقب سے مشہور ہوئے ان کے اسمایہ ہیں:

۱- حضرت مولانا حافظ زاہد حسین صاحب، علی پٹی
۲- حضرت مولانا نجم الہدی صاحب، علی پٹی
۳- جناب حاجی رحمت اللہ صاحب، جلیشور
۴- جناب حاجی نعمت اللہ صاحب، علی پٹی
۵- جناب حاجی برکت اللہ صاحب، بھمر پورہ
۶- جناب حاجی محمد عرف لوٹن صاحب، لادو بیلا۔ (۱)

(۱) گلشن علم و ادب۔ مؤلفہ مفتی محمد اسرائیل رضوی۔ ص ۱۶-۱۷۔ ناشر: دار العلوم قادریہ، مصباح المسلمین۔ ۱۴۰۰ھ۔

# دارالعلوم ہذا کی علمی ودعوتی خدمات

دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین نے انتہائی قلیل مدت میں نیپال کی بساط پر چھائے ہوئے علمی و مذہبی جمود کی برف کو پگھلانے میں نمایاں کامیابی حاصل کی اور اس درسگاہ سے علما، فضلا، حفاظ وقرا، اور میانجی کی جماعت تیار ہونے لگی یہاں سے پڑھ کر ہندوستان کے شہرت یافتہ مدرسوں میں داخلہ لینے لگے۔ اس وقت ترائی نیپال میں مدرسہ فیض الغربا (بھانڑسر) کو چھوڑ کر کوئی قابل ذکر مدرسہ نہیں تھا۔ دار العلوم کے ثمرات ونتائج معلوم کرنے کے لیے اس ادارہ کے فیض یافتہ چند نمایاں علمائے کرام وحفاظ کے اسما ذیل کی سطور میں ذکر کیے جاتے ہیں۔

طبقہ علما: ۱-حضرت مولانا مفتی محمد کلیم الدین رضوی ابراہیمی (سابق صدر المدرسین مدرسہ ہذا) ۲-مناظر اہلسنت، حضرت مفتی عبد المنان کلیمی صاحب، بانی جامعہ کلیمیہ (براہی) ومفتی شہر مرادآباد۔ ۳-حضرت مولانا ساجد حسین مصباحی (علی پٹی) ۴-فخر نیپال، مفتی محمد اسرائیل رضوی، بھمر پورہ، صدر المدرسین مدرسہ ہذا ۵-مولانا محمد یوسف صاحب رضوی (رئیس لادوبیلا) ۶-حضرت مولانا مفتی محمد عثمان رضوی، لادوبیلا۔ ۷-مصنف شان خطابت، حضرت مولانا مفتی محمد مصلح الدین قادری شیخ الحدیث مدرسہ حبیبیہ اسلامیہ، الہ آباد۔ وغیرہ۔

طبقۂ حفاظ: ۱-حضرت مولانا مفتی حافظ جیش محمد برکاتی، ملقب بہ شیر نیپال۔ ۲-حافظ عبد الحمید صاحب مہدیا۔ ۳-حافظ محمد ادریس صاحب اکڈارا۔ ۴-حافظ شرافت حسین صاحب علی پٹی۔ وغیرہ

اس ادارہ کے اندر اساتذہ کی صف میں ہندو نیپال کے بڑے جید علما نظر آتے ہیں۔ ابتدائی ایام میں دونوں محرکین وبانیان ادارہ کے علاوہ پیر طریقت حضرت مولانا عبد الحفیظ قدس سرہ باسوپٹی، استاذ الاساتذہ، حضرت مفتی محمد کلیم الدین رضوی براہیمی قدس سرہ، اور مولانا محمد داؤد صاحب بسوریا۔ جیسی شخصیات خدمت درس وتدریس پر مامور تھیں۔ گلشن علم وادب کے مطابق اوسطا ہر سال عربی وفارسی اور حفظ کے طلبہ کی تعداد

ڈیڑھ سو سے زیادہ رہی ہے۔ یہ ریکارڈ ۱۴۰۰ھ یا اس سے پہلے کا ہے۔ موجودہ وقت میں بیرونی طلبہ کی تعداد ۵۰ر اور مقامی طلبہ کی ۱۵۰ر ہے۔ ۱۲ر کمرے اس وقت موجود ہیں۔

دارالعلوم ہذا کا معیار تعلیم درجۂ عالمیت تک ہے۔

## دارالعلوم حکومت نیپال کی نظر میں

دارالعلوم ہذا کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ یہ نیپال کے دو بادشاہوں کی میزبانی کرنے کا شرف حاصل کر چکا ہے۔ سنہ ۲۰۱۸ بکرمی ر ۱۹۴۱ء کو شری پانچ مہاراج دھیراج ''تربھون بیر بکرم شاہ دیو'' اور ان کے بیٹے شری پانچ مہاراج دھیراج ''مہندر بیر بکرم شاہ دیو'' جو شری پانچ ''بریندر بیر بکرم شاہ دیو'' کے والد تھے۔ پیرا شاہراہ سے ہوتے ہوئے گذر رہے تھے۔ اس وقت اہالیان علی پٹی، ارکان دارالعلوم، اور اساتذہ وطلبہ نے شاہراہ پر ان کی شایان شان خیر مقدم کیا تھا اور ادارہ دیکھنے کی دعوت دی تھی۔ تربھون شاہ ان کی دعوت کو قبول کرتے ہوئے اپنے وزرا اور افسران کے ساتھ دارالعلوم ہذا پہونچے اور دارالعلوم کے ساتھ اظہار ہمدردی کرتے ہوئے اس کو ہر طرح کے تعاون کا یقین دلایا۔ بلکہ ساڑھے دس سو روپے (۱۰۵۰) کی گراں قدر رقم بطور انعام واکرام پیش کی۔

ان کے ساتھ آنے والے وزرا اور افسران کے اسمایہ ہیں۔

۳- جناب ڈاکٹر دِلّی رامن ریگمی (۱۹۱۳ء-۲۰۰۱ء) وزیر تعلیم

ڈاکٹر ریگمی نیپال میں بیسویں صدی کے عظیم مؤرخ تھے۔ انھوں نے نیپال کی تاریخ پر چار جلدوں میں بڑی ہی ضخیم کتاب لکھی ہے۔ فقیر کی کتاب میں جابجا ان کی کتابوں کے حوالے آئے ہیں۔

۴- جناب بشن بندھو تھاپا۔ (وزیر)

۵- جناب ڈاکٹر عبدالحی۔ ڈاکٹر ضلع ہاسپیٹل

۶- جناب شوم شمشیر جی۔ بڑے حاکم

۷- جناب احمد دین صاحب صدر جج کمیٹی

۸- جناب دل بہادر سریسٹھ (انچلادھس)

## تاجدار مدینہ کانفرنس

۴-۵/اپریل ۱۹۷۹ء/۱۳۹۹ھ کو دار العلوم ہذا کے زیر اہتمام دوروزہ عظیم الشان تاجدار مدینہ کانفرنس منعقد ہوئی جس میں ہند و نیپال کی اکابر شخصیات جلوہ بار ہوئیں۔ قائد اہلسنت، رئیس القلم علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ جمشید پور، بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی قدس سرہ مبارک پور، محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری، گھوسی، مفتی جید القادری مظفر پور، مولانا محمد حنیف قادری قدس سرہ، گلاب پور سسوا کٹیا، شیر نیپال مفتی جیش محمد برکاتی جنک پور اور مفتی محمد کلیم الدین رضوی براہیمی قدس سرہ مہدیا، شریک ہونے والے علما میں سرفہرست ہیں۔

## مدرسہ اصلاح المسلمین معروف بالجامعہ الحنفیۃ الغوثیہ،

## جنک پور دھام، (دھنوشا)

## ۱۹۹۳ بکرمی/۱۹۳۶ء

## تاریخی پس منظر و پیش منظر

''جنک پور'' شمالی بہار کے ضلع سیتامڑھی اور مدھوبنی سے متصل ترائی علاقے کا سب سے بڑا تاریخی، سیاحتی، صنعتی اور علمی شہر ہے۔ یہ عہد قدیم کا مشہور تاریخی شہر ہے جس کی نسبت راجہ سری دھوج ملقب بہ راجنک کی طرف ہے جو اس ریاست جنک پور کے چوبیسویں راجہ تھے۔ جیسا کہ تواریخ الفطرت معروف بہ آئینہ ترہت میں مذکور ہے۔ یہاں نیپال کا سب سے بڑا ''جانکی مندر'' واقع ہے جس کی تاریخ ڈیڑھ سو سال پرانی ہے۔ اور اس سے بھی قدیم رام مندر ہے جو ۱۸۳۱ء میں بنائی گئی۔ یہاں کی مسلم تاریخ کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلا کہ اس شہر میں مسلمان سترہویں صدی عیسوی کے نصف ثانی ۱۶۶۵ء پرتاپ ملّ کے زمانہ میں آکر آباد ہوئے۔ عہد قدیم میں یہ بہت ہی آباد شہر تھا لیکن بعد میں

ویران ہوگیا اس کی نئی آبادی پندرہویں یا سولہویں صدی میں بسائی گئی ہے۔ یہاں سب سے پہلے تُتما اور کُرمی (دھانک) قوموں کو خدمت، صاف صفائی اور کاشتکاری کے لیے لایا گیا۔ پھر حلوائی قدم کو مٹھائی بنانے کے لیے۔ اور مسلمانوں کو سبزی پیدا کرنے اور کپڑے سینے کے لیے بلا کر آباد کیا گیا۔

یہاں جانکی مندر کے قیام سے بہت پہلے سے مسلمان ترہت کے مختلف علاقوں سے آکر آباد ہو چکے تھے بعدہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں بڑی تعداد میں شمالی ہند کے مسلمانوں نے ادھر کا رخ کیا اور یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ مسلمانوں کی یہ آمد کبھی بھی موقوف نہیں ہوئی بلکہ روشن اور خوش حال مستقبل کی تلاش میں بہار کے مسلمان مسلسل یہاں آکر سکونت پذیر ہوتے رہے۔ یہاں آکر انھوں نے تجارت وحرفت اور خیاطی کے میدانوں میں نمایاں ترقی کی۔ شہر جنک پور میں آباد تقریبا سارے ہی مسلمانوں کا شجرۂ نسب ہندوستان سے ملتا ہے۔ جب مسلمان آج سے ساڑھے تین سو سال قبل یہاں آکر بسے تو وہ اپنی تہذیب وثقافت بھی ساتھ لائے۔ اسلامی تہذیب کے زیر اثر انھوں نے نماز پڑھنے کے لیے مسجد بھی بنائی اور اپنے بچوں کی تعلیم کے لیے مکاتب بھی قائم کیے۔

## مدرسہ اصلاح المسلمین

اس شہر میں سب سے پہلے مکتب کی بنیاد کب پڑی تاریخ سے اس کا پتہ نہیں چلتا، تاہم اس کی تاریخ بھی قدیم ہے۔ ۱۱ر دسمبر ۲۰۱۶ء کو کاتب سطور، الجامعۃ الحنفیۃ الغوثیہ کی تاریخ جاننے کے لیے وہاں حاضر ہوا۔ اس وقت وہاں مولانا مفتی محمد امیر الدین رضوی موجودہ شیخ الحدیث مدرسہ ہذا، مولانا محمد نعیم الدین ازہری استاذ مدرسہ ہذا اور کئی مقامی ذمہ داران ادارہ سے دو گھنٹہ تک طویل گفتگو کا سلسلہ چلا۔ ان میں معروف سماجی کارکن جناب محمد اصغر علی صاحب بھی موجود تھے۔ انھوں نے بتایا کہ آج سے سوا سو سال قبل کی بات ہے کہ مولانا محمد لیاقت مرحوم، ساکن مُسہرا، ضلع دربھنگہ، بہار یہاں تشریف لائے اور یہاں مکتب کا آغاز کیا۔ اس کے بعد اسی مکتب کے استاذ کی حیثیت سے مولانا سلیمان مرحوم،

ساکن گڑی نزد پوپری، ضلع سیتامڑھی تشریف لائے اور انھوں نے کافی دنوں تک درس و تدریس کا کام انجام دیا۔ اس کے بعد حضرت مولانا محمد مسلم مرحوم ساکن لوہا کپسیا، ضلع مدھوبنی تشریف لائے اور ۱۹۹۳ بکرمی مطابق ۱۹۳۶ء میں ''مدرسہ اصلاح المسلمین'' کے نام سے ایک دینی ادارہ کی داغ بیل ڈالی۔ انہیں کے زمانہ میں مولانا محمد ایوب مرحوم ساکن باڑالبوریا، سیتامڑھی اور ماسٹر محمد اختر مرحوم ساکن دوھی ضلع مدھوبنی یہاں تدریسی امور کے لیے بلائے گئے اور یہ ادارہ پورے شہر جنک پور کی علمی کفالت کرتا رہا۔

۲۰۲۶ بکرمی/۱۹۶۹ء مطابق ۱۳۸۷ھ میں مفتی محمد جیش برکاتی لہنوی۔ بحیثیت صدر المدرسین یہاں تشریف لائے اور اپنی محنت اور جہد مسلسل سے اس کے اندر ایک نئی روح پھونک دی۔ دیکھتے ہی دیکھتے یہ ادارہ ترائی نیپال کا ایک مرکزی دار العلوم بن گیا۔

۱۹۵۶ء مطابق ۲۰۱۲ بکرمی میں نیپال سرکار کی وزارت تعلیم نے اس کو منظوری دی۔

۱۹۸۶ء/ ۲۰۴۳ سال بکرمی میں مدرسہ مصباح المسلمین کے ساتھ ''حنفیہ'' کا اضافہ ہوا۔ اور ۲۰۴۵ سال بکرمی سے یہ ادارہ الجامعۃ الحنفیۃ الغوثیہ میں تبدیل ہوا۔

۲۰۱۸ سال بکرمی/ ۱۹۴۱ء میں دل بہادر سریسٹھ کے ہاتھوں جوتر بھون شاہ کے زمانہ میں جنک پور کے انچلادھس (سب سے بڑے حاکم) تھے مدرسہ ہذا کی ایک عمارت کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔

۱۲-۱۳/ مارچ ۱۹۷۳ء کو مدرسہ مصباح المسلمین کے زیر اہتمام جنک پور کے مسلمانوں کے تعاون سے مفتی جیش محمد برکاتی کی قیادت میں دوروزہ عظیم الشان کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ جس میں ہندو نیپال کے اکابر مشاہیر اہلسنت نے شرکت فرمائی۔ بالخصوص چشم و چراغ خاندان برکات، حضرت سید العلما سید شاہ آل مصطفی برکاتی، جلالۃ العلم، استاذ العلماء حضور حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی۔ مجاہد دوراں سید مظفر حسین کچھوچھوی۔ شیر بہار، حضرت مفتی محمد اسلم رضوی، مقصود پوری اور نبیرۂ سرکار مجی حضرت مولانا شاہ حمید الرحمٰن قادری رضوی علیہم الرحمۃ والرضوان اور مفتیٔ اعظم ہالینڈ مفتی عبد الواجد صاحب

دربھنگوی۔ وحضرت مفتی محبوب رضا روشن القادری پوکھریروی کے اسماء سرفہرست ہیں۔

جامعہ ہذا کے زمانۂ عروج میں یہاں درجۂ فضیلت تک تعلیم ہوتی تھی اور دستار بندی بھی ہوتی تھی۔ بعد میں کچھ داخلی اختلافات کا شکار ہوکر ادارہ انحطاط کا شکار ہوتا رہا اور اب تعلیم کا وہ معیار باقی نہیں رہا جو پہلے تھا۔ اس کے زمانۂ عروج میں بیرونی طلبہ کی تعداد ۲۰۰ر تک پہونچ جاتی تھی۔ ادارہ کی عمارت رہائش کے لیے ناکافی ہوتی۔ جامعہ ہذا میں تین عمارتیں ہیں۔ جن میں ایک سہ منزلہ ایک دومنزلہ اور ایک یک منزلہ ہے۔

اس ادارہ کی علمی خوشبو نیپال سے ہندوستان تک پہونچی اور بشمول نیپال ہندوستان کے متعدد صوبوں کے طلبہ نے یہاں سے علمی تشنگی بجھائی۔ نیپال اور شمالی بہار کے علاقوں میں سنیت مستحکم ہوئی۔ یہاں کے فیض یافتہ علما نے دیہاتوں میں جاکر مکاتب اور شہروں میں مدرسوں کی بنیادیں رکھیں۔

اس میں شک نہیں کہ اس کے علمی فیضان سے ہی اس خطہ میں جہالت کا خاتمہ ہوا اور سنیت کی باد بہاری چلی۔ ۲۰۷۲ بکرمی/ ۲۰۱۵ء میں مفتی جیش محمد برکاتی، شیخ الحدیث ومہتمم جامعہ ہذا اپنی ۴۵ر سالہ خدمات کے بعد جامعہ میں کئی سالوں سے جاری کشیدگی کے باعث سبکدوش ہوکر اپنے گھر تشریف لے آئے۔

## چند نمایاں فیض یافتہ علما

اس ادارہ نے اپنے زمانۂ اقبال وعروج میں بڑے بڑے اساطین فن پیدا کیے۔ یہاں کی ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد ہی وہ اس قابل ہوئے کہ وہ شمالی اتر پردیش کی بڑی درسگاہوں سے خوشہ چینی کرسکیں۔ چند ممتاز فیض یافتہ علما کے اسما حسب ذیل ہیں۔

(۱) مولانا عبدالحفیظ مصباحی رحمہ اللہ　　(جے نگر بیرا، مدھوبنی)

(۲) مولانا محمد عیسیٰ برکاتی　　(کپتول، دھنوشا)

(۳) مولانا محمد حسین ابوالحقانی مصباحی　　(لوکہا مدھوبنی)

(۴) مولانا محمد مستقیم برکاتی مصباحی　　جنکپور، دھنوشا)

(۵) مولانا محمد مجیب الرحمٰن برکاتی　　(برداہا، مہوتری)
(۶) مولانا احمد حسین برکاتی مصباحی　　(بکھری، سیتامرھی)
(۷) مولانا محمد اسلام الدین　　(کبلاسا، مہوتری)
(۸) مولانا محمد عثمان برکاتی، مصباحی　　(کپٹول، دھنوشا)

## شہر جنک پور کے مدارس

شہر جنک پور کو اگر نیپال کی علمی و اسلامی راجدھانی کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ الحمدللہ آج اس شہر کی مسلم آبادی ۱۰/ ہزار کے قریب پہونچ چکی ہے جہاں اہلسنت و جماعت کے آٹھ دینی ادارے بحسن وخوبی چل رہے ہیں۔ جن میں چھ طلبہ کے لیے اور دو صرف بچیوں کی تعلیم کے لیے قائم کیے گئے ہیں۔ جبکہ سلفی مکتب فکر کے بھی دو مدرسے یہاں چل رہے ہیں۔

ان اداروں کے اسماء حسب ذیل ہیں۔

(۱) مدرسہ مصباح المسلمین معروف بہ الجامعۃ الحنفیۃ الغوثیہ۔ سنہ قیام۔ ۱۹۹۳ بکرمی/ ۱۹۳۶ء

بانی: حضرت مولانا محمد مسلم مرحوم۔ وارڈ ۶　　معیار تعلیم: عالمیت

(۲) مدرسہ حنفیہ برکاتیہ۔ سال قیام ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء

بانی: حضرت مولانا محمد مستقیم برکاتی مصباحی۔ جنک پور

(۳) دارالعلوم نوری برکاتی۔ نزد ریلوے اسٹیشن۔ وارڈ ۱۔ سال تاسیس: ۱۹۹۵ء

بانی: حضرت مولانا محمد عیسیٰ برکاتی کپٹول، حالیہ مقیم جنک پور

۴۔ دارالعلوم فیضانِ مدینہ۔ وارڈ ۱۶، جنک پور۔ قائم شدہ: ۱۵/ جمادی الآخرہ ۱۴۲۹ھ/ ۸/ مئی/ ۲۰۰۸ء

بانی: قاضیٔ نیپال، مفتی محمد عثمان برکاتی مصباحی، کپٹول، دھنوشا۔

۵۔ الجامعہ القادریہ مدینۃ العلوم۔ قائم شدہ: ۱۵/ محرم الحرام ۱۴۲۹ھ/ جنوری ۲۰۰۸ء

بانی: حضرت مولانا محمد اسلم القادری۔ (اٹہروا کھریانی)

(۶) کلیۃ فاطمۃ الزہراء للبنات، برکاتی محلہ، نزد ریلوے اسٹیشن وارڈ ۱۔ قائم شدہ: شوال ۱۴۳۴ھ ۲۰۱۳ء۔ معیار تعلیم: عالمیت- بیرونی طالبات کی تعداد: ۸۵
بانی: حضرت مولانا محمد عیسیٰ برکاتی۔ جنک پور

(۷) جامعہ بنات المسلمین۔ پھول چوک وارڈ ۱ قائم شدہ: شوال ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۶ء
بانی: حضرت مولانا احمد حسین برکاتی۔ کپٹول، ضلع دھنوشا۔

(۸) مرکز الدراسۃ السنیۃ مدرسہ گلشن اجمیر۔ جنک پور وارڈ ۸
تاسیس: ۲۰۷۲ سال بکرمی۔ مطابق ۲۰۱۵ء
بانی: حضرت مولانا محمد شوکت علی امجدی فدائی نقشبندی۔

# ملک نیپال کے چند نمایاں مدارس

## ۱- مدرسہ مظہر العلوم، سسوا کٹیا، مہوتری

سال تاسیس: ۱۳۷۱ھ/ ۱۹۵۰ء
بانی اول: پیر حفیظ اللہ بانسو پٹی
بانی ثانی: حنیف ملت، مولانا حنیف القادری

ضلع مہوتری کا یہ دوسرا سب سے قدیم ادارہ ہے اس کی بنیاد ایک خدا رسیدہ بزرگ حضرت پیر حفیظ اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ ساکن بانسو پٹی، ضلع مدھوبنی کے ہاتھوں ۱۳۷۱ھ/ ۱۹۵۰ء میں رکھی گئی۔ جب آپ یہاں تشریف لائے اور مسلمانوں کی حالتِ زار، جہالت وپسماندگی اور بدعات وخرافات میں انہماک دیکھا تو سخت کبیدہ خاطر ہوئے۔ کٹیا کے ایک با اثر شخص کو تعلیم کے لیے ایک دالان وقف کرنے پر آمادہ کیا۔ وہ راضی ہوئے اور حافظ محمد یوسف صاحب کو تدریس اطفال پر مامور کر دیا۔ مقامی طلبہ کی کثرت نے ایک مدرسہ کے قیام پر مجبور کر دیا بالآخر مذکورہ بالا سنہ میں آپ نے اس کی

بنیاد رکھ دی۔ ابھی مدرسہ کی تعمیر مکمل نہیں ہوئی تھی کہ ہندو مسلم فساد برپا ہو گیا اور شر پسند عناصر مسلمانوں کے مال واسباب کے ساتھ ہی مدرسہ کے تعمیری ساز وسامان کو بھی لوٹ کر لے گئے۔ ایک سال تک مسلمان خوف کی نفسیات میں جیتے رہے۔ انھیں ایام میں پیر حفیظ اللہ شاہ دوبارہ تشریف لائے اور مسلمانوں کو حوصلہ دیا، ڈھارس بندھائی اور مدرسہ کی تعمیر پر ابھارا۔ آپ کے ایما پر لوگوں نے حضرت مولانا حنیف القادری علیہ الرحمہ کو بیلا اکڈارا سے بلایا اور مدرسہ کی تعمیر جدید کی طرف توجہ دی۔ اپنے استاذ گرامی فاضل بہار مفتی عظیم الدین مکن پوری حامدی قدس سرہ (م ۱۳۸۵ھ) کو بلا کر ان کے ہاتھ سے ۱۳۷۲ھ/۱۹۵۱ء میں مدرسہ کی تعمیر ثانی کا سنگ بنیاد رکھوایا۔ اس ادارہ کو پروان چڑھانے میں آپ کو سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔

آپ نے یہاں ایسی شمع فروزاں کی کہ پروانوں کا ہجوم ہونے لگا۔ اس مدرسہ کے فیض یافتگان سینکڑوں باکمال علما ہیں ان میں سرفہرست حضرت مفتی مصلح الدین قادری، مصنف شان خطابت، مفتی محمد نجم الدین مصباحی شہزادہ حنیف ملت، مولانا مفید عالم کٹیاوی، مولانا صفی اللہ قادری، مولانا مفتی محمود عالم مصباحی وغیرہم کے اسما ہیں۔

## ۲- مدرسہ جیلانیہ۔ ملنگواں، سرلاہی

سنہ قیام: ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۰ء، ۲۰۱۷ء بکرمی

ضلع سرلاہی کا ایک دوسرا قدیم ادارہ مدرسہ جیلانیہ، ہے جس کا قیام نبیرۂ اعلی حضرت، مفسر اعظم حضرت مولانا ابراہیم رضا خان عرف جیلانی میاں ابن حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان ابن مجدد اسلام اعلی حضرت مولانا شاہ احمد رضا قادری برکاتی علیہم الرحمۃ و الرضوان کے ہاتھوں ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۰ء میں ملنگواں ٹاؤن، ضلع سرلاہی میں ہوا تھا۔ یہ ادارہ آپ ہی کی جانب منسوب ہے۔

معیار تعلیم: مولویت۔

## ۳-الجامعۃ الرضویہ اصلاح المسلمین، بھمر پورہ، ضلع مہوتری

سال تاسیس: ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء

بانی وصدر اعلی: الحاج محمد زین الحق مرحوم

مدرسہ رضویہ اصلاح المسلمین، ترائی نیپال کا ایک قابل ذکر ادارہ ہے۔ تعلیم وتربیت اور تعمیر وترقی کے اعتبار سے اس علاقہ کا سب سے بڑا اور خوبصورت مدرسہ ہے۔ ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء میں اس کی بنیاد الحاج محمد زین الحق مرحوم، اور بھمر پورہ کے سنی مسلمانوں کے ہاتھوں رکھی گئی۔ معیار تعلیم پرائمری تا فضیلت ہے۔

حفظ وقراءت اور پرائمری کے شعبہ جات بھی بحسن وخوبی چل رہے ہیں۔ دو پختہ دار الاقامہ ودرسگاہ اور ایک چھپر پوش ہے۔ قیام مدرسہ سے لے کر اب تک یہاں تین بڑے اجلاس ہو چکے ہیں۔ پہلا اجلاس بنام ''صبح طیبہ کانفرنس'' ۲۸/، ۲۹/ شوال المکرم ۱۴۱۶ھ/ ۱۹/ ۲۰/ مارچ ۱۹۹۶ء/ ۶، ۷ گتے چیت ۲۰۵۲ بکرمی، بروز منگل، بدھ منعقد ہوا جس کی سرپرستی حضرت مفتی محمد کلیم الدین براہیمی قدس سرہ سرپرست آل نیپال سنی جمعیۃ العلما، صدارت فخر نیپال مفتی محمد اسرائیل رضوی مصباحی نے فرمائی۔ اور مہمان خصوصی وخطیب کی حیثیت سے وارث پنجتن حضرت سید شاہ یحی حسن میاں برکاتی مارہروی قدس سرہ، شہزادہ حضرت حافظ ملت پیر طریقت مولانا شاہ عبد الحفیظ صاحب قبلہ سربراہ اعلی جامعہ اشرفیہ مبارک پور، سراج الفقہا حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی صدر المدرسین الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور۔ خطیب اہل سنت مولانا عبد الوحید ربانی مرحوم مہتمم اعلی دار العلوم ربانیہ، ملتان، پاکستان (مرحوم ایک ہفتہ تک یہاں مقیم رہے اور متعدد مقامات پر تقریریں کیں) بلبل بنگال مولانا حنیف چتر ویدی، مولانا نصب العین چتر ویدی، سیوان وغیرہم نے شرکت فرمائی۔

دوسرا اجلاس بنام تاجدار مدینہ کانفرنس ودستار فضیلت مورخہ ۲۹/ ۳۰/ رجب ۱۴۲۳ھ/ ۷/ ۸/ اکتوبر ۲۰۰۲ء میں حضرت محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری گھوسی کی

سرپرستی میں منعقد ہوا اور طلبہ کو دستار فضیلت سے نوازا گیا۔

تیسرا اجلاس بنام ''محدث کبیر کانفرنس'' ۱۶؍شعبان ۱۴۳۷ھ/ ۲۴؍مئی ۲۰۱۶ء حضرت محدث کبیر دامت برکاتہم کی سرپرستی میں منعقد ہوا۔ اس وقت یہ ادارہ حضرت مولانا محمد داود رضوی مصباحی کی قیادت وصدارت میں ترقی کے اعلی منازل طے کر رہا ہے۔

۴- دار العلوم اہلسنت غوثیہ، نور العلوم۔ کھُر ہریا، ضلع روپندیہی۔

سال قیام: تخمینا ۱۳۹۲ھ

بانی: صوفیٔ باصفا حضرت الحاج مولانا محمد صدیق خان صاحب، ملقب بہ شیر نیپال، خلیفہ حضرت مفتیٔ اعظم راجستھان مفتی محمد اشفاق حسین نعیمی علیہ الرحمہ۔

۵- مدرسہ اشرفیہ، اظہار العلوم، براٹ نگر، مورنگ

سال تاسیس: ۱۹۷۶ء

بانی: شہزادۂ سرکار کلاں، شیخ اعظم حضرت سید محمد اظہار اشرف اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ

۶- دار العلوم قادریہ رشیدیہ، جلیشور، مہوتری

(سال تاسیس: ۲۰۳۴ بکرمی/ ۱۹۷۷ء)

دار العلوم قادریہ رشیدیہ، ضلع مہوتری کا ایک معروف دینی ادارہ ہے جس کی بنیاد بشکل مدرسہ ۲۰۳۴ بکرم سمبت مطابق ۱۹۷۷ء میں مسلمانان جلیشور کے ہاتھوں رکھی گئی۔ لار کے مسلمان تاجروں میں سے ایک نام حاجی عبد الرشید لاری کا آتا ہے ان کے چمڑہ اور اسپرٹ کا کاروبار ملک نیپال میں پھیلا ہوا تھا، جلیشور میں بھی ان کی اسپرٹ تیار کرنے کی فیکٹری تھی۔ جب ان کا وصال ہوگیا تو جلیشور کے مسلمانوں نے ان کی اہلیہ عائشہ خاتون سے درخواست کی کہ آپ کی فلاں جگہ خالی رہتی ہے آپ اس کو مدرسہ کے لیے وقف کردیں۔ انھوں نے یہ زمین اپنے منصف سے لکھوا کر مدرسہ کے لیے الاٹ

کردی زمین کا کل رقبہ ساڑھے تین کھٹہ نیپالی ہے۔ حاجی عبدالرشید کے نام پر اس کا نام دارالعلوم رشیدیہ طے پایا۔ جب مفتی محمد اشرف القادری قدس سرہ یہاں بحیثیت صدر المدرسین بحال ہوئے تو رشیدیہ سے پہلے قادریہ کا اضافہ فرمایا۔ مدرسہ کے قیام کے بعد اس کے سب سے پہلے صدر محمد اسماعیل انصاری مرحوم اور نائب صدر جناب عیسیٰ کیرانی اور اول خازن الحاج محمد عزرائیل صاحب مقرر ہوئے۔ تمام قدیم ذمہ داران اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں صرف الحاج محمد عزرائیل صاحب باقی رہ گئے ہیں جن سے پوچھ کر یہ حالات راقم سطور نے قلمبند کیے۔

حاجی عزرائیل صاحب سابق استاذ اردو، فارسی وعربی، پچھمی چندی، پرساد، مرار کا ہائی اسکول، جلیشور کا بیان ہے کہ مفتی اشرف القادری کے زمانہ میں یہاں درجۂ عالمیت تک تعلیم ہوئی بعد میں پھر انحطاط آیا۔ اس وقت تعلیم میں بہتری آئی ہے اور پھر درجۂ خامسہ تک کی تعلیم ہورہی ہے۔ یہ تمام معلومات راقم سطور نے مؤرخہ ۱۰/اپریل ۲۰۱۷ء کو مدرسہ قادریہ ہذا میں حاضر ہوکر وہاں کے موجودہ صدر غلام ربانی، سکریٹری، حاجی محمود عالم صاحبان کی موجودگی میں حاجی عزرائیل صاحب سے حاصل کیے۔ اس وقت بیرونی طلبہ ۶۳ جبکہ مقامی طلبہ کی تعداد ڈیڑھ سو ہے۔ اس ادارہ کو مہوتری ضلع میں ایک امتیازی مقام حاصل ہے اس کے فیض سے یہ پورا علاقہ فیض یاب ہورہا ہے۔ ادارہ کے پاس دو ذاتی عمارتیں اس وقت موجود ہیں۔

## ۷- جامعہ غوثیہ احسن البرکات، نیا بازار، کاٹھمنڈو۔

سال تاسیس: ۲۰۰۱ء۔

تعداد اساتذہ ۱۲، دیگر ملازمین ۵، بیرونی طلبہ کی تعداد ۳۲، مقامی طلبہ وطالبات ۵۴۔ شعبہ جات: حفظ وناظرہ۔ نرسری سے ۸/ویں کلاس تک اسکولی نظام کے مطابق۔ یہ جامعہ چار منزلہ پرشکوہ عمارت میں قائم ہے جس میں چار فلور واقع ہیں۔ پہلی منزل میں چیرمین

آفس، پرنسپل آفس، استقبالیہ آفس، اسٹاف کی رہائش گاہ اور دوسٹر دکانیں ہیں۔ دوسرے فلور پہ دس کلاس روم ہیں۔ تیسرے فلور پر طلبہ کے رہائشی کمرے، ڈائننگ ہال، ایک مہمان خانہ اور لائبریری واقع ہے اور چوتھے فلور پر ایک مسجد اور اس کے اوپر ایک مسجد کا ہال واقع ہے۔

ابتدا سے الحاج شاہد علی خان مرحوم اس کے چیرمین اور مہتمم اعلی تھے دو سال قبل ان کا وصال ہو گیا۔ موجودہ چیرمین جناب علی اختر مکرانی ہیں، جب کہ خزانچی شیخ شمس الدین ہیں اور مجلس انتظامیہ کے ممبران میں ماسٹر علاء الدین انصاری، لال بابو کباڑی، اشتیاق احمد، شہنواز، زین العابدین اور روح الامین صاحبان کے اسما قابل ذکر ہیں۔

بانی: مولانا نور محمد خالد مصباحی کپل وستو و حضرت مولانا شمس الہدی مصباحی، اشرفیہ، مبارک پور

۸- جامعہ اسلامیہ، احسن البرکات۔ تولہواں، کپل وستو۔

سال تاسیس: ۲۰۰۵ء۔ تعداد طالبات مقامی ۲۲۰۔ وبیرونی ۱۲۰

بانی: حضرت مولانا نور محمد خالد خان مصباحی (پ ۱۹۷۶ء)

۹- مدرسہ حنفیہ اشرفیہ، لہان، ضلع سرہا۔

بانی: عوام اہلسنت

سال تاسیس بشکل مکتب ۱۹۷۰ء، بتحریک جناب عبد القدوس (مرحوم)

بشکل دار العلوم ۱۹۸۵ء، بتحریک حافظ فقیر محمد پاکستانی

معیار تعلیم: مولویت، بیرونی طلبہ کی تعداد ۶۵

۱۰- مدرسہ فیض النبی نوری مرکزی دار القراءت، لوہنہ، ضلع دھنوشا۔

سنہ تاسیس: ۲۰۰۸ء

بانی: حضرت حافظ وقاری مولانا الحاج محمد نسیم احمد قادری

## ۱۱- الجامعۃ الاسلامیۃ صوت الرضا۔ پرڑیا، ضلع مہوتری۔

بانی: حضرت مولانا الحاج محمد امجد علی رضوی

سنہ تاسیس: ۱۲؍فروری ۲۰۱۲ء

بیرونی طلبہ ۴۰، مقامی ۷۰۔

معیار تعلیم: از پرائمری تا خامسہ

## ۱۲- الجامعۃ الرضویہ، بحر العلوم (بَسَت پور، سرلاہی)

قیام: ۲۲؍ربیع النور، ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء۔

بانی: حضرت مولانا محمد بشیر القادری

کل تعداد طلبہ وطالبات بیرونی ومقامی: ۳۲۰

معیار تعلیم: پرائمری، حفظ، تا عالمیت

## ۱۳- جامعۃ المدینۃ فیضان عطار، نیپال گنج

سال تاسیس وتعمیر: دسمبر ۲۰۱۱ء

مؤسس: تحریک دعوت اسلامی، نیپال

کل اساتذہ: ۱۰　　کل طلبہ: ۲۳۸

معیار تعلیم:　از ابتدا تا درجۂ فضیلت

درج ذیل علما بالترتیب ناظم جامعہ رہ چکے ہیں:

مولانا رضوان مدنی، مولانا عبد الستار مدنی، مولانا حسنین مدنی، مولانا وسیم مدنی، مولانا شاہد مدنی، مولانا خالد مدنی (فی الحال)

# نیپال کے طول وعرض میں سلفی مکتب فکر کے چند نمائندہ ادارے

## (۱) جامعہ سراج العلوم السّلفیہ

سال تاسیس ۱۹۱۴ء، جھنڈانگر، ضلع کپل وستو، نیپال

جامعہ سراج العلوم السّلفیہ، جھنڈانگر، نیپال میں سلفی مکتب فکر کا سب سے بڑا نمائندہ مدرسہ ہے۔ اس کی بنیاد الحاج نعمت اللہ خان، جھنڈانگری نے ۱۹۱۴ء میں ایک مسجد کی شکل میں رکھی تھی جو بعد میں چل کر مدرسہ سراج العلوم میں تبدیل ہوئی۔ ان کے وصال کے بعد ان کے صاحبزادہ مولانا عبدالرؤف جھنڈانگری کی قیادت میں یہ ادارہ عروج وارتقا کی انتہا پر پہونچا۔ فی الوقت ۳۵ بیگھہ (انڈین) وسیع رقبۂ اراضی پر پھیلا ہوا ہے۔ ۱۳۰۰ فٹ مربع زمین پر ایک مسجد اور ۶۵۰۰ فٹ مربع زمین پر دو باسٹل زیر تعمیر ہیں۔ معیار تعلیم درجۂ فضیلت تک ہے۔ اس کی سند جامعہ ملّیہ اسلامیہ، دہلی اور سعودی عرب کی متعدد جامعات میں داخلہ کے لیے تسلیم شدہ ہے۔ مدرسین کی تعداد ۲۷، غیر تدریسی ملازمین کی ۱۲ اور طلبہ کی تعداد تقریبا ایک ہزار ہے۔

## (۲) مدرسہ دارالسلام السّلفیہ سگڑھا۔

سال تاسیس: ۱۳۸۷ھ

مؤسسین: مولوی ابوالکلام، روضائی احمد، نورالہدی

معیار تعلیم: ازابتدا تا متوسطات

## (۳) الجامعۃ السلفیۃ، جنک پوردھام۔

سال تاسیس: ۱۹۷۸ء

مؤسسین: جناب مولوی عین الحق سلفی بلکٹوی وجناب مولوی شمس الحق سلفی بلکٹوی۔

۱۹۷۸ء میں یہاں سے سالانہ مجلہ ''الہادی'' بھی جاری کیا گیا تھا۔

یہ مدرسہ مشہور جانکی ٹیمپل کے جنوب مغرب میں واقع ہے۔ ایک دارالاقامہ، ایک درسگاہی عمارت اور ایک مسجد پر مشتمل ہے تعلیم از پرائمری تا متوسطات ہے۔

## (۴) جامعۃ الامام احمد بن حنبل الاسلامی، تولہواں، کپل وستو۔

سال تاسیس: ۱۹۸۰ء

مؤسس: مولانا عبدالرؤف جھنڈانگری

معیار تعلیم: از پرائمری تا ثانویہ مع حفظ قرآن۔ طلبہ و طالبات کی مقامی و بیرونی تعداد تقریباً ۸۰۰۔

## (۵) مدرسہ ابن باز، جنک پور، (۱۹۸۷ء)

یہ مدرسہ جنک پور ریلوے اسٹیشن سے جانب مشرق، ریلوے لائن سے متصل ایک وسیع و عریض زمین پر واقع ہے۔ اس کی بنیاد مولوی عبد السمیع اور کلام ادھیکاری نے ۱۹۸۷ء میں رکھی۔ یہ ادارہ سات کمروں اور ایک مسجد پر مشتمل ہے۔ آپسی زمینی تنازع کی بنیاد پر یہ ادارہ شکست و ریخت سے دوچار ہوتا رہا بالآخر کئی دہائیوں سے بند پڑا ہوا ہے۔ کبھی کبھی وقفہ وقفہ سے چند ماہ کے لیے کھلتا ہے مگر کسی سبب سے پھر بند ہو جاتا ہے۔

## (۶) کلیہ عائشہ صدیقہ، جھنڈانگر

سال تاسیس: ۱۹۸۹ء

مؤسس: مولانا عبدالرؤف جھنڈانگری

معیار تعلیم: از پرائمری تا فضیلت

## (۷) مرکز الفرقان الاسلامی، جنک پور دھام

یہ ادارہ جنک پور کے پول چوک وارڈ ۱ میں ایک عرصے تک کرایہ کے مکان میں چلتا

رہا لیکن چند سال قبل پول چوک سے پورب کولڈ اسٹور کے عقب میں ۱۶۰۰۰ مربع میٹر زمین پر منتقل ہو چکا ہے۔ جس میں ۳۴ کمرے ایک مسجد، ایک مطبخ، ایک اسٹور روم اور آٹھ طہارت خانے ہیں۔ اس کی بنیاد درج ذیل لوگوں نے مل کر رکھی:

مولوی عبدالرحیم ابوفہد مدنی، رئیس المرکز، داعی ومترجم اسلامی سینٹر امام سعودی عرب۔ مولوی محمد سلیم ساجد مدنی، نائب رئیس المرکز، ڈاکٹر شہاب الدین عظمت اللہ مدنی، ناظم اعلی مرکز ہذا، مولوی عطاء الرحمن ابوحماد مدنی، نائب ناظم اعلی، داعی ومترجم کاٹھمنڈو، نیپال۔(۱)

## دیوبندی مکتب فکر کے چند نمائندہ ادارے

(۱) مدرسہ نورالاسلام۔ انروا، سنسری

یہ دیوبندی مکتب فکر کا نیپال میں سب سے بڑا ادارہ ہے اور وسیع رقبہ آراضی پر پھیلا ہوا ہے۔ متعدد پرشکوہ عمارتوں پر مشتمل ہے۔ اس ادارہ کی معلومات کے لیے ہر ممکن کوشش کی ویب سائٹ وغیرہ پر دیکھا لیکن معلومات نہیں مل سکیں۔

(۲) جامعہ حسینیہ مفتاح العلوم

رمول، وارڈ ۴، ضلع سرہا، نیپال

سال تاسیس: ۱۳۸۱ھ/ ۱۹۶۲ء

معیار تعلیم: عربی اول تا پنجم مع حفظ وقرات

بیرونی طلبہ ۱۵۵۔ کل تعداد طلبہ وطالبات ۴۶۰

اساتذہ: ۲۰۔

(۳) دارالتعلیم والتربیت، رمول، سرہا وارڈ ۵

معیار تعلیم: از ابتدا تا عربی چہارم

اقامتی طلبہ: ۱۵۰　　غیر اقامتی: ۲۰۰

(۱) تفصیل کے لیے ماہنامہ ''البینہ'' نیپال ۲۰۱۲ء کا مطالعہ کریں۔

(۴) دار العلوم ہدایت الاسلام، انروا، وارڈ ۷، ضلع سنسری

معیار تعلیم: از پرائمری تا ثانویہ (عربی پنجم)

تعداد طلبہ مع بشاخ: ۱۲۳۰

(۵) مدرسہ تعلیم القرآن، اسلام ٹول، براٹ نگر

یہ مدرسہ ۱۴۲۸ھ/۲۰۰۸ء/۲۰۶۵ بکرمی میں اشوک چوک، محلہ اسلام ٹول، براٹ نگر وارڈ ۸ ضلع مورنگ میں قائم کیا گیا۔ معیار تعلیم از پرائمری تا عربی دوم ندوۃ العلما، لکھنؤ کے نصاب کے مطابق ہے۔ کل تعداد طلبہ وطالبات ۲۷۵ ہے۔

(۶) مدرسہ اسلامیہ فیض العلوم، گورکھا۔

گھیال چوک، وارڈ ۹، ضلع گورکھا۔ نیپال۔

سال تاسیس: ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۸ء

مقیم طلبہ: ۵۵

(۷) مدرسہ سیدنا ابوبکر لتحفیظ القرآن، گورکھا

گورپنا، ۲ ھالے، بھنجیانگ، گورکھا۔

تعداد طلبہ: ۴۴

نوٹ: ان مدارس کی تفصیلات دستیاب نہیں ہوسکیں۔ موجودہ معلومات ان مدرسوں کے سالانہ پوسٹرز سے حاصل کی گئی ہیں۔

# مصادر و مراجع

## عربی مصادر


| نمبر شمار | مصنف / مؤلف | کتاب / رسالہ | مطبع / ناشر |
|---|---|---|---|
| ۱ | إشراف و مراجعہ، ابراہیم حلیم الغوری | اطلس العالم | دار الشرق العربي للطباعة والنشر، لبنان، ۲۰۰۶ء |
| ۲ | محفوظ عالم الفلاحی | الأقلية المسلمة و مشكلاتهم فی نيبال | بحث متقدمة للماجستير بالجامعة الإسلامية العالمية، بنغلاديش، غير مطبوع |
| ۳ | احمد بن یوسف القرمانی | اخبار الدول و آثار الأول | جلد: ۲، مطبوعہ ۱۹۹۲ء |
| ۴ | ابو ریحان محمد بن احمد البیرونی الخوارزمی (۳۶۲ھ-۴۴۲ھ) | تحقيق ما للهند من مقولة مقبولة فی العقل | مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد دکن، ۱۳۷۷ھ/۱۹۵۸ء |
| ۵ | مؤلف مجہول | حدود العالم من المشرق إلى المغرب | الدار الثقافية، القاهرة، مصر، ۲۰۰۲ء |
| ۶ | شیخ عبد الرحمن السیوطی | الدر المنثور فی التفسير المأثور | دار الفكر للطباعة والنشر، بیروت ۱۹۹۳ء |
| ۷ | محمد بن عبد اللہ لواتی طنجی، معروف بہ ابن بطوطہ (م ۷۷۹ھ) | رحلة ابن بطوطة۔ شرح طلال الحرب | دار الكتب العلمية، بیروت ۲۰۰۲ء |
| ۸ | ڈاکٹر سید علیم اشرف جائسی | فصول فی التعريف بالهند العربية الإسلامية | دار العلوم جائس، رائے بریلی، یوپی۔ ۲۰۰۳ء |
| ۹ | محمد بن ناصر العبودی | فی نيبال، بلاد الجبال | مطابع الفرزدق التجارية، الرياض: ۱۹۸۹ء |
| ۱۰ | منزل من اللہ | قرآن مجید | |
| ۱۱ | مسعودی | مروج الذهب۔ ج: اول | دار الفكر بيروت ۲۰۰۵ء |

## فارسی مصادر

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۱۲ | قاضی سید نورالحسین، امین اعلیٰ وصدر عظیم آباد | آثار شرف (فارسی) | مرقومہ ۱۲۸۳ھ / ۱۸۷۷ء۔ مطبوعہ ۱۳۳۲ھ |
| ۱۳ | شیخ عبدالحق محدث دہلوی | أخبار الأخیار فی أسرار الأبرار | کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند |
| ۱۴ | عبدالصمد بن افضل محمد بن یوسف الانصاری | اخبار الاصفیا در احوال الاولیا (فارسی) | خدا بخش اورینٹل لائبریری، پٹنہ |
| ۱۵ | ابوالفضل | آئینہ کبریٰ | سرسید ایڈیشن |
| ۱۶ | شیخ وجیہ الدین فرنگی محلی | بحر ذخار | قلمی۔ مخطوطہ |
| ۱۷ | محمد علی انصاری عظیم آبادی | تالیف محمدی | قلمی مخطوطہ، خدا بخش لائبریری |
| ۱۸ | سید شاہ محمد نور سہروردی | تذکرہ مخدوم سید سلطان احمد چرم پوش | قلمی مخطوطہ مرقومہ ۱۲۸۷ھ |
| ۱۹ | مفتی غلام سرور لاہوری | خزینۃ الاصفیا | |
| ۲۰ | سید جلال الدین بن سید حامد بن جلال حسینی شطاری | ذکر شعیب | قلمی مخطوطہ خانقاہ منعمیہ، میتن گھاٹ، پٹنہ |
| ۲۱ | سید محمد بن مبارک کرمانی (۷۷۰ھ) | سیر الاولیاء (قدیم فارسی) | مخطوطہ ۱۰۶۹ھ خواجہ حسن نظامی دہلوی طبع اول: نومبر ۲۰۱۰ء |
| ۲۲ | قاضی سراج الدین منہاج عثمان جوزجانی | طبقات ناصری (فارسی) | مطبوعہ کلکتہ ۱۸۶۴ء ناشر، کپتان لیس |
| ۲۳ | سید احمد امین فردوسی | گل فردوس در احوال خواجگان فردوس (منظوم) | مطبوعہ، مطبع نامی منشی نول کشور، لکھنؤ۔ ۱۳۰۱ھ / ۱۸۸۴ء |

## اردو مصادر


| | | | |
|---|---|---|---|
| ۲۴ | سید شاہ مراد اللہ منیری | آثار منیر | اشاعت اول ۱۳۶۷ھ |
| ۲۵ | شیخ عبدالحق محدث دہلوی | اخبار الاخیار | ادبی دنیا، نیا محل دہلی ۶ |
| ۲۶ | قاضی محمد اسمٰعیل قدیمی (۱۲۹۱ھ-۱۲۳۸ھ) | اخبار الاولیا ترجمہ وتدوین پروفیسر سید شمیم الدین احمد منعمی | ناشر: خانقاہ منعمیہ، میتن گھاٹ، پٹنہ ۲۰۰۶ء |
| ۲۷ | عبدالرقیب حقانی | ارض بہار اور مسلمان | ناشر، خدا بخش اورینٹل لائبریری، پٹنہ۔ ۲۰۱۲ء |
| ۲۸ | شاہد حسین عظیم آبادی | اسوۂ حسنہ (غوث بنگالہ) | تاج آفسیٹ پریس، الہ آباد۔ ۱۹۸۲ء |
| ۲۹ | مرتبین | اشرف العلما نمبر | ماہنامہ ماہ نور دہلی۔ ۲۰۰۸ء |
| ۳۰ | علامہ ارشد القادری | ایک سفر دہلی سے سہارن پور تک | |
| ۳۱ | مفتی محمد عثمان رضوی | آئینہ حق نما | زاہد ملت ٹرسٹ، علی پٹی، نیپال، ۲۰۱۵ء |
| ۳۲ | ابوالحسن علی ندوی | تاریخ دعوت وعزیمت | مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، لکھنؤ۔ ۲۰۰۷ء |
| ۳۳ | سید اقبال احمد جونپوری | تاریخ سلاطین شرقی وصوفیاے جونپور | |
| ۳۴ | محمد قاسم فرشتہ | تاریخ فرشتہ ترجمہ عبدالحی خواجہ | مکتبہ ملت دیوبند، ۱۹۸۳ء |
| ۳۵ | سید محمد فیروز اختر ار غونی مداری | تاریخ مدار الاولیا | خانقاہ مداریہ، مکن پور شریف ۲۰۱۲ء |
| ۳۶ | مولانا سید محضر علی وقاری مداری | تاریخ مدار عالم | خانقاہ مداریہ مکن پور۔ یوپی۔ ۲۰۱۰ء |
| ۳۷ | مولوی فصیح الدین بلخی | تاریخ مگدھ | خدا بخش اورینٹل لائبریری، پٹنہ ۲۰۰۱ء |
| ۳۸ | شیخ محمد اکرام | تاریخ ہندوستان | ادبی دنیا نیا محل دہلی-۲۰۰۶ء |

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۳۹ | مولانا شاہد القادری | تجلیات تاج الشریعہ | رضا اکیڈمی، ممبئی۔ ۲۰۰۹ء |
| ۴۰ | ڈاکٹر رضاء الحق علیمی، علیگ | تجلیات حنیف ملت | ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دلی-۶-۲۰۱۶ء |
| ۴۱ | مولانا فیضان الرحمٰن سبحانی | تجلیات نیر | مکتبہ واجدیہ، دہلی۔ مارچ ۲۰۱۵ء |
| ۴۲ | مفتی محمود احمد رفاقتی مظفر پوری | تذکرہ علمائے اہل سنت | سنی دار الاشاعت، فیصل آباد۔ پاکستان باردوم۔ ۱۹۹۲ء |
| ۴۳ | مولانا محمد الیاس مصباحی | تذکرہ علمائے اہلسنت | سیتامڑھی ۲۰۱۳ء |
| ۴۴ | خواجہ حیدر علی پاکستان | تذکرۂ محدث سورتی | |
| ۴۵ | ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی | تذکرہ مشائخ عظام | المجمع الاسلامی، مبارک پور |
| ۴۶ | مولانا عبد المجتبی رضوی، سندر پوری | تذکرہ مشائخ قادریہ برکاتیہ رضویہ | المجمع المصباحی، مبارک پور ۲۰۰۲ء |
| ۴۷ | ڈاکٹر احمد مجتبی صدیقی | تذکرہ مشائخ مارہرہ | البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ علی گڑھ |
| ۴۸ | بابو لال بہاری، وکیل عدالت در بھنگہ | تواریخ الفطرت معروف بہ آئینۂ ترہت | بہار، کشمیر، لکھنؤ، ۱۹۸۳ء |
| ۴۹ | پروفیسر محمد حبیب، پروفیسر خلیق احمد نظامی | جامع تاریخ ہند | قومی کونسل، برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی ۱۹۸۴ء |
| ۵۰ | علامہ محمد احمد مصباحی، مولانا عبد المبین نعمانی، مولانا مقبول احمد سالک مصباحی | جہان مفتی اعظم | رضا اکیڈمی، ممبئی ۲۰۰۷ء |
| ۵۱ | مولانا انس اختر مصباحی | چند ممتاز علمائے انقلاب ۱۸۵۷ء | دار القلم، ذاکر نگر، نئی دہلی ۲۰۰۷ء |
| ۵۲ | سید شاہ فرید الحق عمادی | حالات فخر زماں شہاب الدین پیر جگجوت | خانقاہ عمادیہ، منگل تالاب، پٹنہ ۱۴۳۰ھ |
| ۵۳ | شیخ حسن شاہ صابری | حقیقت گلزار صابری | مکتبہ جام نور، مٹیا محل، دہلی |

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۵۴ | مولانا حامد القادری | حیات جلالۃ الارشاد | خانقاہ قادریہ تھتھیاں شریف۔ ۱۹۹۷ء |
| ۵۵ | مولانا بدر القادری (ہالینڈ) | حیات حافظ ملت | المجمع الاسلامی مبارک پور-۲۰۰۸ء |
| ۵۶ | مولانا ابوالحسن مصباحی | حیات حضور محدث کبیر | دائرۃ المعارف الامجدیہ، گھوسی ۲۰۱۴ء |
| ۵۷ | مولانا عطاء النبی حسینی | حیات زاہد ملت | فخر ملت فاؤنڈیشن، ۲۰۱۷ء |
| ۵۸ | سید محمد اشرفی، محدث اعظم ہند | حیات غوث العالم | شیخ الاسلام اکیڈمی، مغل پورہ، حیدرآباد |
| ۵۹ | مفتی عبدالواجد قادری | حیات مفسر اعظم | اشاعت بار سوم، ۲۰۱۶ء |
| ۶۰ | محمد اسلام رضوی | خدمات الاسلام | حجۃ الاسلام اکیڈمی، بریلی شریف |
| ۶۱ | | ریاض تربت | مشرق نور، ۱۳۸۵ھ |
| ۶۲ | مولانا مبارک حسین مصباحی | سیدین نمبر | ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور، ۲۰۰۲ء |
| ۶۳ | مفتی اشرف القادری | الشرح النوری بشرح عقائد النسفی | خانقاہ امانت شرعیہ، نیپنی نیپال |
| ۶۴ | مرتبین کا گروپ | شیخ اعظم | جمعیۃ الاشرف، اسوسی ایس مومنٹ کچھوچھہ شریف ۲۰۱۲ء |
| ۶۵ | علامہ عبدالحکیم شرف قادری | شیشے کا گھر | مطبوعہ لاہور |
| ۶۶ | سید شاہ علی حسین اشرفی میاں، کچھوچھوی | صحائف اشرفی | ناشر، ادارہ فیضان اشرف، سنی دار العلوم محمدیہ، ممبئی ۱۹۹۶ء |
| ۶۷ | سید محمد علی حسین اشرفی میاں | صحائف اشرفی حصہ اول | فیضان اشرف، سنی دار العلوم محمدیہ، ممبئی ۱۹۹۶ء |
| ۶۸ | مولانا ڈاکٹر محمد علی ارشد شرفی | ضیاء القلوب مترجم | ناشر، خانقاہ بلخیہ فردوسیہ بہار شریف ۱۴۳۸ھ / اکتوبر ۲۰۱۶ء |
| ۶۹ | مفتی عبدالواجد قادری | غوث بنگالہ | المؤسسۃ الواجدیہ، قلعہ گھاٹ، دربھنگہ-۲۰۱۱ء |
| ۷۰ | ڈاکٹر سطوت بانو | فارسی کے اہم صوفی شعرا | ڈاکٹر سطوت بانو، ۲۰۱۰ء |

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۷۱ | علامہ ارشد القادری | فغان درویش | مطبوعہ دہلی |
| ۷۲ | ونسنٹ اے سمتھ مترجم خلیل الرحمٰن | قدیم تاریخ ہند مترجم | مشتاق بک کارنر، اردو بازار لاہور مرقومہ ۱۹۱۴ء |
| ۷۳ | مولانا سید اجمل حسین کچھوچھوی | قطب عالم، جہاں گیر ثانی | خانقاہ اشرفیہ، جہاں گیریہ، کچھوچھہ |
| ۷۴ | علی بن عثمان الہجویری | کشف المحجوب مترجم | رضوی کتاب گھر-۱۹۸۸ء |
| ۷۵ | مفتی محمد اسرائیل رضوی | گلشن علم وادب | ناشر، دار العلوم قادریہ، مصباح المسلمین علی پٹی۔ ۱۴۰۰ھ |
| ۷۶ | حضرت نظام الدین یمنی | لطائف اشرفی (مترجم) | مخدوم اشرف اکیڈمی، کچھوچھہ ۲۰۱۵ء |
| ۷۷ | ابرار حسین فاروقی | مآثر دلاوری | مطبوعہ ۱۹۶۵ء |
| ۷۸ | مولانا ریحان رضا انجم مصباحی | محبوب الاولیا کا نقش حیات | سرکار مجبی اکیڈمی، بسفی، مدھوبنی |
| ۷۹ | محمد سعید الحق | محمد بن قاسم سے اورنگ زیب تک | اریب پبلیکیشنز، دریا گنج، نئی دہلی۔ ۲۰۰۷ء |
| ۸۰ | سید ابو ظفر ندوی | مختصر تاریخ ہند | معارف اعظم گڑھ، طبع ہفتم ۱۹۸۹ء |
| ۸۱ | مولانا فرید احمد عباس نقشبندی | مدار اعظم | بھیکم پور علی گڑھ۔ ۱۹۸۳ء |
| ۸۲ | شیخ عبد الرحمٰن چشتی دہلوی | مرآۃ الاسرار | ادبی دنیا، مٹیا محل، دہلی |
| ۸۳ | مولانا غلام نبی فردوسی | مرآۃ الکونین | مطبع نامی منشی، نول کشور، لکھنؤ |
| ۸۴ | صوفی وحید الحسن | مشائخ گورکھپور | |
| ۸۵ | سید شاہ فرید الحق عمادی | مناجات اولیا و اصفیا | خانقاہ عمادیہ، منگل تالاب پٹنہ ۲۰۰۱ء |
| ۸۶ | مخدوم شعیب فردوسی | مناقب الاصفیا | مکتبہ شرف، بیت اشرف، خانقاہ معنمیہ، بہار شریف، نالندہ۔ ۲۰۰۱ |

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۸۷ | مولانا عبدالواسع صدیقی، بھاگل پوری | مناقب شعیب | تاج ریس، باری روڈ، گیا، ۱۹۶۴ء |
| ۸۸ | ملا عبدالقادر بدایونی | منتخب التواریخ، ترجمہ ڈاکٹر علیم اشرف خان | قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نئی دہلی ۲۰۰۸ء |
| ۸۹ | مجموعۂ مرتبین | نذر مقبول | مطبوعہ ۱۹۷۰ء۔ یہ کتاب ۸۰۰ / صفحات پر مشتمل ہے۔ ابتدا میں ۵/ آرٹیکلز مقبول احمد لاری اور نیپال سے متعلق ہیں۔ |
| ۹۰ | حفظ الرحمٰن علیگ | نیپال کا جغرافیہ و تاریخ | لمبنی آدرش ۹، روپندیہی۔ نیپال۔ ۱۹۹۸ء |
| ۹۱ | مولانا ریحان رضا انجم مصباحی | نیپال کی تین مقدس شخصیتیں | سرکار مجھی اکیڈمی، بسفی، مدھوبنی |
| ۹۲ | ڈاکٹر نسیم اختر | نیپال میں اردو | ناشر، سلسلہ پٹنہ، تقسیم کار کتاب منزل سبزی باغ پٹنہ مطبوعہ ۲۰۰۴ء |
| ۹۳ | ڈاکٹر نسیم احمد | نیپال میں اردو زبان و ادب | مطبوعہ ۲۰۰۹ء |
| ۹۴ | ملا بشیر الدین احمد | واقعات دار الحکومت، دہلی | اردو اکادمی، دہلی ۲۰۱۲، طبع اول ۱۹۱۹ء |
| ۹۵ | خواجہ محمد اعظم دیدمری (۱۱۰۳ھ-۱۱۷۹ھ) | واقعات کشمیر (فارسی) اردو ترجمہ پروفیسر شمس الدین احمد | جموں اینڈ کشمیر، اسلامک ریسرچ سینٹر سری نگر ۲۰۱۳ء |
| ۹۶ | مولانا سید فرزند علی منیری | وسیلۂ شرف | مطبوعہ ۱۳۱۳ھ۔ مطبع احسن، پٹنہ |

# جرائد و مجلات و اخبارات

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۹۷ | | آزاد، دائرۃ المعارف ویکیپیڈیا | |
| ۹۸ | ھدیٰ ڈائجسٹ ج سوم | اولیاء اللہ نمبر ستمبر ۱۹۸۸ء | مطبوعہ کان پور |
| ۹۹ | | پندرہ روزہ رفاقت پٹنہ | شمارہ ۹۔ ج ۴۔ یکم مئی ۱۹۸۴ء |
| ۱۰۰ | | روزنامہ انقلاب وارانسی | اگست ۲۰۱۵ء |
| ۱۰۱ | ایڈیٹر سید نجیب حیدر قادری | سالنامہ اہل سنت کی آواز | خانقاہ قادریہ برکاتیہ، مارہرہ ۲۰۱۴ء |
| ۱۰۲ | سید نجیب حیدر قادری | سالنامہ اہل سنت کی آواز | خانقاہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ شریف ۲۰۱۰ء |
| ۱۰۳ | مجموعۂ مرتبین | سالنامہ روشنی، ویشالی مدارس بہار نمبر | المعین فاؤنڈیشن، خانقاہ تیغیہ یوسفیہ چاندپور فتح پور - ۲۰۱۵ء |
| ۱۰۴ | مولانا مبارک حسین مصباحی | صدر الشریعہ نمبر | ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور |
| ۱۰۵ | مولانا مبارک حسین مصباحی | ماہنامہ اشرفیہ | فروری ۲۰۰۲ء۔ مبارک پور، اعظم گڑھ |
| ۱۰۶ | | ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف | جمادی الاولی ۱۳۸۵ھ/۱۹۶۵ء |
| ۱۰۷ | | ویکیپیڈیا، الموسوعۃ الحرۃ، الاسلام حسب البلد۔ | |

# انگریزی مصادر


| | |
|---|---|
| (1) | A visit to Janakpur , Mahendra Malongiya- Publisher: Mazdoor Pustak Bhavan- Janakpur. |
| (2) | Ancient Nepal , Dr. Regmi - Published in Delhi 2007- First ed-1965 A.D. |
| (3) | Biographical encyclopedia of Sufis south Asia , N. Hanif - 2000A.D. |
| (4) | Constitution of Nepal, 2015- Preliminary 2015droft |
| (5) | History of Nepal, Denial Wright- Second- Indian ed. 1958 A.D. From Calcutta- First edition Cambridge London -1877 |
| (6) | http://ar.wikipedia. org/Wiki/Janki Mandir |
| (7) | http://ar.wikipedia. org/Wiki/Nepal |
| (8) | Mediaeval history of Nepal , L. Petech- - Published Roma ed. 1958 A.D. |
| (9) | Medieval Nepal, Dr. D.R. Regmi [1913-2001, A.D.] Published 2007 in New Delhi. First ed. 1965 A.D. |
| (10) | Muslim Awaz [megazine] Pulished by NMFN- |
| (11) | Muslims of Nepal, Shamima Siddiqa - 1st ed. 1993 A.D. |
| (12) | Nepal Demographics Profile – 2014 |
| (13) | Notes on Nepal. Asian educational services- New Delhi, H.H. Risley - Madras- 1992- First ed. 1896 A.D. |
| (14) | People of Nepal , D.B.Bista - 3rd ed. 1976 A.D. |
| (15) | Social Ethnography of hill muslims of Nepal , Dr. Parkash Upadhyay - Pub. by Adroit Publishers, New Delhi |
| (16) | The Preaching of Islam, T.W. Arnold. MA. C.I.F- - London constable Company Ltd. 1913 |
| (17) | Religions In Nepal- Dr. Trilokchandra- Published: 2013 A.D. |

# اشاریہ (Index)

## اَعلام

### (آ)


| نمبر شمار | اَعلام | صفحات |
|---|---|---|
| ۱ | آدم (علیہ السلام) | ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳ |
| ۲ | آل الرحمٰن | ۳۱۷ |
| ۳ | آل مصطفیٰ (سید العما) | ۲۸۰، ۲۹۶، ۳۵۴، ۳۹۵، ۵۰۰ |
| ۴ | آفتاب احمد (لاری) | ۱۲۱ |
| ۵ | آل رسول حسنین (نظمی میاں) | ۲۸۱، ۲۸۴، ۲۹۶ |
| ۶ | آل رسول احمدی | ۲۵۷، ۲۸۵ |
| ۷ | آل مصطفیٰ (مصباحی) | ۳۱۶، ۴۴۸، ۴۸۷ |
| ۸ | آنند اہل | ۵۶ |
| ۹ | آوشکتی (جانکی جی) | ۶۰ |


### (الف)


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | امجد علی اعظمی (صدر الشریعہ) | ۲۶۴، ۲۸۱، ۳۳۴، ۳۴۱، ۳۴۸، ۳۵۵، ۳۷۲، ۳۳۷، ۳۷۴، ۳۹۷، ۴۲۰ |
| ۲ | ارشد القادری (علامہ) | ۲۳۳، ۲۶۵، ۲۷۴، ۲۷۶، ۳۰۰، ۳۵۵، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۶۰، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۷۴، ۳۷۶، ۳۸۷، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۲۰، ۴۴۸، ۴۹۸ |
| ۳ | اختر رضا (تاج الشریعہ) | ۲۹۶، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۲۷، ۳۴۳، ۳۶۹، ۳۸۱، ۴۰۵، ۴۳۳، ۴۴۱، ۴۵۶، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۹، ۴۹۴ |
| ۴ | ابن بطوطہ | ۴، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۳ |
| ۵ | ایل پنک | ۵ |

| | | |
|---|---|---|
| ۶ | ابوبکر احمد (ملیباری) | ۴۳۱،۴۲۹،۴۲۸،۲۲،۱۶،۱۵ |
| ۷ | اشوک سمراٹ | ۵۰،۴۲،۱۷ |
| ۸ | اشتیاق (ایوبی) | ۳۶۴،۲۳،۱۸ |
| ۹ | افضال احمد (ماسٹر) | ۲۴ |
| ۱۰ | احمد حسین | ۲۴ |
| ۱۱ | انکشاف احمد | ۲۵ |
| ۱۲ | ابرہیم حلیمی (الغوری) | ۲۷ |
| ۱۳ | ابوریحان محمد (البیرونی) | ۲۹ |
| ۱۴ | اے سمتھ | ۴۳ |
| ۱۵ | ایچ ایچ رسلے | ۵۰،۴۵ |
| ۱۶ | ارجن | ۴۸ |
| ۱۷ | اشوک اعظم (شہنشاہ) | ۶۵،۴۹ |
| ۱۸ | استھرکا | ۴۹ |
| ۱۹ | انشوورما | ۵۵،۵۴ |
| ۲۰ | امشوورما | ۵۶ |
| ۲۱ | اری مالا | ۵۶ |
| ۲۲ | اورنگ زیب عالمگیر (بادشاہ) | ۴۳۸،۴۳۷،۱۱۵ |
| ۲۳ | احمد خان | ۵۹ |
| ۲۴ | امر سنگھ تھاپا (گورکھا فوجی جنرل) | ۶۱ |
| ۲۵ | ایشوریا دیوی | ۶۸ |
| ۲۶ | امرت بوہرا | ۲۹ |
| ۲۷ | اولی | ۷۱ |
| ۲۸ | ابوالحسن علی | ۷۹ |
| ۲۹ | احمد بدیع الدین (حلبی) | ۱۴۶،۱۴۱ |
| ۳۰ | اختیار الدین (خلجی) | ۱۴۴،۸۷،۸۵،۸۴ |
| ۳۱ | ابوظفر ندوی | ۸۵ |
| ۳۲ | ابوعمر منہاج الدین (جوزجانی) | ۸۶ |

| | | |
|---|---|---|
| ۳۳ | الف خان | ۱۰۳ |
| ۳۴ | الیاس | ۱۰۴ |
| ۳۵ | امام تاج فقیہ | ۱۱۴ |
| ۳۶ | ارشاد احمد (لاری) | ۱۲۱ |
| ۳۷ | ابوالکلام (لاری) | ۱۲۱ |
| ۳۸ | امتیاز خان | ۱۲۳ |
| ۳۹ | امتیاز الدولہ | ۱۲۳ |
| ۴۰ | اکنرلونی (جنرل) | ۱۲۶ |
| ۴۱ | احمد اللہ شاہ مدراسی | ۱۲۸، ۱۲۹ |
| ۴۲ | ابرار حسین فاروقی | ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۲، ۱۳۵ |
| ۴۳ | اقبال احمد | ۱۴۱ |
| ۴۴ | اظہر علی مدراسی | ۱۴۲ |
| ۴۵ | احمد (صالح) | ۱۴۲ |
| ۴۶ | اسمٰعیل | ۱۴۲ |
| ۴۷ | اسمٰعیل (ثانی) | ۱۴۲ |
| ۴۸ | ابوطالب | ۱۴۲، ۱۵۱ |
| ۴۹ | ابویوسف | ۱۴۲ |
| ۵۰ | ابوالقاسم محمد | ۱۴۲ |
| ۵۱ | ابوالعباس احمد (ابن مسروق خراسانی) | ۱۴۳، ۱۴۴ |
| ۵۲ | اشرف جہاں گیر سمنانی | ۱۴۹، ۲۵۴، ۲۵۵ |
| ۵۳ | ابن جریر طبری | ۱۵۰، ۱۵۱ |
| ۵۴ | ابن ابی حاتم | ۱۵۰ |
| ۵۵ | ابن عساکر | ۱۵۱ |
| ۵۶ | انیس عالم نستوی | ۱۵۷، ۳۳۳، ۳۳۸، ۳۵۱، ۴۰۵ |
| ۵۷ | احمد بن عمر (نجم الدین کبریٰ) | ۱۵۸ |
| ۵۸ | ابوالحسن علی ندوی | ۱۵۹، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۷، ۲۲۷، ۲۳۳ |
| ۵۹ | احمد (شرف الدین) | ۱۶۳ |

| | | |
|---|---|---|
| ۶۰ | اسرائیل (ابن امام تاج فقیہ) | ۱۶۳ |
| ۶۱ | ابوبکر ابراہیم | ۱۶۷ |
| ۶۲ | امین احمد فردوسی | ۱۶۹،۱۷۶،۱۷۷ |
| ۶۳ | احمد چرم پوش | ۱۸۳،۱۸۶،۱۸۷،۱۸۸،۱۸۹،۱۹۰،۲۰۵ |
| ۶۴ | احمد دمشقی | ۱۹۰ |
| ۶۵ | احمد امین سہروردی | ۱۹۰ |
| ۶۶ | احمد فاروقی سرہندی (مجدد الف ثانی) | ۲۰۰،۴۲۰ |
| ۶۷ | ابراہیم بن ادہم بلخی | ۲۰۰،۲۲۴ |
| ۶۸ | امیر ابوالعلا احراری | ۲۰۰،۲۰۱ |
| ۶۹ | اسد اللہ ابوالعلائی | ۲۰۱ |
| ۷۰ | اعزالدین احمد اندرابی | ۲۰۵،۲۰۶ |
| ۷۱ | اشرف اندرابی | ۲۰۶ |
| ۷۲ | احمد تارابلی کشمیری | ۲۰۷ |
| ۷۳ | احمد (مؤلف تاریخ حسن) | ۲۰۵ |
| ۷۴ | احمد سعید مجددی | ۲۰۹ |
| ۷۵ | اکبر خان | ۲۱۱ |
| ۷۶ | ابومحمد چشتی (خواجہ) | ۲۲۴ |
| ۷۷ | ابواحمد چشتی (خواجہ) | ۲۲۴ |
| ۷۸ | ابواسحاق (شامی چشتی) | ۲۲۴،۲۲۵ |
| ۷۹ | ابواللیث سمرقندی | ۱۳۰ |
| ۸۰ | اوحدالدین کرمانی (شیخ) | ۲۳۰ |
| ۸۱ | ابوحفص اوشی | ۲۳۰ |
| ۸۲ | ابوحنیفہ (امام اعظم) | ۲۳۴ |
| ۸۳ | ابونعیم اصفہانی | ۱۴۴ |
| ۸۴ | امداد اللہ مہاجر مکی | ۲۳۴ |
| ۸۵ | احمد (خواجہ) | ۲۳۵ |
| ۸۶ | ابوسعید تبریزی | ۲۳۵ |
| ۸۷ | امیر حسن سجزی | ۲۳۸ |
| ۸۸ | اخی سراج عثمان | ۱۳۸،۱۴۱،۲۴۸ |

| | | |
|---|---|---|
| ۸۹ | ابوابراہیم اسمٰعیل بن احمد | ۴۲ |
| ۹۰ | ابونصر احمد بن اسماعیل | ۲۴۲ |
| ۹۱ | ابرہیم شاہ نوربخشی (سامانی) | ۲۴۳ |
| ۹۲ | احمد یسوی | ۲۴۴،۲۴۶ |
| ۹۳ | ابوالمظفر علی اکبر بلبل | ۲۴۴ |
| ۹۴ | اسماعیل سامانی | ۲۴۴،۲۴۵ |
| ۹۵ | اویس قرنی | ۲۴۵ |
| ۹۶ | ابوالعباس خضر | ۲۴۸ |
| ۹۷ | امانت علی کچھوچھوی | ۲۵۶ |
| ۹۸ | اشرف حسین | ۲۵۷ |
| ۹۹ | احمد رضا (اعلیٰ حضرت) | ۲۵۸،۲۶۱،۲۸۰،۲۸۶،۳۱۷،۱۵۹،۳۶۹، ۳۷۳،۳۸۹ |
| ۱۰۰ | اوحدالدین اشرف جہاں گیر | ۲۵۸ |
| ۱۰۱ | ابوالبرکات (مفتی اعظم پاکستان) | ۲۵۸ |
| ۱۰۲ | احمد اشرف (کچھوچھوی) | ۲۶۰ |
| ۱۰۳ | ابوالوفا فصیحی (غازی پوری) | ۲۶۱،۲۶۲،۳۲۳،۳۲۶،۳۴۴،۳۹۳ |
| ۱۰۴ | اظہار اشرف جیلانی | ۲۶۵،۲۷۳،۲۷۶،۳۶۰ |
| ۱۰۵ | اجمل حسین اشرفی | ۲۷۲ |
| ۱۰۶ | احمد رضا ثقافی | ۲۷۶ |
| ۱۰۷ | احمد مجتبیٰ صدیقی | ۲۷۹،۲۹۲ |
| ۱۰۸ | ابوالقاسم اسماعیل حسن | ۲۸۰،۳۵۸ |
| ۱۰۹ | اولادرسول محمد میاں | ۲۸۱،۲۸۷،۳۰۳ |
| ۱۱۰ | اشرف جمال (ڈاکٹر) | ۲۹۰ |
| ۱۱۱ | اقبال احمد نوری | ۲۹۳ |
| ۱۱۲ | احمد علی رضوی | ۲۹۶ |
| ۱۱۳ | ابراہیم قادری | ۳۰۶ |
| ۱۱۴ | انصار احمد قادری | ۳۱۰ |
| ۱۱۵ | ابراہیم رضا (جیلانی میاں) | ۳۲۵،۳۴۲،۳۶۹،۳۹۱،۳۹۳،۵۰۴ |
| ۱۱۶ | افضل حسین مونگیری | ۳۲۷،۳۷۷ |
| ۱۱۷ | اعجاز احمد قادری | ۳۲۹ |

| | | |
|---|---|---|
| ۱۱۸ | احسان علی (فیض پوری) | ۳۳۶،۳۳۴ |
| ۱۱۹ | احسان الحق نعیمی | ۳۳۵ |
| ۱۲۰ | احمد حسین | ۳۳۷ |
| ۱۲۱ | ابرار (شاہجہاں پوری) | ۳۴۶ |
| ۱۲۲ | امیر الحق | ۳۴۷ |
| ۱۲۳ | امیر الدین رضوی | ۴۹۹ |
| ۱۲۴ | الیاس عطار قادری | ۳۵۸،۳۴۹ |
| ۱۲۵ | احمد نورانی (مبلغ اسلام) | ۳۵۸،۳۵۷ |
| ۱۲۶ | اقبال لاہوری (ڈاکٹر) | ۳۵۸ |
| ۱۲۷ | احمد حسین (برکاتی) | ۵۰۳،۵۰۲،۴۹۰،۳۶۶ |
| ۱۲۸ | امین الدین احمد (مصباحی) | ۳۷۶،۲۶۸ |
| ۱۲۹ | ابراہیم (آروی) | ۳۸۰،۳۷۹ |
| ۱۳۰ | انوار رضا منانی (مصباحی) | ۳۹۴،۳۹۳ |
| ۱۳۱ | اشرف حسین کچھوچھوی | ۴۰۷ |
| ۱۳۲ | احمد شاذلی عورفی | ۴۰۷ |
| ۱۳۳ | انوار الحق مصطفوی | ۴۱۷،۴۱۶ |
| ۱۳۴ | انور علی (مفتی) | ۴۱۷،۴۱۶ |
| ۱۳۵ | انوار الحق رضوی | ۴۱۸ |
| ۱۳۶ | ابراہیم شاہ (صوفی) | ۴۲۲ |
| ۱۳۷ | اسرار الحق | ۴۲۴ |
| ۱۳۸ | اشرف القادری | ۵۰۷،۴۴۳،۴۲۷،۴۲۳،۲۶۸ |
| ۱۳۹ | احمد طہ بن علی الحداد | ۴۲۹ |
| ۱۴۰ | ارشاد احمد (بخاری) | ۴۳۳ |
| ۱۴۱ | اکبر (بادشاہ) | ۴۳۶ |
| ۱۴۲ | التفات خان | ۴۳۶ |
| ۱۴۳ | اسلام الدین (رضوی) | ۴۴۵ |
| ۱۴۴ | احمد حسین | ۴۴۸ |
| ۱۴۵ | احمد دین | ۴۹۷ |
| ۱۴۶ | اکرام الحق (رضوی) | ۴۷۶ |
| ۱۴۷ | اظہار النبی حسینی | ۴۷۹ |
| ۱۴۸ | اشتیاق احمد | ۵۰۸ |
| ۱۴۹ | ابوالکلام | ۵۱۰ |

## (ب)


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | بھکتا من (راجہ) | ۴۴، ۴۶ |
| ۲ | بھیما گپتا | ۴۶ |
| ۳ | بھیم سین | ۴۸ |
| ۴ | بابولال بہاری (وکیل) | ۶۱ |
| ۵ | بھوپتیندر مل | ۶۳ |
| ۶ | بھیم سین تھاپا | ۶۷ |
| ۷ | بریندر وکرم شاہ دیو | ۶۸ |
| ۸ | بابورام بھٹارائی | ۷۰ |
| ۹ | بختیار خلجی | ۸۴، ۸۵، ۸۷ |
| ۱۰ | بدرالدین الملک دولت شاہ | ۹۹ |
| ۱۱ | بشیر الدین احمد | ۹۹، ۱۰۳ |
| ۱۲ | بیگم حضرت محل | ۱۱۵، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۴، ۱۳۷ |
| ۱۳ | برجیس قدر | ۱۲۵، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۲، ۱۳۴، ۱۳۷، ۴۳ |
| ۱۴ | بخش (مخدوم) | ۱۲۱، ۱۲۲ |
| ۱۵ | بخت خان (جنرل) | ۱۲۸ |
| ۱۶ | بال راؤ | ۱۲۸، ۱۲۹ |
| ۱۷ | بدری سنگھ (جنرل) | ۱۳۹ |
| ۱۸ | بہاء الدین | ۱۴۲ |
| ۱۹ | بایزید بسطامی | ۱۴۲ |
| ۲۰ | بیہقی | ۱۵۱ |
| ۲۱ | بابا فرید اجھودھنی | ۱۶۰ |
| ۲۲ | بدرالدین سمرقندی | ۱۶۰_۱۶۱ |
| ۲۳ | برہان الدین بلخی | ۱۳۱، ۱۶۲ |
| ۲۴ | بہاء الدین (مخدوم) | ۱۸۱ |
| ۲۵ | بی بی ناہور | ۱۸۱ |
| ۲۶ | بی بی چھنور | ۱۸۲ |
| ۲۷ | بی بی رضیہ | ۱۸۶ |
| ۲۸ | بی بی حبیبہ | ۱۸۶، ۱۹۰ |

| | | |
|---|---|---|
| ۲۹ | بی بی ہدیہ (بی بی کمال) | ۱۸۶ |
| ۳۰ | بی بی جمال | ۱۸۶ |
| ۳۱ | بدیع الدین احمد طیفوری | ۱۹۴ |
| ۳۲ | بلال شاہ (بلبل شاہ) | ۲۰۶،۱۹۸،۱۹۷ |
| ۳۳ | باب اللہ (شاہ) | ۲۰۳ |
| ۳۴ | بدرالدین مصطفیٰ اندرابی | ۲۰۶ |
| ۳۵ | بی بی سیدہ مرتضیٰ (عالیہ صاحبہ) | ۲۰۶ |
| ۳۶ | بہادر شاہ ظفر | ۳۳۶،۲۰۸ |
| ۳۷ | بندگی احمد کبیر | ۲۰۹ |
| ۳۸ | برہان الدین چشتی | ۲۳۰ |
| ۳۹ | بدرالدین غزنوی | ۲۳۲ |
| ۴۰ | بدرالدین (اسحاق) | ۲۳۲ |
| ۴۱ | برہان الدین مرغینانی | ۲۳۶ |
| ۴۲ | برہان الدین (غریب) | ۲۳۸ |
| ۴۳ | برکت اللہ واسطی (بلگرامی) | ۴۳۱،۲۷۸ |
| ۴۴ | بذول سنگھ | ۲۹۹ |
| ۴۵ | برکت اللہ | ۴۹۵،۳۱۳،۲۹۹،۲۹۸ |
| ۴۶ | بدرالدین جعفری | ۳۱۳ |
| ۴۷ | بدرالقادری | ۳۷۵ |
| ۴۸ | برہان الحق (برہان ملت) | ۹۳۸ |
| ۴۹ | بریندر بیر بکرم شاہ (راجہ) | ۴۹۷،۴۰۸ |
| ۵۰ | برہان الدین (خلیفہ اعلیٰ حضرت) | ۴۵۳ |


## (پ)


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | پھول محمد نعمت (رضوی) | ۴۶۳،۴۴۱،۲۴ |
| ۲ | پرتھوی نارائن شاہ | ۱۲۵،۱۲۴،۱۱۵،۶۸،۶۶،۶۵،۶۴،۶۲،۴۳ |
| ۳ | پرما گپتا | ۴۶ |
| ۴ | پرتاپ مل | ۴۹۸،۱۱۹،۶۴،۶۲ |
| ۵ | پشب کمل دہل پرچنڈ | ۷۲،۷۰۶۹ |
| ۶ | پرکاش اپادھیاے | ،۱۱۲،۱۰۹،۸۴ |

| | | |
|---|---|---|
| ۷ | پٹک | ۱۰۸،۹۶،۸۹ |
| ۸ | پرتاب سنگھ | ۱۰۶ |
| ۹ | پشوپتی ناتھ | ۱۰۷ |
| ۱۰ | پرتھوی راج | ۲۲۷،۲۲۶ |
| ۱۱ | پتھورا | ۲۲۷،۲۲۶ |
| ۱۲ | پیروخان | ۲۶۶،۲۶۵ |
| ۱۳ | پیر سعد اللہ (کنگالی شاہ) | ۳۴۷ |
| ۱۴ | پیر محمد میاں جی | ۳۵۴،۳۵۲ |
| ۱۵ | پیر حفیظ اللہ شاہ | ۳۸۲،۳۸۱ |

(ت)

| | | |
|---|---|---|
| ۱ | ترجھون شاہ | ۵۰۰،۴۹۷،۶۷ |
| ۲ | تری لوک چندر مجوریا | ۸۰ |
| ۳ | تلسی (راجہ) | ۸۳ |
| ۴ | تغلق | ۱۰۸،۹۶،۹۳ |
| ۵ | تاج فقیہ | ۱۶۷،۱۶۶ |
| ۶ | تیم اللہ سفید باز | ۱۸۶ |
| ۷ | تقی الدین سہروردی | ۱۸۹ |
| ۸ | تاج الدین بہلول | ۲۴۳،۲۴۲ |
| ۹ | توصیف رضا قادری | ۳۰۱ |
| ۱۰ | تنویر رضا خان | ۳۲۷ |
| ۱۱ | تقدس علی خان | ۳۴۸ |
| ۱۲ | توحید مقدم | ۳۵۱ |
| ۱۳ | تیغ علی (صوفی) | ۴۲۱ |
| ۱۴ | تیمور (شاہ) | ۴۳۶ |
| ۱۵ | تراب علی قلندر | ۴۳۶ |

(ٹ)

| | | |
|---|---|---|
| ۱ | ٹھاکوری | ۴۶ |

## (ث)


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | ثناءاللہ (محدث مئوی) | ۳۷۷ |
| ۲ | ثمن علی | ۳۷۸ |


## (ج)


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | جمیل الرحمٰن | ۴۲،۴۹ |
| ۲ | جے گپتا | ۴۶ |
| ۳ | جیامتی سمہا | ۴۷ |
| ۴ | جیتادیسی | ۴۸،۵۰ |
| ۵ | جے دیو | ۵۴،۵۵ |
| ۶ | جیاسی مالا | ۵۶ |
| ۷ | جے راج دیو | ۵۷ |
| ۸ | جوناخان (محمد تغلق) | ۵۹ |
| ۹ | جانکی جی | ۶۰ |
| ۱۰ | جے بھادر امل | ۶۲ |
| ۱۱ | جے پرکاش | ۶۲،۶۴،۶۶ |
| ۱۲ | جنگ بہادر | ۶۷،۱۱۵،۱۲۶،۱۳۰،۱۳۱،۱۳۲،۱۳۴،۱۳۵،۱۳۶ |
| ۱۳ | جواہر لعل نہرو | ۶۷ |
| ۱۴ | جھالا ناتھ کھنل | ۷۰ |
| ۱۵ | جے راج | ۱۰۷ |
| ۱۶ | جلال الدین (منیری) | ۱۱۴،۱۲۶ |
| ۱۷ | جلال الدین احمد (لاری) | ۱۲۱ |
| ۱۸ | جعفر (لاری) | ۱۲۱ |
| ۱۹ | جعفر صادق (امام) | ۱۴۲،۲۴۲ |
| ۲۰ | جنید بغدادی | ۱۴۴،۲۲۵ |
| ۲۱ | جمال الدین (جان من جنتی) | ۱۴۹ |
| ۲۲ | جہانیاں جہاں گشت | ۱۴۹،۲۴۷ |
| ۲۳ | جلال الدین سیوطی | ۱۵۰ |
| ۲۴ | جلال حسینی شطاری | ۱۶۴،۱۷۶،۱۷۷،۱۸۱ |

| | | |
|---|---|---|
| ۲۵ | جلال الدین | ۱۶۷، ۱۷۷ |
| ۲۶ | جلال الدین رومی | ۱۷۶ |
| ۲۷ | جمال الحق (ابن ملا غلام یحییٰ) | ۲۰۱ |
| ۲۸ | جھوم علی شاہ | ۳۰۴ |
| ۲۹ | جلال الدین تبریزی | ۲۳۱، ۲۳۵ |
| ۳۰ | جما الدین ہانسوی | ۲۳۲ |
| ۳۱ | جلال الدین کبیر الاولیا | ۲۳۴ |
| ۳۲ | جلال الدین (خلجی) | ۲۳۷ |
| ۳۳ | جلال الدین بخاری | ۲۴۷ |
| ۳۴ | جمال الدین راوت | ۲۵۲ |
| ۳۵ | جیش محمد (شیر نیپال) | ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۸۲، ۲۸۶، ۲۹۳، ۳۰۰، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۴۶، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۶۱، ۳۷۲، ۳۹۵، ۳۹۶، ۴۴۱ |
| ۳۶ | جمشید علی | ۲۹۳، ۲۹۴ |
| ۳۷ | جابر احمد اشرفی | ۲۷۰ |
| ۳۸ | جید القادری (مظفر پوری) | ۳۶۱، ۴۹۸ |
| ۳۹ | جمال عبد الناصر | ۳۷۹ |
| ۴۰ | جمال الدین | ۳۷۲ |
| ۴۱ | جلال الدین جٹر ہوی | ۴۲۰ |
| ۴۲ | جہاں گیر (بادشاہ) | ۴۳۷ |


## (چ)


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | چندر گپت (اول) | ۴۲، ۴۶ |
| ۲ | چارومتی | ۴۹ |
| ۳ | چندر کیتو دیو | ۵۵ |
| ۴ | چنگیز خان | ۱۶۰ |
| ۵ | چھنکن میاں | ۳۶۶ |


## (ح)


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | حفظ الرحمن علیگ | ۳۲، ۴۳، ۶۷، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۱۱۰، ۱۱۲، ۱۹۳، ۱۹۴ |
| ۲ | حاجی شمس الدین الیاس | ۶۱ |
| ۳ | حسام الدین (بعلبک) | ۸۷، ۸۸ |

| | | |
|---|---|---|
| ۴ | حسین (شہید کربلا) | ۱۴۲، ۱۶۳، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵ |
| ۵ | حسن مثنیٰ | ۱۴۲ |
| ۶ | حسن (امام) | ۱۴۲ |
| ۷ | حذیفہ شامی | ۱۴۲، ۱۴۳ |
| ۸ | حسام الدین (سلامتی) | ۱۴۹ |
| ۹ | حوا (رضی اللہ عنہا) | ۱۵۰، ۱۵۱ |
| ۱۰ | حاکم | ۱۵۰، ۱۵۱ |
| ۱۱ | حمید الرحمن قادری | ۱۰۴، ۱۰۶، ۱۵۷، ۲۸۳، ۳۸۹ |
| ۱۲ | حنیف خاں رحمانی | ۱۵۷ |
| ۱۳ | حامد بن جمال | ۱۶۴ |
| ۱۴ | حسین بن معز بلخی | ۱۶۵ |
| ۱۵ | حنیف | ۱۷۹، ۲۳۵ |
| ۱۶ | حسن رضا (خلیفہ امیر ابو العلا) | ۲۰۱ |
| ۱۷ | حسن شاہ نقشبندی | ۲۱۶، ۲۱۷ |
| ۱۸ | حذیفہ مرعشی (شیخ) | ۲۲۴ |
| ۱۹ | حسن بصری (خواجہ) | ۲۲۴ |
| ۲۰ | حسن نظامی (خواجہ) | ۲۲۹ |
| ۲۱ | حمید الدین سوالی (خواجہ) | ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲ |
| ۲۲ | حسن بن محمد (الصنعانی) | ۲۳۶ |
| ۲۳ | حسام الدین (ملتانی) | ۲۳۸ |
| ۲۴ | حافظ شیرازی | ۲۴۶ |
| ۲۵ | حبیب الرحمن (مجاہد ملت) | ۲۵۸، ۳۳۴، ۳۹۸، ۴۰۴ |
| ۲۶ | حبیب اللہ اشرفی نعیمی | ۲۷۳ |
| ۲۷ | حیات النبی عبابشیر حیدر (ال مصطفی) | ۲۸۰ |
| ۲۸ | حامد حسین زیدی | ۲۸۳، ۴۰۰ |
| ۲۹ | حبیب احمد واسطی | ۲۸۳ |
| ۳۰ | حسین حیدر | ۲۸۵ |
| ۳۱ | حسنین برکاتی | ۲۹۰، ۲۹۲ |
| ۳۲ | حامد اشرف جیلانی | ۲۹۴ |
| ۳۳ | حنیف قادری (کنیاوی) | ۳۱۲، ۳۷۲ |

| | | |
|---|---|---|
| ۳۴ | حامد رضا قادری (حجۃ الاسلام) | ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۳۵، ۳۶۹، ۵۰۴ |
| ۳۵ | حسن رضا بریلوی | ۳۲۵، ۳۷۰ |
| ۳۶ | حشمت علی خان (قادری) | ۳۳۵، ۳۶۵، ۳۹۱ |
| ۳۷ | حشمت علی امیسی | ۳۳۹، ۳۴۰ |
| ۳۸ | حسنین رضا (بریلوی) | ۳۷۰ |
| ۳۹ | حمید الرحمن | ۳۸۹، ۳۹۳ |
| ۴۰ | حیدر علی | ۳۹۰ |
| ۴۱ | حسین احمد مدنی | ۴۰۲ |
| ۴۲ | حامد القادری | ۴۱۵، ۴۲۱ |
| ۴۳ | حسن نیازی | ۴۶۳ |
| ۴۴ | حفیظ اللہ | ۵۰۳، ۵۰۴ |


## (خ)


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | خورشید عالم (الحاج) | ۲۵ |
| ۲ | خلیق احمد نظامی (پروفیسر) | ۵۹ |
| ۳ | خواجہ مسکین کشمیری | ۶۶ |
| ۴ | خسرو خان | ۹۲، ۹۵، ۲۳۷ |
| ۵ | خان بہادر | ۱۲۳ |
| ۶ | خدا بخش (رحمانی) | ۱۵۷ |
| ۷ | خلیل الدین قادری | ۲۰۰ |
| ۸ | خیر الدین (کشمیری) | ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۳۳۰ |
| ۹ | خیر الدین علمی | ۲۰۹ |
| ۱۰ | خالد بن ولید | ۲۴۱ |
| ۱۱ | خدیجہ بیگم | ۲۴۴ |
| ۱۲ | خضر (خواجہ) | ۲۴۵ |
| ۱۳ | خالد رضا قادری | ۳۱۰ |
| ۱۴ | خلیل الرحمن (محدث امروہی) | ۳۷۰ |
| ۱۵ | خدا بخش | ۳۷۲ |
| ۱۶ | خیر الدین | ۳۷۴ |
| ۱۷ | خلیل الرحمن قادری (نندن پوری) | ۳۸۰ |
| ۱۸ | خالد مدنی | ۵۰۹ |

## (د)


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | دلی رامن ریگمی (مورخ) | ۵، ۴۳، ۴۶، ۴۷، ۵۰، ۵۷، ۴۹۷ |
| ۲ | دیوپال چھتری | ۴۹ |
| ۳ | داتا گدا علی شاہ | ۸۱، ۱۴۶، ۱۵۳، ۱۵۶ |
| ۴ | داتا بہار علی شاہ | ۸۱، ۱۵۶ |
| ۵ | داتا رحم علی شاہ | ۸۱، ۱۵۶ |
| ۶ | محضر علی (وقاری) | ۸۱ |
| ۷ | دامودر سنگھ (راجہ) | ۱۱۵ |
| ۸ | دلاور جنگ | ۱۲۹ |
| ۹ | داراشکوہ | ۱۴۲ |
| ۱۰ | داتا گنج بخش علی | ۱۴۳، ۲۷۰ |
| ۱۱ | داتا نورالحلیم قادری | ۱۵۷، ۳۳۳، ۳۸۹ |
| ۱۲ | داؤد (علیہ السلام) | ۱۶۲ |
| ۱۳ | دوست محمد برہان پوری | ۲۰۱ |
| ۱۴ | دانیال قطری (شیخ) | ۲۳۱ |
| ۱۵ | داتا عبدالحلیم (کاشغری) | ۳۲۴ |


## (ڈ)


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | ڈینل رائٹ | ۵۸، ۱۱۹، ۱۲۰ |
| ۲ | ڈی، آر، ریگمی (ڈاکٹر) | ۱۰۵ |
| ۳ | ڈی، بی، بسنا | ۱۰۹، ۱۱۰ |


## (ذ)


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | ذوالفقار علی بھٹو | ۲۷۰ |


## (ر)


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | ریگمی (ڈاکٹر) | ۵۰، ۵۳، ۵۷، ۸۰، ۸۸، ۸۹، ۹۶، ۱۰۵، ۱۰۷ |
| ۲ | رام چندر راجہ | ۶۰ |
| ۳ | رتن مل | ۶۲، ۶۳، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۲، ۱۱۵، ۱۱۸ |
| ۴ | رانا جیتا مل | ۶۵ |

| | | |
|---|---|---|
| ۵ | راجیند رشاہ | ۶۷ |
| ۶ | رام برن یادو (ڈاکٹر) | ۷۰، ۷۱ |
| ۷ | راجہ جوگی داس | ۸۲ |
| ۸ | رئیس احمد جعفری | ۹۳ |
| ۹ | راحت علی میاں | ۱۲۰، ۱۲۱ |
| ۱۰ | رفعت کمال | ۱۲۱ |
| ۱۱ | ریحان انجم | ۱۵۴، ۱۵۶، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۳ |
| ۱۲ | رکن الدین فردوسی | ۱۵۹، ۱۶۱ |
| ۱۳ | رنجن شاہ (صدرالدین حاکم کشمیر) | ۱۹۷ |
| ۱۴ | رکن الدین عشق عظیم آبادی | ۲۰۱، ۲۰۳ |
| ۱۵ | رکن الدین (ملتانی) | ۲۳۸ |
| ۱۶ | رکن الدین اندرپتی) | ۲۳۹ |
| ۱۷ | رابعہ ثانیہ خدیجہ بیگم | ۲۴۵ |
| ۱۸ | رفاقت حسین اشرفی | ۲۵۸ |
| ۱۹ | رفیق احمد پردیسی | ۲۸۹، ۲۹۰ |
| ۲۰ | رئیس احمد | ۳۰۲ |
| ۲۱ | رحمت اللہ (صوفی) | ۳۱۳ |
| ۲۲ | ریحان رضا خان قادری | ۳۲۷، ۳۴۱، ۳۶۸ |
| ۲۳ | رحیم بخش آروی | ۳۲۷، ۳۷۹، ۳۸۴، ۳۹۵ |
| ۲۴ | رفیق القادری | ۳۳۲ |
| ۲۵ | رئیس القادری (مصباحی) | ۳۳۲ |
| ۲۶ | رحم الٰہی (مظفرنگری) | ۳۳۴ |
| ۲۷ | رفاقت حسین (مظفرپوری) | ۳۵۱، ۳۷۸، ۴۰۴ |
| ۲۸ | رضاء الحق علیمی | ۳۷۹، ۳۸۱ |
| ۲۹ | رکن الدین اصدق | ۴۰۵ |
| ۳۰ | رضوان احمد شریفی | ۴۶۰ |
| ۳۱ | رضیہ شاہین | ۴۹۰ |
| ۳۲ | رحمت اللہ حاجی | ۴۹۵ |
| ۳۳ | شری دھوج (راجہ) | ۴۹۸ |

## (ز)


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | زبیر | ۱۱۴ |
| ۲ | زین العابدین (امام) | ۵۰۸،۱۴۲ |
| ۳ | زاہد | ۱۴۲ |
| ۴ | زاہد (قاضی) | ۱۶۳ |
| ۵ | زبیر (بن عبدالمطلب) | ۱۶۳ |
| ۶ | زکریا | ۲۱۰ |
| ۷ | زلیخہ (بی بی) | ۲۳۵ |
| ۸ | زکریا (ملتانی) | ۲۳۸ |
| ۹ | زید شہید | ۲۷۸ |
| ۱۰ | زاہد حسین قادری مجیبی | ۳۱۱،۳۱۴،۳۱۵،۳۹۵ |
| ۱۱ | زیب النساء (قادری) | ۴۰۰،۴۸۴،۴۸۹، |
| ۱۲ | زاہد رضا منظری | ۴۲۱ |


## (س)


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | سمدر گپت | ۴۲ |
| ۲ | سانگ گیمپو | ۵۴ |
| ۳ | سری دھوج (راجہ جنک) | ۶۰ |
| ۴ | سیدھی نرسمہامل | ۶۳ |
| ۵ | سیوا سمبا | ۶۵ |
| ۶ | سجاش چندر نمباگ | ۷۰ |
| ۷ | سشیل کوئرالہ | ۷۰،۷۱ |
| ۸ | ساہو (سالار) | ۸۲،۸۳ |
| ۹ | سوئمبھو ناتھ | ۱۰۷ |
| ۱۰ | سیتا | ۱۱۸ |
| ۱۱ | سرکالن کیمبل | ۱۲۸ |
| ۱۲ | سبسل بیڈن (اسکوائر) | ۱۳۰ |
| ۱۳ | سلیمان (علیہ السلام) | ۱۵۰،۱۵۲،۱۶۲ |
| ۱۴ | سیف الدین باخرزی | ۱۵۹،۱۶۰ |
| ۱۵ | سطوت باتو (ڈاکٹر) | ۱۸۹،۱۹۰ |

| | | |
|---|---|---|
| ۱۶ | سلیمان سہروردی | ۱۸۹ |
| ۱۷ | سکندر بخت | ۲۰۶ |
| ۱۸ | سکینہ بی بی | ۲۰۹،۲۱۱ |
| ۱۹ | سرسید | ۲۲۸ |
| ۲۰ | سیف الدین | ۲۳۳ |
| ۲۱ | سراج الدین | ۲۳۸،۳۳۹ |
| ۲۲ | سلامت اللہ (گورکھپوری) | ۲۵۶ |
| ۲۳ | سعید الرحمن (راز مظفر پوری) | ۲۶۴،۳۹۳ |
| ۲۴ | سعادت علی | ۲۸۳ |
| ۲۵ | سالک خالد رضا (قادری) | ۳۰۹ |
| ۲۶ | سالک انوار احمد قادری | ۳۰۹ |
| ۲۷ | سعید الرحمن (پوکھریروی) | ۳۲۳ |
| ۲۸ | سلیم ادھیکاری | ۳۳۱ |
| ۲۹ | سردار احمد (محدث اعظم پاکستان) | ۳۳۴،۳۴۱،۳۴۸ |
| ۳۰ | سلیمان قادری | ۳۳۶ |
| ۳۱ | سبحان رضا (سبحانی میاں) | ۳۴۱ |
| ۳۲ | سلیمان ندوی | ۳۷۹ |
| ۳۳ | سلطان رضا مصباحی | ۳۹۱ |
| ۳۴ | سعید اختر (بھوجپوری) | ۴۰۰ |
| ۳۵ | سید الزماں حمدوی (پوکھریروی) | ۴۰۴ |
| ۳۶ | سمیع احمد (مونگیری) | ۴۲۰ |
| ۳۷ | سلیم اللہ | ۴۳۷ |
| ۳۸ | سراج الدولہ | ۴۳۷ |


## (ش)


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | شمس الدین الیاس سلطان | ۵،۵۷،۹۵،۱۰۴،۱۰۵،۱۰۶،۱۰۷،۱۱۵ |
| ۲ | شاہ مہندر | ۶۹ |
| ۳ | شمیمہ صدیقہ (اسکالر) | ۴۴، ۷۹، ۹۰،۹۱،۱۱۰،۱۱۲،۱۱۶،۱۱۷،۱۹۴ |
| ۴ | شہاب الدین محمد غوری | ۸۴،۸۷،۸۸،۱۶۳،۱۶۷،۱۸۶،۲۲۷،۲۳۲ |
| ۵ | شہاب خان | ۱۰۳ |

| | | |
|---|---|---|
| ۶ | شاہ مسکین (قادری) | ۱۱۱، ۱۱۳ |
| ۷ | شاہ بلال (کشمیری) | ۱۱۱ |
| ۸ | شمشاد میاں (لاری) | ۱۲۰، ۱۲۱ |
| ۹ | شمیم احمد (لاری) | ۱۲۱ |
| ۱۰ | شاہ عالم (مغل بادشاہ) | ۱۲۳ |
| ۱۱ | شہزاد فیروز شاہ | ۱۲۸ |
| ۱۲ | شاہ مدار | ۱۴۲ |
| ۱۳ | شرف الدین احمد یحییٰ منیری | ۱۴۶، ۱۶۲، ۱۶۶، ۱۶۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۶، ۱۸۹ |
| ۱۴ | شہاب الدین (قاضی) | ۱۹۴، ۱۴۷ |
| ۱۵ | شہاب الدین عمر سہروردی | ۱۴۹، ۲۵۱، ۴۳۸ |
| ۱۶ | شمس تبریز | ۱۵۸، ۱۶۰، ۱۶۴، ۱۶۶، ۱۸۵ |
| ۱۷ | شمیم الدین احمد منعمی | ۱۶۴ |
| ۱۸ | شعیب فردوسی (مخدوم) | ۱۵۹، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۹۴ |
| ۱۹ | شہاب الدین سہروردی | ۱۶۷، ۱۸۵، ۱۹۰، ۲۳۰، ۲۳۶، ۲۵۴ |
| ۲۰ | شہاب الدین پیر جگجوت | ۱۸۵، ۱۸۶ |
| ۲۱ | شمس الدین بلخی | ۱۹۰ |
| ۲۲ | شاہ میر | ۱۹۷ |
| ۲۳ | شرف الدین (بلبل شاہ) | ۱۹۷، ۱۹۸ |
| ۲۴ | شمس الدین (پروفیسر) | ۱۹۸ |
| ۲۵ | شمس الدین حقانی | ۲۰۰ |
| ۲۶ | شہاب الدین (سلطان) | ۲۰۵ |
| ۲۷ | شاہد حسین عظیم آبادی | ۲۰۷، ۲۰۹، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۶، ۲۱۹، ۳۲۱ |
| ۲۸ | شمس الدین اندرابی | ۲۱۱ |
| ۲۹ | شریف زندنی (حاجی) | ۲۲۴ |
| ۳۰ | شمس الدین التمش | ۲۳۰ |

| | | |
|---|---|---|
| ۳۱ | شعیب کابلی | ۲۳۱ |
| ۳۲ | شعیب فاروقی (قاضی) | ۲۳۲ |
| ۳۳ | شمس الدین (ترک) | ۲۳۳ |
| ۳۴ | شادی مقری | ۲۳۵ |
| ۳۵ | شمس الدین خوارزمی | ۲۳۶ |
| ۳۶ | شمس الدین (یحییٰ) | ۲۳۸ |
| ۳۷ | شمس الدین محمود نوربخش | ۲۴۴ |
| ۳۸ | شکیل احمد | ۲۷۶ |
| ۳۹ | شفیع احمد (مبارکپوری) | ۲۹۹، ۴۲۴ |
| ۴۰ | شاہد علی رضوی | ۳۱۸، ۳۳۰ |
| ۴۱ | شمس الدین (بنگالی سردار) | ۳۲۱ |
| ۴۲ | شاہد القادری | ۳۴۱، ۳۷۰ |
| ۴۳ | شمس الحق نوری (باڑاوی) | ۳۶۵ |
| ۴۴ | شریف الحق امجدی (شارح بخاری) | ۴۱۱، ۴۵۹ |
| ۴۵ | شاہ جہاں | ۴۳۶ |
| ۴۶ | شوکت (شاعر) | ۴۳۶ |
| ۴۷ | شاہد نوری | ۴۴۱ |
| ۴۸ | شفیق احمد (شریفی) | ۴۶۰ |
| ۴۹ | شمس الحق | ۴۸۴ |
| ۵۰ | شگفتہ شاہین | ۴۹۰ |
| ۵۱ | شبیر احمد (صابر القادری) | ۴۹۳ |
| ۵۲ | شرافت حسین | ۴۹۶ |
| ۵۳ | شوم شمشیر جی | ۴۹۷ |
| ۵۴ | شاہد علی خان | ۵۰۸ |
| ۵۵ | شمس الہدیٰ مصباحی | ۵۰۸ |
| ۵۶ | شاہد مدنی | ۵۰۹ |
| ۵۷ | شمس الحق سلفی | ۵۱۰ |
| ۵۸ | شہاب الدین مدنی (ڈاکٹر) | ۵۱۲ |

## (ص)


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | صدرالدین محمد (قاضی) | ۱۴۹ |
| ۲ | صبغۃ اللہ (بھانٹر سروی) | ۳۲۲،۳۲۳ |
| ۳ | صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) | ۶۶۶،۴۱۹ |
| ۴ | صفی اللہ قادری | ۳۸۰،۴۶۰،۵۰۴ |
| ۵ | صدیق الحسن چشتی | ۳۹۱ |
| ۶ | صدیق خان قادری | ۴۰۹ |
| ۷ | صالح رضوی | ۴۱۵ |
| ۸ | صدیق صادق پرتاپوری | ۴۱۶،۴۱۷ |
| ۹ | صدر عالم | ۴۴۶ |


## (ض)


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | ضیاء الدین (برنی) | ۶۱،۱۰۰ |
| ۲ | ضیاء الحق (لاری) | ۱۲۱ |
| ۳ | ضیاء الدین ابوالنجیب عبدالقادر | ۱۵۸،۱۵۹ |
| ۴ | ضمیر الدین احمد بہاری | ۱۸۱ |
| ۵ | ضیاالدین (بلخی) | ۲۳۰ |
| ۶ | ضیاء الدین | ۳۰۲ |
| ۷ | ضیاء المصطفٰے قادری (محدث کبیر) | ۳۰۰،۳۱۵،۳۱۶،۳۶۱،۳۷۲، ۳۷۴،۳۸۷، ۴۲۴،۴۶۳،۴۸۵،۴۸۷،۴۹۰،۴۹۸،۵۰۵، ۵۰۶ |
| ۸ | ضیاء المصطفٰی امجدی | ۴۹۰ |


## (ط)


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | طاہرہ نیرہ (ڈاکٹر) | ۷۴ |
| ۲ | طبرانی | ۱۵۱ |
| ۳ | طفیل اللہ | ۴۳۶ |
| ۴ | طاہر حسین | ۴۷۶ |

## (ظ)


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | ظہیر عالم (قادری) | ۲۲، ۳۱۰ |
| ۲ | ظہیر الدین | ۱۴۲ |
| ۳ | ظہور حیدر زبرکاتی | ۲۸۳ |
| ۴ | ظفر الدین بہاری (ملک العلما) | ۳۱۱، ۳۱۴، ۳۲۴، ۳۲۴، ۳۸۰، ۴۰۳، ۴۲۰ |
| ۵ | ظہور الحسین احمد قادری (سیوانی) | ۳۴۷، ۴۵۰، ۴۵۲ |
| ۶ | ظفر علی نعمانی | ۳۵۷ |
| ۷ | ظہیر الحسن | ۴۱۵ |
| ۸ | ظفیر احمد مصباحی | ۴۱۶ |


## (ع)


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | عبدالسلام جیلانی (ڈاکٹر) | ۱۹، ۲۳ |
| ۲ | عرفان حبیب (پروفیسر) | ۲۱ |
| ۳ | عبدالقیوم قادری | ۲۵ |
| ۴ | علیم اشرف جائسی (ڈاکٹر) | ۳۱، ۸۵ |
| ۵ | عبدالرقیب (حقانی) | ۵۰، ۶۰، ۱۶۳ |
| ۶ | عصامی (مؤرخ) | ۵۹، |
| ۷ | عبدالرؤف (پروفیسر) | ۷۴ |
| ۸ | علی ارشد شرفی | ۱۶۵، ۱۸۴، ۱۸۶، ۱۸۸، ۱۸۹ |
| ۹ | عبدالحی (خواجہ) | ۸۶ |
| ۱۰ | علاؤالدین (خلجی) | ۸۸، ۸۹، ۱۰۴، ۱۰۸، ۲۳۷ |
| ۱۱ | علی المختصر (ڈاکٹر) | ۹۴ |
| ۱۲ | عبدالقادر بدایونی | ۹۵، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۳ |
| ۱۳ | علیم اشرف خان | ۹۵ |
| ۱۵ | عبدالرشید (لاری) | ۱۲۱ |
| ۱۵ | علی حلبی شامی | ۱۴۱، ۱۴۲ |
| ۱۶ | علی ابن ابی طالب امیر المومنین | ۱۴۲، ۱۵۱، ۱۸۴، ۲۲۴ |
| ۱۷ | عبداللہ محض | ۱۴۲ |
| ۱۸ | عثمان جلابی ہجویری | ۱۴۳ |

| | | |
|---|---|---|
| ۱۹ | عبدالرحمن چشتی دہلوی | ۱۴۴، ۲۳۳، ۳۴۱ |
| ۲۰ | عبدالحق محدث دہلوی | ۱۴۵، ۱۵۹، ۱۶۱، ۲۲۹، ۲۳۵ |
| ۲۱ | عباس (ابن عبدالمطلب) | ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۷ |
| ۲۲ | عبداللہ (ابن عمر) | ۱۵۱ |
| ۲۳ | عمر ابن خطاب (امیر المومنین) | ۱۵۱ |
| ۲۴ | عبدالصمد | ۱۵۷، ۱۶۶ |
| ۲۵ | عبدالقادر جیلانی (غوث اعظم) | ۱۵۸، ۲۰۱، ۲۳۳، ۲۴۳، ۳۵۰ |
| ۲۶ | عمادالدین فردوسی | ۱۶۱ |
| ۲۷ | عبدالمطلب بن ہاشم | ۱۶۳ |
| ۲۸ | عبدالواسع (صدیقی) | ۱۶۴، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۴، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹ |
| ۲۹ | عبدالعزیز (ابن امام تاج فقیہ) | ۱۶۶ |
| ۳۰ | عطاء اللہ (مخدوم شاہ) | ۱۸۶ |
| ۳۱ | علاء الدین (علاء الحق سہروردی) | ۱۸۹ |
| ۳۲ | عبیداللہ احرار (امیر ابوالعلی احراری) | ۲۰۰ |
| ۳۳ | عبداللہ بغدادی | ۲۰۲، ۲۰۳ |
| ۳۴ | علی قلندر قادری | ۲۰۴ |
| ۳۵ | علی ہمدانی | ۲۰۵، ۲۰۶ |
| ۳۶ | عظیم الدین اندرابی | ۲۰۶ |
| ۳۷ | عبدالسبحان اندرابی | ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸ |
| ۳۸ | عظیم اندرابی | ۲۰۸ |
| ۳۹ | علاؤالدین صادق | ۲۰۷ |
| ۴۰ | عنایت حسین | ۲۰۹ |
| ۴۱ | عثمان اندرابی | ۲۱۰ |
| ۴۲ | عبدالعزیز (حکیم) | ۲۱۵ |
| ۴۳ | عثمان ہارونی (خواجہ) | ۲۲۴، ۲۲۹ |
| ۴۴ | عبدالواحد ابن زید | ۲۲۴ |
| ۴۵ | عبدالرحیم (چشتی) | ۲۲۹ |
| ۴۶ | علی (خواجہ) | ۲۳۱، ۲۳۴ |

| | | |
|---|---|---|
| ۴۷ | عرب بخاری (خواجہ) | ۱۳۱، ۲۳۴ |
| ۴۸ | علاءالدین کرمانی | ۲۳۲ |
| ۴۹ | علاءالدین علی احمد (صابر) | ۲۳۲ |
| ۵۰ | عبدالوہاب | ۲۳۳ |
| ۵۱ | عبدالقدوس | ۲۳۳، ۲۳۴، ۵۰۸ |
| ۵۲ | عبدالحق ردولوی | ۲۳۴ |
| ۵۳ | عبداللہ (خواجہ) | ۲۳۵ |
| ۵۴ | علاؤالدین سہروردی (اصولی) | ۲۳۵ |
| ۵۵ | علاءالدین (نیلی) | ۲۳۸ |
| ۵۶ | علاءالحق والدین | ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۵ |
| ۵۷ | عمادالدین نوربخش (سلطان) | ۲۴۳ |
| ۵۸ | عمادالدین تبریزی | ۲۴۵ |
| ۵۹ | علاؤالدولہ (سمنانی) | ۲۴۶ |
| ۶۰ | عبدالرزاق (نورالعین) | ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۸، ۲۷۱، ۲۹۴، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۶۱، ۳۷۶، ۳۸۷، ۴۲۴، ۴۹۸ |
| ۶۱ | عبدالغفور جیلانی | ۲۵۵ |
| ۶۲ | علی حسین اشرفی میاں | ۲۵۶ |
| ۶۳ | عبدالعلیم (میرٹھی) | ۲۵۸، ۳۲۴، ۳۵۷، ۳۵۹، ۴۷۰ |
| ۶۴ | عبدالعزیز (حافظ ملت) | ۲۵۸، ۲۶۴، ۲۷۳، ۲۹۴، ۲۹۹، ۳۳۴، ۳۷۴، ۴۲۱ |
| ۶۵ | عبدالباقی (فرنگی محلی) | ۲۵۹ |
| ۶۶ | عنایت احمد کاکوروی | ۲۶۰ |
| ۶۷ | عبدالمقتدر بدایونی | ۲۶۰ |
| ۶۸ | عبدالقادر بدایونی (تاج الفحول) | ۲۶۰، ۲۸۰ |
| ۶۹ | عبدالغفار ثاقب مصباحی | ۲۶۹ |
| ۷۰ | عمادالدین سنبھلی | ۲۶۹ |
| ۷۱ | عبدالرشید فتح پوری | ۲۷۰ |
| ۷۲ | عبداللطیف | ۲۷۳، ۲۹۴، ۲۹۹، ۳۷۵ |
| ۷۳ | عبدالرؤف بلیاوی | ۲۷۸، ۲۷۹ |
| ۷۴ | عبدالجلیل بلگرامی | ۲۸۰ |

| | | |
|---|---|---|
| ۷۵ | عین الحق عبدالمجید بدایونی | ۲۹۰ |
| ۷۶ | عبداللہ الفوال | ۳۰۱،۴۴۸،۴۹۶ |
| ۷۷ | عبدالمنان کلیمی | ۲۹۰ |
| ۷۸ | عبدالمنان اعظمی (بحر العلوم) | ۲۹۶ |
| ۷۹ | عارف میاں | ۳۰۷ |
| ۸۰ | عبدالرزاق برکاتی | ۳۱۰ |
| ۸۱ | عظیم الدین (چشتی) | ۳۱۱ |
| ۸۲ | عبدالغفور آروی | ۳۱۴ |
| ۸۳ | عطاء النبی حسینی | ۳۱۶،۴۷۸ |
| ۸۴ | عبدالوحید (نوری) | ۳۲۲ |
| ۸۵ | عبدالرحمن (سرکار مجھی) | ۳۲۴،۳۸۹ |
| ۸۶ | عبداللہ قادری رضوی | ۳۲۷،۳۲۸ |
| ۸۷ | عبداللہ (شاہ) | ۳۲۹،۳۳۰،۳۳۱،۳۳۲ |
| ۸۸ | عبداللہ (بغدادی) | ۳۳۰ |
| ۸۹ | عبداللہ (بہاری) | ۳۳۰ |
| ۹۰ | عظیم الدین (مکن پوری) | ۳۳۰،۳۳۲،۵۰۴ |
| ۹۱ | عبدالمالک (مصباحی) | ۳۳۲ |
| ۹۲ | عبدالعزیز خان (بدایونی) | ۳۳۴،۳۳۵،۳۳۶ |
| ۹۳ | عبدالسلام رضوی | ۳۴۲،۳۴۴،۳۴۶ |
| ۹۴ | عبدالستار (صوفی) | ۳۴۳ |
| ۹۵ | عبدالمجید (صوفی) | ۳۴۴ |
| ۹۶ | عبدالوکیل حیدری (سیوانی) | ۳۴۴ |
| ۹۷ | عبدالوحید نوری | ۳۴۷،۳۷۷،۴۹۳،۴۹۴ |
| ۹۸ | عون احمد | ۳۵۴ |
| ۹۹ | عبدالستار خان نیازی | ۳۵۷ |
| ۱۰۰ | عطاء المعین اشرفی | ۳۶۴ |
| ۱۰۱ | عبدالتواب (مصری) | ۳۶۹ |
| ۱۰۲ | عبدالحی (فرنگی محلی) | ۳۷۲ |

| | | |
|---|---|---|
| ۱۰۳ | عبدالحکیم شرف قادری | ۳۷۳ |
| ۱۰۴ | عبدالرحمن (ناصری) | ۳۷۹ |
| ۱۰۵ | علی حیدر (قادری) | ۳۸۰ |
| ۱۰۶ | عبدالرحیم انصاری | ۳۸۴ |
| ۱۰۷ | عبدالعلیم (سرکار آسی) | ۳۹۲ |
| ۱۰۸ | عبدالحفیظ (عزیز ملت) | ۳۹۷، ۴۹۶، ۵۰۵ |
| ۱۰۹ | عبداللہ (ملاجی) | ۴۰۱ |
| ۱۱۰ | عبدالرب (حبیبی) | ۴۰۱ |
| ۱۱۱ | عبدالباقی برہان الدین (برہان ملت) | ۴۱۲ |
| ۱۱۲ | عین الحق (شاہد نوری) | ۴۱۳ |
| ۱۱۳ | عبدالمصطفیٰ اعظمی | ۴۱۵ |
| ۱۱۴ | علیم الدین مصباحی | ۴۱۵ |
| ۱۱۵ | عبدالجبار (شیخ) | ۴۲۸ |
| ۱۱۶ | عمر حبیب قادری (جیلانی) | ۴۳۲ |
| ۱۱۷ | عدنان الحداد قادری | ۴۳۲، ۴۳۳ |
| ۱۱۸ | عبدالواجد قادری (ہالینڈ) | ۱۷۹، ۲۱۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۸، ۲۸۱، ۲۸۳، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۲، ۳۲۴، ۳۲۶، ۳۴۲، ۳۷۱، ۳۹۳، ۴۰۱، ۴۹۳، ۵۰۰ |
| ۱۱۹ | عبدالصمد افضل | ۴۴۶ |
| ۱۲۰ | عبدالغفار ثاقب | ۴۴۹ |
| ۱۲۱ | (اے، پی، جے) عبدالکلام | ۴۴۹ |
| ۱۲۲ | علی احمد جیدالقادری | ۴۵۴ |
| ۱۲۳ | عبدالمجتبیٰ رضوی | ۴۵۵ |
| ۱۲۴ | عبدالسلام برکاتی | ۴۷۵ |
| ۱۲۵ | عبدالصمد امجدی | ۴۷۷ |
| ۱۲۶ | عائشہ خاتون (عالمہ) | ۴۸۵، ۴۹۰ |
| ۱۲۷ | عبدالوحید نوری | ۴۹۳، ۴۹۴ |
| ۱۲۸ | عبدالحلیم شاکر القادری | ۴۹۳ |

| | | |
|---|---|---|
| ۱۲۹ | عبدالحی (ڈاکٹر) | ۴۹۷ |
| ۱۳۰ | عبدالحفیظ مصباحی | ۵۰۱ |
| ۱۳۱ | عیسیٰ کیرانی | ۵۰۷ |
| ۱۳۲ | علی اختر مکرانی | ۵۰۸ |
| ۱۳۳ | علاءالدین انصاری | ۵۰۸ |
| ۱۳۴ | عبدالستار مدنی | ۵۰۹ |
| ۱۳۵ | عبدالرؤف (جھنڈانگری) | ۵۱۰،۵۱۱ |
| ۱۳۶ | عین الحق سلفی | ۵۱۰ |


## (غ)


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | غیاث الدین تغلق (سلطان) | ۵،۱۷،۵۸،۵۹،۶۱،۹۰،۹۱،۹۲،۹۳،۲۳۷ |
| ۲ | غیاث الدین (بہادر) | ۵۹ |
| ۳ | غیاث الدین (کشمیری) | ۶۶،۱۱۳،۱۹۶،۳۰۴ |
| ۴ | غیاث الدین محمد سام | ۸۷،۸۸ |
| ۵ | غلام عبدالقادر (علوی) | ۱۱۲،۱۹۱،۱۹۴،۲۱۲ |
| ۶ | غریب نواز | ۱۴۶،۱۶۰،۲۲۵ |
| ۷ | غلام نبی فردوسی | ۱۷۶ |
| ۸ | غیاث الدین شاہ قادری سہروردی | ۱۹۸،۱۹۹ |
| ۹ | غلام شاہ نقشبندی | ۲۱۷،۲۱۸،۲۱۹ |
| ۱۰ | غلام سرور (لاہوری) | ۲۲۹،۲۵۳ |
| ۱۱ | غیاث الدین بلبن | ۲۳۷ |
| ۱۲ | غلام جیلانی (میرٹھی) | ۲۵۸،۳۳۴،۳۴۸ |
| ۱۳ | غلام ربانی مصباحی | ۳۲۷ |
| ۱۴ | غلام جیلانی (اعظمی) | ۳۳۴ |
| ۱۵ | غلام آسی حسنی ابوالعلائی | ۳۵۱،۳۷۴ |
| ۱۶ | غلام یٰسین (قاضی) | ۴۰۰،۴۵۷ |
| ۱۷ | غیاث الدین (مصباحی) | ۴۶۶ |
| ۱۸ | غلام جیلانی امجدی | ۴۶۸،۴۶۹ |

## (ف)


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | فرحت رضا | ۲۵ |
| ۲ | فخرالدین | ۶۱ |
| ۳ | فصیح الدین بلخی (عظیم آبادی) | ۶۱، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۷، ۴۳۶ |
| ۴ | فاروق عارف | ۸۲، ۸۳ |
| ۵ | فرشتہ | ۹۵، ۱۰۰ |
| ۶ | فخرالدین (سلطان) | ۱۰۱ |
| ۷ | فیض احمد (بدایونی) | ۱۲۸ |
| ۸ | فرید احمد عباسی | ۱۴۱ |
| ۹ | فاطمہ (ثانی) | ۱۴۲ |
| ۱۰ | فریدالدین عطاری | ۱۴۴، ۱۵۹ |
| ۱۱ | فخرالدین رازی | ۱۵۹ |
| ۱۲ | فریدالدین عالم بن علا (اندرپتی) | ۱۶۲ |
| ۱۳ | فریدالحق عمادی | ۱۶۴، ۱۸۵، ۱۸۶ |
| ۱۴ | فرزند علی منیری | ۱۷۵، ۱۷۶ |
| ۱۵ | فخرالدین اندرابی | ۲۰۵، ۲۰۷، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲ |
| ۱۶ | فضیل بن عیاض | ۲۲۴ |
| ۱۷ | فریدالدین گنج شکر | ۲۳۰، ۲۳۲ |
| ۱۸ | فخرالدین زرّادی | ۲۳۸، ۲۳۹ |
| ۱۹ | فرخ زاد بیگم | ۲۴۴ |
| ۲۰ | فضل اللہ قادری | ۲۷۹ |
| ۲۱ | فضل یزدانی امجدی | ۳۰۱ |
| ۲۲ | فضل غنی (افغانی) | ۳۴۶ |
| ۲۳ | فضل حق (خیرآبادی) | ۳۷۳ |
| ۲۴ | فیضان الرحمن (سبحانی) | ۴۰۱ |
| ۲۵ | فراق (گورکھپوری) | ۴۰۹ |
| ۲۶ | فریدالدین (شاہ) | ۴۲۰ |

## (ق)


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | قاسم فرشتہ | ۱۰۳ |
| ۲ | قطب الدین بختیار کاکی | ۱۶۰، ۲۳۰، ۲۷۸، ۳۰۲ |
| ۳ | قدس خلیل | ۱۶۷ |
| ۴ | قیام الدین فردوسی | ۱۸۱ |
| ۵ | قمر الدین حسین ظفر اندرابی | ۲۰۵، ۲۰۹، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۵ |
| ۶ | قطب الدین (سلطان) | ۲۰۵، ۲۰۶ |
| ۷ | قاسم شاہ | ۲۱۹ |
| ۸ | قطب الدین مبارک (خلجی) | ۲۳۷ |
| ۹ | قلندر بخش (کچھوچھوی) | ۲۵۷ |
| ۱۰ | قطب الدین اشرف | ۲۷۵ |
| ۱۱ | قمر رضا خان | ۳۲۷، ۳۷۱، ۳۸۳ |
| ۱۲ | قمر الہدیٰ (قمر قائل رضوی) | ۳۵۲ |
| ۱۳ | قمر الزمان خان اعظمی | ۳۵۷ |
| ۱۴ | قاری طیب (باندوی) | ۴۰۲ |
| ۱۵ | قاسم (شاہجہاں پوری) | ۴۰۲ |
| ۱۶ | قنبر نیازی | ۴۳۷ |
| ۱۷ | قمر الدین (قمر اشرفی) | ۴۷۶ |


## (ک)


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | کراتا | ۴۶، ۴۸، ۵۰ |
| ۲ | کوٹلیا | ۴۸ |
| ۳ | کراتی | ۴۸ |
| ۴ | کراتیشور مہادیو | ۴۸ |
| ۵ | کے، پی، جیسوال (مورخ) | ۵۳، ۵۴ |
| ۶ | کامیشور | ۵۸ |
| ۷ | کمل تھاپا | ۶۹، ۷۰ |
| ۸ | کے، پی، شرما اولی | ۷۱ |
| ۹ | کرنیل جی رامزے | ۱۲۹، ۱۳۰ |

| | | |
|---|---|---|
| ۱۰ | کرنیل بل بھدر سنگھ | ۱۳۳، ۱۳۴ |
| ۱۱ | کلب علی | ۱۴۷، ۱۴۸ |
| ۱۲ | کمال الدین احمد یحییٰ منیری | ۱۶۳ |
| ۱۳ | کبیر الدین قادری | ۳۱۰ |
| ۱۴ | کامل میاں (سہسرامی) | ۳۱۹، ۳۲۲ |

## (گ)

| | | |
|---|---|---|
| ۱ | گوپال | ۴۴، ۴۶، ۴۷، ۱۰۲ |
| ۲ | گستی (راجہ) | ۴۸ |
| ۳ | گوتم بدھ | ۴۸، ۴۹، ۱۴۶، ۱۶۳ |
| ۴ | گالی (راجہ) | ۴۸ |
| ۵ | گیانندر شاہ | ۶۸ |
| ۶ | گوپال کرشن گاندھی | ۷۰ |
| ۷ | گرگین (سالار) | ۱۲۳ |
| ۸ | گل محمد (خلیل آبادی) | ۲۵۶ |
| ۹ | گلاب چند (غلام محمد) | ۳۱۹، ۳۲۰ |
| ۱۰ | گوپال لال | ۴۳۷ |

## (ل)

| | | |
|---|---|---|
| ۱ | لکشمی کامادیو | ۵۵ |
| ۲ | لال محمد (چودھری) | ۸۳ |
| ۳ | لطف اللہ (علی گڑھی) | ۲۶۰، ۴۳۸ |
| ۴ | لیاقت حسین (صوفی) | ۴۵۱ |
| ۵ | | |

## (م)

| | | |
|---|---|---|
| ۱ | محمد صدیق (قادری) | ۲، ۳۴ |
| ۲ | محمد تغلق (سلطان) | ۵، ۹۲، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۸ |
| ۳ | محمد رضا (قادری) | ۸، ۱۱، ۱۳، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۵ |
| ۴ | محمد احمد (مصباحی) | ۱۱، ۱۲، ۲۱، ۳۱۵، ۳۱۶، ۴۱۴، ۴۴۴ |

| | | |
|---|---|---|
| ۵ | محمد نظام الدین (رضوی) | ۱۳، ۱۴، ۲۲، ۴۱۰، ۴۴۸، ۴۵۹، ۵۰۵ |
| ۶ | مشرف عالم (ذوقی) | ۱۷، ۱۸، ۲۳ |
| ۷ | محمد شمیم الدین احمد (پروفیسر) | ۲۰ |
| ۸ | محمود احمد (رفاقتی) | ۲۰، ۱۹۰ |
| ۹ | محمد امان میاں (قادری) | ۲۳ |
| ۱۰ | محمد اسرائیل (حیدری) | ۲۴ |
| ۱۱ | مبشر حسن (مصباحی) | ۲۴، ۴۱۸، ۴۷۳ |
| ۱۲ | محمد عثمان برکاتی (مصباحی) | ۲۵، ۳۰۶، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۸۸، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۸۴، ۴۸۹، ۵۲۰، ۴۸۴، ۴۸۹، ۵۰۲ |
| ۱۳ | محمد نصیر الدین (قادری) | ۳۶ |
| ۱۴ | محمد ظہیر عالم (قادری) | ۳۶، ۳۰۲، ۴۸۹ |
| ۱۵ | مہشپال | ۴۶، ۴۷ |
| ۱۶ | محمد سعید الحق | ۵۹ |
| ۱۷ | محمد بن قاسم | ۵۹ |
| ۱۸ | محمد حبیب (پروفیسر) | ۵۹ |
| ۱۹ | مادھو راج پانڈے | ۶۲، ۶۴، ۱۲۱، ۱۲۲ |
| ۲۰ | مہیش کمار | ۷۴ |
| ۲۱ | محمود بن سبکتگین (غزنوی) | ۸۲ |
| ۲۲ | محمد بن بختیار (خلجی) | ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۱۸۶ |
| ۲۳ | محمد قاسم فرشتہ | ۸۵، ۸۶، ۹۹، ۱۰۰ |
| ۲۴ | محمد شیر خان (خلجی) | ۸۵ |
| ۲۵ | معین الدین چشتی (غریب نواز) | ۸۶، ۲۲۴، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸ |
| ۲۶ | محمد بختیار (خلجی) | ۸۸، ۱۰۰ |
| ۲۷ | محمد بن عبداللہ (ابن بطوطہ) | ۹۲ |
| ۲۸ | ملک مکیہ | ۹۸ |
| ۲۹ | محمد حسین خان (بہادر) | ۱۰۰، ۱۰۱ |
| ۳۰ | محمد بن تغلق | ۱۰۰ |
| ۳۱ | محمد حسین (مولوی) | ۱۰۱ |

| | | |
|---|---|---|
| ۳۲ | مسعود غازی (سالار) | ۸۲، ۸۳، ۲۴۴ |
| ۳۳ | مسکین شاہ (کشمیری) | ۱۱۳، ۱۴۶، ۱۹۱، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۲۰۵، ۲۱۲، ۳۰۴ |
| ۳۴ | مڈویسٹرن | ۱۱۶ |
| ۳۵ | مقبول احمد (لاری) | ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳ |
| ۳۶ | محمد ظہور (لاری) | ۱۲۱ |
| ۳۷ | محمد حنیف (لاری) | ۱۲۱ |
| ۳۸ | مکھومیاں | ۱۲۲ |
| ۳۹ | مظفر احمد (لاری) | ۱۲۳ |
| ۴۰ | میر قاسم علی خان | ۱۲۳ |
| ۴۱ | میر جعفر | ۱۲۳ |
| ۴۲ | میر مرتضیٰ حسین | ۱۲۳ |
| ۴۳ | میر قاسم | ۱۲۳، ۱۲۴، ۴۳۸ |
| ۴۴ | میجر کنلاخ | ۱۲۴ |
| ۴۵ | مموخان (نواب) | ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۴، ۱۳۵ |
| ۴۶ | مرزا رمضان علی | ۱۳۲ |
| ۴۷ | منشی ذکاء اللہ دہلوی | ۳۶ |
| ۴۸ | مسروق (خراسانی) | ۱۴۳ |
| ۴۹ | محمد فیرز اختر (ارغوانی) | ۱۴۳ |
| ۵۰ | محضر علی قادری (مداری) | ۱۴۶، ۱۴۸ |
| ۵۱ | محمد جمال الدین (جان من جنتی) | ۱۴۷ |
| ۵۲ | محمد لاہوری (شیخ) | ۱۴۹ |
| ۵۳ | مظہر مداری (قاضی) | ۱۴۹ |
| ۵۴ | میر حسین معز بلخی | ۱۴۹ |
| ۵۵ | منوکامنا | ۱۵۲ |
| ۵۶ | منوجی | ۱۵۲ |
| ۵۷ | محمد عبدالرحمن قادری | ۱۵۳ |
| ۵۸ | محمد ولی الرحمن قادری | ۱۵۴ |
| ۵۹ | محمد حمید الرحمن قادری | ۱۵۶، ۳۲۳ |
| ۶۰ | مجد الدین بغدادی | ۱۵۹ |
| ۶۱ | محمد شاہ خوارزم | ۱۶۰ |
| ۶۲ | محبوب الٰہی | ۱۶۰، ۱۶۱، ۲۲۶، ۲۳۱، ۲۳۶، ۲۳۸، ۹۳۹ |

| | | |
|---|---|---|
| ۶۳ | معزالدین | ۱۶۱ |
| ۶۴ | مخدوم جہاں | ۱۶۲،۱۶۵،۱۶۶،۱۶۸،۱۸۹ |
| ۶۵ | محمد تاج فقیہ | ۱۶۳،۱۶۴،۱۶۷ |
| ۶۶ | مرادالله منیری | ۱۶۳،۱۶۴ |
| ۶۷ | مظفر شمس بلخی | ۱۶۵ |
| ۶۸ | مالک زادہ فضل الله | ۱۶۵ |
| ۶۹ | منصور (مخدوم) | ۱۸۱ |
| ۷۰ | مظفر (شیخ) | ۱۸۱ |
| ۷۱ | محمد نوسہروردی | ۱۸۳ |
| ۷۲ | محمد اعظم دمری (مؤرخ) | ۱۹۸،۲۰۵،۲۰۶ |
| ۷۳ | محمد منعم پاک | ۲۰۰،۲۰۲،۲۰۳ |
| ۷۴ | محمد فرہاد | ۲۰۰،۲۰۱ |
| ۷۵ | محمد اسماعیل قدیمی | ۲۰۱ |
| ۷۶ | مشتاق احمد (رام پوری) | ۲۰۲ |
| ۷۷ | محمد علی انصاری (عظیم آبادی) | ۲۰۳ |
| ۷۸ | محمد عثمان شمسی (عظیم آبادی) | ۲۰۳ |
| ۷۹ | محمد علی میکش (اکبرآبادی) | ۲۰۳ |
| ۸۰ | پیر سید محمد صادق | ۲۰۶ |
| ۸۱ | محمود غزنوی (سلطان) | ۲۲۴،۲۲۵ |
| ۸۲ | مودود چشتی (خواجہ) | ۲۲۴ |
| ۸۳ | ممشاد علی دینوری | ۲۲۴،۲۲۵ |
| ۸۴ | مخدوم اشرف سمنانی | ۲۲۵،۲۴۱،۲۴۴،۲۴۵ |
| ۸۵ | محمد بن سید مبارک کرمانی | ۲۲۶،۲۲۷،۲۲۸،۲۲۹،۲۳۸ |
| ۸۶ | معین الدین (شیخ) | ۲۲۶ |
| ۸۷ | معزالدین سام (سلطان) | ۲۲۶،۲۲۷،۲۳۷ |
| ۸۸ | منہاج الدین عثمان (جوزجانی) | ۲۲۷ |
| ۸۹ | محمد اصفہانی (شیخ) | ۲۳۰ |
| ۹۰ | منہاج الدین ترمذی | ۲۳۲ |
| ۹۱ | محمد حسین صابری (شاہ) | ۲۳۳ |
| ۹۲ | محب الله الہ آبادی | ۲۳۴ |
| ۹۳ | محمد احمد المارہروی (شیخ) | ۲۳۶ |

| | | |
|---|---|---|
| ۹۴ | محمد اشرفی جیلانی | ۲۴۴، ۲۵۳ |
| ۹۵ | ملک محمود | ۲۵۳ |
| ۹۶ | محی الدین ابن عربی | ۲۵۴ |
| ۹۷ | محمد امیر (کابلی) | ۲۵۷ |
| ۹۸ | محمود احمد رفاقتی | ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۷۰، ۳۲۶، ۳۷۹ |
| ۹۹ | محمود اشرف جیلانی | ۲۵۹، ۲۷۶، ۲۷۷، ۳۸۰ |
| ۱۰۰ | محمد اشرفی (محدث اعظم) | ۲۵۹، ۳۲۶، ۴۰۲ |
| ۱۰۱ | محمد مدنی میاں اشرفی (شیخ الاسلام) | ۲۶۴ |
| ۱۰۲ | مشتاق احمد نظامی (خطیب مشرق) | ۲۶۵، ۲۷۴، ۳۱۹، ۳۲۲، ۳۶۰، ۳۷۰، ۴۰۱، ۴۰۷، ۴۵۰ |
| ۱۰۳ | محمد عارف حسین مصباحی | ۲۶۶ |
| ۱۰۴ | مظفر حسین کچھوچھوی | ۲۶۶، ۲۸۲، ۳۱۹، ۳۲۲، ۴۰۷، ۵۰۰ |
| ۱۰۵ | محبوب رضا روشن القادری | ۲۶۷ |
| ۱۰۶ | محمد اسرائیل مصباحی | ۲۶۸، ۲۹۸ |
| ۱۰۷ | مختار اشرف جیلانی (سرکار کلاں) | ۲۶۹ |
| ۱۰۸ | محمد اشرف جیلانی | ۲۷۱، ۳۱۱، ۳۹۱، ۳۹۲ |
| ۱۰۹ | محمد اکمل حسین | ۲۷۱ |
| ۱۱۰ | مصطفیٰ اشرف | ۲۷۳ |
| ۱۱۱ | محمد صغریٰ بلگرامی | ۲۷۸، ۲۸۵ |
| ۱۱۲ | محمد ایوب قادری (پروفیسر) | ۲۷۸ |
| ۱۱۳ | محمد امین میاں برکاتی | ۲۷۹، ۲۸۴، ۲۸۷، ۴۱۳ |
| ۱۱۴ | محمد عیسیٰ برکاتی | ۲۸۳، ۳۶۶، ۴۰۰، ۴۸۳، ۴۸۹، ۴۸۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳ |
| ۱۱۵ | محمد رفیق برکاتی | ۲۸۳ |
| ۱۱۶ | محمد اویس مصطفیٰ واسطی | ۲۸۳ |
| ۱۱۷ | مصطفیٰ حیدر حسن (احسن العلما) | ۲۸۷، ۲۹۶، ۳۰۲، ۴۴۲، ۴۵۶، ۴۵۷ |
| ۱۱۸ | محمد اشرف برکاتی | ۲۸۷ |
| ۱۱۹ | محمد میاں مارہروی (تاج العلما) | ۲۸۷ |
| ۱۲۰ | میر تقی میر | ۲۸۷ |
| ۱۲۱ | محمد حقانی قادری (مارہروی) | ۲۸۸ |

| | | |
|---|---|---|
| ۱۲۲ | محمد اکبر قادری (برکاتی) | ۲۹۰ |
| ۱۲۳ | محمود محمد عبداللہ | ۲۹۰ |
| ۱۲۴ | محمد جہاں گیر (فتح پوری) | ۲۹۴ |
| ۱۲۵ | محمد کاظم علی (بستوی) | ۲۹۴ |
| ۱۲۶ | محمد ظہیر الدین اعظمی | ۲۹۴ |
| ۱۲۷ | محمد شفیق احمد (گورکھپور) | ۲۹۴ |
| ۱۲۸ | مطیع الرحمن (دیوبندی) | ۲۹۷ |
| ۱۲۹ | محمد الیاس مصباحی | ۲۹۸، ۳۶۱ |
| ۱۳۰ | محمد عرفان رضا خان | ۲۹۸ |
| ۱۳۱ | محمد کلیم الدین رضوی | ۲۹۹، ۴۹۸ |
| ۱۳۲ | محمد قاضی حمید الدین بخاری | ۳۰۲ |
| ۱۳۳ | مظفر احمد داتا گنجوی | ۳۰۲ |
| ۱۳۴ | محمد شوکت علی | ۳۰۴ |
| ۱۳۵ | محمد قمر عالم قادری | ۳۰۶ |
| ۱۳۶ | محمد عطاء الرحمن | ۳۰۶، ۳۰۷ |
| ۱۳۷ | محمد اسلم قادری | ۳۰۶، ۳۰۷ |
| ۱۳۸ | محمد ابراہیم قادری | ۳۰۹ |
| ۱۳۹ | محمد اعجاز قادری | ۳۰۹ |
| ۱۴۰ | محمد اسماعیل (آروی) | ۳۱۱ |
| ۱۴۱ | محمد ابراہیم (آروی) | ۳۱۱ |
| ۱۴۲ | محمد عثمان رضوی (بیلاوی) | ۳۱۱، ۳۱۳، ۳۱۶ |
| ۱۴۳ | محمد تیغ علی قادری آبادانی | ۳۱۱، ۳۸۰ |
| ۱۴۴ | محمد اسرئیل رضوی | ۳۱۳، ۳۶۱، ۳۷۶، ۳۸۵، ۳۸۶، ۴۴۷، ۴۹۴، ۴۹۶، ۵۰۵ |
| ۱۴۵ | محی الدین قادری جعفری | ۳۱۳ |
| ۱۴۶ | مطیع الرحمن (رضوی) | ۳۱۵، ۳۱۶ |
| ۱۴۷ | محمد ادریس | ۳۲۲، ۴۵۰ |
| ۱۴۸ | منان رضا (منانی میاں) | ۳۲۷ |
| ۱۴۹ | محمد فوجدار | ۳۳۱ |

| | | |
|---|---|---|
| ۱۵۰ | محمد واجد | ۳۳۱ |
| ۱۵۱ | محمد کرامت علی | ۳۳۱ |
| ۱۵۲ | محمد سلمان (قادری نوری) | ۳۳۳ |
| ۱۵۳ | محمد اسحاق خان (جالوی) | ۳۳۳ |
| ۱۵۴ | محمد سلیمان اشرفی | ۳۳۴ |
| ۱۵۵ | محمد رفاقت حسین (قادری اشرفی) | ۳۳۴ |
| ۱۵۶ | مہیندر (بادشاہ) | ۳۳۹، ۳۹۷ |
| ۱۵۷ | محمد سعید الرحمن | ۳۴۳ |
| ۱۵۸ | محمد عباد اللہ انصاری (ٹیلر ماسٹر) | ۳۴۴، ۳۴۵ |
| ۱۵۹ | محمد اسماعیل (حسینی) | ۳۵۴، ۴۵۰، ۴۵۱ |
| ۱۶۰ | محمد نسیم احمد قادری (لوہنہ) | ۳۵۴، ۵۰۸ |
| ۱۶۱ | محمد لوٹن (حاجی) | ۳۵۵، ۴۹۵ |
| ۱۶۲ | محمد احمد قادری | ۳۵۷ |
| ۱۶۳ | محمد حنیف قادری (کٹیاوی) | ۲۶۱، ۳۷۸ |
| ۱۶۴ | محمد کلیم الدین (ابراہیمی) | ۳۶۱، ۳۸۴، ۳۸۸، ۴۴۰، ۴۴۸، ۴۹۶، ۵۰۵ |
| ۱۶۵ | محمد اظہار اشرف جیلانی (شیخ اعظم) | ۳۶۳، ۵۰۶ |
| ۱۶۶ | محمد اسماعیل رضا خان (تاج الشریعہ) | ۳۶۹ |
| ۱۶۷ | محمد عین الحق شاہد نوری | ۳۷۱ |
| ۱۶۸ | محمد نجم الدین (قادری) | ۳۷۲، ۴۴۱ |
| ۱۶۹ | محمد واحد علی (ضیاء المصطفیٰ محدث کبیر) | ۳۷۲ |
| ۱۷۰ | محمد اسلم قادری (شیر بہار) | ۳۷۷، ۳۴۶، ۵۰۰، ۵۰۲ |
| ۱۷۱ | معین الدین خان (فتح پوری) | ۳۷۷، ۴۲۴، ۴۴۳ |
| ۱۷۲ | محمد عظیم الدین (حامدی) | ۳۷۹، ۳۸۲، ۳۹۱ |
| ۱۷۳ | محمد ابراہیم قادری | ۳۸۴ |
| ۱۷۴ | محی الدین (پوکھریروی) | ۳۹۰ |
| ۱۷۵ | مطیع الرحمن (پوکھرپوری) | ۳۹۱ |
| ۱۷۶ | مصطفیٰ رضا خان (مفتی اعظم ہند) | ۳۹۷، ۴۱۲، ۴۱۵ |
| ۱۷۷ | مسعود احمد (برکاتی) | ۴۰۰ |
| ۱۷۸ | محمد صدیق خان قادری (روپندیہی) | ۴۰۹ |

| | | |
|---|---|---|
| ۱۷۹ | محمد اشفاق حسین نعیمی (مفتی راجستھان) | ۴۱۰ |
| ۱۸۰ | محمد نعیم الدین | ۴۱۰ |
| ۱۸۱ | محبوب عالم نوری | ۴۱۰ |
| ۱۸۲ | مظہر علی (علیمی) | ۴۱۰ |
| ۱۸۳ | محمود اختر | ۴۱۳ |
| ۱۸۴ | محمد اسلام رضوی | ۴۱۷ |
| ۱۸۵ | محمد اسلم بیگ رضوی | ۴۱۷ |
| ۱۸۶ | محمد صدیق (صادق پرتاپوری) | ۴۱۷ |
| ۱۸۷ | محمد یوسف (نیپالی) | ۴۱۷ |
| ۱۸۸ | محمد زکریا (لاہوری) | ۴۱۹ |
| ۱۸۹ | محمد رفاقت حسین | ۴۱۹ |
| ۱۹۰ | محمد نمازی قادری (صوفی) | ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۵ |
| ۱۹۱ | محمد ایوب قادری (صوفی) | ۴۲۲ |
| ۱۹۲ | مظفر حسین رضوی (خواجہ) | ۴۲۴، ۴۴۳ |
| ۱۹۳ | محمد عیسیٰ (الغازانی) | ۴۲۸ |
| ۱۹۴ | محمد نعیم الدین (صدر الافاضل) | ۴۲۰ |
| ۱۹۵ | محمد کچھوچھوی | ۴۲۰ |
| ۱۹۶ | محمد میاں (دہلوی) | ۳۶۳ |
| ۱۹۷ | ممتاز عالم (مصباحی) | ۴۶۴ |
| ۱۹۸ | محمد نظام الدین (صوفی) | ۴۶۷ |
| ۱۹۹ | محمد ایوب (مفتی) | ۴۷۶ |
| ۲۰۰ | محمد نعیم الدین بدخشی | ۴۳۷ |
| ۲۰۱ | معظم شاہ رضا نیازی | ۴۳۷ |
| ۲۰۲ | محمد فضل کریم (مفتی) | ۴۴۲ |
| ۲۰۳ | محمد التیجانی (ڈاکٹر) | ۴۴۵ |
| ۲۰۴ | محمد یحییٰ برکاتی | ۴۴۸ |
| ۲۰۵ | محمد عثمان رضوی | ۴۴۸، ۴۵۴، ۴۹۳، ۴۹۶ |
| ۲۰۶ | محمد قائم چشتی | ۴۵ |
| ۲۰۷ | محمد نظیر خان | ۴۵۱ |
| ۲۰۸ | محمد شرف الدین نیئر | ۴۵۱ |
| ۲۰۹ | مصلح الدین قادری | ۴۵۲، ۴۶۰، ۴۹۶، ۵۰۴ |

| | | |
|---|---|---|
| ۲۱۰ | محمد تسلیم قادری | ۴۵۲ |
| ۲۱۱ | محمد امیر الدین | ۴۵۲ |
| ۲۱۲ | محمد مسعود احمد نقشبندی (ڈاکٹر) | ۴۵۶ |
| ۲۱۳ | محمد جلال الدین قادری | ۴۵۶ |
| ۲۱۴ | محمد نجم الدین مصباحی | ۴۵۸، ۵۰۴ |
| ۲۱۵ | محمد حنیف قادری | ۴۵۸، ۴۶۰، ۴۹۸، ۵۰۳، ۵۰۴ |
| ۲۱۶ | محمد قمر عالم مصباحی | ۴۵۹ |
| ۲۱۷ | محمد بدر الدین منظری | ۴۵۹ |
| ۲۱۸ | محمد شوکت علی فدائی | ۴۶۱، ۵۰۳ |
| ۲۱۹ | محمد نعیم الدین (منظری) | ۴۶۷ |
| ۲۲۰ | ملنگ شاہ | ۴۶۹ |
| ۲۲۱ | محمد رضاء الحق (ڈاکٹر) | ۴۷۰ |
| ۲۲۲ | محمد احمد حسین ہیکل | ۴۷۱ |
| ۲۲۳ | محبوب رضا (قمر مصباحی) | ۴۷۱ |
| ۲۲۴ | مبشر حسین مصباحی | ۴۷۳ |
| ۲۲۵ | محمد جیش برکاتی | ۴۷۵، ۴۹۶، ۴۹۸، ۵۰۰، ۵۰۱ |
| ۲۲۶ | محمد زاہد رضا منظری | ۴۷۶ |
| ۲۲۷ | محمد حسن رضا نوری | ۴۷۶ |
| ۲۲۸ | محمد صدام حسین قادری | ۴۸۰ |
| ۲۲۹ | محمد شفیق رضا شمسی | ۴۸۱ |
| ۲۳۰ | مہر انسار امجدی | ۴۸۴، ۴۸۹ |
| ۲۳۱ | محسن مکرانی | ۴۹۳ |
| ۲۳۲ | محمد یوسف رضوی | ۴۹۶ |
| ۲۳۳ | حافظ محمد ادریس | ۴۹۶ |
| ۲۳۴ | محمد داؤد | ۴۹۶، ۵۰۶ |
| ۲۳۵ | محمد نعیم الدین ازہری | ۴۹۹ |
| ۲۳۶ | محمد اصغر علی | ۴۹۹ |
| ۲۳۷ | محمد لیاقت (مولانا) | ۵۰۰ |
| ۲۳۸ | محمد مسلم (مولانا) | ۵۰۰، ۵۰۲ |

۲۳۹ محمد ایوب (مولانا) ۵۰۰
۲۴۰ محمد اختر (ماسٹر) ۵۰۰
۲۴۱ محبوب رضا روشن القادری ۵۰۱
۲۴۲ محمد حسین ابوالحقانی مصباحی ۵۰۱
۲۴۳ محمد مستقیم برکاتی (مولانا) ۵۰۲،۵۰۱
۲۴۴ محمد مجیب الرحمن برکاتی (مولانا) ۵۰۲
۲۴۵ محمد اسلام الدین (مولانا) ۵۰۲
۲۴۶ محمد یوسف (حافظ) ۵۰۳
۲۴۷ مفید عالم (مولانا) ۵۰۴
۲۴۸ محمود عالم مصباحی (مولانا) ۵۰۴
۲۴۹ محمد امجدی علی رضوی (مولانا) ۵۰۹
۲۵۰ محمد بشیر القادری (مولانا) ۵۰۹
۲۵۱ محمد سلیم ساجد ۵۱۲

## (ن)

۱ نسیم اختر (ڈاکٹر) ۴۳۹،۴۳۶،۷۴،۵
۲ نورالحق (مصباحی) ۲۴
۳ نے ۴۵،۴۴
۴ نسیم احمد نسیم (ڈاکٹر) ۴۳۹،۱۳۶،۴۸،۴۷
۵ ناصر الدین ۵۹
۶ نذر مقبول ۶۴،۶۲
۷ نانا شاہ ۳۹۴،۸۳
۸ نورالحسین ۱۸۵،۸۷
۹ نکبیہ ۹۹
۱۰ نصیر الملک ۱۲۳
۱۱ نصرت جنگ ۱۲۳
۱۲ نانا راؤ ۱۲۹،۱۲۸
۱۳ نظام یمنی ۱۶۰،۱۴۹
۱۴ نورالسلیم ۱۵۷

| | | |
|---|---|---|
| ۱۵ | نجم الدین کبریٰ فردوسی | ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۴، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۸۵ |
| ۱۶ | نظام الدین اولیا | ۱۶۰، ۲۲۶، ۲۳۲، ۴۶۴ |
| ۱۷ | نصیر الدین محمود | ۱۶۰ |
| ۱۸ | نجیب الدین فردوسی | ۱۶۱، ۱۶۲ |
| ۱۹ | نظام الدین (درون حصاری) | ۱۶۵ |
| ۲۰ | نجم الدین احمد فردوسی | ۱۷۸ |
| ۲۱ | نصیر الدین نیپالی | ۱۷۸ |
| ۲۲ | نعمت اللہ (فارسی) | ۱۹۷ |
| ۲۳ | ناصر الدین یوسف (خواجہ) | ۲۲۴ |
| ۲۴ | نظام الدین یمنی (شیخ) | ۲۲۵ |
| ۲۵ | نور الدین مبارک (غزنوی) | ۲۳۲ |
| ۲۶ | ناصر الدین محمود | ۲۳۶، ۲۳۷ |
| ۲۷ | نظام الدین بحاث | ۲۳۶ |
| ۲۸ | نصیر الدین محمد (چراغ) | ۲۳۸ |
| ۲۹ | نور الحق | ۲۳۹ |
| ۳۰ | نصیبہ (بی بی) | ۲۴۴ |
| ۳۱ | نعیم الدین (مرادآبادی) | ۲۵۸، ۲۶۹ |
| ۳۲ | نور العین | ۲۵۴ |
| ۳۳ | نور محمد خالد (مصباحی) | ۳۸۹، ۲۹۰، ۳۹۹، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۵۰۸ |
| ۳۴ | نجیب حیدر قادری برکاتی | ۲۹۱ |
| ۳۵ | نجم الہدیٰ قادری | ۳۱۲، ۳۱۳، ۴۹۵ |
| ۳۶ | نعمت اللہ | ۳۱۲، ۴۹۵ |
| ۳۷ | نور الحسین (نقشبندی) | ۳۳۵ |
| ۳۸ | نور محمد | ۳۳۷ |
| ۳۹ | نظر عالم (سید) | ۳۴۹، ۳۵۵، ۳۵۵ |
| ۴۰ | نصیر الدین | ۳۵۱ |
| ۴۱ | نسیم احمد قادری | ۳۵۳، ۴۶۲ |
| ۴۲ | نعمت علی شاہ قادری (خاکی بابا) | ۳۹۰، ۳۹۴ |
| ۴۳ | نفیس احمد (مصباحی) | ۴۰۰ |

۱۴۴ نظام الدین (حبیبی) ۴۰۱
۱۴۵ نورالہدیٰ (گیاوی) ۵۱۰،۴۱۵
۱۴۶ نوراللہ (نوری میاں) ۴۱۷
۴۷ نورالدین حسن (زینی) ۴۳۲
۴۸ نظراللہ بن محمد ۴۳۸
۴۹ نصب العین (چترویدی) ۵۰۵

(و)

۱ وصی احمد بکرانی (ڈاکٹر) ۲۴، ۲۶۴، ۳۲۳،۳۲۶، ۳۴۴، ۳۴۶، ۳۷۱، ۳۷۷،۳۷۸، ۴۰۷،۴۰۸
۲ وسنت اے سمتھ ۴۲،۴۹
۳ وسنو گپتا ۴۶
۴ وارا سمہا ۴۷
۵ واجد علی شاہ (نواب) ۱۱۵
۶ وزیر اکبر آبادی (ڈاکٹر) ۱۲۸
۷ وکٹوریہ (ملکہ) ۱۳۶
۸ وجیہ الدین (فرنگی محلی) ۱۴۳
۹ وحید الحسن ۱۴۷
۱۰ ولی الرحمن علیمی ۱۵۶، ۳۲۴، ۳۷۹، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲
۱۱ وجیہ الدین ابوحفص ۱۵۸، ۱۸۵
۱۲ وزیر الدین رحمانی ۱۸۱
۱۳ وصی احمد (محدث سورتی) ۲۶۰
۱۴ واعظ الحق (قادری) ۳۴۷
۱۵ وقار الدین احمد (رضوی) ۳۵۸

(ہ)

۱ ہرش وردھن ۵۴
۲ ہان سنگ ۵۵
۳ ہری سمہا دیو ۵۸، ۱۰۸
۴ ہری دیو ۵۹

| | | |
|---|---|---|
| ۵ | ہل تلبغہ | ۵۹ |
| ۶ | ہری سنگھ دیو | ۹۱،۹۰ |
| ۷ | ہری سنہادیو | ۹۱،۹۰ |
| ۸ | ہلیسنگس | ۱۲۶،۱۲۵،۲۴ |
| ۹ | ہزا کسیلنسی رائٹ ایریبل | ۱۳۱،۱۳۰ |
| ۱۰ | ھشام | ۱۵۱ |
| ۱۱ | ہاجرہ بی بی | ۲۱۹،۲۱۸،۲۱۷،۲۱۶ |
| ۱۲ | ہبیرہ بصری (شیخ) | ۲۲۴ |
| ۱۳ | ہاشمی میاں (اشرفی جیلانی) | ۲۶۴ |
| ۱۴ | ہدایت اللہ خان | ۳۹۰،۳۷۳ |
| ۱۵ | ہاجرہ | ۳۷۴ |
| ۱۶ | ہاشم یوسفی | ۴۱۵ |
| ۱۷ | ہدایت اللہ (ابن عبدالفتح) | ۴۳۷ |

## (ی)

| | | |
|---|---|---|
| ۱ | یاستم | ۱۵۱ |
| ۲ | یکشا گپتا | ۴۷،۴۶ |
| ۳ | یلمبھر (راجہ) | ۴۸ |
| ۴ | یکشامل | ۶۵،۶۳،۶۲،۵۷ |
| ۵ | یوسف الہادی | ۷۷ |
| ۶ | یٰسین اختر مصباحی | ۱۲۸ |
| ۷ | یک گزگلور (کرنل) | ۱۳۶ |
| ۸ | یحییٰ بن اسرائیل | ۱۶۷،۱۶۶ |
| ۹ | یونس (علیہ السلام) | ۱۷۲ |
| ۱۰ | یوسف ہمدانی | ۲۴۴ |
| ۱۱ | یحییٰ صادق | ۲۴۵ |
| ۱۲ | یوسف شاہ نقشبندی (کشمیری) | ۲۵۹ |
| ۱۳ | یحییٰ حسن میاں برکاتی | ۵۰۵،۳۰۱ |
| ۱۴ | یوسف علی مظہری | ۴۱۷،۴۱۵،۴۱۴ |

## (A)


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | Asoka | ۵۰ |


## (C)


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | Chandra Varma | ۵۱ |
| ۲ | Chandrakela Deve | ۵۵ |


## (D)


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | DL. Raman Regmi | ۴۶،۴۳،۵ |
| ۲ | Daniel wriatit | ۴۴ |
| ۳ | Dilliraman Regmi (Dr) | ۱۰۶ |
| ۴ | D.R.Regmi (Dr) | ۱۰۵ |
| ۵ | D.B.Bista | ۱۱۶ |


## (G)


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | Giahir | ۵۰ |
| ۲ | Gorkha | ۴۰ |


## (H)


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | H.H. Risley | ۵۷،۵۰،۴۵ |
| ۲ | Harideve | ۵۹ |


## (j)


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | Jaya Gipta | ۴۹،۴۲ |
| ۲ | Jayamatisimha | ۴۷ |
| ۳ | Jitadesi | ۵۰،۴۸ |
| ۴ | Jaya Verma | ۵۱ |
| ۵ | Jyeshtha Verma | ۵۲ |
| ۶ | Jaya Deve i | ۵۵،۵۳ |
| ۷ | Joyakama Deve | ۵۵ |
| ۸ | Jaya Dene | ۱۰۷ |

## (K)


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | Kanchanjung | ۴۰ |
| ۲ | Karnall | ۴۰ |
| ۳ | Kathmandu | ۴۰، ۶۳، ۷۲ |


## (l)


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | Luk | ۵۰ |
| ۲ | Lakshmikama Deve | ۵۵ |
| ۳ | Luciano Petech | ۵۷ |
| ۴ | L. Petech | ۵۸، ۵۹، ۸۹، ۱۰۴ |
| ۵ | Laksminara Simha | ۶۳ |
| ۶ | Lokaprkasa | ۶۶ |


## (M)


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | Mahigupa | ۴۶ |
| ۲ | Mahendramall | ۶۳ |
| ۳ | Mahendramalla | ۶۶ |


## (N)


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | Nane | ۵۰ |
| ۲ | Nimisha | ۵۱، ۵۴ |


## (P)


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | Paramagupta | ۴۶ |
| ۲ | Pashuprwsha Deve | ۵۱ |
| ۳ | Prithwi Verma | ۵۱ |
| ۴ | Puspa (Pasuparekha) Varma | ۵۴ |
| ۵ | Padma Deve | |
| ۶ | Pratap mall | ۶۳ |
| ۷ | Parma malla | ۶۵ |
| ۸ | Purandra Simha | ۶۵ |
| ۹ | Parkash Upadhyay | ۸۴، ۱۰۶ |
| ۱۰ | Petech | ۱۰۸ |

## (R)

| | | |
|---|---|---|
| ۱ | R.K. Chodhri | ۱۰۸،۱۰۴،۹۶ |

## (S)

| | | |
|---|---|---|
| ۱ | Shamima Siddiqa | ۱۱۶،۱۱۰،۹۱،۴۴ |
| ۲ | Sthunka | ۴۹ |
| ۳ | Suryamall | ۶۲ |
| ۴ | Sadasivmall | ۶۳ |
| ۵ | Sivasimha | ۶۳ |
| ۶ | Suvarna malla | ۶۵ |
| ۷ | Swaymbhunath Wikipeda | ۱۰۲ |
| ۸ | Skti deve | ۵۹ |
| ۹ | Shurkishordsa | ۱۱۸ |

## (V)

| | | |
|---|---|---|
| ۱ | Visnugupta | ۴۶ |
| ۲ | Varasiha | ۴۷ |
| ۳ | Vrisha Bhanu | ۱۰۶،۶۱ |

## (Y)

| | | |
|---|---|---|
| ۱ | Yaksa Gupta | ۴۷،۴۶ |
| ۲ | Yalambra | ۵۰ |
| ۳ | Yaksha Mall | ۵۷ |
| ۴ | Yoganarendra Malla | ۶۵ |
| ۵ | Yogaprakas Malla | ۶۶ |
| ۶ | Yalambhar - | ۴۸ |

# اماکن وبلاد

## (آ)


| نمبر شمار | آ | صفحات |
|---|---|---|
| ۱ | آدم گھاٹ | ۱۵۳ |
| ۲ | آدم (پہاڑ) | ۱۵۰، ۱۵۲، ۱۵۳ |
| ۳ | آسٹریلیا | ۳۷، ۲۸۹، ۳۹۸، ۴۱۱ |
| ۴ | آگرہ | ۲۰۰، ۲۸۷، ۴۲۱ |
| ۵ | آرہ (بہار) | ۱۸، ۳۱۱، ۳۲۹، ۳۷۹، ۳۸۴، ۳۸۵، ۴۲۰، ۴۴۰، ۴۹۵ |
| ۶ | آسام | ۲۹، ۴۷، ۸۷، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۳۰۳، ۳۵۷ |


## (الف)


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | اندراچوک | ۴۳۶ |
| ۲ | اورنگ آباد | ۴۵۱ |
| ۳ | امجھر شریف | ۴۵۱ |
| ۴ | الہ آباد | ۳۶، ۴۲، ۱۲۱، ۲۰۷، ۲۶۸، ۳۰۳، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۷، ۴۰۱، ۴۵۲، ۴۶۰، ۴۹۶ |
| ۵ | اندور | ۴۷۵، ۴۵۷ |
| ۶ | اٹھرواکھریانی | ۴۵۷، ۵۰۲ |
| ۷ | ایم، پی | ۴۶۹ |
| ۸ | اڑیسہ | ۶۱، ۱۲۳، ۱۲۶، ۳۰۳، ۳۰۹، ۴۵۴ |
| ۹ | اورنگ | ۳۶۵، ۴۶۱ |
| ۱۰ | انگلینڈ | ۳۷۵، ۳۹۸ |
| ۱۱ | اکڈارا | ۳۸۲، ۴۲۳، ۴۹۶، ۵۰۴ |
| ۱۲ | ادھیاری | ۴۰۱ |
| ۱۳ | اوجھانگنج | ۴۶۹، ۴۷۵ |
| ۱۴ | امبیڈکر نگر | ۴۷۶ |

| | | |
|---|---|---|
| ۱۵ | اوڑھی | ۴۸۴ |
| ۱۶ | انروا | ۵۱۲،۵۱۳ |
| ۱۷ | اسلام نول | ۵۱۳ |
| ۱۸ | اکبرآباد | ۲۲۵ |
| ۱۹ | اعظم گڑھ | ۱۲،۱۴،۲۵،۸۵،۳۹۷ |
| ۲۰ | افریقہ | ۳۰،۳۱،۲۰۰،۲۶۴،۲۷۷،۲۸۹،۳۰۳،۳۴۱،۳۵۶،۳۵۷، ۳۵۸،۳۹۸،۳۹۹،۴۱۱ |
| ۲۱ | انڈیا | ۳۳،۴۶،۶۱،۸۰،۱۰۶،۱۱۶،۱۲۵،۱۳۰،۳۹۷،۴۶۱،۴۶۹ |
| ۲۲ | انڈونیشیا | ۳۸،۴۰۶ |
| ۲۳ | الموزا | ۶۷،۱۲۶ |
| ۲۴ | امریکہ | ۶۸، ۲۰۰، ۲۴۹، ۲۶۴، ۲۸۹، ۲۹۲، ۳۴۱، ۳۵۶، ۳۵۹، ۳۷۵، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۱۱، ۴۳۰، ۴۳۳ |
| ۲۵ | افغانستان | ۷۷، ۸۱، ۱۱۷، ۱۴۵، ۱۵۳، ۲۰۰، ۲۳۰، ۲۳۳، ۲۶۴، ۳۵۷ |
| ۲۶ | القاهرة | ۷۸ |
| ۲۷ | التبت | ۷۸ |
| ۲۸ | الصين | ۷۸، ۷۹، ۹۳، ۱۰۲ |
| ۲۹ | الهند | ۷۸، ۸۵، ۹۳ |
| ۳۰ | الخلخ | ۷۸ |
| ۳۱ | التغزغز | ۷۸ |
| ۳۲ | الترک | ۷۹ |
| ۳۳ | اترپردیش | ۸۱، ۹۴، ۱۲۰، ۱۲۱، ۳۷۲، ۲۹۵، ۳۹۷ |
| ۳۴ | اتراکھنڈ | ۸۱، ۳۰۳ |
| ۳۵ | ایران | ۸۱، ۹۲، ۱۴۵، ۱۵۳، ۲۲۵، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۴۱، ۲۵۵ |
| ۳۶ | اجمیر | ۸۲، ۸۳، ۱۹۳، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۸۱، ۲۹۶، ۳۰۳، ۳۳۴، ۳۹۱، ۴۰۴ |
| ۳۷ | اودھ | ۸۲، ۸۳، ۸۸، ۱۱۵، ۱۲۰ |
| ۳۸ | ابیہ | ۱۰۰ |
| ۳۹ | ایورسٹ ہوٹل | ۱۲۳ |
| ۴۰ | ادھیان پور | ۱۶۴، ۱۶۷ |

| | | |
|---|---|---|
| ۴۱ | الخلیل | ۱۵۴،۱۵۷ |
| ۴۲ | عظیم آباد | ۱۶۴ |
| ۴۳ | انبیر | ۱۸۵ |
| ۴۴ | اندراب | ۲۰۶ |
| ۴۵ | امرت سر | ۲۰۶،۲۰۸ |
| ۴۶ | اٹوٹول | ۲۱۷ |
| ۴۷ | اجودھن | ۲۳۲،۲۳۶ |
| ۴۸ | اوچھ | ۲۴۷ |
| ۴۹ | اریا | ۲۶۲،۲۶۶ |
| ۵۰ | ایشیا | ۲۶۴،۲۷۳،۲۷۷،۲۸۹،۳۵۶،۳۹۹ |
| ۵۱ | امرڈوبھا | ۲۷۱ |
| ۵۲ | ایلہ | ۲۸۷ |


## (ب)


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | بلیا | ۴۵۵،۴۵۹ |
| ۲ | بہار | ۱۸، ۵۰، ۵۳، ۵۷، ۶۷، ۶۱، ۸۱، ۸۴، ۸۵، ۱۲۳، ۱۲۶، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۷۵، ۱۸۲، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۸، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۴، ۲۹۲، ۲۹۶، ۲۹۷، ۳۰۹، ۳۱۱، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۳۳، ۳۳۵، ۳۳۷، ۳۴۷، ۳۵۰، ۳۵۴، ۳۵۶، ۳۶۴، ۳۶۷، ۳۹۰، ۴۱۹، ۴۲۲، ۴۲۴، ۴۴۰، ۴۴۹، ۴۵۴، ۴۵۷، ۴۹۴، ۴۹۸، ۴۹۹ |
| ۳ | بریلی | ۲۶۶، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۶، ۳۰۲، ۳۱۰، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۵، ۳۲۹، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۴۱، ۳۶۹، ۳۷۳، ۳۷۷، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۱۲، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۳۳، ۴۴۱، ۴۵۰، ۴۵۹، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۸ |
| ۴ | بست پور | ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۷۳، ۵۰۹ |
| ۵ | بیرگنج | ۴۲۱، ۴۲۲ |
| ۶ | بنگال | ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۱، ۸۱، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۹۰، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۱۵، ۱۲۳، ۱۲۶، ۱۶۴، ۲۱۱، ۲۳۵، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۱، ۲۴۷، ۳۵۰، ۳۷۵، ۳۹۰، ۴۱۹، ۴۵۱، ۴۷۱، ۴۹۴ |
| ۷ | بھیونڈی | ۴۵۲ |
| ۸ | بھانڑسر | ۲۶۱، ۲۶۲، ۳۲۳، ۳۴۴، ۳۴۴، ۳۴۸، ۳۷۱، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۹۲، ۳۹۴، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۵۴، ۴۹۳، ۴۹۶ |

| | | |
|---|---|---|
| ۹ | براٹ نگر | ۲۷، ۲۹، ۷۲، ۱۷۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۷۴، ۲۷۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۶۰، ۳۶۳، ۳۶۴، ۵۰۶، ۵۱۳ |
| ۱۰ | بھنجیانگ | ۵۱۳ |
| ۱۱ | بھوج پور | ۳۰۳، ۳۹۷ |
| ۱۲ | بیکانیر | ۳۰۳ |
| ۱۳ | بجہا | ۳۲۸ |
| ۱۴ | بیر گنیا | ۳۳۳، ۳۵۳ |
| ۱۵ | بھنبھا | ۳۳۷، ۳۳۸ |
| ۱۶ | برتا | ۳۴۸ |
| ۱۷ | بریڈفورڈ | ۳۵۷ |
| ۱۸ | بلبہا | ۳۶۵، ۳۶۶ |
| ۱۹ | بازا | ۳۶۷، ۳۶۸، ۴۲۴، ۴۵۰، ۴۵۲، ۵۰۰ |
| ۲۰ | بیریا | ۳۵۳ |
| ۲۱ | بُسبا | ۳۵۳ |
| ۲۲ | بھگوان پور | ۳۵۳ |
| ۲۳ | بیلا اکذارا | ۳۷۸ |
| ۲۴ | بانسوپنی | ۳۸۱، ۳۹۶، ۵۰۳ |
| ۲۵ | برہم پور | ۳۹۶، ۴۶۳ |
| ۲۶ | بیل بانس | ۳۹۶، ۴۷۵ |
| ۲۷ | بھوجولی | ۴۱۱ |
| ۲۸ | بلرام پور | ۴۱۸ |
| ۲۹ | بھونان | ۳۳، ۳۷، ۴۷ |
| ۳۰ | بھات گاؤں | ۵۷، ۱۰۷، ۱۲۴ |
| ۳۱ | بارا | ۵۸، ۱۰۶، ۱۳۷ |
| ۳۲ | بنارس | ۶۱، ۱۰۴، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۵۰، ۴۵۵ |
| ۳۳ | بانکے | ۶۷، ۸۳، ۱۲۷، ۳۲۱ |
| ۳۴ | بردیا | ۶۷، ۱۲۷، ۳۲۱ |
| ۳۵ | بلجھنڈی | ۷۲ |

| | | |
|---|---|---|
| ۳۶ | بریندر نگر | ۷۲ |
| ۳۷ | برطانیہ | ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۵، ۳۴۱، ۳۵۷، ۴۱۲، ۴۳۰ |
| ۳۸ | بہرائچ | ۸۲، ۸۳، ۲۴۴، ۳۳۶ |
| ۳۹ | بنگالہ | ۸۵، ۴۳۷ |
| ۴۰ | براؤں شریف | ۱۱۲، ۱۹۱، ۲۱۲، ۴۰۹ |
| ۴۱ | بائیسی پرگنہ | ۱۲۴ |
| ۴۲ | بغداد شریف | ۱۴۱، ۲۲۰، ۲۲۵، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۳، ۲۵۷، ۲۹۳، ۳۹۸ |
| ۴۳ | بھیکم پور | ۱۴۱ |
| ۴۴ | بسفی | ۱۵۴ |
| ۴۵ | بھروارہ | ۱۵۷ |
| ۴۶ | بسیٹھا | ۱۵۷ |
| ۴۷ | بلخ | ۲۰۶، ۲۲۵، ۲۳۱ |
| ۴۸ | بارہ مولا | ۲۰۶ |
| ۴۹ | بخارا | ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۳۱، ۲۴۶ |
| ۵۰ | بدایوں | ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۸۰، ۳۰۱ |
| ۵۱ | بھڈوند | ۲۵۱ |
| ۵۲ | بیت المقدس | ۲۵۷ |
| ۵۳ | بستی | ۲۷۱، ۴۷۵، ۴۶۹ |
| ۵۴ | بڑھنی | ۲۷۲، ۲۷۷، ۲۸۴ |
| ۵۵ | بھلواری | ۲۷۲ |
| ۵۶ | بلگرام | ۲۷۸ |
| ۵۷ | بھبھنگاواں | ۲۹۳ |
| ۵۸ | بھیمواں | ۲۹۵ |
| ۵۹ | بھمرپورہ | ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۱۳، ۳۷۶، ۳۹۹، ۴۱۳، ۴۲۴، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۷۷، ۴۹۶، ۵۰۵ |
| ۶۰ | بہار شریف | ۳، ۱۵۸، ۱۶۰، ۱۶۲، ۱۶۵، ۱۶۹، ۱۸۴، ۲۴۷ |
| ۶۱ | بھیرہواں | ۲۷، ۲۹، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۹۱، ۴۰۹، ۴۶۶، ۴۶۷ |
| ۶۲ | بٹول | ۲۷، ۲۹، ۱۲۰، ۱۴۷، ۱۹۴، ۲۷۲، ۲۷۷ |

| | | |
|---|---|---|
| ۶۳ | بیرگنج | ۲۹،۲۷،۵۸،۹۰،۹۱،۱۲۱،۳۵۰،۳۵۱،۳۵۳ |
| ۶۴ | بھگت پور | ۲۷،۶۲،۶۳،۶۴،۶۵،۶۶،۷۲ |
| ۶۵ | بیروت | ۲۷،۷۹،۹۲،۹۳،۹۴،۹۸،۱۹۱ |
| ۶۶ | تنوت | ۲۹ |
| ۶۷ | بھونیشر | ۲۹،۳۰ |
| ۶۸ | برما | ۳۰،۴۷،۲۶۴ |
| ۶۹ | بنگلہ دیش | ۳۳،۲۰۰،۲۰۱،۲۶۴،۲۷۳،۲۷۷،۳۴۹،۳۸۰،۴۱۵،۴۱۹،۴۳۳ |


## (پ)


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | پیرڈمریا | ۲۰۹ |
| ۲ | پاک پٹن | ۲۳۲ |
| ۳ | پنڈوہ | ۲۳۵،۲۴۱ |
| ۴ | پشاور | ۲۶۴ |
| ۵ | پتراہاں | ۲۶۶ |
| ۶ | پوکھرا | ۲۷۱،۲۷۲،۲۷۶،۲۷۷،۲۸۴ |
| ۷ | پوکھر بھنڈا | ۳۰۶،۳۱۰ |
| ۸ | پھلواری شریف | ۳۱۳،۳۱۴،۳۵۴ |
| ۹ | پریہار | ۳۲۸،۴۴۵،۴۵۳،۴۷۶ |
| ۱۰ | پوکھریا | ۱۵۴،۳۲۴،۳۴۸،۳۵۱،۳۵۴،۳۵۴،۳۹۶ |
| ۱۱ | پارلماری بو | ۳۵۹ |
| ۱۲ | پریاکپور | ۳۶۵ |
| ۱۳ | پوکھریرا | ۳۸۹،۳۹۱،۴۰۴ |
| ۱۴ | پرسا | ۱۳۷،۱۷۸،۳۹۶ |
| ۱۵ | پرتگال | ۴۰۶ |
| ۱۶ | پھکوئی شریف | ۴۲۵،۴۴۶ |
| ۱۷ | پیپریا | ۴۴۹ |
| ۱۸ | پیپرا | ۴۹۷ |

| | | |
|---|---|---|
| ۱۹ | پٹنہ | ۳، ۵، ۲۰، ۴۹، ۶۱، ۶۲، ۶۴، ۷۴، ۸۷، ۱۱۲، ۱۲۳، ۱۲۵، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۴۹، ۱۶۳، ۱۶۵، ۱۶۷، ۱۷۷، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۹۱، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۷، ۲۱۹، ۲۲۱، ۳۱۵، ۳۴۰، ۳۵۶، ۴۰۵، ۴۳۹، ۴۴۲، ۴۵۰، ۴۷۶، ۴۷۷ |
| ۲۰ | پاکستان | ۳۷، ۷۳، ۷۴، ۲۰۰، ۲۲۱، ۲۲۴، ۲۳۲، ۲۶۴، ۲۷۳، ۲۷۸، ۲۹۰، ۲۹۷، ۳۴۱، ۳۵۷، ۳۷۵، ۴۱۱، ۴۱۹، ۴۴۹، ۴۵۶، ۴۶۵، ۵۰۰، ۵۰۵ |
| ۲۱ | پوپری | ۵۰۰ |
| ۲۲ | پشوپتی ناتھ مندر | ۴۹، ۹۴، ۹۵، ۱۰۷، ۱۱۱ |
| ۲۳ | پریاگپور | ۲۵ |
| ۲۴ | پوکھرا | ۲۷، ۲۸، ۳۲، ۳۵، ۴۱۸ |
| ۲۵ | پاٹن | ۲۷، ۴۳، ۴۹، ۶۲، ۶۵، ۶۶، ۱۰۷، ۱۱۴، ۱۲۴، ۱۹۴ |
| ۲۶ | پاٹلی پتر | ۴۹ |
| ۲۷ | پنجاب | ۸۲، ۹۴، ۲۰۶، ۴۱۹ |
| ۲۸ | پاٹن کنواں | ۱۱۴، ۱۷۰، ۱۷۲، ۱۷۳ |
| ۲۹ | پاٹن محلہ | ۱۱۴، ۱۷۸ |
| ۳۰ | پالپا | ۱۲۰ |
| ۳۱ | پرسا | ۱۳۷، ۱۷۸ |


## (ت)


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | ترہُت | ۵، ۱۷، ۵۶، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۹۰، ۹۱، ۱۰۴، ۱۰۸، ۱۲۶، ۳۸۹، ۳۹۰، ۴۹۹ |
| ۲ | تغلق آباد | ۲۴ |
| ۳ | تبت | ۲۷، ۲۹، ۳۰، ۴۷، ۶۲، ۶۴، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۳۷، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۹۰، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۲، ۲۰۹، ۲۱۰ |
| ۴ | تیتھس (Thethys) | ۳۰، ۳۱ |
| ۵ | ترکستان | ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۱۱۷، ۱۹۸ |
| ۶ | تلنگانہ | ۹۹، ۱۰۳ |
| ۷ | تربھون | ۱۱۰، ۱۲۱، ۱۲۲ |
| ۸ | تھاپا تھلی دربار | ۱۱۵ |

| | | |
|---|---|---|
| ۹ | تبریز | ۲۲۵ |
| ۱۰ | ترائن | ۲۲۷ |
| ۱۱ | ترمذ | ۲۳۱ |
| ۱۲ | تولہواں | ۲۸۹،۲۹۰،۲۹۱،۴۳۱،۵۰۸،۵۱۱ |
| ۱۳ | تیجاپاکر | ۳۵۳ |
| ۱۴ | تربھون نگر | ۳۹۳ |
| ۱۵ | تلسیاہی | ۴۱۳ |
| ۱۶ | تھتھیاں | ۴۲۲،۴۲۳ |
| ۱۷ | تمل ناڈو | ۴۲۸ |
| ۱۸ | تاراپٹی | ۴۷۵،۴۷۷ |
| ۱۹ | تنواپٹی | ۴۸۴ |

(ٹ)

| | | |
|---|---|---|
| ۱ | ٹیکم گڑھ | ۶۱،۱۰۶ |
| ۲ | ٹاٹانگر جمشید پور | ۳۰۳ |
| ۳ | ٹانڈہ | ۴۵۲،۴۷۶ |

(ج)

| | | |
|---|---|---|
| ۱ | جدیہ شہر | ۹۸ |
| ۲ | جسوانی | ۱۳۳ |
| ۳ | جدہ | ۱۵۰،۱۶۴،۴۳۲ |
| ۴ | جینتھلی | ۱۸۵ |
| ۵ | جنت البقیع | ۲۲۰ |
| ۶ | جوگینی | ۲۶۶،۲۸۴،۳۳۷ |
| ۷ | جالون | ۲۷۹،۳۴۸ |
| ۸ | جے نگر | ۲۹۷،۳۰۸،۳۴۸،۳۵۰،۳۵۱،۳۵۲،۳۵۳،۴۵۷،۴۶۲،۴۶۴،۵۰۱ |
| ۹ | جھارکھنڈ | ۳۰۹،۴۵۱ |
| ۱۰ | جلیشور | ۱۲۱،۳۱۳،۳۷۸،۴۱۳،۴۲۵،۴۹۴،۵۰۶،۴۰۷ |

| | | |
|---|---|---|
| ۱۱ | جوکہا | ۳۳۳، ۳۴۸ |
| ۱۲ | جنوبی افریقہ | ۳۴۱، ۴۳۰ |
| ۱۳ | جمشید پور | ۳۵۶، ۴۱۸، ۴۹۸ |
| ۱۴ | جون پور | ۳۹۲ |
| ۱۵ | جبل پور | ۴۵۲، ۴۵۳ |
| ۱۶ | جموتوی | ۴۵۷ |
| ۱۷ | جھنڈانگر | ۵۱۰ |
| ۱۸ | جانکی ٹیمپل | ۶۱ |
| ۱۹ | جمداشاہی | ۲۱، ۴۵۹، ۴۷۰ |
| ۲۰ | جنک پور | ۲۷، ۲۹، ۳۵، ۵۸، ۶۰، ۸۱، ۱۰۶، ۱۱۸، ۱۲۱، ۱۲۲، ۲۰۴، ۲۶۴، ۲۶۶، ۲۶۸، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۴، ۲۹۳، ۲۹۶، ۲۹۵، ۲۹۷، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۴۸، ۳۵۳، ۳۵۵، ۳۷۲، ۳۷۶، ۳۹۵، ۴۰۰، ۴۴۲، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۴، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۱، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۴، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۱۰ |
| ۲۱ | جائس | ۳۱، ۸۵، ۲۵۹ |
| ۲۲ | جرمنی | ۳۸، ۱۲۲، ۴۰۶ |
| ۲۳ | جمہوریہ آئرلینڈ | ۳۸ |
| ۲۴ | جُملا | ۵۶، ۵۷، ۸۲، ۸۳ |
| ۲۵ | جوزجان | ۷۷ |
| ۲۶ | جونپور | ۸۲، ۱۴۱، ۲۵۱، ۲۵۳ |
| ۲۷ | جاج نگر | ۸۵ |
| ۲۸ | جڑبہ | ۱۰۱ |


## (چ)


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | چین | ۲۷، ۳۳، ۳۷، ۴۴، ۴۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۹۲، ۹۳، ۹۵، ۹۶، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۱۶، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۵۳، ۱۵۷، ۱۶۴، ۱۸۳، ۱۸۵، ۲۰۰، ۲۰۵ |
| ۲ | چیرا پونجی | ۳۲ |
| ۳ | چمپارن | ۴۹، ۶۷، ۱۲۴، ۱۲۶ |
| ۴ | چھپرہ | ۶۰ |
| ۵ | چائنا | ۱۴۸ |

| | | |
|---|---|---|
| ۶ | چاندپور | ۳۰۳،۳۰۲ |
| ۷ | چکیا | ۳۰۳ |
| ۸ | چین پور | ۳۳۳،۳۶۶ |
| ۹ | چکنی پور | ۳۹۶ |
| ۱۰ | چاندپور فتح | ۴۲۰ |
| ۱۱ | چرواں شریف | ۴۵۱ |


## (ح)


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | حلب | ۲۷،۲۸،۱۴۲،۲۵۶ |
| ۲ | حاجی پور | ۵۸،۶۰،۱۲۶ |
| ۳ | حجاز | ۹۲،۱۴۵،۲۰۹،۲۵۵،۲۵۶ |
| ۴ | حضرت نظام الدین | ۱۶۱ |
| ۵ | حوض شمسی | ۱۶۲ |
| ۶ | حیدرآباد | ۴۳۷،۴۵۳،۴۷۰ |
| ۷ | حامہ شریف | ۲۵۵،۲۵۶،۲۵۷ |
| ۸ | حمص | ۲۵۷ |
| ۹ | حیات نگر | ۳۱۰ |


## (خ)


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | خلیج جومانا | ۳۰ |
| ۲ | خلج | ۷۸ |
| ۳ | خراسان | ۷۹،۸۰،۱۴۳،۱۴۵،۲۲۵،۲۳۴،۲۴۲ |
| ۴ | خوارزم | ۱۵۸،۱۶۰،۲۳۱ |
| ۵ | خواجہ بازار | ۲۲۱ |
| ۶ | خیبر ملتان | ۲۶۴ |
| ۷ | خیرآباد | ۲۸۳،۲۸۴،۴۷۳ |
| ۸ | خلیل آباد | ۴۱۰ |
| ۹ | خالدیہ | ۴۳۲ |

## (د)


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | دارالنور | ۱۴۷، ۱۴۸ |
| ۲ | دریائے جمنا | ۱۶۱ |
| ۳ | دوہبی گبراہی | ۴۰۴ |
| ۴ | دیوبند | ۸۶، ۱۵۹، ۱۶۱، ۲۲۹، ۲۴۱، ۳۳۵ |
| ۵ | دمشق | ۲۵۶، ۴۶۴ |
| ۶ | دبئی | ۲۸۹، ۴۰۶ |
| ۷ | دامودر پور | ۲۹۳، ۲۹۴، ۴۴۹ |
| ۸ | دھنباد | ۳۰۳ |
| ۹ | دیوری اسٹیشن | ۳۰۷ |
| ۱۰ | دھرم پور | ۲۶۱، ۳۲۳، ۳۹۲، ۴۰۷ |
| ۱۱ | دمار | ۳۵۳، ۳۵۴ |
| ۱۲ | داراپٹی | ۳۸۶، ۴۴۰ |
| ۱۳ | دوگھراجالے | ۴۰۱ |
| ۱۴ | دیناج پور | ۴۳۳ |
| ۱۵ | دیولی | ۲۵ |
| ۱۶ | دھران | ۲۷ |
| ۱۷ | دیوپٹن | ۴۹ |
| ۱۸ | دریاگنج | ۵۹، ۱۰۱ |
| ۱۹ | دارجلنگ | ۶۷، ۱۲۶ |
| ۲۰ | دکن | ۹۹، ۱۰۳ |
| ۲۱ | دیوریا | ۱۲۰، ۱۲۱، ۴۱۱، ۴۲۲ |
| ۲۲ | دہلی | ۵، ۱۳، ۲۴، ۴۷، ۴۸، ۵۸، ۵۹، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۴، ۹۶، ۹۷، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۳، ۱۰۸، ۱۶۱، ۱۶۳، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۲۵، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۴۷، ۲۸۵، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۲، ۳۰۳، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۵۹، ۳۹۷، ۴۱۸، ۴۶۱، ۴۶۵، ۴۷۴ |
| ۲۳ | دھنوشا | ۱۳۷، ۲۰۴، ۲۸۴، ۲۹۷، ۳۰۱، ۳۵۴، ۳۶۵، ۴۴۱، ۴۵۰، ۴۵۴، ۴۵۷، ۴۶۲، ۴۶۸، ۴۷۰، ۴۷۵، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۹۸، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۸ |

| | | |
|---|---|---|
| ۲۴ | دربھنگہ | ۶۰، ۶۱، ۱۲۱، ۱۲۶، ۱۵۷، ۱۷۹، ۲۶۸، ۳۰۱، ۳۱۱، ۳۳۳، ۴۰۱، ۴۰۴، ۴۲۱، ۴۴۹، ۴۵۷، ۴۶۲، ۴۹۳، ۴۹۹ |
| ۲۵ | داناپور | ۴۵۱ |

(ذ)

| | | |
|---|---|---|
| ۱ | ذاکر نگر | ۲، ۱۳، ۱۲۸، ۲۹۲، ۳۵۶، ۴۱۸، ۴۶۴، ۴۶۵ |

(ڈ)

| | | |
|---|---|---|
| ۱ | ڈنمارک | ۳۸ |
| ۲ | ڈھاکہ | ۱۱۰، ۲۶۴ |
| ۳ | ڈھابیل | ۳۳۵ |
| ۴ | ڈھونگاڈہ | ۴۲۱ |

(ر)

| | | |
|---|---|---|
| ۱ | رنگون | ۲۶۴، ۳۳۵، ۳۳۶ |
| ۲ | راجستھان | ۳۰۳، ۳۰۹، ۳۹۰، ۴۰۴ |
| ۳ | رسول پور | ۳۳۳ |
| ۴ | راج پور | ۳۳۳، ۳۵۳ |
| ۵ | رام نگر | ۳۳۳، ۳۳۷ |
| ۶ | رتلام | ۳۴۹ |
| ۷ | رحمٰن پور | ۳۸۴، ۳۸۵ |
| ۸ | رکسہاں شریف | ۴۵۲ |
| ۹ | رسڑا | ۴۵۵ |
| ۱۰ | رچھا | ۴۶۵ |
| ۱۱ | روناہی | ۴۶۷ |
| ۱۲ | روپیٹھا | ۴۶۸، ۴۶۹ |
| ۱۳ | رام پور | ۳، ۲۰۲، ۲۰۳، ۳۳۰ |
| ۱۴ | رائے بریلی | ۳۱، ۸۵، ۲۵۹، ۳۸۳، ۴۱۳ |
| ۱۵ | روپندیہی | ۴۳، ۱۳۷، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۶۶، ۵۰۶ |

| | | |
|---|---|---|
| ۱۶ | رام پور چتون | ۷۳ |
| ۱۷ | روتہٹ | ۱۰۶، ۱۳۷، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۳، ۳۵۴، ۴۶۴ |
| ۱۸ | راج بیراج | ۱۲۱، ۴۵۷ |
| ۱۹ | روم | ۱۴۵، ۱۴۹، ۲۵۵، ۴۰۶ |
| ۲۰ | روضہ شریف | ۱۵۳ |
| ۲۱ | روضہ گدھی | ۱۵۴، ۱۵۷ |
| ۲۲ | راج گیر | ۱۶۲، ۱۸۰ |
| ۲۳ | راجہ بازار | ۲۰۵ |
| ۲۴ | رانی گنج | ۲۱۱، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۹، ۲۲۱ |
| ۲۵ | رے | ۲۳۱ |
| ۲۶ | روح آباد | ۲۵۳ |
| ۲۷ | رمول | ۵۱۲ |


## (ز)


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | زابل | ۱۸۳ |
| ۲ | زمبابے | ۳۷۵ |


## (س)


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | سلطان گنج | ۴۴۲، ۴۷۶ |
| ۲ | سلطان پور | ۴۲۴ ۴۴۳، ۴۵۰، ۴۵۲ |
| ۳ | سسواکٹیا | ۴۱۴، ۴۵۲، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۷، ۴۷۰، ۴۹۸، ۵۰۳ |
| ۴ | سندھ (پاکستان) | ۴۵۶ |
| ۵ | سکھوٹی | ۴۶۷ |
| ۶ | سرپلو | ۴۷۶، ۴۸۱ |
| ۷ | ساؤتھ افریقہ | ۳۷۵ |
| ۸ | سنت کبیر نگر | ۴۱۰ |
| ۹ | سیالکوٹ | ۴۱۹ |
| ۱۰ | سات ماتھا | ۸۱ |
| ۱۱ | سمرون گڑھ | ۵۸، ۹۰، ۹۱ |
| ۱۲ | سمرا | ۹۱ |

| | | |
|---|---|---|
| ۱۳ | سوق احرضان | ۹۲ |
| ۱۴ | سمبل | ۹۳،۹۴،۱۰۲ |
| ۱۵ | سنبھل | ۹۴ |
| ۱۶ | سمستی پور | ۱۲۶،۳۵۴ |
| ۱۷ | سگرولی | ۱۳۴ |
| ۱۸ | سنسری | ۱۳۷،۵۱۲،۵۱۳ |
| ۱۹ | سپتری | ۱۳ |
| ۲۰ | سرسنڈ | ۱۵۴ |
| ۲۱ | سمرقند | ۱۹۰،۲۳۱،۲۴۶ |
| ۲۲ | سنگولہ | ۱۹۱ |
| ۲۳ | سیوان | ۱۹۰،۳۰۰،۳۴۴،۳۴۵،۳۴۷،۴۵۰،۴۵۲،۴۵۴،۵۰۵ |
| ۲۴ | سورتی باغ | ۲۰۵ |
| ۲۵ | سری نگر | ۲۲۱ |
| ۲۶ | سنجان | ۲۲۵ |
| ۲۷ | سمنان | ۲۴۲،۲۴۳،۲۴۶ |
| ۲۸ | سلاؤ | ۲۴۷ |
| ۲۹ | سون برسا | ۲۶۲،۳۱۹ |
| ۳۰ | سیلون | ۲۶۴ |
| ۳۱ | سری لنکا | ۲۶۴،۳۰۳،۳۹۸ |
| ۳۲ | سیتاپور | ۲۸۴ |
| ۳۳ | سعودیہ | ۳۰۳،۴۰۶ |
| ۳۴ | سکندرآباد | ۳۱۰ |
| ۳۵ | سوداگران | ۳۱۷ |
| ۳۶ | سندرپور | ۳۱۹،۳۲۲،۳۲۳،۳۴۸،۳۷۱،۳۹۶،۴۱۶،۴۵۵،۴۷۰ |
| ۳۷ | سہارن پور | ۳۳۵،۳۵۶ |
| ۳۸ | سادات پور | ۳۴۷،۳۵۰،۳۵۲ |
| ۳۹ | سید نگر | ۳۴۸ |
| ۴۰ | سنگیاہی | ۳۵۳ |
| ۴۱ | سرکانہی شریف | ۳۸۰،۴۱۹ |

| | | |
|---|---|---|
| ۴۲ | سیتامڑھی | ۶۰، ۱۵۴، ۲۶۲، ۲۹۳، ۲۹۵، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۲۰، ۳۲۴، ۳۲۸، ۳۳۰، ۳۶۷، ۳۷۹، ۳۸۵، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۳، ۴۱۳، ۴۱۵، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۴۰، ۴۴۸، ۴۵۴، ۴۶۳، ۴۹۴، ۴۹۸، ۵۰۰، ۵۰۲ |
| ۴۳ | سرلاہی | ۲۴، ۱۰۶، ۱۳۷، ۲۶۱، ۲۶۴، ۳۱۹، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۷۱، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۹۲، ۳۹۴، ۳۹۵، ۴۰۷، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۸، ۴۴۱، ۴۴۹، ۴۶۳، ۴۵۵، ۴۷۵، ۴۸۲، ۴۹۳، ۵۰۴، ۵۰۹ |
| ۴۴ | سرہا | ۲۵، ۳۶۵، ۱۳۷، ۴۶۱، ۵۰۸، ۵۱۲ |
| ۴۵ | سوریہ | ۲۷، ۲۸ |
| ۴۶ | سکم | ۴۷ |
| ۴۷ | سیمبھو | ۴۸، ۱۰۲ |
| ۴۸ | سنجا | ۵۶ |
| ۴۹ | سگولی | ۶۷، ۱۲۶ |
| ۵۰ | سرکھیت | ۷۲ |
| ۵۱ | سبزی باغ (پٹنہ) | ۷۴ |


## (ش)


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | شام | ۹۲، ۱۴۵، ۱۶۴، ۱۶۷، ۲۲۵، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷ |
| ۲ | شملہ | ۱۲۶، ۳۲۹ |
| ۳ | شاہ جہاں پور | ۱۲۸، ۱۲۹ |
| ۴ | شیخ پورہ | ۱۶۸، ۱۷۸، ۱۸۲، ۲۰۰ |
| ۵ | شکار پور | ۲۰۵ |
| ۶ | شیراز | ۲۴۶ |
| ۷ | شوبھاپور | ۳۶۵، ۳۶۶ |


## (ص)


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | صمدا | ۱۵۷ |
| ۲ | صفاپور | ۲۲۱ |
| ۳ | صمد نگر | ۴۷۱ |


## (ط)


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | طرطوس (پہاڑ) | ۱۷۲ |
| ۲ | طنجہ | ۹۲ |

## (ظ)


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | ظفر آباد | ۲۵۱ |


## (ع)


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | علی گڑھ | ۳،۱۹،۲۱،۲۳،۱۴۱،۲۲۸،۲۶۰،۲۸۷،۳۹۷،۴۴۷ |
| ۲ | عرب | ۷۳،۷۷،۷۸،۷۹،۸۰،۱۵۰،۱۵۹،۱۶۴،۲۰۰،۲۲۳،۲۶۳،۲۷۰، ۳۱۷،۳۴۱،۴۲۹ |
| ۳ | عراق | ۸۱،۹۲،۱۲۵،۲۳۱،۲۴۲،۲۴۴،۲۵۵،۲۵۶،۲۵۷،۲۶۴،۴۰۶ |
| ۴ | عظیم آباد | ۸۷،۱۸۵،۲۰۳،۲۰۷ |
| ۵ | عالم پور | ۱۸۶ |
| ۶ | علی پٹی | ۲۶۸،۲۹۳،۲۹۹،۳۰۰،۳۱۱،۳۱۳،۳۵۳،۳۶۱،۳۷۶،۳۸۴،۳۸۵، ۳۸۶،۴۴۰،۴۴۷،۴۵۲،۴۵۴،۴۵۸،۴۹۴،۴۹۶،۴۹۷ |
| ۷ | علیم آباد | ۴۲۹ |


## (غ)


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | غزنی | ۸۸،۲۲۵،۲۲۷ |
| ۲ | غازی پور | ۲۶۲،۴۵۱،۴۸۰ |
| ۳ | غازی آباد | ۳۰۳،۳۰۹،۳۱۰ |


## (ف)


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | فتح محمد | ۸۳ |
| ۲ | فلسطین | ۱۶۳،۲۵۵،۲۵۶،۲۶۴ |
| ۳ | فرغانہ | ۲۳۰ |
| ۴ | فیصل آباد | ۲۵۸،۲۶۱ |
| ۵ | فرنگی محل | ۲۵۹،۲۶۰،۴۰۱ |
| ۶ | فاربس گنج | ۳۳۷ |
| ۷ | فینسی بازار | ۴۵۱ |
| ۸ | فیض آباد | ۴۵۲ |

## (ق)


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | قندھار | ۵۰، ۱۵۳ |
| ۲ | قراجیل | ۹۴، ۹۵، ۹۷، ۱۰۰، ۱۰۲، ۱۰۳ |
| ۳ | قصبۃ الخلیل | ۱۶۳، ۱۶۴ |
| ۴ | قرطبہ | ۲۳۱ |
| ۵ | قزوین | ۲۳۱ |
| ۶ | قطر | ۳۰۳ |
| ۷ | قاہرہ | ۴۲۹ |


## (ک)


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | کراچی | ۶۰، ۷۴، ۲۶۴، ۲۹۰، ۳۵۷، ۳۵۸ |
| ۲ | کانتی پور | ۶۲ |
| ۳ | کمایوں | ۶۷، ۱۲۶ |
| ۴ | کیلالی | ۶۷، ۱۲۷، ۳۲۱ |
| ۵ | کپٹول | ۳۰۳ |
| ۶ | کرت پور | ۷۲ |
| ۷ | کنچن پور | ۶۷، ۷۳، ۱۲۷ |
| ۸ | کورا | ۸۲ |
| ۹ | کوساڑا | ۸۲ |
| ۱۰ | کابیلہ | ۸۳ |
| ۱۱ | کماؤں | ۱۰۱ |
| ۱۲ | کاشمیر | ۱۱۹ |
| ۱۳ | کچھوچھہ | ۱۴۹، ۱۶۰، ۲۲۵، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۶۰، ۲۶۹، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۶ |
| ۱۴ | کاشغر | ۱۵۳، ۱۵۷، ۱۶۴، ۱۸۵، ۲۰۵ |
| ۱۵ | کیلوکیری | ۱۶۱ |
| ۱۶ | کرمناسا نگ ندی | ۱۶۳ |
| ۱۷ | کجانوا | ۱۶۶ |
| ۱۸ | کرتی پور | ۱۷۳ |
| ۱۹ | کربلا | ۲۲۰، ۲۵۷ |

| | | |
|---|---|---|
| ۲۰ | کاکربھٹا | ۲۷۷ |
| ۲۱ | کالپی شریف | ۲۷۹،۲۸۰ |
| ۲۲ | کنہواں | ۲۹۳،۲۹۵،۳۳۰،۳۷۹،۳۸۰،۳۸۵،۴۱۵،۴۲۵، ۴۴۹،۴۵۰،۴۵۸، |
| ۲۳ | کرناٹک | ۳۰۳ |
| ۲۴ | کلیر شریف | ۳۰۳،۴۸۷ |
| ۲۵ | کھوڑہ | ۳۰۹،۳۱۰ |
| ۲۶ | کنڑواکردولی | ۳۱۱ |
| ۲۷ | کنچن پور | ۳۲۱ |
| ۲۸ | کٹیہار | ۳۲۹،۳۳۰ |
| ۲۹ | کاٹھیاواڑ | ۳۳۶ |
| ۳۰ | کٹیا | ۳۷۱،۳۸۱،۳۸۲،۳۸۳ |
| ۳۱ | کھریانی | ۳۷۶ |
| ۳۲ | کھتول | ۴۰۱ |
| ۳۳ | کھربر | ۴۰۹ |
| ۳۴ | کلنکی | ۴۲۱ |
| ۳۵ | کشی نگر | ۴۲۲ |
| ۳۶ | کاندا پورم | ۴۲۸ |
| ۳۷ | کانپور | ۲۰،۲۴،۸۱،۱۴۸،۲۶۱،۳۰۳،۳۰۹،۳۱۳،۳۸۲، ۳۸۷،۴۵۹،۴۶۵ |
| ۳۸ | کیرالا | ۲۲،۴۲۸۲۳_۴۲۹،۴۳۱ |
| ۳۹ | کالی کٹ | ۲۲،۴۲۸ |
| ۴۰ | کپل وستو | ۲۹،۴۸،۴۹،۵۸،۶۰،۱۰۶،۱۳۷،۱۹۹،۲۸۹،۲۹۰،۲۹۱، ۴۰۹،۴۳۱،۴۳۲،۴۳۳ |
| ۴۱ | کوشی | ۲۹ |
| ۴۲ | کرنالی | ۲۹، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۶۵،۴۰۰،۴۵۷، ۴۷۹، ۴۸۴، ۵۰۲، ۵۰۳ |
| ۴۳ | کپٹول | ۳۶،۱۰۶ |
| ۴۴ | کینڈا | ۳۷ |

| | | |
|---|---|---|
| ۴۵ | کابل | ۵۰، ۸۳، ۲۰۶، ۲۲۷، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۶۴ |
| ۴۶ | کوسی | ۵۳ |
| ۴۷ | کشمیر | ۶۱، ۸۱، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۹۲، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۲۱، ۲۹۹، ۴۵۷ |
| ۴۸ | کاٹھمنڈو | ۳، ۵، ۲۷، ۲۸، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۴۳، ۴۴، ۴۸، ۴۹، ۵۶، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۶، ۷۲، ۷۳، ۷۹، ۸۰، ۹۰، ۹۲، ۹۳، ۹۶، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۲۰، ۱۱۹، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۷، ۱۲۸، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۴، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۵۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۸، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۸، ۲۱۰، ۱۹۹، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۹، ۱۲۱، ۲۵۹، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۷، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۹، ۳۰۴، ۳۳۹، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۱۰، ۴۲۱، ۴۳۷، ۴۷۵، ۵۰۷ |
| ۴۹ | کلکتہ | ۵۸، ۸۶، ۱۲۲، ۱۳۰، ۳۰۵، ۳۰۹، ۳۱۷، ۳۳۵، ۳۳۶، ۴۲۱، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۶۹، ۴۷۸، ۴۷۹ |
| ۵۰ | کھردہ | ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۷۸، ۴۷۹ |
| ۵۱ | کٹک | ۴۵۷ |
| ۵۲ | کرنیل گنج | ۴۶۲، ۴۶۸ |


## (گ)


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | گھوسی | ۲۷، ۳۷۴، ۳۷۵، ۴۴۸، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۲، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۹، ۴۷۱، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۶، ۴۸۹، ۴۹۸، ۵۰۵ |
| ۲ | گلاب پور | ۳۸۱، ۳۸۳، ۴۵۲، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۷، ۴۷۰، ۴۹۸ |
| ۳ | گوپال گنج | ۳۸۲، ۴۶۰ |
| ۴ | گھریا | ۳۹۶ |
| ۵ | گوریا | ۴۱۹ |
| ۶ | گریڈیہ | ۴۵۱ |
| ۷ | گجرات (پاکستان) | ۴۵۶ |
| ۸ | گونڈہ | ۴۶۲، ۴۶۸ |
| ۹ | گونڈوانالینڈ | ۳۰ |
| ۱۰ | گنڈکی | ۵۳ |

| | | |
|---|---|---|
| ۱۱ | گڑھوال | ۱۲۶،۱۰۱،۱۲۶،۶۷ |
| ۱۲ | گورکھپور | ۴۰۹،۲۹۴،۱۴۷،۱۳۶،۱۲۱،۱۰۴،۸۱ |
| ۱۳ | گجرات | ۴۷۹،۴۷۸،۴۶۹،۲۵۴،۸۲ |
| ۱۴ | گور(بنگال) | ۸۶،۸۵ |
| ۱۵ | گنگا | ۸۸ |
| ۱۶ | گورکھا | ۵۱۳،۱۱۶ |
| ۱۷ | گیا | ۱۷۹،۱۷۷،۱۶۹،۱۶۸ |
| ۱۸ | گوالیر | ۳۰۳ |
| ۱۹ | گوہاٹی | ۴۵۱،۳۵۷،۳۰۳ |
| ۲۰ | گوہی | ۳۵۴ |


## (ل)


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | لبنان | ۲۷ |
| ۲ | لبان | ۲۹، ۲۶۸، ۲۷۶، ۲۹۷، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۷۶، ۴۶۲، ۴۷۵، ۵۰۸ |
| ۳ | لمبنی | ۲۷۷،۷۳،۴۹،۴۳،۲۹ |
| ۴ | للت پور | ۱۰۷،۱۰۶،۷۲،۶۵،۶۳،۴۹،۴۳ |
| ۵ | لاہور | ۲۷۰،۲۶۴،۲۳۴،۲۳۲،۲۲۵،۱۸۶،۱۲۱،۴۹ |
| ۶ | لکھنؤ | ۱۶۹،۱۶۷،۱۶۴،۱۶۳،۱۶۲،۱۵۹،۱۳۶،۱۲۲،۱۲۱،۶۱، ۵۱۳،۴۸۹،۴۶۸،۴۶۳،۴۳۷،۴۰۱،۲۵۹،۱۷۷ |
| ۷ | لداخ | ۸۱ |
| ۸ | لکھنوتی (گور) | ۲۴۰،۲۳۸،۸۶،۸۵،۸۴ |
| ۹ | لہاسہ | ۲۱۰،۱۶۵،۱۱۸،۱۱۵ |
| ۱۰ | لار | ۲۲۱،۱۲۱،۱۲۰ |
| ۱۱ | لوکہا | ۵۰۱،۲۹۶،۲۹۵،۲۸۳،۱۲۱ |
| ۱۲ | لندن | ۴۰۶،۳۵۶،۲۲۵ |
| ۱۳ | لعل گوپال گنج | ۴۶۰،۴۵۲،۳۸۷،۳۸۳،۲۶۸ |
| ۱۴ | لہنہ | ۵۰۸،۴۶۳،۴۶۲،۳۵۴،۳۵۳،۲۹۸،۲۹۴،۲۸۶ |
| ۱۵ | لادو بیلا | ۴۹۶،۳۸۷،۳۵۴،۳۵۳،۳۱۳ |
| ۱۶ | لوہرپنی | ۳۵۳ |

| | | |
|---|---|---|
| ۱۷ | لال بندی | ۳۹۶ |
| ۱۸ | لیبیا | ۴۰۶ |
| ۱۹ | لال گنج | ۴۲۲ |
| ۲۰ | لچھی پور | ۴۶۲ |
| ۲۱ | لوہا کپیا | ۵۰۰ |


## (م)


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | منجوسری | ۴۸ |
| ۲ | متھلا | ۴۹ |
| ۳ | مگدھ | ۵۳، ۶۱، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۷ |
| ۴ | متھلادیش | ۵۶، ۹۰، ۹۱ |
| ۵ | متھلادیش | ۶۰ |
| ۶ | مہیندر نگر | ۷۳، ۱۲۲ |
| ۷ | ماوراء النہر | ۷۸، ۲۴۶ |
| ۸ | مصر | ۷۸، ۹۲، ۱۴۵، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۶۴، ۲۹۷، ۳۵۹، ۳۷۹، ۴۲۹، ۳۷۱، ۴۴۳ |
| ۹ | مالابار | ۷۹، ۹۲ |
| ۱۰ | مراکش | ۹۲، ۴۰۶ |
| ۱۱ | مہوتری | ۱۰۶، ۱۳۷، ۱۵۳، ۲۹۸، ۳۰۱، ۳۱۱، ۳۲۸، ۳۶۱، ۳۶۵، ۳۷۱، ۱۷۶، ۳۷۸ |
| ۱۲ | مٹیہانی | ۱۰۶ |
| ۱۳ | مدھیہ پردیس | ۱۰۶، ۳۰۳ |
| ۱۴ | مورنگ | ۱۱۴، ۱۲۱، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۴، ۱۷۵، ۲۶۵، ۳۳۳، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۶۰، ۳۶۳ |
| ۱۵ | مکوان پور | ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵ |
| ۱۶ | محمدی | ۱۲۸، ۱۲۹ |
| ۱۷ | مالدیپ | ۱۴۵، ۲۰۰ |
| ۱۸ | مداریہ (پہاڑ) | ۱۴۶، ۱۴۸، ۱۴۹ |
| ۱۹ | مال بھاری | ۱۴۷، ۱۹۴ |

| | | |
|---|---|---|
| ۲۰ | مزدلفہ | ۱۵۱ |
| ۲۱ | من کامنا (پہاڑ) | ۱۵۲ |
| ۲۲ | مغلان | ۱۵۲، ۲۷۲، ۳۵۳ |
| ۲۳ | مہرولی شریف | ۱۶۲ |
| ۲۴ | منیر | ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۶، ۱۶۷ |
| ۲۵ | متن گھاٹ | ۳، ۲۰، ۸۷، ۱۶۵، ۱۷۷، ۱۸۵، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲ |
| ۲۶ | مدینہ طیبہ | ۲۲۵، ۲۹۶ |
| ۲۷ | ملتان | ۲۳۲، ۲۴۷، ۵۰۵ |
| ۲۸ | مغربی اتر پردیش | ۲۳۴ |
| ۲۹ | مالدہ شہر | ۲۴۸ |
| ۳۰ | مغل پور | ۲۵۳ |
| ۳۱ | مکہ مکرمہ | ۲۵۴، ۲۹۰، ۳۳۲ |
| ۳۲ | مدینہ شریف | ۲۶۳، ۳۰۳، ۳۸۹، ۳۹۱ |
| ۳۳ | مسولی شریف | ۲۸۳ |
| ۳۴ | مہوا | ۲۸۴، ۳۰۷، ۴۵۷ |
| ۳۵ | ملبنیا | ۲۸۴ |
| ۳۶ | مقصود پور | ۴۲۴، ۴۷۶ |
| ۳۷ | ماریشش | ۳۰۳، ۳۴۱ |
| ۳۸ | مہندر نگر | ۳۰۷ |
| ۳۹ | ممبئی | ۲۴۵، ۲۴۹، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۳۰۳، ۳۰۹، ۴۴۴ |
| ۴۰ | موتی گیر پرسا | ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۱ |
| ۴۱ | مرچیا | ۳۶۵ |
| ۴۲ | مہیش پور | ۳۶۵ |
| ۴۳ | مہدیا | ۳۸۴، ۳۸۵، ۴۴۰، ۴۹۶، ۴۹۸ |
| ۴۴ | مگرتھانہ | ۳۹۶ |
| ۴۵ | مہراج گنج | ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۶۷ |
| ۴۶ | مبارک پور | ۳، ۸، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۲۱، ۲۲، ۲۴، ۲۵، ۱۴۱، ۲۷۳، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۹۹، ۳۱۰، ۳۱۵، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۹۷، ۳۹۸، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۳، ۴۱۹، ۴۲۴، ۴۳۱، ۴۳۳، ۴۴۱، ۴۴۳، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۵۲، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۹، ۴۶۲، ۴۶۴، ۴۶۷، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۳، ۴۷۹، ۴۹۸، ۵۰۵ |

| | | |
|---|---|---|
| ۴۷ | ملنگواں | ۲۴، ۲۶۴، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۶، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۷۱، ۳۹۲، ۳۹۵، ۴۴۱، ۵۰۴ |
| ۴۸ | مدھوبنی | ۱۲۱، ۱۵۳، ۱۵۷، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۳۰۱، ۳۸۱، ۳۸۷، ۴۵۷، ۴۹۸، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۳ |
| ۴۹ | مظفر پور | ۲۰، ۲۴، ۴۹، ۵۸، ۶۰، ۱۲۶، ۱۷۸، ۱۹۰، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۷، ۳۰۳، ۳۱۵، ۳۱۹، ۳۲۶، ۳۸۶، ۳۸۹، ۴۱۹، ۴۲۲، |
| ۵۰ | مہوتری | ۴۲۳، ۴۲۵، ۴۴۰، ۴۴۶، ۴۵۰، ۴۵۴، ۴۶۴، ۴۹۸، |
| ۵۱ | مارہرہ | ۳۸۴، ۴۱۳، ۴۳۲، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۴۰، ۴۴۳، ۴۴۷، ۴۵۲، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۷، ۴۷۰، ۴۷۶، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۹۴، ۵۰۳، ۵۰۲، ۵۰۴، ۵۰۶، ۵۰۸، ۵۰۹ |
| ۵۲ | مرغیا چک | ۲۳، ۲۷۸، ۲۸۰، ۲۸۷، ۲۹۱، ۲۹۳، ۲۹۶، ۳۰۱، ۳۱۷، ۳۵۴، ۳۷۰ |
| ۵۳ | مئو | ۴۴۸، ۴۵۴ |
| ۵۴ | ماری پور | ۴۵۲ |
| ۵۵ | مسہرا | ۴۵۴ |
| ۵۶ | مٹیا برج | ۴۹۹ |
| ۵۷ | مانڈی کچھ | ۴۷۸، ۴۷۹ |
| ۵۸ | موڈاسا | ۴۷۸ |
| ۵۹ | مجراہتی سروا | ۴۷۹ |
| ۶۰ | محمد آباد گوہنہ | ۴۸۰ |
| ۶۱ | مکن پور شریف | ۲۴، ۸۱، ۱۴۷، ۱۴۸ |
| ۶۲ | میچی | ۲۹ |
| ۶۳ | مہاکالی ندی | ۲۹ |
| ۶۴ | ماونٹ ایوریسٹ | ۲۸، ۳۳ |
| ۶۵ | مرادآباد | ۳۶، ۲۶۹، ۲۷۳، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۹۷، ۴۶۱، ۴۶۴، ۴۷۰، ۴۷۳، ۴۸۵، ۴۹۶ |
| ۶۶ | متحدہ عرب امارات | ۳۸ |

## (ن)


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | نئی دہلی | ۲، ۳، ۱۸، ۲۴، ۵۹، ۷۰، ۹۵، ۱۰۱، ۱۲۸، ۱۲۲، ۲۳۳، ۳۵۶، ۲۹۲، ۳۰۳، ۳۵۶ |
| ۲ | نیپال گنج | ۲۷، ۲۹، ۸۲، ۸۳، ۳۷۶، ۴۱۴، ۴۷۸، ۵۰۹ |
| ۳ | نارائنی | ۲۹ |
| ۴ | نیدرلینڈ | ۳۸، ۴۰۶ |
| ۵ | نیوزی لینڈ | ۳۸ |
| ۶ | ناروے | ۳۸ |
| ۷ | ناگالینڈ | ۴۷ |
| ۸ | نواکوٹ | ۱۱۶ |
| ۹ | نیمی تال | ۱۲۶ |
| ۱۰ | ناؤکوے | ۱۳۰ |
| ۱۱ | نستہ رسول پور | ۱۵۷ |
| ۱۲ | ناگ پور | ۳۰۳، ۳۷۴ |
| ۱۳ | نالندہ | ۱۵۸، ۱۶۰ |
| ۱۴ | نول کشور | ۱۷۷ |
| ۱۵ | نیشاپور | ۱۳۱ |
| ۱۶ | نارائن گھاٹ | ۲۷۲، ۲۹۶ |
| ۱۷ | نیابازار | ۲۸۹ |
| ۱۸ | نان پور | ۲۹۹ |
| ۱۹ | ناسک | ۳۰۳ |
| ۲۰ | نسۃ | ۳۳۳ |
| ۲۱ | نول پراسی | ۴۰۹ |
| ۲۲ | نوڈھوا | ۴۶۷ |


## (و)


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | ویشالی | ۵۳، ۵۴، ۵۸، ۴۲۱ |
| ۲ | ورنگل | ۹۸، ۹۹، ۱۰۱، ۱۰۳ |
| ۳ | وسط ایشیا | ۱۸۳، ۱۸۷، ۲۳۱ |

(ہ)


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | ہندوستان | ۴، ۵، ۲۱، ۲۸، ۲۹، ۳۲، ۳۷، ۴۶، ۵۸، ۶۴، ۶۷، ۷۷، ۷۸، ۸۲، ۸۷، ۸۸، ۹۲، ۹۶، ۱۰۲، ۱۰۴، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۲۰، ۱۲۲، ۱۲۵، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۶، ۱۴۸، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۸۱، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۲۰۰، ۲۲۴، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۴، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۵۶، ۲۷۸، ۲۸۰، ۲۹۳، ۳۱۷، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۳۹، ۳۴۷، ۳۶۳، ۳۷۳، ۳۷۶، ۳۷۸، ۳۹۷، ۳۹۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۹، ۴۲۴، ۴۲۹، ۴۳۵، ۴۴۳، ۴۴۹، ۴۵۲، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۹، ۴۸۲، ۴۹۶، ۴۹۸، ۵۰۰، ۵۰۱ |
| ۲ | ہند | ۱۲، ۱۵، ۲۹، ۳۰، ۴۴، ۵۰، ۵۳، ۵۹، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۹۲، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۶۳، ۱۸۳، ۱۸۵، ۱۹۱، ۲۲۵، ۲۲۷، ۲۴۶، ۲۶۴، ۲۷۳، ۲۹۷، ۳۰۰، ۳۷۱، ۳۳۴، ۳۵۵، ۳۸۹، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۱، ۴۱۱ |
| ۳ | ہٹوڑا | ۲۷، ۱۰۳ |
| ۴ | ہمالہ (پہاڑ) | ۳۰، ۳۱، ۳۳، ۳۵، ۳۶، ۳۹، ۵۳، ۶۰، ۸۲، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۷، ۹۸، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۴۶ |
| ۵ | ہانگ کانگ | ۳۸ |
| ۶ | ہماچل پردیش | ۹۵، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲ |
| ۷ | ہرات | ۵۰، ۲۲۵، ۲۳۱ |
| ۸ | ہردوئی | ۲۷۸ |
| ۹ | ہنس پور | ۲۸۴، ۳۰۶ |
| ۱۰ | ہری ہر | ۳۰۳ |
| ۱۱ | ہالینڈ | ۳۲۲، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۷۵، ۳۹۸، ۴۰۵ |
| ۱۲ | ہگلی | ۴۳۷ |
| ۱۳ | ہزاری باغ | ۴۵۱ |
| ۱۴ | ہڑہا | ۴۵۵ |
| ۱۵ | ہرمز | ۱۵۳ |
| ۱۶ | ہمدان (ایران) | ۱۸۳، ۲۰۵، ۲۳۱ |
| ۱۷ | ہیلسہ | ۱۴۹ |

## (ی)


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | یوپی | ۱۲، ۱۴، ۸۱، ۸۲، ۸۵، ۸۶، ۱۹۱، ۲۰۲، ۲۵۹، ۲۸۷، ۳۱۰، ۳۳۰، ۳۵۶، ۳۷۴، ۳۸۲، ۳۸۳، ۴۱۱، ۴۱۳، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۲، ۴۲۴، ۴۵۰، ۴۵۹، ۴۶۵، ۴۶۸، ۴۷۶، ۴۸۳ |
| ۲ | یمن - | ۲۹۴، ۴۳۳ |
| ۳ | یورپ | ۲۶۴، ۲۷۳، ۲۷۷، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۹۹، ۴۱۱ |
| ۴ | یکما | ۵۱۰ |
| ۵ | یوسف پور | ۴۸۰ |

# یونیورسٹیز/کالجز


| نمبر شمار | یونیورسٹیز/کالجز | صفحات |
|---|---|---|
| ۱ | تری بھون یونیورسٹی (کاٹھمنڈو) | ۷۲، ۸۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۴۰۹ |
| ۲ | کاٹھمنڈو یونیورسٹی (بھگت پور) | ۷۲ |
| ۳ | پوکھرا یونیورسٹی (پوکھرا) | ۷۲ |
| ۴ | پوروانچل یونیورسٹی (براٹ نگر) | ۷۲ |
| ۵ | نیپال سنسکرت یونیورسٹی (بلجھنڈی) | ۷۲ |
| ۶ | مڈویسٹرن یونیورسٹی (بریندر نگر) | ۷۲ |
| ۷ | لمبنی بدھا یونیورسٹی (لمبنی) | ۷۳ |
| ۸ | فارویسٹرن یونیورسٹی (مہندر نگر) | ۷۳ |
| ۹ | نیپال اگری کلچر اینڈ فاریسٹری یونیورسٹی | ۷۳ |
| ۱۰ | ٹوکیو یونیورسٹی | ۶۸ |
| ۱۱ | ڈھاکہ یونیورسٹی | ۱۱۰ |
| ۱۲ | پنجاب یونیورسٹی | ۱۲۱ |
| ۱۳ | پٹنہ یونیورسٹی | ۱۶۹ |
| ۱۴ | علی گڑھ مسلم یونیورسٹی | ۲۸۷، ۴۷۰ |
| ۱۵ | مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی | ۴۷۰ |
| ۱۶ | جواہر لعل نہرو یونیورسٹی | ۴۷۰، ۴۷۳ |
| ۱۷ | ہارورڈ یونیورسٹی | ۶۸ |
| ۱۸ | فورٹ ولیم (کلکتہ) | ۱۳۰ |
| ۱۹ | اورینٹل کالج (پٹنہ) | ۱۶۵، ۲۰۲ |
| ۲۰ | طبیہ کالج (علی گڑھ) | ۲۸۱ |
| ۲۱ | ایف۔آر۔ (F.R.) اسلامیہ انٹر کالج | ۳۶۹ |
| ۲۲ | شبلی کالج (اعظم گڑھ) | ۳۹۷ |
| ۲۳ | مرادآباد ڈگری کالج | ۳۹۷ |
| ۲۴ | اشرفیہ انٹر کالج | ۳۹۸ |

## جامعات


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | الجامعۃ الاشرفیہ (مبارکپور) | ۲۶۴، ۳۹۷، ۴۱۰، ۴۲۴، ۴۴۱، ۴۴۳، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۵۲، ۴۵۹، ۴۶۲، ۴۶۴، ۴۶۷، ۴۶۹، ۵۰۵، ۵۰۸ |
| ۲ | الجامعۃ الاسلامیہ (موتی گیر، پرسا) | ۳۲۷ |
| ۳ | الجامعۃ الاسلامیہ رضاء العلوم (کھنواں) | ۴۱۵ |
| ۴ | الجامعۃ الامجدیہ الرضویہ (گھوسی) | ۳۶۱، ۴۵۲، ۴۶۹ |
| ۵ | الجامعۃ البرکاتیہ (نارائن گھاٹ) | ۲۹۶ |
| ۶ | الجامعۃ الحنفیہ الغوثیہ (جنک پور) | ۱۰۶، ۲۶۸ |
| ۷ | الجامعۃ الرضویہ (پٹنہ) | ۴۴۲، ۴۷۱، ۵۰۵، ۵۰۹ |
| ۸ | الجامعۃ الرضویہ اصلاح المسلمین | ۲۹۹ |
| ۹ | الجامعۃ الرضویہ بحر العلوم (بست پور) | ۴۱۶، ۴۱۸ |
| ۱۰ | الجامعۃ القادریہ مصباح العلوم | ۲۶۸، ۲۹۳ |
| ۱۱ | الجامعۃ النوریہ نور الاسلام | ۴۷۵ |
| ۱۲ | الجامعۃ السلفیہ | ۵۱۰ |
| ۱ | جامعہ اشرفیہ (مبارکپور) | ۲۲، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۳۱۵، ۳۷۵، ۳۹۹، ۴۱۱، ۴۳۳ |
| ۲ | جامعہ اشرفیہ (کچھوچھہ) | ۲۶۰ |
| ۳ | جامعہ اسلامیہ احسن البرکات | ۲۸۹، ۲۹۱، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳ |
| ۴ | جامعہ اسلامیہ (روناہی) | ۲۶۸، ۵۰۹ |
| ۵ | جامعہ احسن البرکات | ۲۹۳ |
| ۶ | جامعہ ازہر (مصر) | ۳۵۹، ۳۶۹، ۳۷۱، ۴۶۹ |
| ۷ | جامعہ امجدیہ رضویہ | ۴۲۸، ۴۶۲، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۷۱، ۴۷۵، ۴۷۷، ۴۸۰ |
| ۸ | جامعہ البرکات، علی گڑھ | ۲۹۲ |
| ۹ | جامعۃ القراء (لکھنؤ) | ۲۶۳، ۴۶۸ |
| ۱۰ | جامعۃ المدینہ فیضان عطار (نیپال گنج) | ۴۱۴ |
| ۱۱ | جامعۃ المدینہ فیضان حاجی پیر | ۴۷۸ |
| ۱۲ | جامعۃ المدینہ فیضان صابر پاک | ۴۷۸ |
| ۱۳ | جامعۃ المدینہ فیضان مخدوم لاہور | ۴۷۹ |
| ۱۴ | جامعۃ الرضا (بریلی شریف) | ۴۶۸ |
| ۱۵ | جامعۃ الامام احمد بن حنبل الاسلامی | ۵۱۱ |

| | | |
|---|---|---|
| ۱۶ | جامعہ بنات المسلمین (جنک پور) | ۵۰۳ |
| ۱۷ | جامعہ رضویہ منظر اسلام | ۲۹۳، ۲۹۴ |
| ۱۸ | جامعہ رضویہ مناظر العلوم | ۴۶۵ |
| ۱۹ | جامعہ حسینیہ مفتاح العلوم | ۵۱۲ |
| ۲۰ | جامعہ حضرت عائشہ صدیقہ | ۳۸۶ |
| ۲۱ | جامعہ حضرت نظام الدین اولیا | ۲۹۲، ۳۵۶، ۳۵۹، ۳۹۷، ۴۱۸، ۴۷۳ |
| ۲۲ | جامعہ عربیہ (ناگپور) | ۳۷۴ |
| ۲۳ | جامعہ رضویہ (بریلی شریف) | ۴۰۵ |
| ۲۴ | جامعہ حنفیہ غوثیہ (جنک پور) | ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۹، ۴۹۹، ۵۰۰ |
| ۲۵ | جامعہ حنفیہ رضویہ | ۴۶۴ |
| ۲۶ | جامعہ رضویہ (سندپور) | ۴۱۶ |
| ۲۷ | جامعہ قادریہ (مقصود پور) | ۴۲۴ |
| ۲۸ | جامعہ غوثیہ رضویہ (سہارن پور) | ۳۵۷ |
| ۲۹ | جامعہ قادریہ دارالقلم | ۴۶۵، ۴۷۶، ۵۰۲ |
| ۳۰ | جامعہ قرطبہ (اسپین) | ۳۹۸ |
| ۳۱ | جامعہ غرناطہ (اسپین) | ۳۹۸ |
| ۳۲ | جامعہ معینیہ (اجمیر شریف) | ۲۸۱، ۴۰۴ |
| ۳۳ | جامعہ مدینۃ الاسلام (دی ہیگ) | ۴۰۶ |
| ۳۴ | جامعہ مدینۃ العلوم (پھکولی شریف) | ۴۲۵ |
| ۳۵ | جامعہ مرکز الثقافۃ السنیۃ | ۴۲۸ |
| ۳۶ | جامعہ مظہر اسلام (پاکستان) | ۳۴۱ |
| ۳۷ | جامعہ مدینۃ الاسلام (ہالینڈ) | ۳۵۸ |
| ۳۸ | جامعہ ملیہ اسلامیہ (نئی دہلی) | ۴۷۳ |
| ۳۹ | جامعہ نعیمیہ (مرادآباد) | ۲۶۹، ۲۷۳ |
| ۴۰ | جامعہ فیض القرآن | ۴۸۰ |
| ۴۱ | جامعہ کلیمیہ (براہی) | ۴۹۶ |
| ۴۲ | جامعہ غوثیہ احسن البرکات | ۵۰۷ |
| ۴۳ | جامعہ سراج العلوم السلفیۃ | ۵۱۰ |
| ۴۴ | جامعہ شاہدیہ کوثر اسلام | ۴۳۵ |
| ۴۵ | جامعہ فاروقیہ | ۴۵۰، ۴۵۵ |

# دارالعلوم/ مدارس/ ادارے


| نمبر شمار | دارالعلوم/ ادارے | صفحات |
|---|---|---|
| ۱ | دارالعلوم صدیقیہ انوارالعلوم قادریہ | ۱۹۹ |
| ۲ | دارالعلوم علیمیہ (دامودر پور) | ۲۹۴،۲۹۳ |
| ۳ | دارالعلوم نوری برکاتی (جنک پور) | ۴۵۷،۳۰۷ |
| ۴ | دارالعلوم منظر اسلام (بریلی) | ۳۲۵ |
| ۵ | دارالعلوم مخدومیہ (گوہاٹی) | ۳۵۷ |
| ۶ | دارالعلوم علیمیہ (سری نام) | ۳۵۹ |
| ۷ | دارالعلوم امجدیہ (کراچی، پاکستان) | ۳۵۸،۳۵۷ |
| ۸ | دارالعلوم اہل سنت اشرفیہ مصباح العلوم | ۴۴۹،۳۷۴ |
| ۹ | دارالعلوم رضاء العلوم (کنہواں) | ۳۸۵ |
| ۱۰ | دارالعلوم قادریہ مصباح المسلمین | ۳۸۵ |
| ۱۱ | دارالعلوم فیضان العلوم (دارانی) | ۳۸۶ |
| ۱۲ | دارالعلوم حامدیہ رحمانیہ | ۴۰۴ |
| ۱۳ | دارالعلوم المشرقیہ حمیدیہ (دربھنگہ) | ۴۴۹،۴۰۴ |
| ۱۴ | دارالعلوم سعید العلوم (مہراج گنج) | ۴۱۰ |
| ۱۵ | دارالعلوم اہل سنت (پوکھر بھنڈا، روپندیہی) | ۴۱۰ |
| ۱۶ | دارالعلوم بحر العلوم (خلیل آباد، سنت کبیر نگر) | ۴۱۰ |
| ۱۷ | دارالعلوم گلشن رضا (رائے بریلی) | ۴۱۳ |
| ۱۸ | دارالعلوم مظہر اسلام (بریلی شریف) | ۴۱۵ |
| ۱۹ | دارالعلوم شیریہ (بہیڑی) | ۴۱۶ |
| ۲۰ | دارالعلوم فاروقیہ (بلرام پور) | ۴۱۸ |
| ۲۱ | دارالعلوم قادریہ رشیدیہ (جلیشور) | ۵۰۷،۵۰۶،۴۲۵،۴۲۴ |
| ۲۲ | دارالعلوم تیغیہ (سلطان پور) | ۴۵۴،۴۵۰ |
| ۲۳ | دارالعلوم غریب نواز (راج بیراج) | ۴۶۰،۴۵۷،۴۵۲ |
| ۲۴ | دارالعلوم قادریہ غوثیہ | ۴۵۴،۴۴۸ |
| ۲۵ | دارالعلوم منظر حق (ٹانڈہ) | ۴۷۶،۴۵۲ |
| ۲۶ | دارالعلوم امانیہ (علی پٹی) | ۴۵۴ |

| | | |
|---|---|---|
| ۲۷ | دارالعلوم فدائیہ (دربھنگہ) | ۴۵۷، ۴۶۲ |
| ۲۸ | دارالعلوم فیضان مدینہ (جنک پور) | ۴۵۷، ۴۶۲، ۵۰۲ |
| ۲۹ | دارالعلوم یتیم خانہ صفویہ | ۴۶۲، ۴۶۷ |
| ۳۰ | دارالعلوم تیغیہ کنزالعلوم (مظفر پور) | ۴۶۴ |
| ۳۱ | دارالعلوم شاہ اعلیٰ قدرتیہ (کان پور) | ۴۶۵، ۴۶۶ |
| ۳۲ | دارالعلوم غوثیہ اہل سنت نورالعلوم | ۴۶۷، ۵۰۶ |
| ۳۳ | دارالعلوم فیض الرسول | ۴۶۷ |
| ۳۴ | دارالعلوم غوث اعظم | ۴۶۹ |
| ۳۵ | دارالعلوم گلشن مدینہ | ۴۵۷ |
| ۳۶ | دارالعلوم نوری | ۴۵۷، ۵۰۲ |
| ۳۷ | دارالعلوم علیمیہ (جمدا شاہی) | ۴۵۹، ۴۷۰ |
| ۳۸ | دارالعلوم وارثیہ | ۴۷۵ |
| ۳۹ | دارالعلوم مدینۃ العلوم | ۴۷۵ |
| ۴۰ | دارالعلوم رضائے مصطفیٰ | ۴۷۸، ۴۷۹ |
| ۴۱ | دارالعلوم محمدیہ (ممبئی) | ۲۴۳، ۲۴۵ |
| ۴۲ | دارالعلوم فیض الرسول (براؤں شریف) | ۱۱۲، ۱۹۱، ۲۱۲، ۴۰۹ |
| ۴۳ | دارالتعلیم والتربیت | ۵۱۲ |
| | | |
| ۱ | ادارہ فیضان اشرف | ۲۴۳، ۲۴۵ |
| ۲ | ادارۂ شرعیہ (پٹنہ) | ۲۶۸، ۳۵۶، ۴۰۵، ۴۴۲، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۷۶، ۴۷۷ |
| ۳ | امارت شرعیہ | ۲۶۸، ۴۴۵ |
| ۴ | ندوۃ العلما | ۳۱۳، ۵۱۳ |
| ۵ | مرکز تربیت افتا | ۴۶۹ |
| ۶ | کلیۃ البنات الامجدیہ | ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۹ |
| ۷ | کلیہ فاطمۃ الزہراء للبنات | ۴۸۸، ۵۰۳ |
| ۸ | کلیہ عائشہ صدیقہ | ۵۱۱ |
| ۹ | مرکز الفرقان الاسلامی | ۵۱۱ |
| ۱۰ | کلیہ اصول الدین (مصر) | ۳۶۹ |

| نمبر شمار | مدارس | صفحات |
|---|---|---|
| ۱ | مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم (مبارکپور) | ۲۷۳، ۲۹۳ |
| ۲ | مدرسہ اشرفیہ اظہار العلوم (براٹ نگر) | ۲۷۶، ۳۶۰، ۳۶۳، ۳۶۴ |
| ۳ | مدرسہ اشرف العلوم (کنہواں) | ۲۹۳، ۳۳۱ |
| ۵ | مدرسہ اصلاح المسلمین | ۲۹۵، ۳۳۷، ۴۴۲، ۴۷۷، ۴۹۵، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۵ |
| ۶ | مدرسہ اسلامیہ غوثیہ | ۴۵۷ |
| ۷ | مدرسہ اسلامی یتیم خانہ | ۴۷۶ |
| ۸ | مدرسہ اسلامیہ فیض العلوم | ۵۱۳ |
| ۹ | مدرسہ ابن باز | ۵۱۱ |
| ۱۰ | مدرسہ اخلاقیہ | ۴۷۸، ۴۷۹ |
| ۱۱ | مدرسہ انیس العلوم | ۳۳۸ |
| ۱۲ | مدرسہ اصلاح المسلمین (دارالعلوم قادریہ مصباح المسلمین) | ۲۱۲، ۳۱۳ |
| ۱۳ | مدرسہ اسلامیہ فیض الغربا (بھانتنر سر) | ۲۶۲، ۳۲۳، ۳۴۶، ۳۷۷، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۴۰، ۴۵۴، ۴۹۳، ۴۹۵، ۴۹۶ |
| ۱۴ | مدرسۃ الحدیث (دہلی) | ۲۶۰ |
| ۱۵ | مدرسہ حنفیہ اشرفیہ (لبنان) | ۲۶۸، ۲۷۶، ۲۹۷، ۳۷۶، ۴۶۲، ۵۰۸ |
| ۱۶ | مدرسہ حبیبیہ اسلامیہ (لعل گوپال گنج) | ۲۶۸، ۴۶۰، ۴۹۶ |
| ۱۷ | مدرسہ برکات العلوم (جے نگر) | ۲۹۷ |
| ۱۸ | مدرسہ برکاتیہ جیش ملت (بہرو) | ۲۹۷ |
| ۱۹ | مدرسہ تنظیم المسلمین (لوکہا) | ۲۹۶ |
| ۲۰ | مدرسہ فیض الغربا (آرہ) | ۳۱۱، ۳۲۹، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۴، ۳۸۵ |
| ۲۱ | مدرسہ فیض عام (کانپور) | ۳۱۳ |
| ۲۲ | مدرسہ تعلیم القرآن | ۵۱۳ |
| ۲۳ | مدرسہ سیدنا ابوبکر صدیق لتحفیظ القرآن | ۵۱۳ |
| ۲۴ | مدرسہ شمس العلوم (گھوسی) | ۳۷۵، ۴۵۰، ۴۵۲، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۷۶ |
| ۲۵ | مدرسہ ضیاء العلوم (خیرآباد) | ۴۷۳ |
| ۲۶ | مدرسہ ضیاء العلوم (ادری) | ۴۷۶ |

| | | |
|---|---|---|
| ۲۷ | مدرسہ سبحانیہ (الہ آباد) | ۴۰۱ |
| ۲۸ | مدرسہ ضیاء العلوم (علیم آباد) | ۴۰۴ |
| ۲۹ | مدرسہ رضاء العلوم (کنہواں) | ۳۷۹، ۳۸۰، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۸ |
| ۳۰ | مدرسہ فاروقیہ (بنارس) | ۴۰۱ |
| ۳۱ | مدرسہ اہلسنت غوثیہ نور العلوم | ۴۰۹ |
| ۳۲ | مدرسہ غوثیہ اہلسنت فیض العلوم (بڑھیا شریف) | ۴۰۹ |
| ۳۳ | مدرسہ غوثیہ برکاتیہ (لیچی باغ قلعہ، بریلی شریف) | ۴۱۵ |
| ۳۴ | مدرسہ رضویہ شمس العلوم (باڑا) | ۴۲۴ |
| ۳۵ | مدرسہ عربیہ سعید العلوم | ۴۶۷ |
| ۳۶ | مدرسہ غوثیہ بدر العلوم | ۴۵۹ |
| ۳۷ | مدرسہ بحر العلوم | ۴۵۲، ۴۶۳ |
| ۳۸ | مدرسہ غوثیہ رضاء العلوم | ۴۶۲ |
| ۳۹ | مدرسہ فیض النبی نوری مرکزی دار القرات | ۳۵۳، ۴۶۳، ۵۰۸ |
| ۴۰ | مدرسہ تعلیم القرآن رحمانیہ | ۴۵۹ |
| ۴۱ | مدرسہ غوثیہ قادریہ (بغداد شریف) | ۲۰۲ |
| ۴۲ | مدرسہ گلشن بغداد (رام پور) | ۲۰۲ |
| ۴۳ | مدرسہ گلشن اجمیر (جنک پور) | ۴۶۲، ۵۰۳ |
| ۴۴ | مدرسہ مصباح المسلمین (علی پٹی) | ۲۹۳، ۳۶۱، ۳۸۴، ۳۸۷ |
| ۴۵ | مدرسہ منظر اسلام (کپٹول) | ۳۰۴ |
| ۴۶ | مدرسہ منظر اسلام (بریلی شریف) | ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۴۶، ۳۷۷، ۴۱۷ |
| ۴۷ | مدرسہ مظہر اسلام (بریلی شریف) | ۳۴۸ |
| ۴۸ | مدرسہ مظہر العلوم (گلاب پور) | ۳۸۱، ۳۸۳ |
| ۴۹ | مدرسہ مصباح العلوم | ۴۴۹ |
| ۵۰ | مدرسہ مخدومیہ لطیفیہ | ۴۵۲ |
| ۵۱ | مدرسہ مجیدیہ | ۴۵۵ |
| ۵۲ | مدرسہ مصباح المسلمین | ۴۴۰، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۵۲، ۴۵۸، ۴۹۴، ۴۹۶، ۵۰۰، ۵۰۲ |
| ۵۳ | مدرسہ حنفیہ برکاتیہ | ۴۵۴، ۴۷۱، ۵۰۲ |
| ۵۴ | مدرسہ فیضان العلوم | ۴۴۰ |
| ۵۵ | مدرسہ حبیبیہ | ۴۵۲ |

| | | |
|---|---|---|
| ۵۶ | مدرسہ تنویر الاسلام | ۴۵۱ |
| ۵۷ | مدرسہ جیلانیہ (ملنگوا) | ۳۲۶، ۵۰۴ |
| ۵۸ | مدرسہ لطیفیہ بحر العلوم | ۳۲۹ |
| ۵۹ | مدرسہ فیض العلوم (جمشید پور) | ۳۵۶ |
| ۶۰ | مدرسہ نور الہدیٰ (پوکھریرا) | ۳۹۰ |
| ۶۱ | مدرسہ دار السلام السلفیہ | ۵۱۰ |
| ۶۲ | مدرسہ نور الاسلام | ۵۱۲ |
| ۶۳ | مدرسہ عالیہ انوار العلوم | ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۴ |
| ۶۴ | مدرسہ عربیہ سعید العلوم (یکما، میراج گنج) | ۴۱۰ |
| ۶۵ | مدرسہ نظامیہ برکات العلوم | ۴۵۷، ۴۶۲ |
| ۶۶ | مدرسہ نور العلوم | ۴۶۳ |


## مرتبین اشاریہ کے اسمائے گرامی

(۱) مولانا محمد معین الدین مصباحی، سیتامڑھی - درجہ اختصاص فی الحدیث، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

(۲) مولانا محمد ذیشان مصباحی، خیر آبادی - درجہ اختصاص فی الفقہ، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

(۳) مولانا محمد رفیع اللہ مصباحی، بلرام پوری - درجہ اختصاص فی الافتا، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

(۴) مولانا اشرف نہال مصباحی، خیر آبادی - درجہ اختصاص فی الافتا، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

# مصنف کتاب ایک نظر میں

## ذاتی احوال:

نام : محمد رضا قادری مصباحی

ولدیت : مولانا محمد عیسیٰ برکاتی (مرید حضور سید العلما مارہروی)

جدامجد : محمد صدیق رضوی بن محمد جان بن مولوی محمد مہدی میاں بن پرسن میاں بن نجم میاں بن جھلّو میاں

والدہ کا نام : زبیدہ خاتون بنت محمد خورشید عالم بن محمد ہارون بن کتاب علی بن شبراتی میاں

**مورث اعلیٰ:** حضرت نون علی رحمہ اللہ جو طلحہ بن عدی یمنی کی اولاد سے تھے ۵۰۰ سال قبل ہند سے کاٹھمنڈو وارد ہوئے اور لَلِتْ پور میں قیام کیا۔ ان کے دو لڑکے ہوئے سعد بن نون علی اور فہد بن نون علی۔ سعد بن نون کی اولاد نے تین صدی قبل، ترائی نیپال کے موضع مٹیہانی، ضلع مہوتری میں سکونت اختیار کی انھیں کی اولاد میں سے جھلّو میاں نے آج سے لگ بھگ ڈھائی سو سال قبل "کپٹول" میں قیام کیا اور یہاں سے مسلمانوں کی آبادی قائم ہوئی۔

تاریخ پیدائش: سرٹیفکٹ کے مطابق ۳؍فروری ۱۹۸۴ء

## تعلیمی اہلیت:

حفظ قرآن: الجامعہ الاشرفیہ، مبارک پور　　۱۹۹۹ء

مولویت: دار العلوم علیمیہ، جمدا شاہی، بستی　　۲۰۰۳ء

عالمیت: الجامعۃ الامجدیہ الرضویہ، گھوسی　　۲۰۰۵ء

قراءت بروایت حفص: الجامعۃ الامجدیہ الرضویہ، گھوسی ۲۰۰۵ء

فضیلت: الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور　　۲۰۰۷ء

قراءت سبعہ: الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور　　۲۰۰۷ء

اختصاص فی الفقہ: الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور　　۲۰۰۹ء

منشی، مولوی، کامل، عالم، فاضل دینیات، فاضل معقولات، اترپردیش مدرسہ بورڈ، لکھنؤ۔

شهادة الدبلوم فی اللغة العربية الوظيفية

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان وادب، ۲۰۱۳ء

بی۔اے (اسلامک اسٹڈیز) جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی - ۲۰۱۴ء

شهادة جائزة التقدم فی منافسة علوم الحديث:

الازہر انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز ۲۰۰۷ء، بدایوں

ایم۔اے (تاریخ)　　مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد

## تدریسی خدمات:

۱- بحیثیت پرنسپل پانچ سال، جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء ذاکر نگر، نئی دہلی اکتوبر ۲۰۰۹ء تا اگست ۲۰۱۴ء

۲- بحیثیت مفتی ادارۂ شرعیہ دہلی۔ ۱۴ر فروری ۲۰۱۰ء تا اگست ۲۰۱۴ء

۳- بحیثیت مدرس الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور۔ دسمبر ۲۰۱۵ء تا حال

## قلمی نگارشات:

۱- امام احمد رضا کا فقہی کمال فتاوی رضویہ جلد ہفتم کے آئینے میں۔ سنہ تالیف: ۲۰۰۹ء، غیر مطبوعہ (تحقیقی مقالہ فل اسکیپ سائز میں ۱۱۲ر صفحات پر)

۲- تعلیق علی مجانی الأدب (عربی) سنہ تالیف ۲۰۰۹ء غیر مطبوعہ

۳- تعلیق علی تأریخ الأدب العربي لأحمد حسن الزیات (عربی)
سنہ تالیف ۲۰۱۴ء غیر مطبوعہ

۴- تذکرہ حضرت محمد صدیق قادری و مسلمانان کپٹول، سنہ تالیف ۲۰۱۴ء غیر مطبوعہ

۵- مدارس اسلامیہ کا نصاب تعلیم، نظام تدریس اور نظام مالیات (ایک تجزیاتی مطالعہ)
سنہ تالیف ۲۰۱۵ء غیر مطبوعہ

٦- التصوف یکافح الإرهاب و یتحدی التطرف الفکري
سن اشاعت ۲۰۱٦ء مطبوعہ

۷- الخطبات العزیزیة للجمعة (عربی) سنہ تالیف ۲۰۱٦ء غیر مطبوعہ

۸- نیپال میں اسلام کی تاریخ سنہ تالیف ۲۰۱۷ء مطبوعہ

۹- The Sufism Fights the Terrorism and the Challenges the Radical Idea

## ترتیب وادارت:

۱۰- امام غزالی نمبر (سالنامہ کاروان رئیس القلم، نئی دہلی) مطبوعہ ۲۰۱۱ء

۱۱- خواجہ غریب نواز نمبر (سالنامہ کاروان رئیس القلم، نئی دہلی) مطبوعہ ۲۰۱۴ء

## زیر ترتیب نصابی کتابیں:

۱- تعلیق علی منهاج العابدین (عربی)

۲- فقه اللغة و أسرار اللغة العربیة (عربی)
برائے طلبۂ اختصاص فی الأدب العربی

۳- تاریخ اسلام ہندوستان (حضرت آدم سے ایں دم تک ہندوپاک، بنگلہ دیش، سری لنکا،

مالدیپ، برما، تبت اور بھوٹان میں اشاعت اسلام کی مفصل تاریخ)

ان کے علاوہ درجنوں عربی واردو کے مقالات ومضامین مطبوعہ / غیر مطبوعہ

## نسبتِ روحانی:

حضرت شیخ طریقت، داعی اسلام، مولانا شاہ محمد ظہیر عالم قادری برکاتی، بانی خانقاہ قادریہ راہ سلوک، چاندپور، ضلع مرادآباد۔ یوپی

# اساتذہ وشیوخ سے حاصل شدہ اجازتیں

## اساتذہ:

۱- اجازت حدیث روایۃً و درایۃً۔ محدث جلیل علامہ عبدالشکور مصباحی، شیخ الحدیث، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

۲- اجازت حدیث روایۃً و درایۃً۔ خیرالاذکیا، علامہ محمد احمد مصباحی، سابق صدرالمدرسین جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، موجودہ ناظم تعلیمات جامعہ ہذا

۳- سند فقہ حنفی واجازت قرآن کریم: سراج الفقہا، محقق مسائل جدیدہ، علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی برکاتی، صدرالمدرسین، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

مختلف شیوخ جن سے احادیث واذکار کی اجازتیں حاصل ہیں۔ ان میں بعض شیوخ سے تیمناً چند اسباق بھی پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔

۴- بحرالعلوم، حضرت مفتی عبدالمنان اعظمی قدس سرہ۔ سابق شیخ الحدیث مدرسہ شمس العلوم گھوسی، الاشباہ والنظائر کا ایک سبق پڑھا۔

۵- محدثِ کبیر، حضرت علامہ ضیاء المصطفی قادری مصباحی، سربراہ جامعہ امجدیہ، رضویہ، گھوسی سے بخاری شریف کے ۴ یا پانچ اسباق پڑھنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ ۳/

صفر ۱۴۳۱ھ کو نئی دہلی میں تمام مرویات وسنن کی اجازت عطا فرمائی۔

۶- محدث کیرلا، شیخ ابوبکر احمد، ملباری، بانی و چانسلر جامعۃ مرکز الثقافۃ السنیۃ، کالیکٹ، کیرلا۔ ۲۰۱۰ء میں مارہرہ شریف میں حدیث مسلسل بالاولیت کی اجازت عطا فرمائی۔

۷- شیخ طریقت، ڈاکٹر سید محمد فاضل جیلانی حسنی حسینی، استنبول، ترکی نے ۲۰۱۱ء میں تحریراً سلسلۂ قادریہ کے تمام وظائف واذکار اور حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جملہ تالیفات کی اجازت عطا فرمائی۔

۸- مفتی اعظم احناف، یمن، حضرت شیخ قاسم صالح محمد کظیم زبیدی، حنفی نے ۳۱/ جنوری ۲۰۱۲ء کو نئی دہلی میں تحریراً احادیث کریمہ کی روایۃً ودرایۃً اجازت عطا کی۔

ان کے علاوہ اور بھی متعدد شیوخ سے اجازتیں حاصل ہیں۔

## عقد نکاح:

۱۴/ جون ۲۰۰۴ء کو نازنین بیگم قادری بنت الحاج محمد رفیق برکاتی، ساکن لوکہا بازار، ضلع مدھوبنی سے ہوا۔

صاحبزادے: (۱) غلام محی الدین جیلانی　(۲) ارشد القادری

(۳) شاہ ولی اللہ قادری۔

صاحبزادی: عائشہ فاطمہ

## مصروفیات:

۱- تدریس: جامعہ اشرفیہ، مبارک پور۔ ۲۰۱۵ تاحال

۲- خطابت وامامت جمعہ، عزیز المساجد، اشرفیہ، مبارک پور، ۲۰۱۵ء تاحال

۳- تصنیف، تحقیق وتالیف اور دعوت وتبلیغ

۴- کابینی رکن راہ سلوک انٹرنیشنل

# اس کتاب میں بطور ریفرینس شامل بعض اہم مصادر کے سرورق کی جھلکیاں

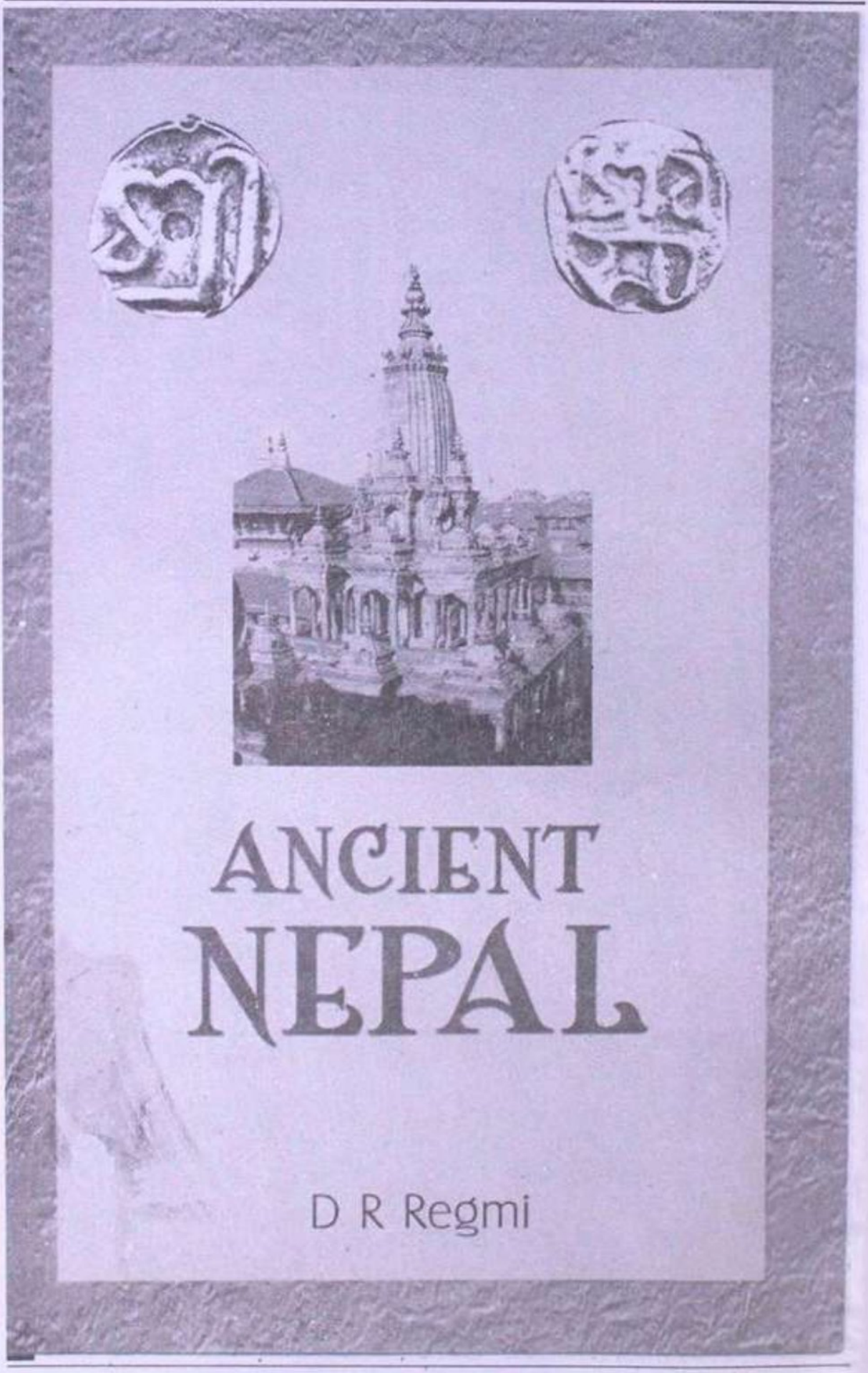


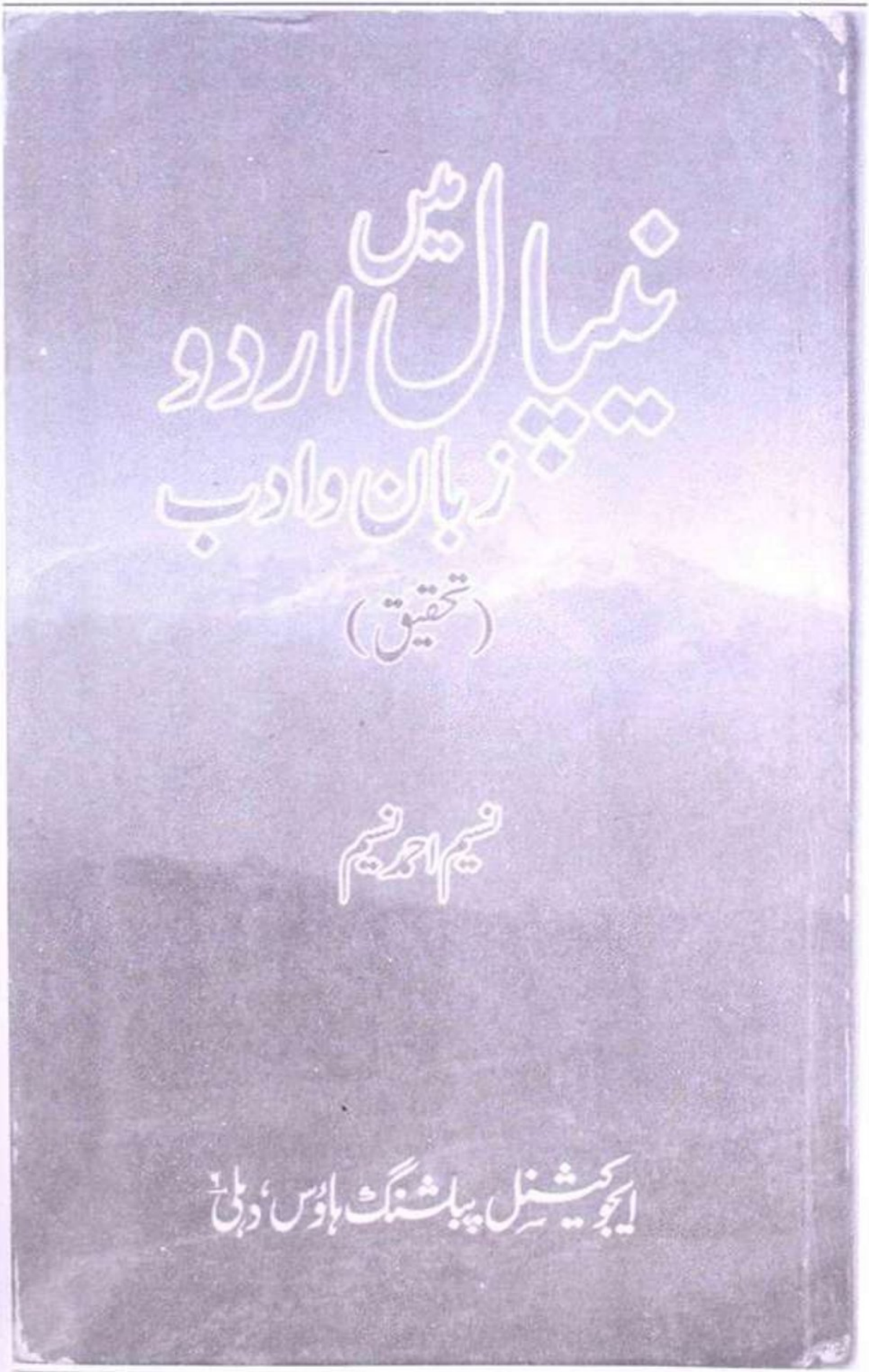


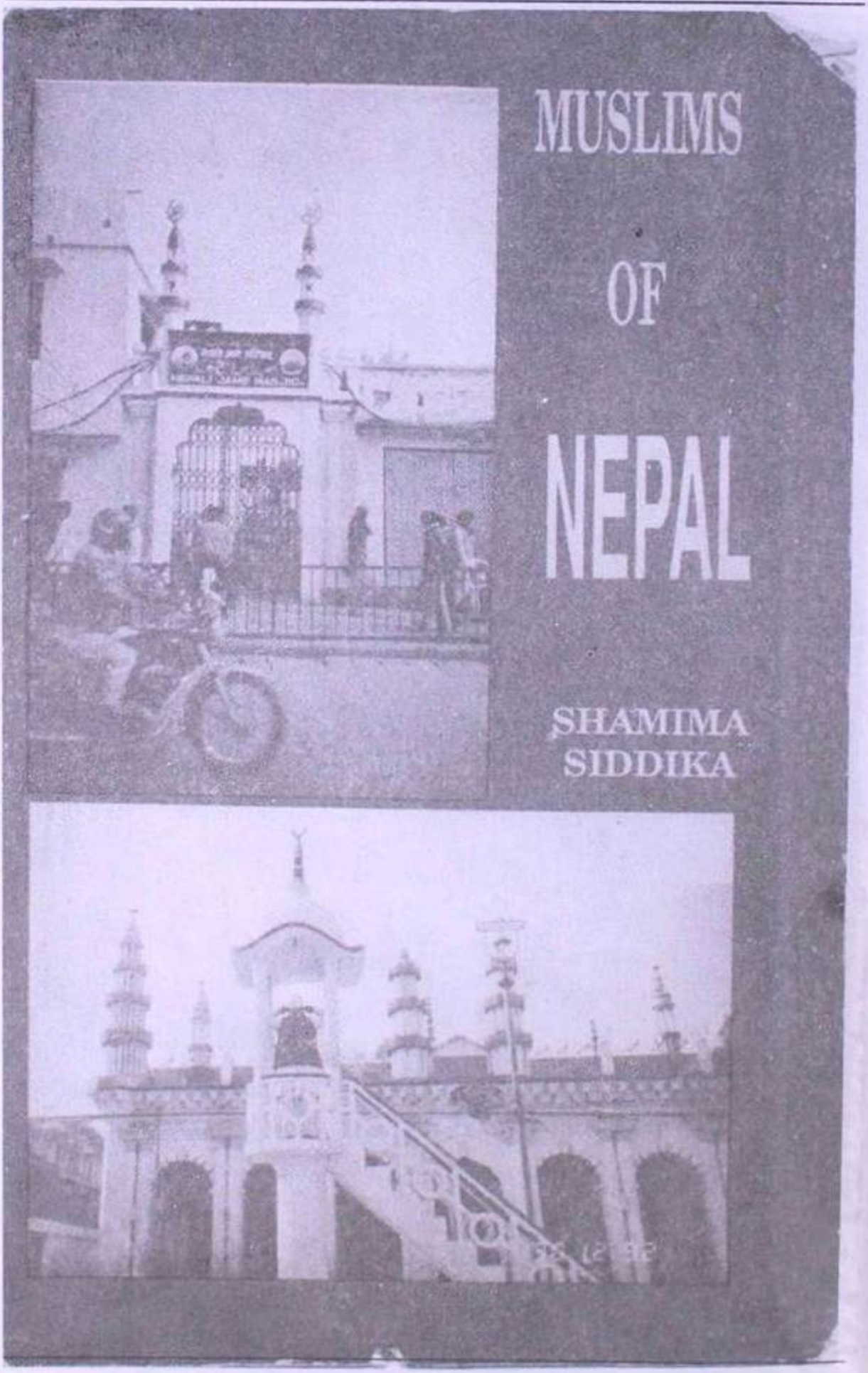


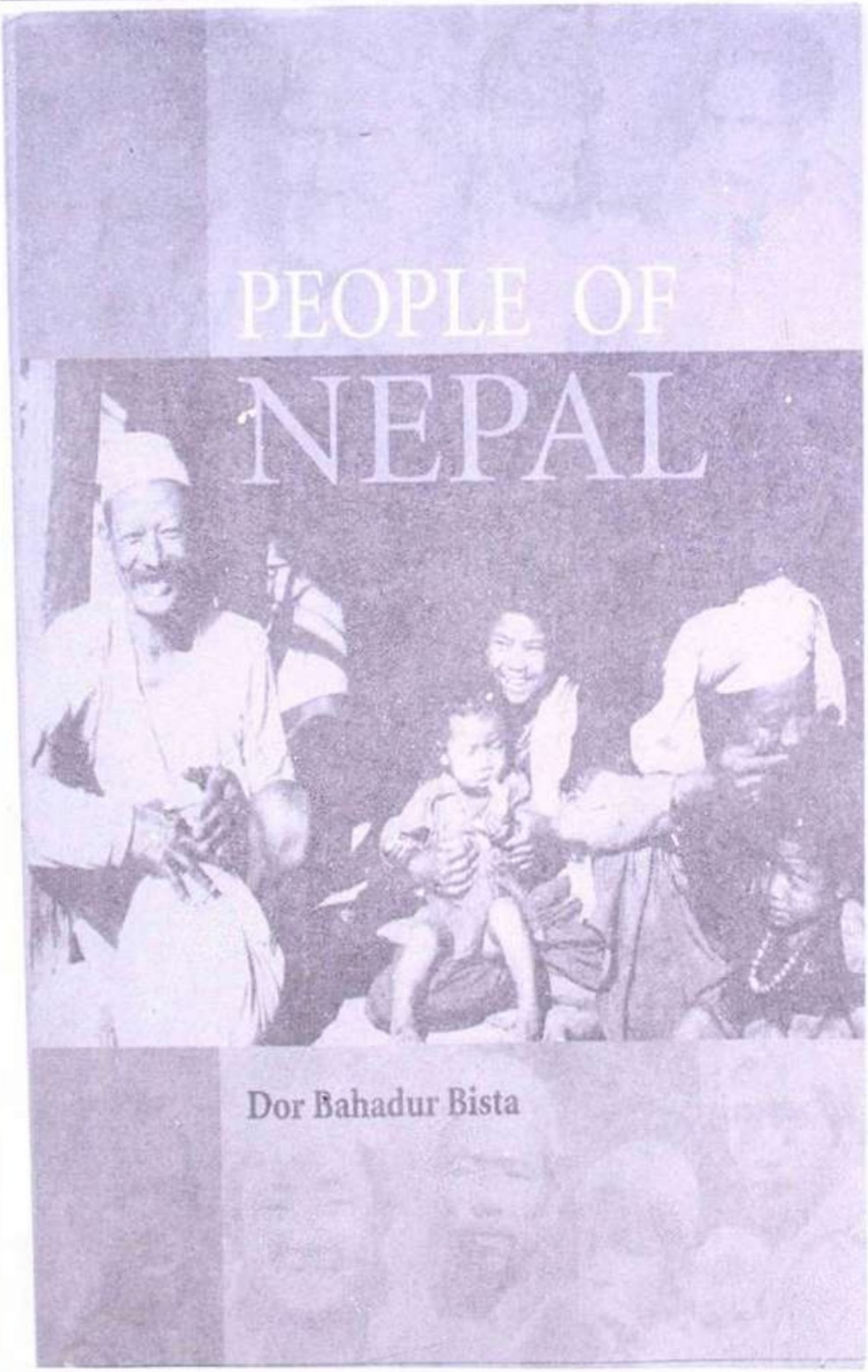
MEDIEVAL
NEPAL
VOLUME I

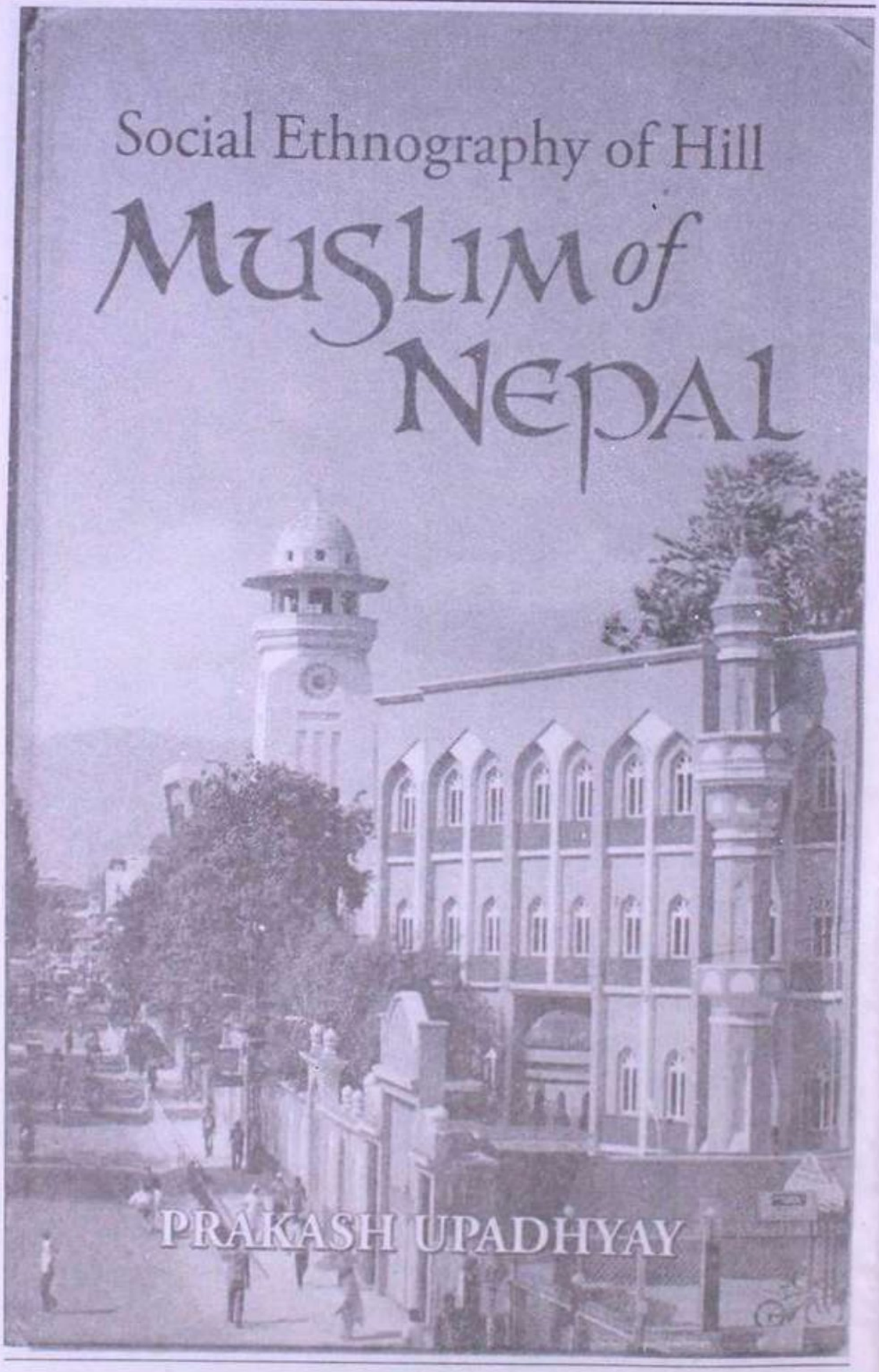
D R Regmi

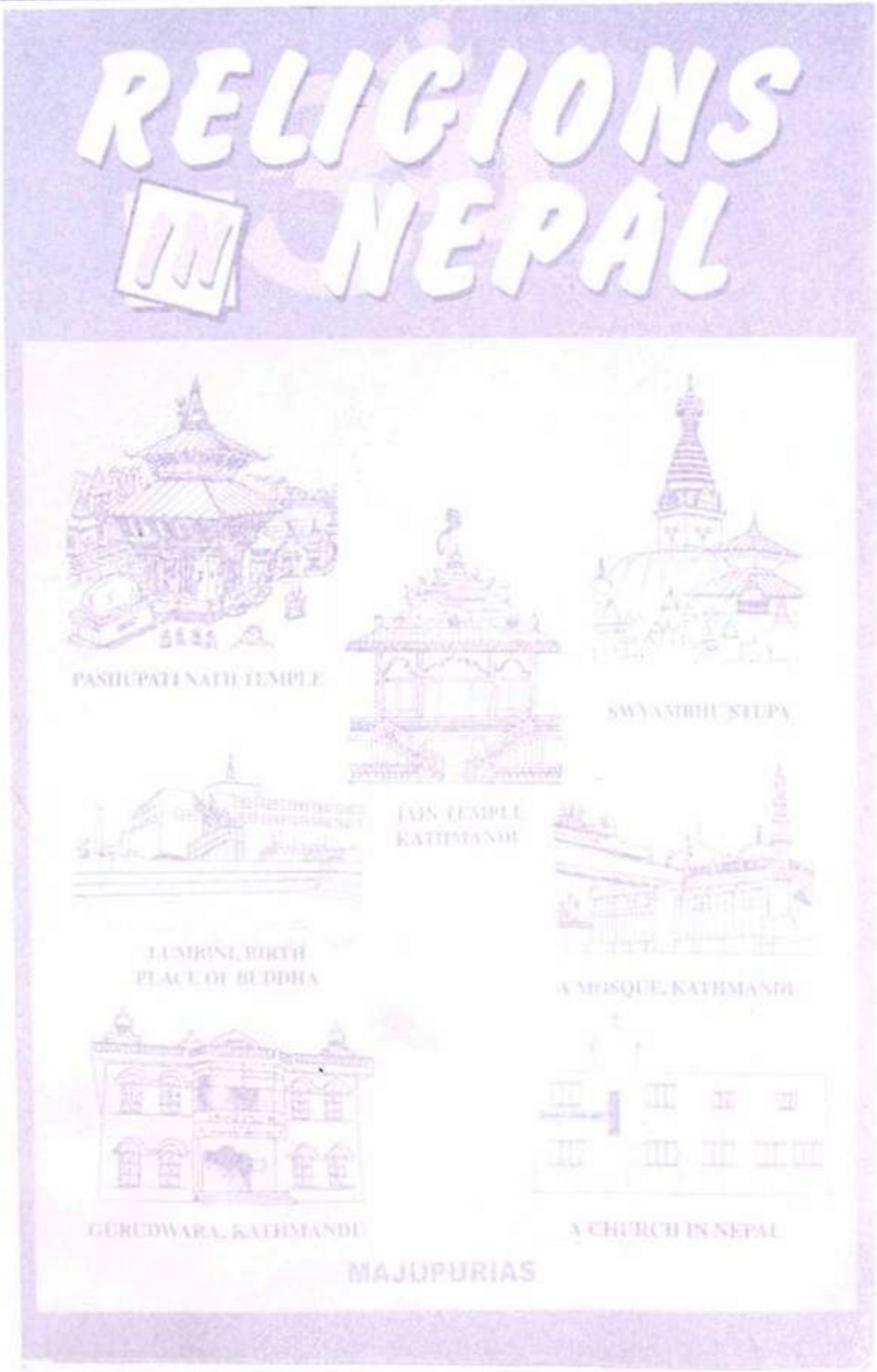

ANCIENT
NEPAL
D R Regmi


نیپال میں
اردو
زبان وادب
(تحقیق)
نسیم احمد نسیم
ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی۶


MUSLIMS
OF
NEPAL
SHAMIMA
SIDDIKA


PEOPLE OF
NEPAL
Dor Bahadur Bista


Social Ethnography of Hill
MUSLIM of
NEPAL
PRAKASH UPADHYAY


RELIGIONS
IN
NEPAL
PASHUPATI NATH TEMPLE
SWYAMBHU STUPA
JAIN TEMPLE
KATHMANDU
LUMBINI, BIRTH
PLACE OF BUDDHA
A MOSQUE, KATHMANDU
GURUDWARA, KATHMANDU
A CHURCH IN NEPAL
MAJUPURIAS

مشائخ سلسلہ فردوسیہ کا قدیم ترین و مستند تذکرہ

# مناقب الاصفیاء

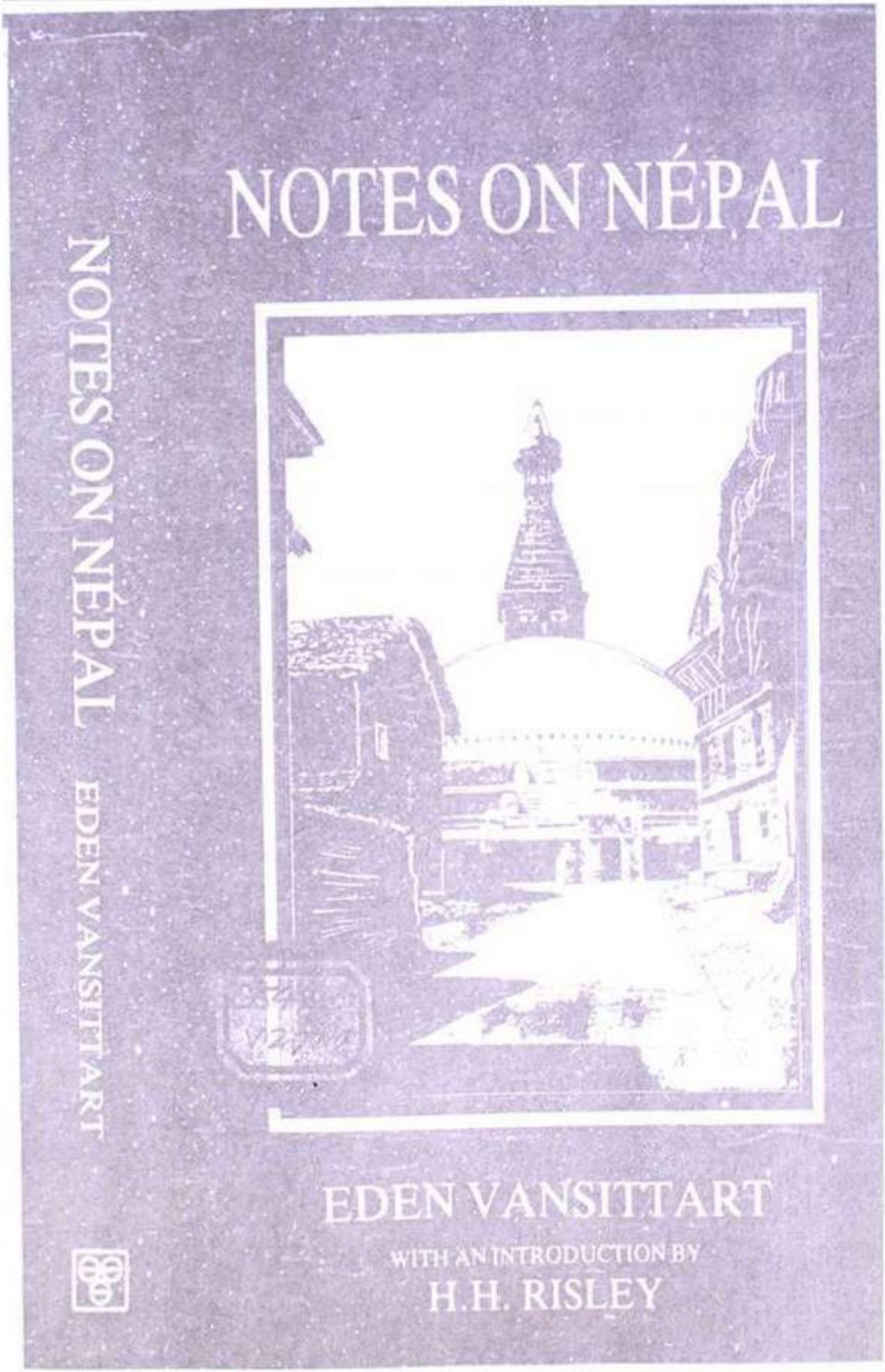
تالیف

حضرت مخدوم شاہ شعیب فردوسی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ

الحاج مولانا ڈاکٹر محمد علی ارشد شرفی مدظلہ

مکتبہ شرف بیت الشرف، خانقاہ معظم
بہار شریف (نالندہ)


NOTES ON NÉPAL
NOTES ON NÉPAL
EDEN VANSITTART
EDEN VANSITTART
WITH AN INTRODUCTION BY
H.H. RISLEY

SERIE ORIENTALE ROMA
X
MATERIALS FOR THE STUDY OF NEPALESE HISTORY AND CULTURE
3

LUCIANO PETECH

# MEDIAEVAL HISTORY OF NEPAL

(c. 750-1480)






ROMA
ISTITUTO ITALIANO PER IL MEDIO ED ESTREMO ORIENTE
1958

# HISTORY OF NEPAL

First Edition Cambridge 1877
Second Indian Edition 1958

TRANSLATED FROM PARBATIYA

BY

MUNSHI SHEW SHUNKER SINGH
AND
PANDIT SRI GUNANAND

WITH AN INTRODUCTORY SKETCH
OF THE
COUNTRY AND PEOPLE OF NEPAL
BY THE EDITOR
DANIEL WRIGHT

CALCUTTA
SUSIL GUPTA (INDIA) PRIVATE LTD.
1958

954.24
N89H1
142138

# NEPAL MEN ISLAM KI TAREEKH

By: Maulana Mufti Mohd. Raza Quadri

First Edition : December 2017

مولانا حافظ قاری محمد رضا مصباحی نے

زیر نظر تاریخ بڑی محنت و مشقت اور جاں فشانی سے مرتب کی ہے۔ اس میں انھوں نے اردو کے علاوہ عربی، فارسی، انگریزی اور ہندی مراجع سے بھی استفادہ کیا ہے اور موجودہ علما اور تصانیف سے متعلق زیادہ تر ذاتی تلاش و جستجو کے نتیجے میں معلومات سپرد قلم کی ہیں۔

رب کریم مولانا کی اس دینی و علمی کاوش کو مقبول خواص و عوام بنائے، نسل نو کو زیادہ سے زیادہ اس سے مستفید فرمائے اور مولانا کو مزید عمدہ اور اعلی دینی و علمی خدمات انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

محمد احمد مصباحی

ناظم تعلیمات، الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی، ہند

کچھ کتابیں محض آپ کی معلومات میں اضافہ کرتی ہیں جبکہ کچھ کتابیں انکشاف کرتی ہیں اور جب انکشاف سے گذرتی ہیں تو ایک نئی تاریخ مرتب ہوتی ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے قبل نیپال اور اسلام کو لے کر میری معلومات ناقص تھیں۔ میں نیپال کو ایک ہندو ملک سمجھتا آیا تھا۔ ایک ایسا ہندو ملک جہاں ہزاروں حادثات و واقعات سے گذرنے کے بعد اب جمہوریت پسند حکومت کا قیام ہے۔ مولانا مفتی محمد رضا مصباحی نے میرے مفروضے کو غلط ثابت کرتے ہوئے ایک ایسے ملک سے متعارف کرایا جہاں آج بھی تصوف کا چشمہ بہتا ہے، جہاں دینی مدرسے، خانقاہیں آباد ہیں۔ جہاں سلسلۂ نقشبندیہ، سہروردیہ، چشتیہ، اشرفیہ کے ماننے والے اور عقیدت مندوں کی بہت بڑی دنیا آباد ہے۔ تحقیق کا یہ کام جس جانفشانی سے انجام دیا گیا، اس کی داد نہ دینا بے انصافی ہے۔

مشرف عالم ذوقی

۲۱/اپریل ۲۰۱۷ء بروز جمعہ

ISBN 81-927019-3-X

MAKKA PUBLISHER

442, Gali Sarote Wali, 2nd Floor, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-110006

E-mail: makkapublisher@gmail.com, www.makkapublisher.com

MAXIMUM RETAIL PRICE

Rs. 700/- Indian